

بستانِ المحدثین

تالیف لطیف

امام لہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء

(اُردو ترجمہ)

مولانا عبد السمیع دیوبندی

(عربی ترجمہ اور حواشی)

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی صاحب

اُردو ترجمہ کا فارسی متن سے جزوی مقابلہ، تصحیح، عربی حاشیہ کا ترجمہ

جزوی اضافے اور ترمیمات، زیر نگرانی و مشورہ

نور الحسن راشد کاندھلوی



MAKTABA-E-REHMANIA

بیتان الحدیث

تالیف لطیف

اہل اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء

(اُردو ترجمہ)

مولانا عبد السمیع دیوبندی

(عربی ترجمہ اور حواشی)

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی صاحب

اُردو ترجمہ کا فارسی متن سے جزوی مقابلہ، تصحیح، عربی حاشیہ کا ترجمہ
جزوی اضافے اور ترمیمات، زیر نگرانی و مشورہ

نور الحسن راشد کاندھلوی

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

اقرا سنٹر عرف سٹریٹ، اُردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

نام کتاب

بُتَانُ الْمُحَدِّثِیْنَ

مترجم

مولانا عبد السمیع دیوبندی

ناشر

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

مطبع

خضر جاوید پرنٹرز لاہور



اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فون: 042-37224228-37355743

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

تنبیہ

ہمارے ادارے کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے،

مقدمہ کے مندرجات

صفحہ	مندرجات	نمبر شمار
۳۳	بستان کے اردو ترجمہ کی تازہ اشاعت، معلومات و متعلقات	۱
۳۳	وجہ تالیف اور سن تالیف	۲
۳۴	کیا بستان المحدثین نا تمام ہے۔	۳
۳۵	بستان کے خطی نسخے	۴
۳۵	طبع اول: لاہور: ۱۲۷۷ھ	۵
۳۶	طبع دوم	۶
۳۶	طبع سوم	۷
۳۶	طبع چہارم	۸
۳۸	فارسی کا نیا محقق نسخہ	۹
۳۸	پہلا اردو ترجمہ، مولانا عبد السمیع دیوبندی	۱۰
۳۹	روض الریاحین	۱۱
۴۰	ترجمہ بستان کی نور محمد، کراچی کی اشاعت	۱۲
۴۰	بستان کے عربی ترجمے	۱۳
۴۰	الف:	۱۴
۴۱	ب:	۱۵
۴۱	ج:	۱۶
۴۶	انگریزی ترجمہ	۱۷
۴۸	نسخائے بستان فارسی، اردو، عربی ترجموں کی چند فروگذاشتیں	۱۸

فہرست مضامین ترجمہ

”بستان المحدثین فی تذکرۃ الکتب الحدیث والمحدثین“

نمبر شمار	موضوع	صفحہ
	عرض مترجم	
۱	”بستان المحدثین“ کی تالیف کا مقصد	۱
۲	موطاء، امام مالک	۱
۳	امام مالک کا حلیہ اور لباس	۲
۴	رولۃ الاکابر عن الاصاغر	۹
۵	سند حدیث کے دو طریقے	۱۰
۶	امام مالک کی مجالس حدیث	۱۰
۷	امام مالک کی مدح میں امام سفیان ثوری کے چند اشعار	۱۲
۸	موطاء کا تدریجی انتخاب	۱۸
۹	موطاء کی مدح میں قاضی عیاض کے اشعار	۲۰
۱۰	امام مالک سے موطاء کی سماعت	۲۱
۱۱	موطاء کا پہلا نسخہ	۲۲
۱۲	علامہ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کا تذکرہ	۲۳
۱۳	اہل عرب کا ہاتھی دیکھنے پر اظہارِ فخر	۲۷
۱۴	امام مالک کے مسلک کا مغرب و اندلس میں رواج	۲۸

۳۲	علامہ زیاد بن عبدالرحمن کا تذکرہ	۱۵
۳۲	موطا کا دوسرا نسخہ	۱۶
۳۵	علامہ عبداللہ بن وہب کا تذکرہ	۱۷
۴۲	موطا کا تیسرا نسخہ	۱۸
۴۳	علامہ قعنبنی کا تذکرہ	۱۹
۴۷	موطا کا چوتھا نسخہ	۲۰
۴۷	علامہ ابن القاسم کا تذکرہ	۲۱
۵۲	موطا کا پانچواں نسخہ	۲۲
۵۲	علامہ معن بن عیسیٰ کا تذکرہ	۲۳
۵۳	موطا کا چھٹا نسخہ	۲۴
۵۴	علامہ عبداللہ بن یوسف تینسی کا تذکرہ	۲۵
۵۵	موطا کا ساتواں نسخہ	۲۶
۵۶	علامہ یحییٰ بن بکیر کا تذکرہ	۲۷
۵۶	موطا کا آٹھواں نسخہ	۲۸
۵۸	علامہ سعید بن عفیر کا تذکرہ	۲۹
۵۸	موطا کا نوواں نسخہ	۳۰
۵۸	علامہ ابو مصعب زہری کا تذکرہ	۳۱
۶۰	موطا کا دسواں نسخہ	۳۲
۶۰	بروایت مصعب بن زبیری	
۶۱	موطا کا گیارہواں نسخہ	۳۳
۶۱	بروایت محمد بن المبارک صوری	
۶۲	موطا کا بارہواں نسخہ	۳۴
۶۲	بروایت سلیمان بن برد	

۲۲	مسند غافقی	۳۵
۲۲	علامہ ابوالقاسم غافقی کا تذکرہ	۳۶
۲۳	موطا کا تیرا ہواں نسخہ بروایت یحییٰ بن یحییٰ تمیمی	۳۷
۲۳	موطا کا چودہواں نسخہ بروایت ابو حذافہ سہمی	۳۸
۲۳	علامہ ابو حذافہ سہمی کا تذکرہ	۳۹
۲۵	موطا کا پندرہواں نسخہ بروایت سوید بن سعید	۴۰
۲۶	علامہ سوید بن سعید کا تذکرہ	۴۱
۶۷	موطا کا سولہواں نسخہ بروایت امام محمد بن الحسن الشیبانی	۴۲
۶۹	تاخیر عصر پر بحث	۴۳
۷۰	تفصیل شروع موطا	۴۴
۷۲	مسانید، امام اعظم	۴۵
۷۳	مسانید، امام شافعی	۴۶
۷۷	مسانید، امام احمد بن حنبل	۴۷
۸۰	مسند احمد کی روایات کی تعداد	۴۸
۸۱	مسانید، ابو داؤد طیالسی	۴۹
۸۲	طیالسی کا تذکرہ	۵۰
۸۳	مسانید، عبد بن حمید	۵۱
۸۵	ابن حمید کا تذکرہ	۵۲
۸۶	مسانید حارث بن ابی اسامہ	۵۳
۸۷	حارث ابن ابواسامہ کا تذکرہ	۵۴

۸۸	ابن ابی اسامہ کا روایت حدیث پر اجرت لینے کا سبب	۵۵
۸۹	مسند بزار	۵۶
۸۹	قطبہ تزویج ام المؤمنین حفصہؓ	۵۷
۹۱	ابو بکر بزار کا تذکرہ	۵۸
۹۳	مسند ابو یعلیٰ	۵۹
۹۶	صحیح ابو عوانہ	۶۰
۱۰۰	ابو عوانہ کا تذکرہ	۶۱
۱۰۱	صحیح اسماعیلی	۶۲
۱۰۲	اسماعیلی کا تذکرہ	۶۳
۱۰۵	صحیح ابن حبان	۶۴
۱۱۰	علامہ ابن حبان کے قول ”النبوة العلم والعمل“ پر بحث	۶۵
۱۱۱	ابن حبان کی تحقیق	۶۶
۱۱۱	صحیح (مستدرک) حاکم	۶۷
۱۱۳	حاکم اور مذہب تشیع	۶۸
۱۱۴	مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج	۶۹
۱۱۴	علم حدیث کی چار بے مثال شخصیات	۷۰
۱۱۶	حاکم کا تذکرہ	۷۱
۱۱۹	مستخرج علی صحیح مسلم، ابو نعیم اصفہانی	۷۲
۱۱۹	ابو نعیم اصفہانی کا تذکرہ	۷۳
۱۲۳	مسند داری	۷۴

۱۲۵	دارمی کا تذکرہ	۷۵
۱۲۷	سنن، دارقطنی	۷۶
۱۲۸	دارقطنی کا تذکرہ	۷۷
۱۲۹	دارقطنی کی مہارت و ذہانت	۷۸
۱۳۰	علامہ دارقطنی سے متعلق لطائف و ظرائف	۷۹
۱۳۲	سنن، ابو مسلم الکاشی	۸۰
۱۳۲	ابو مسلم کاشی کا تذکرہ	۸۱
۱۳۳	سنن، سعید بن منصور	۸۲
۱۳۳	اذان کی ابتداء	۸۳
۱۳۵	سعید بن منصور کا تذکرہ	۸۴
۱۳۶	مصنف، عبدالرزاق	۸۵
۱۳۶	عبدالرزاق کا تذکرہ	۸۶
۱۳۷	حافظ عبدالرزاق اور تشیع	۸۷
۱۳۸	مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ	۸۸
۱۳۹	فن حدیث کی چار ممتاز ہستیاں	۸۹
۱۴۰	کتاب الاشراف فی مسائل الخلاف ابن المنذر	۹۰
۱۴۱	ابن المنذر کا تذکرہ	۹۱
۱۴۳	سنن کبریٰ، بیہقی	۹۲
۱۴۴	کتاب معرفۃ السنن والآثار، بیہقی	۹۳
۱۴۴	امام شافعی اور مسئلہ تقدیر	۹۴

۱۳۵	امام بیہقی کا تذکرہ	۹۵
۱۳۶	امام بیہقی کو صحاح ستہ میں سے بعض پر اطلاع نہ تھی۔	۹۶
۱۳۷	امام بیہقی کا امام شافعی پر احسان	۹۷
۱۳۸	امام بیہقی کے چند اشعار	۹۸
۱۳۹	شرح السنۃ، بغوی	۹۹
۱۵۰	معاجم ثلاثہ، طبرانی	۱۰۰
۱۵۲	طبرانی کا تذکرہ	۱۰۱
۱۵۳	کتاب الدعاء، طبرانی	۱۰۲
۱۵۷	طبرانی اور حجابی کے درمیان مذاکرہ حدیث	۱۰۳
۱۵۸	معجم، اسماعیلی	۱۰۴
۱۶۱	موت مومن کے گناہ کا کفارہ ہے	۱۰۵
۱۶۲	کتاب الزہد والرقائق، ابن المبارک	۱۰۶
۱۶۳	امام ابن المبارک کے والد کی دیانت اور امانت	۱۰۷
۱۶۶	امام ابن المبارک کی عبادت گزاری	۱۰۸
۱۶۸	امام ابن المبارک کا رقبہ میں داخلہ اور کیفیت استقبال	۱۰۹
۱۶۸	امام ابن المبارک کا ابتدائی زمانہ اور طلب علم کی طرف توجہ	۱۱۰
۱۷۰	امام ابن المبارک کے اشعار اور نصح	۱۱۱
۱۷۱	امام ابن المبارک اور موسم حج	۱۱۲
۱۷۲	فردوس، دیلمی	۱۱۳
۱۷۳	دیلمی کا تذکرہ	۱۱۴

۱۷۵	نوادرا اصول، حکیم ترمذی	۱۱۵
۱۷۶	حکیم ترمذی کا تذکرہ	۱۱۶
۱۷۷	حکیم ترمذی کا ترمذ سے اخراج	۱۱۷
۱۷۸	حکیم ترمذی کے چند اقوال	۱۱۸
۱۷۸	کتاب الدعاء، ابن ابی الدنیا	۱۱۹
۱۷۸	وہ تین اشخاص جنہوں نے حالت شیر خواری میں کلام کیا۔	۱۲۰
۱۸۰	ابن ابی الدنیا کا تذکرہ	۱۲۱
۱۸۲	کتاب الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد، بیہقی	۱۲۲
۱۸۲	کتاب اقتضاء العلم والعمل، خطیب	۱۲۳
۱۸۲	تاریخ یحییٰ بن معین فی احوال الرجال	۱۲۴
۱۸۵	ابن معین کا تذکرہ	۱۲۵
۱۸۶	امام ابن معین کے چند اشعار	۱۲۶
۱۸۷	جہلاء کا اہل حدیث پر طعن	۱۲۷
۱۸۸	علامہ حمیدی کا قصیدہ اور مطاعن کارو	۱۲۸
۱۹۰	عبدالسلام اشبیلی کا قصیدہ	۱۲۹
۱۹۲	کتاب الکنی والاسامی، نسائی	۱۳۰
۱۹۳	تاریخ الثقات، ابن حبان	۱۳۱
۱۹۳	الارشاد فی معرفۃ الحمد شین، ابو یعلیٰ	۱۳۲
۱۹۵	حلیۃ الاولیاء، ابو نعیم اصفہانی	۱۳۳
۱۹۵	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ابن عبدالبر	۱۳۴

۱۹۶	ابن عبدالبر کا تذکرہ	۱۳۵
۱۹۷	علامہ ابن عبدالبر کے چند اشعار	۱۳۶
۱۹۹	تاریخ بغداد، خطیب	۱۳۷
۲۰۰	خطیب بغدادی کا تذکرہ	۱۳۸
۲۰۳	علامہ خطیب بغدادی کی دعا اور اس کی قبولیت	۱۳۹
۲۰۴	علامہ خطیب بغدادی کے چند اشعار	۱۴۰
۲۰۶	امالی، محامی	۱۴۱
۲۰۷	محامی کا تذکرہ	۱۴۲
۲۰۹	فوائد، ابوبکر شافعی	۱۴۳
۲۱۰	ابوبکر شافعی کا تذکرہ	۱۴۴
۲۱۲	چہل حدیث، ابوالحسن طوسی	۱۴۵
۲۱۳	ابوالحسن طوسی کا تذکرہ	۱۴۶
۲۱۵	چہل حدیث، ابوالقاسم قشیری	۱۴۷
۲۱۵	ابوالقاسم کی تصانیف	۱۴۸
۲۱۵	علامہ قشیری کے چند اشعار	۱۴۹
۲۱۶	ابوالقاسم قشیری کا تذکرہ	۱۵۰
۲۱۷	چہل حدیث، ابوبکر آجری	۱۵۱
۲۱۸	ابوبکر آجری کا تذکرہ	۱۵۲
۲۱۹	نزہۃ الحفاظ، ابوموسیٰ مدینی	۱۵۳
۲۱۹	مدینی کا تذکرہ	۱۵۴

۲۲۲	حصین حصین، ابن الجزری	۱۵۵
۲۲۵	امام ابن الجزری کا تذکرہ	۱۵۶
۲۲۷	امام ابن الجزری کے چند اشعار	۱۵۷
۲۲۸	کتاب الجمع بین الحسنین، حمیدی	۱۵۸
۲۳۰	حمیدی کی تصنیفات	۱۵۹
۲۳۱	علامہ حمیدی کے چند اشعار	۱۶۰
۲۳۲	الشہاب الموعظ والآداب، قضائی	۱۶۱
۲۳۵	قضائی کا تذکرہ	۱۶۲
۲۳۶	کتاب الشہاب کی مدح میں چند اشعار	۱۶۳
۲۳۷	صحیح، ابن خزیمہ	۱۶۴
۲۳۸	کتاب الممتقی، ابن الجارود	۱۶۵
۲۳۹	کتاب الادب المفرد، بخاری	۱۶۶
۲۴۰	عمل الیوم واللیلہ، نسائی	۱۶۷
۲۴۱	مسند، حمیدی	۱۶۸
۲۴۳	معجم، ابن جمیع	۱۶۹
۲۴۵	معجم، ابن قانع	۱۷۰
۲۴۶	شرح معانی الآثار، طحاوی	۱۷۱
۲۴۸	امام طحاوی کا تذکرہ	۱۷۲
۲۴۹	امام طحاوی اور مزنی کا واقعہ	۱۷۳
۲۵۱	کتاب المائتین، صابونی	۱۷۴

۲۵۲	علامہ صابونی کی وسعت علمی	۱۷۵
۲۵۳	ابوالحسن داؤدی کا علامہ صابونی کی موت پر اظہار غم	۱۷۶
۲۵۵	کتاب المجالسۃ، دینوری	۱۷۷
۲۵۷	سلاح المؤمن، ابن الامام عسقلانی	۱۷۸
۲۵۹	امام عسقلانی کا تذکرہ	۱۷۹
۲۶۰	احادیث الحفقاء، ابرازی	۱۸۰
۲۶۰	فوائد، تمام رازی	۱۸۱
۲۶۲	مسند، عدنی	۱۸۲
۲۶۲	معجم، دمیاطی	۱۸۳
۲۶۵	علامہ دمیاطی کے چند اشعار	۱۸۴
۲۶۶	علامہ دمیاطی کی طرف سے علم منطق کی خدمت	۱۸۵
۲۶۹	دمیاطی کی اربعینات	۱۸۶
۲۷۰	کرامات الاولیاء، خلال	۱۸۷
۲۷۱	جزء، ابن نجید	۱۸۸
۲۷۲	ابن نجید کا تذکرہ	۱۸۹
۲۷۳	علامہ ابن نجید کی خدمات اور ان کے عدم اظہار پر اصرار	۱۹۰
۲۷۴	علامہ ابن نجید کے چند ملفوظات	۱۹۱
۲۷۴	جزء الفیل، ابو عمرو بن السماک	۱۹۲
۲۷۶	ابن السماک کا تذکرہ	۱۹۳
۲۷۷	جزء فضائل اہل البیت، ابوالحسن بزاز	۱۹۴

۲۷۹	ابوالحسن بزاز کا تذکرہ	۱۹۵
۲۸۰	اربعین، شحامی	۱۹۶
۲۸۳	جنید اور ایک لونڈی کا واقعہ	۱۹۷
۲۸۵	الامتناع بالاربعین المتباینۃ بشرط السماع ابن حجر عسقلانی	۱۹۸
۲۸۸	مسلکات صغریٰ، سیوطی	۱۹۹
۲۸۹	مختصر حصین حصین (عدۃ) ابن الجزری	۲۰۰
۲۹۰	تخریج احادیث الاحیاء، عراقی	۲۰۱
۲۹۲	صحیح بخاری	۲۰۲
۲۹۲	امام بخاری کی بصارت کا واپس آنا	۲۰۳
۲۹۲	امام بخاری کی بے مثال قوت حافظہ	۲۰۴
۲۹۳	امام بخاری کا تالیف صحیح میں اہتمام	۲۰۵
۲۹۶	امام بخاری پر مصائب و ابتلاء	۲۰۶
۲۹۸	صحیح بخاری کی فضیلت	۲۰۷
۲۹۹	امام بخاری کے چند اشعار	۲۰۸
۳۰۱	امام بخاری کی مدح میں شیخ تاج الدین سبکی کا قصیدہ	۲۰۹
۳۰۳	صحیح مسلم	۲۱۰
۳۰۳	صحیح مسلم اور صحیح بخاری کا موازنہ	۲۱۱
۳۰۶	امام مسلم کی موت کا سبب	۲۱۲
۳۰۶	سنن ابوداؤد	۲۱۳
۳۰۷	امام ابوداؤد کا تذکرہ	۲۱۴

۳۱۰	سنن ابی داؤد کی وہ چار حدیثیں جو دین میں کفایت کے درجہ میں ہیں	۲۱۵
۳۱۲	سنن ابی داؤد کی مدح میں حافظ ابوطاہر سلفی کی نظم	۲۱۶
۳۱۳	جامع کبیر، ترمذی	۲۱۷
۳۱۶	جامع ترمذی کی بعض خصوصیات	۲۱۸
۳۱۶	جامع ترمذی کی مدح میں علمائے اندلس کی نظم	۲۱۹
۳۱۷	ابو عیسیٰ کنیت رکھنے پر بحث	۲۲۰
۳۱۹	سنن صغریٰ، نسائی	۲۲۱
۳۲۰	سنن کبریٰ، نسائی	۲۲۲
۳۲۱	مجتبیٰ کی تالیف کا سبب	۲۲۳
۳۲۱	امام نسائی کی موت کا واقعہ	۲۲۴
۳۲۲	سنن، ابن ماجہ	۲۲۵
۳۲۵	مشارق، قاضی عیاض	۲۲۶
۳۲۶	شرح بخاری، کرمانی	۲۲۷
۳۲۷	فتح الباری شرح البخاری، ابن حجر عسقلانی	۲۲۸
۳۲۸	علامہ ابن حجر کے قرأت حدیث میں عجائبات	۲۲۹
۳۲۹	علامہ ابن حجر کے لطائف و ظرائف	۲۳۰
۳۳۰	علامہ ابن حجر کے چند اشعار	۲۳۱
۳۳۱	ابن حجر کی تصانیف	۲۳۲
۳۳۵	تنقیح لالفاظ الجامع الصحیح، زرکشی	۲۳۳
۳۳۷	تعلیق المصانح ابواب الجامع الصحیح، بدرالدین دامینی	۲۳۴

۳۳۷	ابی فراس بن حمدان کے چند اشعار	۲۳۵
۳۳۹	علامہ بدرالدین دامینی کے چند اشعار	۲۳۶
۳۴۲	اللامع الصحيح فی شرح الجامع الصحيح شمس الدین برماوی	۲۳۷
۳۴۳	ارشاد الساری، قسطلانی	۲۳۸
۳۴۴	علامہ قسطلانی اور علامہ سیوطی کے مابین واقعہ	۲۳۹
۳۴۵	حاشیہ بخاری، سید زروق فاسی	۲۴۰
۳۴۷	ہجۃ النفوس، ابن ابی جمرہ	۲۴۱
۳۴۸	توضیح علی الجامع الصحیح، سیوطی	۲۴۲
۳۵۰	معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، خطابی	۲۴۳
۳۵۰	علامہ خطابی کے چند اشعار	۲۴۴
۳۵۲	عارضۃ الاحوذی فی شرح الترمذی	۲۴۵
۳۵۲	تفسیر انوار الفخر	۲۴۶
۳۵۶	ابن العربی کے چند اشعار	۲۴۷
۳۵۹	الامام فی احادیث الاحکام، ابن دینق العید	۲۴۸
۳۶۲	علامہ ابن دینق العید کی کرامات	۲۴۹
۳۶۲	علامہ ابن دینق العید کے چند اشعار و اقوال	۲۵۰
۳۶۸	کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، قاضی عیاض	۲۵۱
۳۶۸	کتاب الشفاء کی مدح میں لسان الدین الخطیب کے اشعار	۲۵۲
۳۷۰	کتاب الشفاء کی مدح میں ابوالحسین ربذی کے اشعار	۲۵۳
۳۷۱	قاضی عیاض کی تالیفات کی فضیلت	۲۵۴

۳۷۲	قاضی عیاض کا تذکرہ	۲۵۵
۳۷۳	قاضی عیاض کے چند اشعار	۲۵۶
۳۷۵	کتاب المصائب، بغوی	۲۵۷
۳۷۶	ضمیمہ	۲۵۸
۳۷۷	چہل احادیث کے دیگر مرتبین	۲۵۹
۳۷۷	ترغیب و ترہیب، کی کتابیں	۲۶۰
۳۷۸	تخریج احادیث پر کتابیں	۲۶۱
۳۷۹	چند اور معاجم	۲۶۲
۳۸۰	کتب حدیث سے منتخب کی ہوئی کتابیں	۲۶۳
۳۸۱	چند اہم مسانید	۲۶۴
۳۸۲	احوال رجال پر تصنیف کتابیں	۲۶۵
۳۸۶	چند اہم اجزاء حدیث	۲۶۶
۳۸۸	مسلکات کی چند اہم مصنفات	۲۶۷
۳۸۹	فقہی ابواب پر مرتب مصنفات	۲۶۸
۳۹۰	چند ضروری اصطلاحات	۲۶۹

متن میں جن اعلام کا تذکرہ ہے اس کی فہرست

صفحہ نمبر	اسماء	نمبر شمار	صفحہ نمبر	اسماء	نمبر شمار
۱۳۲	ابو مسلم کشی	۲۱	۱۸۰	ابن ابی الدنیا	۱
۵۸	ابو مصعب زہری	۲۲	۲۵۹	ابن امام تقی الدین	۲
۲۱۹	ابو موسیٰ مدینی حافظ	۲۳	۲۲۳	ابن جمیع	۳
۱۱۹	ابو نعیم اصبہانی حافظ	۲۴	۱۰۹	ابن حبان	۴
۹۴	ابو یعلیٰ	۲۵	۳۲۷	ابن حجر العسقلانی	۵
۱۹۴	ابو یعلیٰ خلیلی	۲۶	۳۶۲	ابن دقیق العید	۶
۲۷۲	اسماعیل بن نجید	۲۷	۱۹۶	ابن عبدالبر حافظ	۷
۱۰۲	اسماعیلی، ابوبکر	۲۸	۳۵۲	ابن عربی، ابوبکر	۸
۲۹۲	بخاری، محمد بن اسماعیل	۲۹	۳۲۲	ابن ماجہ	۹
۳۳۸	بدرالدین مخزومی	۳۰	۲۱۸	ابوبکر آجری	۱۰
۱۴۹	بغوی، حسین بن مسعود	۳۱	۱۳۸	ابوبکر بن ابوشیبہ حافظ	۱۱
۱۴۵	بیہقی	۳۲	۹۱	ابوبکر بزار	۱۲
۳۱۴	ترمذی	۳۳	۲۱۰	ابوبکر شافعی	۱۳
۲۶۰	تمام رازی	۳۴	۱۴۱	ابوبکر ابن منذر	۱۴
۲۲۵	جزری، شمس الدین	۳۵	۶۴	ابوحذافہ سہمی	۱۵

۸۷	حارث بن ابواسامہ	۳۶	۳۰۷	ابوداؤد	۱۶
۱۱۶	حاکم نیشاپوری	۳۷	۸۲	ابوداؤد طیالسی	۱۷
۱۷۶	حکیم ترمذی	۳۸	۲۷۶	ابوعمر و بن سماک	۱۸
۲۲۲	حمیدی، ابوبکر	۳۹	۱۰۰	ابوعوانہ حافظ	۱۹
۲۲۸	حمیدی ابو عبداللہ	۴۰	۲۱۶	ابوالقاسم قشیری	۲۰
۱۶۳	عبداللہ بن مبارک	۶۲	۳۵۰	خطابی	۲۱
۲۳	عبداللہ بن مسلمہ قعنبنی	۶۳	۲۰۰	خطیب بغدادی	۲۲
۳۵	عبداللہ بن وہب	۶۴	۲۷۰	خلال، ابو محمد	۲۳
۵۴	عبداللہ بن یوسف تنیسی	۶۵	۱۲۸	دارقطنی	۲۴
۲۷۹	علی بن معروف بزاز	۶۶	۱۲۵	داری	۲۵
۳۷۲	عیاض، قاضی	۶۷	۲۶۲	دیلمی، عبدالمؤمن بن خلف	۲۶
۶۲	عافقی، عبدالرحمن بن عبداللہ جوہری	۶۸	۳۳۵	زرکشی، بدرالدین	۲۷
۳۲۳	قسطلانی	۶۹	۳۳۵	زروق	۲۸
۲۳۵	قضاعی	۷۰	۳۲	زیاد بن عبدالرحمن	۲۹
۲۲۶	کرمانی	۷۱	۵۸	سعید بن عفیر	۵۰
۱	مالک بن انس	۷۲	۱۳۵	سعید بن منصور	۵۱
۲۰۷	محامی	۷۳	۶۶	سوید بن سعید ہروی	۵۲

۳۲۲	محمد بن عبدالدرائم	۷۴	۱۷۳	شہر دار بن شیریہ	۵۳
۲۱۳	محمد بن اسلم طوسی	۷۵	۱۷۳	شیریہ بن شہر دار	۵۴
۳۰۳	مسلم بن حجاج	۷۶	۲۵۱	صابونی، ابو عثمان	۵۵
۵۲	معن بن عیسیٰ	۷۷	۱۵۲	طبرانی	۵۶
۳۲۰	نسائی	۷۸	۲۲۸	طحاوی	۵۷
۵۶	یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر	۷۹	۸۵	عبد بن حمید	۵۸
۱۸۵	یحییٰ بن معین	۸۰	۲۲۵	عبدالباقی بن قانع	۵۹
۲۳	یحییٰ بن یحییٰ الیشی	۸۱	۲۷	عبدالرحمن بن قاسم	۶۰
			۱۳۶	عبدالرزاق	۶۱

حواشی میں جن اعلام کا تذکرہ ہے اس کی فہرست

نمبر شمار	اسماء	نمبر صفحہ
۱	ابراہیم حربی	۸۸
۲	ابراہیم بن سعد	۵۹
۳	ابراہیم بن ابوطالب	۲۷۲
۴	ابراہیم بن عبدالصمد ہاشمی	۲۷۹
۵	ابراہیم بن منذر	۳۲۳
۶	ابراہیم بن یثیم بلدی	۲۴۵
۷	ابن ابوجمرۃ	۳۳۷
۸	ابن ابو حاتم	۱۸۱
۹	ابن ابی ذئب	۱۳
۱۰	ابن احمر	۳۲۰
۱۱	ابن اخرم، محمد بن یعقوب	۱۱۶
۱۲	ابن اخی عبداللہ بن وہب	۳۹
۱۳	ابن اعرابی	۳۰۷
۱۴	ابن بشران	۱۲۷-۱۲۳
۱۵	ابن بشکوال	۳۰
۱۶	ابن جارود	۲۳۸
۱۷	ابن جریج	۳۵
۱۸	ابن حاج	۳۲۸

۲۶	ابن حبیب	۱۹
۲۸	ابن حزم	۲۰
۲۳۷	ابن خزیمہ	۲۱
۳۰۷	ابن داسہ	۲۲
۲۶۳	ابن رواحہ	۲۳
۳۱۹	ابن سنی	۲۴
۱۴۰	ابن شوذب	۲۵
۱۲۹	ابن صاعد	۲۶
۳۲۵	ابن صلاح	۲۷
۳۸	ابن عدی	۲۸
۲۱۱	ابن علیہ	۲۹
۱۵۶	ابن عمید، وزیر	۳۰
۳	ابن فرحون	۳۱
۱۳۶	ابن فورک	۳۲
۳۳۶	ابن کثیر	۳۳
۲۶	ابن لبابہ	۳۴
۳۶	ابن لہیعہ	۳۵
۱۳۱	ابن ماکولا	۳۶
۲۴	ابن مدینی	۳۷
۷۸	ابن مذہب، حسن بن علی	۳۸

۲۶۳	ابن مقیر	۳۹
۱۱۴	ابن منده، ابو عبد اللہ	۴۰
۱۵۶	ابن منده، ابو زکریا	۴۱
۱۳۹	ابوالاحوص	۴۲
۱۴۲	ابو اسحاق شیرازی	۴۳
۱۴۱	ابو بکر آجری	۴۴
۱۴۳	ابو بکر دمیاطی	۴۵
۲۳۰	ابو بکر شاشی	۴۶
۱۸۰	ابو بکر نجاد	۴۷
۱۴۹	ابو بکر بن ابو داؤد	۴۸
۱۴۰	ابو بکر حبابی	۴۹
۱۴۳	ابو بکر بن مقرئ	۵۰
۵۴	ابو حاتم رازی	۵۱
۱۳۰	ابو الحسن بیضاوی	۵۲
۳۲۴	ابو الحسن قطان	۵۳
۷۲	ابو حنیفہ	۵۴
۱۰۴	ابو خلیفہ	۵۵
۱۱۷	ابو ذر ہروی	۵۶
۱۵۳	ابو زرعد مشقی	۵۷
۱۴۲	ابو سعد مطرز	۵۸

۹۲	ابوالشیخ	۵۹
۱۲۲	ابوصالح مؤذن	۶۰
۲۰۹	ابوطالب ابن غیلان	۶۱
۱۲۵	ابوطاہر بن حمش	۶۲
۲۲۳	ابوالعباس بن عقدہ	۶۳
۲۷۲	ابوعثمان حیری	۶۴
۱۲۶	ابوعلی روزباری	۶۵
۲۲۵	ابوعلی بن شاذان	۶۶
۱۲۱	ابوعلی صواف	۶۷
۱۲۲	ابوعلی حداد	۶۸
۱۱۷	ابوعلی نیشاپوری	۶۹
۱۲۳	ابوعمران	۷۰
۱۳۵	ابوعوانہ	۷۱
۲۶۲	ابوالفتح بن سید الناس	۷۲
۲۲۰	ابوالفضل مقدسی	۷۳
۲۱۲	ابوقلابہ رقاشی	۷۴
۱۲۷	ابوالمعالی امام الحرمین	۷۵
۱۲۶	ابوالوقت سجری	۷۶
۳۰۸	ابوالولید طیبی	۷۷
۲۸	ابویوسف قاضی	۷۸

۲۵۰	احمد بن ابو عمران حنفی	۷۹
۷۷	احمد بن حنبل	۸۰
۱۸۱	احمد بن خزیمہ	۸۱
۲۲۹	احمد بن قاسم، خشاب	۸۲
۲۰۷	احمد بن مقدم	۸۳
۱۵۷	احمد بن منصور شیرازی	۸۴
۲۲۹	اسحاق بن راہویہ	۸۵
۵۰	اسد بن فرات	۸۶
۱۲۹	اسماعیل صفار	۸۷
۹۵	اسماعیل بن محمد بن فضل	۸۸
۵	اشہب	۸۹
۷۵	الاصم ابوالعباس محمد بن یعقوب	۹۰
۲۹	اوزاعی	۹۱
۲۲۹	بحر بن نصر	۹۲
۶۴	برقانی، ابوبکر	۹۳
۱۲	بشر حافی	۹۴
۱۵۳	بشر بن موسیٰ اسدی	۹۵
۱۲۸	بغوی، ابوالقاسم	۹۶
۳۲۲	بلقینی	۹۷
۷۵	بوہی، یوسف بن یحییٰ	۹۸
۳۲۳	جبارہ بن مغلس	۹۹

۱۳۹	جریر بن عبد الحمید	۱۰۰
۱۴۰	جعفر خلدی	۱۰۱
۷۴	حارثی، محمد بن یعقوب	۱۰۲
۲۲۱	حازمی، محمد بن موسیٰ	۱۰۳
۲۹۴	حاشد بن اسماعیل بخاری	۱۰۴
۲۵	حبیب	۱۰۵
۲۷۲	حنید بغدادی	۱۰۶
۶۲	حسن بن رشیق	۱۰۷
۱۰۳	حسن بن سفیان	۱۰۸
۱۲۵	حسن بن شجاع بلخی	۱۰۹
۱۶۶	حسن بن عرفہ	۱۱۰
۹۲	حسن بن علی بن راشد	۱۱۱
۲۷۷	حسن بن مکرم	۱۱۲
۱۶۲	حسین بن حسن مروزی	۱۱۳
۱۳۹	حسین بن محمد قاضی	۱۱۴
۷۴	حسین بن محمد بن خسرو	۱۱۵
۲۳	حماد بن زید بن درہم	۱۱۶
۲۳	حماد بن سلمہ دینار	۱۱۷
۲۷۶	حنبل بن اسحاق	۱۱۸
۱۶۵	خالد حذاء	۱۱۹

۲۹۶	خالد ذہلی	۱۲۰
۱۸۰	خلف بن ہشام	۱۲۱
۷۳	خوارزمی، ابوالموید	۱۲۲
۱۲۰	خیثمہ بن سلیمان	۱۲۳
۲۰۸	علج دج	۱۲۴
۲۵۵	دیخوری، ابوبکر	۱۲۵
۲	ذہبی	۱۲۶
۱۰۱	ذہلی	۱۲۷
۷۵	ربیع بن سلیمان مرادی	۱۲۸
۸۷	روح بن عبادۃ	۱۲۹
۲۰۸	زبیر بن بکار	۱۳۰
۳۱۲	زکریا ساجی	۱۳۱
۲۶۲	زکی الدین منذری	۱۳۲
۸	زہری	۱۳۳
۱۲۲	سبکی، تاج الدین	۱۳۴
۱۸۰	سعید بن سلیمان	۱۳۵
۱۱	سفیان بن سعید ثوری	۱۳۶
۲۵	سفیان بن عیینہ	۱۳۷
۲۲۲	سکن بن جمیع	۱۳۸
۳۱۱	سلفی، ابوطاہر	۱۳۹

۴۴	سلمه بن وردان	۱۴۰
۱۴۶	سلمی، ابو عبد الرحمن	۱۴۱
۱۶۵	سلیمان تیمی	۱۴۲
۶۱	سلیمان بن برد	۱۴۳
۲۵۳	سهیلی، ابو القاسم	۱۴۴
۲۸۸	سیوطی	۱۴۵
۷۴	شافعی	۱۴۶
۲۸۰	شحامی	۱۴۷
۱۳۹	شریک، قاضی	۱۴۸
۴۴	شعبه بن حجاج	۱۴۹
۱۵۶	صاحب بن عباد	۱۵۰
۱۷۷	صالح بن عبد اللہ	۱۵۱
۲۶۵	صفانی	۱۵۲
۲۴	طارق بن زیاد	۱۵۳
۱۶۴	عاصم احوں	۱۵۴
۳۹	عباد بن محمد	۱۵۵
۹۱	عبدالاعلیٰ بن حماد	۱۵۶
۱۶۵	عبدالرحمن بن مہدی	۱۵۷
۲۶۱	عبدالعزیز بن احمد کتانی	۱۵۸
۱۱۳	عبدالغنی بن سعید	۱۵۹

۲۲۰	عبدالغنی مقدسی	۱۶۰
۲۲۰	عبدالقادر رهاوی	۱۶۱
۷۷	عبداللہ بن احمد بن حنبل	۱۶۲
۲۲۲	عبداللہ بن عبدالحکم	۱۶۳
۸۳	عبداللہ بن عون	۱۶۴
۹۲	عبداللہ بن معاویہ نجفی	۱۶۵
۱۰۴	عبدان	۱۶۶
۱۳۶	عبید اللہ بن عمر عمری	۱۶۷
۱۶۵	عثمان بن ابوشیبہ	۱۶۸
۲۶۲	عدنی، حافظ	۱۶۹
۲۹۱	عراقی، زین الدین	۱۷۰
۳۰۴	عالمقہ بن وقاص لیشی	۱۷۱
۹۵	علی بن جعد	۱۷۲
۸۷	علی بن عاصم واسطی	۱۷۳
۱۰۲	علی بن عبدالعزیز	۱۷۴
۷۰	علی قاری حنفی	۱۷۵
۲۶۳	علی بن مختار	۱۷۶
۱۵۰	علی بن یوسف جوینی	۱۷۷
۲۱۲	عمرو بن شاہین	۱۷۸
۸۴	عمرو بن علی فلاس	۱۷۹
۲۶۳	عیسیٰ خیاط	۱۸۰

۲۶	عیسیٰ بن دینار	۱۸۱
۱۲۱	فاروق بن عبدالکبیر خطابی	۱۸۲
۲۹۶	فربری	۱۸۳
۱۰۴	فریابی	۱۸۴
۲۲۱	فضیل بن عیاض	۱۸۵
۱۳۵	فلیح بن سلیمان	۱۸۶
۳۲۰	قتیبہ بن سعید	۱۸۷
۷۸	قطعی، ابوبکر	۱۸۸
۲۲۹	کریمہ مروزیہ	۱۸۹
۱۶	لیث بن سعد	۱۹۰
۳۰۷	لؤلؤی	۱۹۱
۱۱۸	مائی	۱۹۲
۱۱۷	محبوبی	۱۹۳
۱۳۲	محمد بن اسماعیل صالح	۱۹۴
۱۰۳	محمد بن ایوب رازی	۱۹۵
۸۶	محمد بن بشر حافظ	۱۹۶
۶۷	محمد بن حسن شیبانی	۱۹۷
۲۱۲	محمد بن رافع	۱۹۸
۱۵	محمد بن روح مکی	۱۹۹
۲۱۱	محمد بن شداد مسمعی	۲۰۰

۱۴۲	محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم	۲۰۱
۳۲۳	محمد بن عبداللہ بن نمیر	۲۰۲
۲۷۶	محمد بن عبید اللہ بن مناوی	۲۰۳
۱۰۴	محمد بن عثمان بن ابوشیبہ	۲۰۴
۲۲۳	محمد بن علی صوری	۲۰۵
۶۱	محمد بن مبارک صوری	۲۰۶
۲۰۸	محمد بن شنی	۲۰۷
۲۲۵	محمد بن سلمہ	۲۰۸
۷۶	محمد بن مطر	۲۰۹
۱۴۲	محمد بن میمون	۲۱۰
۱۰۰	مزنی	۲۱۱
۲۳۱	مسلم بن خالد زنجی	۲۱۲
۶۰	مصعب بن عبداللہ زبیری	۲۱۳
۶	مطرف بن عبداللہ	۲۱۴
۱۸۱	معتضد، عباسی خلیفہ	۲۱۵
۱۸۵	معتز بن سلیمان	۲۱۶
۱۳۷	معتز بن راشد	۲۱۷
۳۳۶	مغلطائی	۲۱۸
۷۹	منصور، عباسی خلیفہ	۲۱۹
۲۱۱	موسیٰ بن سہل	۲۲۰
۳۰۹	موسیٰ بن ہارون	۲۲۱

۲۵	نافع بن عبدالرحمن	۲۲۲
۲۱۴	نضر بن شميل	۲۲۳
۹۱	ہدیہ بن خالد	۲۲۴
۸۴	ہشام دستوائی	۲۲۵
۳۳	ہشام بن عبدالرحمن الداخل	۲۲۶
۱۶۴	ہشام بن عروہ	۲۲۷
۳۲۴	ہشام بن عمار	۲۲۸
۱۸۵	ہشیم بن بشیر	۲۲۹
۷۹	ہشیمی نورالدین	۲۳۰
۴	واقدی	۲۳۱
۸۴	وکیع بن جراح	۲۳۲
۷۱	ولی اللہ محدث دہلوی	۲۳۳
۲۱۱	یحییٰ بن سعید قطان	۲۳۴
۱۷۷	یحییٰ بن منصور	۲۳۵
۶۳	یحییٰ بن یحییٰ التیمی	۲۳۶
۸۵	یزید بن ہارون	۲۳۷
۲۰۷	یعقوب بن ابراہیم دورقی	۲۳۸
۱۵۰	یعقوب بن احمد صیرفی	۲۳۹
۱۰۰	یونس بن عبدالاعلیٰ	۲۴۰
۳۶	یونس بن یزید	۲۴۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بستان المحدثین کے اردو ترجمہ کی تازہ اشاعت

چند معلومات و متعلقات

نور الحسن راشد کاندھلوی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

ضروری گزارش اور معذرت: بستان المحدثین جیسی بلند، مفید اور بابرکت کتاب کا حق اور مطالبہ تھا کہ اس پر مفصل مقدمہ لکھا جاتا، اس کے جلیل القدر مصنف کے احوال پر بھی چند صفحات رقم کئے جاتے، اس کے مترجمین کے کچھ احوال ذکر کئے جاتے، لیکن اس وقت جب کتاب پریس جا چکی ہے، مفصل لکھنے کا موقع نہیں، بہت عجلت میں اور روروی میں، بھاگتے دوڑتے چند صفحات لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جس میں صرف بستان کی اشاعتوں، ترجموں کا مختصر تعارف پیش نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی، تو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں مفصل مقدمہ لکھا جائے گا۔ [نور]

بستان المحدثین کی وجہ تالیف اور سنہ تالیف: بستان المحدثین کی تحریر و تصنیف کا کیا سبب ہوا تھا، اس کی صراحت نہیں ملی، قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح حضرت شاہ عبدالعزیز کی اکثر کتب و مولفات، تقریباً پچاس سال کی عمر کے بعد کی یادگار ہیں اور بینائی سے خاصی معذوری کی وجہ سے، ان کا اکثر حصہ املاء کرایا گیا تھا، اور ان میں سے پیشتر، کسی سوال کے جواب میں تحریر فرمائی گئی ہیں۔ غالباً بستان المحدثین کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے، یہاں کتاب بھی کسی عالم یا طالب علم کے سوال کے جواب میں املاء ہوئی ہوگی۔

بستان المحدثین کا سنہ تالیف معلوم نہیں اور اس وقت تک ایسی کوئی تحریر بلکہ اشارہ بھی نہیں ملا، جس کی مدد سے بستان کا سنہ تالیف متعین کیا جاسکے۔ بستان المحدثین کے آغاز و اختتام پر، اس کتاب کی وجہ

تالیف یا سنہ تالیف یا اختتام کی صراحت نہیں۔

کیا بستان المحدثین ناتمام ہے؟ یہ سوال بھی توجہ چاہتا ہے کہ بستان المحدثین، حضرت مصنف کے خیال اور منصوبہ کے مطابق مکمل ہو گئی تھی یا نہیں! بستان کی آخری سطور میں بغوی کی مصابیح السنہ کا تذکرہ ہے، اسی پر کتاب ختم ہو جاتی ہے، اس عبارت کے علاوہ ایسا کوئی لفظ یا فقرہ موجود نہیں، جس سے یہ اندازہ کیا جاسکے کہ حضرت مصنف کے سامنے جو مباحث تھے، وہ یہاں مکمل ہو گئے ہیں اور مصنف نے اس تذکرہ پر کتاب کو ختم کر دیا ہے۔ مصابیح السنہ کے تعارف پر مشتمل سطور ملاحظہ ہوں، جس میں حضرت شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے:

از عجائب اتفاقات آنکہ! ابتداء میں کتاب بحديث نیت واقعہ شدہ و نیت سر ہر کلام ست، و ختم میں کتاب بر لفظ آخرہ است کہ از آخر شدن کتاب خبر میدہد۔ زیرا کہ بریں حدیث ختم کردہ است، در فصل حسان در باب ثواب هذه الامه کہ آخرین ابواب اوست، مے گوید: عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: وردت انى رأيت اخواننا الذين ياتون بعدى وانا فرطهم على الحوض وعن انس رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مثل امتي مثل المطر لا يدرى اوله خیر ام آخره.

ان ہی سطور پر، مزید کسی صراحت و اطلاع کے، بستان کا اختتام ہو گیا ہے۔ اگر حضرت مصنف نے اس کو مکمل کر دیا ہوتا، تو آخر میں کلمات اختتام، حمد و شکر، مصنف کا نام، یا اس کا سنہ تالیف وغیرہ ضرور لکھا جاتا۔

اس لئے مولانا عبدالحی حسنی، رائے بریلوی کی یہ اطلاع صحیح معلوم ہوتی ہے کہ بستان المحدثین ناتمام ہے۔ مولانا حسنی نے لکھا ہے:

”ومنها كتابه بستان المحدثين، وهو فهرس كتب الحديث وتراجم أهلها ببسط وتفصيل، ولكنه لم يتم“

(۱) نزہۃ النواطر ج: ۷، ص: ۲۸۰۔ [حیدرآباد: ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹ء]

بستان کے خطی نسخے: اگرچہ ہندپاکستان وغیرہ کے قومی کتب خانوں، لائبریریوں اور ذاتی

ذخیروں، میں بستان المحدثین کے بیس سے زائد قلمی نسخے معلوم ہیں، مگر ان میں غالباً کوئی نسخہ ایسا نہیں، جو حضرت مصنف کی زندگی کا، ان کے قریبی دور کا، یا ان کے کسی شاگرد کا لکھا ہوا ہو، یا کسی اور پہلو سے معتمد اور دستاویزی نسخہ قرار دیا جاسکے۔ حضرت مصنف کی سال وفات ۱۲۳۹ھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ، جو معلوم نسخوں میں سب سے پرانا نسخہ ہے، جامع مسجد بمبئی کے کتب خانہ میں تھا، اس کے عمدہ نسخوں کی تلاش اور ان کی مدد سے صحیح محقق نسخہ مرتب ہونا ضروری ہے۔

(۱) **طبع اول: لاہور: ۱۲۷۱ھ** اگرچہ حضرت شاہ عبدالعزیز کی تصانیف و رسائل کی طباعت

کا، حضرت شاہ صاحب کی زندگی [وفات: ۱۲۳۹ھ] میں آغاز ہو گیا تھا، مگر بستان ان کتابوں میں شامل نہیں تھی۔ بستان حضرت شاہ صاحب کی وفات کے تقریباً تینتیس سال بعد، پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

بستان المحدثین کی اس اشاعت پر سنہ اور مقام طباعت درج نہیں۔ سرورق پر صرف یہ الفاظ

درج ہیں:

”باہتمام منشی محمد منیر پروپرائٹر، مسٹر جیکب صاحب پرنٹر مطبوعہ گردید“

مقام طباعت کی آخر میں بھی صراحت نہیں، قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ یہ لاہور کی طباعت ہے، جو نسبتاً بڑی پیمائش کے ایک سو چھیالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ آخر کتاب میں مولانا غلام رسول [؟] کا دس شعروں پر مشتمل قطعہ تاریخ ہے، جس کے آخری مصرعہ میں درج فقرہ تاریخ: ”بگو سر سبز و تازہ بوستانے“ کے اعداد سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ طباعت ۱۲۷۱ھ [۶۱-۱۸۶۰ء] کی ہے۔ یہ قطعہ یہ ہے:

باحوال اکابر خوش بیانی	ز گلہائے فوائد گلستانے
شگفتہ جا بجائیش لالہ و گل	بہر شاخش ز بلبل داستانے
نسیمش جانفزائے طالب دیں	عجب باغ و عجبے باغبانے
جناب مولوی عبدالعزیز است	محدث دہلوی فرد الزمانے

(۱) فہرست قدیم، کتب خانہ محمدی، جامع مسجد بمبئی، ص:.....

فلکِ پشتِ خمیدہ گشت جو یان نمی بیند ز مثل اونشانے
 ز اصحابِ حدیث، او کرد تحقیق کہ گشتہ کور ز ہر بدگمانے
 بیا اے شایقِ اتباعِ سنت بجز چندین جمادی دادہ جانے
 بطبعش احمد جامی مثاب است بود از آفات در حفظ وامانے
 بوصف و مدح او در ضمن تاریخ خرد گفتا مرا، بعد از زمانے
 بہ خبری کہی پرسد کہ ایں چیست؟ بگو! سرسبز و تازہ بوستانے

(۲) طبع دوم، گلزار محمدی۔ لاہور بلا سنہ: یہ نسخہ عبدالعزیز محمد عبدالرشید، علی محمد تاجر کتب، کشمیری کی فرمائش و کوشش سے گلزار محمدی لاہور چھپا تھا، بلکہ زرد کاغذ پر چھپا ہوا ہے، تینتیس سطری مسطر ہے، ایک سو چھتیس [۱۳۶] صفحات پر مشتمل ہے، جس میں سے ایک سو بیس [۱۳۲] صفحات پر، اصل کتاب بستان المحدثین آئی ہے، اس کے بعد، حضرت شاہ عبدالعزیز کی تالیف: عجلہ نافعہ سے اخذ کر کے، اصول حدیث پر ایک مختصر رسالہ مرتب کر کے، شامل کیا گیا ہے، جو صرف ڈھائی صفحات پر مشتمل ہے۔ آخری پونے صفحہ پر، کتاب کی فہرست مضامین ہے، اس کے بعد ناشر کی شائع کی ہوئی، کتابوں کی مختصر فہرست پر کتاب ختم ہو جاتی ہے۔

(۳) طبع سوم: بستان کی ایک اشاعت، مطبع نصرت المطابع دہلی کی ۱۲۹۳ھ کی ہے، اہمام مروج پیمائش سے کسی قدر بڑا سا سائز، بہتر کتابت اور نسبتاً باریک کاغذ پر چھپی تھی۔ میں نے اس طباعت کی ایک جھلک سی دیکھی ہے، اطمینان سے دیکھنے، پڑھنے کا موقع نہیں ملا، اس لئے مفصل تعارف سے قاصر ہوں۔

(۴) طبع چہارم: مطبع مجتہائی، دہلی: ۱۳۳۳ھ: بستان کی آخری فارسی طباعت، مطبع مجتہائی دہلی کی ہے، جو ۱۳۳۳ھ [۱۹۱۵ء] میں، پہلی دونوں طباعتوں سے بہتر کتابت کے ساتھ اور کسی قدر عمدہ کاغذ پر چھپی تھی، اس کا بھی تیس سطری مسطر ہے، کتابت عمدہ ہے، طباعت بھی مناسب ہے، مگر تصحیح کا بہت اہتمام نہیں ہوسکا، اس کی وجہ بستان المحدثین کے قلمی نسخوں کا فقدان ہے۔

(۱) ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستان۔ اختر راہی صاحب [اسلام آباد: ۱۹۸۶ء]

مطبع مجتہائی کا یہ معمول تھا کہ اگر مطبع میں کسی کتاب کی، قلمی نسخوں سے مطابقت و تصحیح کی جاتی تھی، تو اس اشاعت کی تمہید یا خاتمۃ الطبع میں، اس کا تذکرہ ہوتا تھا، لیکن اس طباعت میں اس طرح کا اشارہ بھی نہیں ہے۔ مگر خاتمۃ الطبع میں مولانا عبدالاحد [مالک مجتہائی کتب خانہ] نے، اس کی صراحت کی ہے کہ پرانا مطبوعہ نسخہ اغلاط سے پُر تھا، اور ایسا قلمی نسخہ میسر نہیں ہوا، جو صحیح و معتمد ہو اور اس کو بنیاد بنا کر، فارسی متن کی تصحیح کر لی جائے، بات یہاں تک ہے کہ بعض الفاظ تبدیل ہو کر، اس درجہ غلط ہو گئے ہیں کہ یہ اندازہ کرنا بھی آسان نہیں رہا کہ اصل لفظ اور عبارت کیا تھی، جب کسی طرح یہ عبارتیں حل نہ ہوئیں، تو ان کو اسی طرح نقل کر دیا۔ آخر میں اس غلطی مضمین اور فروگزاشتیں چھوڑ دینے پر، معافی طلب کی ہے، خاتمۃ الطبع ملاحظہ ہو:

تمام شد کتاب بستان المحدثین، تصنیف عمدة المفسرین زبدة المحدثین، ذوالادب والتمیز، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

برائے ثاقب ناظرین و فکر صاحب شائقین، کتاب مستطاب، بستان المحدثین! مخفی نماند کہ اصل اس کتاب بسیار غلط نمود، و نسخہ از جائے دیگر، میسر نیامد، لہذا حتی الامکان در تصحیح آن، دقتہ فرونگذاشتیم، و سعی بلیغ را بکار بردیم، اما از یک دو جا کہ از اختلاط عبارت، و تبدیل الفاظ صورتے دیگر پیدا شدہ بود، و فہم معانی از اں دشوار، بلکہ بغایت دشوار بنا بر مطابقت اصل اکتفا نمودیم

امید کہ صاحبان اولی الابصار معذور داشتہ معاف فرمایند۔ والعفو عند کرام

الناس مامول۔“

مرتب و ناشر کے ان الفاظ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بستان المحدثین فارسی کی، تمام طباعتیں کس قدر تصحیح طلب اور نظر ثانی کی محتاج ہیں، مگر مقابلہ کے لئے عمدہ نسخے موجود نہیں، اس وجہ سے مطبع مجتہائی نے بھی، اسی نا تمام و غیر صحیح کو شائع کر دیا تھا، اس خاتمۃ الطبع کے ساتھ کتاب بھی پوری ہو گئی۔ یہ طباعت ایک سو اکتیس صفحات پر مشتمل ہے۔

اس اشاعت کے حاشیوں پر، حضرت مصنف کی بعض اطلاعات کی وضاحت و تفصیل ذکر کی گئی

ہے، جس کی وجہ سے اس اشاعت کی افادیت اور طباعتوں سے کسی قدر بڑھ گئی۔ مذکورہ بالا تینوں طباعتیں بفضلہ تعالیٰ، ہمارے ذخیرہ کتب میں موجود ہیں۔

مطبع مجتہائی سے، بستان الحدیث غالباً ایک مرتبہ اور چھپی تھی، مگر وہ طباعت اس وقت میری دسترس میں نہیں ہے۔ مطبع مجتہائی کی یہی طباعتیں، بستان الحدیث کے فارسی متن کی آخری اشاعت تھیں، راقم سطور کی معلومات میں، مجتہائی کی طباعتوں کے بعد سے آج تک، بستان الحدیث کا کوئی نیا فارسی نسخہ نہیں چھپا، مجتہائی کی اس طباعت کا عکس [R-Print] پاکستان میں غالباً ایک سے زائد مرتبہ چھپا ہے مگر کسی نئی طباعت کی اطلاع نہیں اور غالباً، ہند پاکستان میں ان قدیم طباعتوں اور نسخوں پر تصحیح و تعلق کا کوئی نیا کام نہیں ہوا۔

فارسی کا نیا محقق نسخہ: یہ صفحات کمپوز ہو کر، آخری پرنٹ نکلنے کے لئے جا رہا تھا، کہ یہ خوشخبری ملی کہ دارالعلوم زاہدان [ایران] کے ایک فاضل، مولانا عبدالرحمن سلیمی خراسانی نے بستان الحدیث کے فارسی متن کا متعدد نسخوں سے مقابلہ کر کے، محقق نسخہ تیار کیا ہے، اس کی روایات و اطلاعات کی تخریج و تعلق کی ہے، یہ نسخہ عمدہ فارسی ٹائپ پر چھپ رہا ہے، امید ہے انشاء اللہ چند مہینوں میں منظر عام پر آ جائے گا۔

پہلا اردو ترجمہ، مولانا عبدالسمیع دیوبندی: بستان الحدیث کے اردو ترجمہ کے لئے، حاجی محی الدین صاحب سوداگر لشکر بنگلور نے، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم، مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، سے بستان کے اردو ترجمہ کی خواہش کی تھی، مولانا حبیب الرحمن صاحب نے اردو ترجمہ کے لئے، دارالعلوم کے استاد حدیث، مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی کو ہدایت کی، مولانا عبدالسمیع صاحب نے، ہدایت کے مطابق اردو ترجمہ پر توجہ کی اور اس کو پورا کر دیا۔ مولانا عبدالسمیع صاحب نے لکھا ہے:

حمد و صلوة کے بعد، یہ نیاز مند بارگاہ رفیع، عبدالسمیع دیوبندی برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ، جب مصدر حسنات بیکراں، جناب کے حاجی محی الدین

(۱) ۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ کی صبح، ایران، زاہدان کے ایک بڑے عالم، مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی، زاہدان، ایران سے یہاں، کاندھلہ ملاقات کے لئے تشریف لائے۔

صاحب نے، بحر العلوم وحید العصر، استادی مولانا حبیب الرحمن صاحب متع
اللہ بطول بقائه وادام فیوض برکاتہ مددگار مہتمم دارالعلوم دیوبند سے
بستان الحدیث کا ترجمہ، اردو زبان میں کرانے کے لئے اپنی خواہش کو ظاہر فرمایا، تو
حضرت استاذی مدظلہ نے مجھ کو اس کام کے لئے مامور فرمایا، اگرچہ میں اس اہم امر
کے لائق نہ تھا لیکن تعمیل ارشاد کو اپنا فخر سمجھا اور اس خیال کو پیش نظر رکھ کر کہ حق تعالیٰ
اس کتاب سے مخلوق کو نفع پہنچائے، بامداد الہی سلیس عبارت میں اس کا ترجمہ کیا اور
اس کا نام روض الریاحین رکھا۔

مولانا نے اس ترجمہ کو روض الریاحین کے نام سے موسوم کیا تھا، مگر اس نام کی شہرت نہیں
ہوئی، یہ ترجمہ بستان الحدیث کے نام سے ہی مشہور ہے، اصل نام گویا مفقود ہے، اس ترجمہ کی تمہید کی
تاریخ تالیف، ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ [مئی ۱۹۱۶ء] ہے۔

یہ ترجمہ ۱۳۳۲ھ [۱۹۱۶ء] میں مطبع قاسمی دیوبند سے شائع ہو گیا تھا۔ پہلی اشاعت کا سرورق، ان
الفاظ و کلمات پر مشتمل ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطي
الحمد للہ علی احسانہ کتاب

روض الریاحین

ترجمہ اردو

بستان الحدیث
۱۳۳۲ھ ۱۹۱۶ء

مصنفہ جامع کمالات صوری و معنوی، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی

مترجمہ

مجمع الفصائل والکمال، جناب مولانا مولوی عبدالسمیع صاحب دیوبندی

مدرس دارالعلوم دیوبند

حسب فرمائش

جناب حاجی محمد محی الدین صاحب سوداگر لشکر بنگلور
 باہتمام: جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب مالک مطبع
 مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوئی۔

تعداد طبع اول کاپی رائٹ محفوظ ہے . قیمت فی جلد ۱۲
 ۵۰۰

مطبوعہ ۱۳۳۲ھ - ۱۹۱۶ء، اختتام تحریر مقدمہ: ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کل ۲۱۶ صفحات

الحمد للہ کہ ترجمہ بستان المحدثین مطبع قاسمی دیوبند میں ۱۳۳۲ھ میں چھپ کر تیار ہوا۔
 کاغذ نفیس سفید چکنا

ترجمہ بستان کی نور محمد، کراچی کی اشاعت: ترجمہ بستان المحدثین کی ایک عمدہ صاف

اشاعت، نور محمد [صح المطابع] کراچی کی ہے، اس کی کتابت طباعت پرانی نسخوں کی نسبت بہت عمدہ اور
 صاف ستھری ہے، اس ترجمہ کی تصحیح و نظر ثانی، مولانا بشیر محمد دہلوی نے کی تھی، یہ طباعت سوادوسو [۲۲۶]
 صفحات پر مشتمل ہے، سنہ کتابت و طباعت درج نہیں۔

اس طباعت کا ایک عمدہ نسخہ، میرے نہایت محسن اور کرم فرما جناب حافظ توفیق احمد صاحب
 کیرانوی نے عنایت کیا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، اور رحمتوں سے نوازے۔ نور محمد کی اس
 طباعت سے کثرت سے استفادہ ہوا، اس کے عکس بار بار چھپتے رہے، اور اب بھی شائع ہوتے رہتے
 ہیں، نور محمد کی اشاعت کے بعد اور نئی طباعتوں کا مجھے علم نہیں۔

بستان کے عربی ترجمے: بستان المحدثین کے عربی میں کم سے کم تین ترجمے ہوئے ہیں۔

(۱) پہلا ترجمہ مولانا محمد اشفاق السلفی کا ہے، نظر ثانی و مراجعت دکتور محمد لقمان سلفی نے فرمائی ہے،

دارالداعی للنشر و التوزیع ریاض اور ہندوستان: بنارس سے صفر ۱۳۲۱ھ [مئی ۲۰۰۰ء] میں

شائع ہوا، یہ نسخہ اچھے سفید کاغذ پر نیلی روشنائی سے چھپا ہے، کمپوزنگ عمدہ واضح ہے، اور بظاہر اغلاط

کتابت بھی کم ہیں۔

اگرچہ اس کے سرورق پر اور اندرون کتاب میں بھی: ”نقلہ من اللغة الفارسية الى العربيه“ کی صراحت ہے، مگر ترجمہ پر نظر ڈالنے سے خیال ہوتا ہے کہ شاید، اس ترجمہ میں، فارسی متن سے زیادہ، اردو ترجمہ [مولانا عبدالمسیح] سے استفادہ ہوا ہے۔

اس ترجمہ کے حاشیہ مختصر تخریج احادیث و روایات ہے اور کہیں کہیں، بستان المحدثین میں درج وہ چند کتابیں جو پہلے کم یاب اور نادر تھیں، عصر حاضر میں پہلی مرتبہ چھپی ہیں، حاشیہ میں مرتبین محققین اور ناشرین کے ناموں کی مجمل اطلاع دی گئی ہے، جو نئے مطالعہ کرنے والوں کے لئے بلاشبہ مفید ہے۔

(۲) بستان کا ایک اور عربی ترجمہ، مشہور فاضل، مولانا ڈاکٹر محمد اکرم صاحب ندوی کے قلم سے نکلا، اس کو دارالغرب الاسلامی، بیروت نے ۲۰۰۲ء [۱۴۲۳ھ] میں شائع کیا تھا۔ یہ طباعت باریک سفید کاغذ پر آئی، جلد بھی خوش نما ہے، حواشی میں مصنف کی اطلاعات و اقتباسات کی اصل مآخذ سے، مراجعت کی اچھی کوشش کی گئی ہے، اشعار کے مآخذ کی جستجو بھی عمدہ ہے، مگر افسوس کہ کمپوزنگ کی درستگی پر توجہ نہیں کی گئی، ترجمہ میں بھی تصحیح کا اہتمام نہیں، حاشیوں کا حال اس سے بھی کم تر ہے؟ تاہم ان حواشی میں بنیاد تک پہنچنے کی جو کوشش کی گئی ہے، وہ لائق تحسین ہے۔ اس طباعت و ترجمہ کے حواشی کے مندرجات کی وجہ سے، ان کے ترجمہ کا ارادہ ہوا، جو بحمد اللہ مکمل ہو کر پڑھنے والوں کے ہاتھوں میں ہے، اس ترجمہ اور اس کے حواشی و متعلقات کے چند پہلوؤں پر آئندہ صفحات میں گفتگو ہوگی، اور اس ترجمہ و حواشی کے سقطات اور فروگزاشتوں پر بھی اجمالی نظر ڈالی جائے گی، جس میں کئی جگہ مولانا اکرم صاحب کی اطلاع و مندرجات سے اختلاف کی ضرورت محسوس ہوئی، اس کی اپنے اپنے موقع پر صراحت آئے گی۔

(۳) بستان کا ایک عربی ترجمہ، معروف عالم اور محقق، شیخ صبحی الصالح، السامرائی نے کیا تھا، راقم کو اس کی تفصیل معلوم نہیں، مکتبہ جمعۃ الماجد، دہلی کے علمی تحقیقی مجلہ آفاق التراث کے ملحق میں اس ترجمہ کی اطلاع دی گئی ہے۔

(۲)

زیر نظر اردو ترجمہ و اشاعت بستان کے ترجموں اور حاشیوں کی ترتیب و اشاعت کی ایک توسیع

(۱) اخبار المرکز دہلی۔ شعبان ۱۴۲۳ھ۔ نمبر: ۴۲

ہے، جس میں بنیادی طور پر ڈاکٹر اکرم ندوی صاحب کی کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے، اس کے حاشیوں کی قدر مراجعت و تحقیق کے بعد اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔

● ہمارے دور کی کتب و مولفات اور اس دور کی کتابوں، ایک قابل توجہ فرق اختلاف نسخ کا ہوتا ہے۔ ہم عموماً ایک چھپی ہوئی کتاب دیکھتے، پڑھتے ہیں اور اسی کو مستند و معتبر اور بعض مرتبہ، حرف آخر خیال کر لیتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کے عہد میں بلکہ ان کے بعد تک ایسا نہیں تھا، بلکہ ہر ایک کتاب کے کبھی کبھی سو، سو پچاس پچاس خطی نسخے ہوتے تھے، کوئی عالم اور مصنف کسی نسخہ سے استفادہ کرتا، دوسرے کے سامنے کوئی اور نسخہ ہوتا تھا، اس کی وجہ سے ان کی عبارتوں اور اقتباسات میں اختلاف ہو جانا، غیر متوقع نہیں تھا، حضرت شاہ صاحب بے نظیر عالم تھے اور غیر معمولی، بلکہ محیر عقول حافظہ سے ممتاز و سرفراز تھے، اس لئے حضرت شاہ صاحب کی نقل کی ہوئی عبارتوں اور اقتباسات کو، صرف اس لئے، مسترد یا نظر انداز کر دینا، کہ وہ ہمارے سامنے موجود نسخوں کے مطابق نہیں ہیں، قرین انصاف نہیں۔

● مصنف کتاب، حضرت شاہ عبدالعزیز، جوانی سے کئی امراض کے شکار تھے، جس کی وجہ سے خود تحریر و تصنیف کا معمول نہیں تھا، حضرت شاہ صاحب کی دریافت اکثر تصانیف و کتب املاء ہیں، بستان المحدثین بھی، غالباً ان ہی کتابوں میں شامل ہے۔ اگر یہ زمانہ بصارت کی خودنوشت تالیف ہو، اس صورت میں بھی اس کا امکان کم ہے کہ تصنیف کے وقت وہ تمام کتابیں، جن کی عبارتیں اور اقتباسات بستان المحدثین میں آئے ہیں، حضرت مصنف کے سامنے کھلی ہوئی رہتی ہوں۔ قدیم مصنفین، اپنی تصانیف و تحریرات میں قدیم مصنفین اور کتابوں سے اخذ و اقتباس، اصل کتاب کی مدد کے بغیر اپنے حافظہ سے کرتے تھے اور مختلف کتابوں کی عبارتیں بلا تامل لکھتے چلے جاتے تھے۔

● بہر حال! بستان المحدثین کے مطبوعہ فارسی متون اور ان کتابوں کی تازہ اشاعتوں میں، جن کے

بستان میں اقتباسات اور عبارتیں آئی ہیں، پوری یکسانیت اور کامل اتفاق کی تلاش شاید درست نہیں، ہر اک موقع پر کسی قدر اختلاف متوقع بلکہ عین ممکن ہے، اسی وجہ سے میرا خیال ہے کہ مطبوعہ نسخوں سے مطابقت اور ان کے حوالوں سے بات تو بالکل صحیح ہے، مگر قدیم مصنفین کی نقل کی ہوئی عبارتوں کا تبدیل کر دینا صحیح طریقہ کار معلوم نہیں ہوتا۔

● حضرت مؤلف [شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ] جب کسی کتاب سے عربی عبارت نقل کرتے ہیں، تو اس کے ساتھ، بعض اہم نکات اور مزید فوائد بھی شامل فرما دیتے ہیں، جس کے ذریعہ سے قارئین کی نظر کئی مرتبہ بہت دور تک پہنچ جاتی ہے، مگر محترم ندوی صاحب نے ایسے اضافات و افادات کو اکثر نظر انداز کر دیا ہے، جس کا ایک نقصان یہ ہوگا کہ جو شخص صرف عربی [یا اس کے انگریزی] ترجمہ سے استفادہ کرے گا، اس کو یہ معلوم ہی نہیں ہو سکتا، کہ حضرت مصنف نے یہاں کیا ارقام فرمایا تھا اور وہ مختصر افادہ یا عبارت، کس قدر بانیض اور معنویت سے بھرپور تھی، ہم نے شاہ صاحب کے اس قسم کے تمام فقروں اور کلمات کو، اصل کے مطابق رکھنے کی کوشش کی ہے، کہ قارئین کرام اس سے پورا استفادہ کر سکیں۔

● مولانا اکرم صاحب ندوی نے عربی ترجمہ میں، اصل کی ترتیب میں بھی کچھ تبدیلی کی ہے، چند مقامات پر اضافے اور ترمیمات بھی ہوئی ہیں، مگر راقم سطور کا خیال ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز جیسی بڑی شخصیت اور ایسی معتبر و مرجع علماء کتاب میں، ترمیم و تغیر نہیں کرنا چاہئے، اگر کوئی بڑی غلطی یا ضروری اصلاح طلب بات ہو، اس کی حاشیہ میں وضاحت ضروری ہے، مگر متن کتاب میں ترمیم مناسب نہیں۔ اس لئے عربی ترجمہ میں، کہیں کہیں جو ترمیمات اور اصل سے تغیر ہو گیا تھا، اس کو ختم کر کے اردو ترجمہ کو فارسی متن کی ترتیب پر باقی رکھا ہے، مولانا اکرم صاحب کے جو زوائد تھے، ان میں سے جو مختصر تھے، ان کو حاشیہ میں اور مفصل کو، آخر کتاب میں، ضمیمہ کے طور پر شامل کر دیا ہے۔

● اردو ترجمہ پر مکمل نظر ثانی کا ارادہ نہیں تھا، مگر ترجمہ اور اصل فارسی متن میں جہاں کہیں شبہ ہوا، اس کی اصل سے مطابقت کی کوشش کی گئی، جس کی وجہ سے اردو ترجمہ میں کئی

جگہ خفیف ترمیمات کا اضافہ ہوا ہے، جو قوسین میں درج ہیں، اس کی وجہ سے امید کی جاسکتی ہے کہ یہ زیر نظر اشاعت و ترجمہ، فارسی متن سے زیادہ مطابق اور قریب ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب نے جو عربی اقتباسات نقل فرمائے ہیں، ان میں سے چار، پانچ عبارتوں کا، خود حضرت شاہ عبدالعزیز نے فارسی میں ترجمہ کیا ہے، اکثر عبارتیں بلا ترجمہ کے ہیں۔ مولانا عبدالسمیع صاحب نے سب کا ترجمہ کر دیا ہے، یہاں تک کہ حضرت شاہ عبدالعزیز نے عربی عبارتوں میں جو دعائیہ فقرے لکھ دیئے ہیں، ان سب کا بھی اردو میں ترجمہ کر دیا ہے۔

پہلے ایڈیشن میں طباعت کی غلطیوں کا عموماً مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، مگر ترجمہ میں جو عبارت درست تھی، اس میں تبدیلی نہیں کی گئی۔ لیکن حاشیہ میں دونوں کے فرق کا تذکرہ ہے، نیز عربی عبارتوں اور اقتباسات کی، معتبر و معتمد عربی نسخوں سے، مطابقت کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

عربی اشعار کی عبارت بھی بہت سے مقامات پر، نا تمام، مجمل یا غلط تھی، ان کی اصل سے مطابقت، ان کے شاعروں کی جستجو اور بنیادی حوالوں سے مراجعت کے لئے ڈاکٹر ندوی صاحب نے خاصا اہتمام کیا ہے، اس لئے ایسے اشعار کے متن کی ڈاکٹر اکرم صاحب کی اطلاعات کے مطابق تصحیح کر دی گئی، لیکن اغلاط کتابت کے باوجود، تعجب ہے کہ مولانا عبدالسمیع کا ترجمہ، اکثر موقعوں پر نہایت عمدہ اور بھرپور ہے، اس لئے ترجمہ وہی باقی رکھا گیا ہے۔

بستان کی فارسی، اردو، عربی تینوں طباعتوں میں، واقعات اور حضرات محدثین کی ولادت اور وفات کا تذکرہ نہیں تھا، انگریزی سنین کا حوالہ نہیں تھا، چوں کہ آج ہمارے علماء بھی انگریزی، عیسوی سنین کے پابند ہو کر رہ گئے ہیں، اسلامی ہجری تاریخوں سے مانوس نہیں رہے، خصوصاً نوجوان اور طلبہ تو ہجری تاریخوں سے صحیح وقت اور تاریخ کا اندازہ کرنے سے بھی قاصر رہتے ہیں، اس لئے ہجری سنین کے ساتھ

عیسوی سنین کا تو سین میں اضافہ کر دیا ہے، جس میں کہیں کہیں مہینہ اور تاریخ کا بھی تذکرہ ہے۔ ان سنین اور اطلاعات کے لئے مولانا عبدالقدوس ہاشمی ندوی کی تقویم تاریخی سے استفادہ کیا گیا ہے۔^۱

عربی ترجمہ اور حاشیوں میں کمپوزنگ کی خاصی غلطیاں ہیں، چند کتابوں کے نام، ان کے صفحات، جلد یا ناشر کا نام بھی رہ گیا ہے، اس کی تکمیل اور تلافی کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

اردو مترجم، مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی کے تمام حاشیوں کو باقی رکھا ہے، ان کے آخر میں مولانا کے نام کی مناسبت سے [ع] بنا ہوا ہے۔

چند مختصر توضیحات یا حاشیے، راقم سطور نور الحسن راشد کاندھلوی کے قلم سے ہیں، ان کے اختتام پر [ن] بنا ہوا ہے۔

مراجع: ڈاکٹر اکرم صاحب نے اپنے تمام مصادر کا تذکرہ نہیں کیا، مراجع و اصول کی مختصر فہرست

اہم المصادر کے عنوان سے دیدی ہے، اس میں بھی بعض کے ناشرین اور سنین طباعت کا تذکرہ نہیں آیا۔

ہمیں جن مراجع و مؤلفات سے استفادہ کا موقع ملا، ان کے نام الف بائی ترتیب پر، ندوی

صاحب کی اہم المصادر سے پہلے آگئے ہیں، جو طباعتیں ڈاکٹر اکرم صاحب کے پیش نظر

تھیں، ان میں سے چند ہمیں دستیاب نہیں ہوئیں، نیز ڈاکٹر ندوی صاحب کے سامنے

موجود کتابوں کے علاوہ چند اور طباعتوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے ان سب کی بھی

وضاحت کر دی گئی ہے۔ جن طباعتوں سے استفادہ ہوا ہے ان سب کے نام، ان کے

محققین و ناشرین کی تفصیلات درج کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم ان میں سے چار،

پانچ کتابوں پر، سنین طباعت بلکہ ناشرین کا نام بھی موجود نہیں ہے۔

(۱) اگرچہ تقویم تاریخی کے بعض مندرجات مشتبہ ہیں، ان پر اعتماد صحیح نہیں، لیکن اور تقویمات کم دستیاب ہیں، اسی لئے اس کو

سامنے رکھا گیا، جہاں غلطی محسوس ہوئی، اور جنٹریوں سے بھی مدد لی گئی اور حاشیہ میں اس کی وضاحت کر دی گئی۔

تقویم تاریخی پہلی مرتبہ مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کراچی سے ۱۹۶۵ء میں چھپی تھی، دوسری طباعت جو پہلی طباعت سے بہتر

ہے، ۱۳۰ھ/۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔ دونوں طباعتیں سامنے رہیں، ضروری استفادہ: ”مختصر سالانہ تقابلی تقویم“ مرتبہ جناب

ضیاء الدین لاہوری [دارالکتاب لاہور: مئی ۲۰۰۹ء] وغیرہ سے بھی ہوتا رہا ہے۔

انگریزی ترجمہ: مولانا اکرم صاحب کے ترجمہ کی پذیرائی ہوئی اور جلد ہی اس کو انگریزی میں بھی منتقل کر دیا گیا تھا، یہ انگریزی محترمہ عائشہ (Aisha Bewley) نے کیا، اس کا نام اور عنوان اس طرح ہے:

**The Garden of
the Hadith Scholars
Bustan al- Muhaddithin**

IMAM' ABD AL-AZIZ AD-DIHLAWI (1159-1239 AH)
Translated from the Persain into Arabic and annotated by
Mohammd Akram Nadwi

Translated from Arabic into English by Aisha Bewley

یہ اشاعت کمپوزنگ، کاغذ، طباعت، سرورق ہر پہلو سے قابل تعریف اور اعلیٰ ترین عالمی، علمی معیارات کے مطابق ہے، جس میں ظاہر پہلو سے کچھ بھی کمی محسوس نہیں ہوئی۔

یہ ترجمہ ۱۲۲۸ھ - ۲۰۰۶ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا، تین سواٹھاون صفحات پر مشتمل ہے، مگر جیسا کہ اس نے سرورق اور اندرون کتاب میں وضاحت ہے، کہ یہ ترجمہ تمام ترجمہ مولانا اکرم صاحب ندوی کے ترجمہ پر مبنی ہے، ہمیں اس ترجمہ کے اندرون سے تفصیلی واقفیت نہیں، لیکن ڈر ہے کہ اس میں وہ تمام فروگذاشتیں شامل ہو گئی ہوں گی جو اس کے اصل ترجمہ میں ہیں۔

۳

آخر میں اس دینی علمی خدمت پر حق تعالیٰ شانہ کے حضور سجدہ ریز اور شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ ناچیز و بے علم کو اس سعادت و توفیق سے نوازا، اس کو ایک حد تک مکمل کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ اللہم لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ کما یحب ربنا ویرضی۔

ساتھ ہی حضرت مفتی الہی بخش اکیڈمی کاندھلہ کے ان کارکنوں کا شکریہ بھی ضروری ہے، جن کے

تعاون سے، اس بڑی خدمت کو پایہ اختتام تک پہنچانے کی توفیق ارزانی ہوئی، یہ ہیں:

- (۱) مولوی فواد منصور صاحب ندوی [فرزند جناب فاروق منصور صاحب] بھٹکل، [کرناٹک]
 - (۲) مولوی محمد فرقان صاحب ندوی [فرزند سید محمد مالکی صاحب] بھٹکل، [کرناٹک]
 - (۳) مولوی مقبول عالم صاحب قاسمی [فرزند، حافظ سراج الحق صاحب] مغربی چمپارن، بہار
- نیز اکیڈمی کے کمپوزر مولوی شہاب الدین صاحب بستوی کی، محنت و توجہ کے لئے بھی شکر یہ ادا کیا جانا چاہئے۔

یہ کتاب اگرچہ چھپنے جا رہی ہے، مگر طبیعت مطمئن نہیں ہے۔ اس کا کام پوری طرح مکمل نہیں ہوا، اس میں دقت نظر کے ساتھ مزید محنت و توجہ کی ضرورت ہے۔ ترجمہ کی حواشی کی تصحیح، متن سے مطابقت اور متعلقات و مراجع سے زیادہ باریکی اور مزید اہتمام سے نظر ثانی و مطابقت، ان سب کے علاوہ فارسی متن کے صحیح و قدیم ترین نسخوں کی تلاش اور ان کی مدد سے، متن کی علمی تدوین بے حد ضروری ہے، دیکھئے اور انتظار کیجئے کہ یہ بڑی سعادت و خدمت کس کے حصہ میں آتی ہے۔

اصحاب علم و کمال سے گزارش ہے کہ اس اشاعت کی فروگذاشتوں سے مطلع فرماتے ہوئے، آئندہ طباعتوں کو زیادہ معتبر و مفید بنانے کے لئے اپنے مشوروں اور علمی افادات سے نوازیں۔
والأجر علی اللہ جس کی مدد سے اس ترجمہ اور خدمت کو بہتر سے بہتر، زیادہ نافع اور کارآمد بنایا جاسکے، واللہ ولی التوفیق۔

عبد خاصی و عاصی

نور الحسن راشد کاندھلوی

مفتی الہی بخش اکیڈمی

مولویان، کاندھلہ، ضلع شاملی [یوپی]

۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ

۱۶ فروری ۲۰۱۶ء

ضمیمہ

بستان المحدثین کے متن اور اردو، عربی ترجموں کی چند فروگزاشتیں اور اختلافات

مطالعہ کے دوران فارسی، اردو، عربی تمام اشاعتیں سامنے رہیں، ان میں کئی موقعوں پر اختلاف نظر آیا، جس میں سے کچھ متقدمین کی تصریحات کی وجہ سے تھا، بعض میں حضرت مصنف سے سہو ہوا، بعض میں کتابت کی غلطی تھی اور اکثر موقعوں پر، فارسی، اردو، عربی تینوں میں فرق تھا، اس لئے چاہا کہ ان سب کی ایک مختصر یادداشت مرتب کر لی جائے، وہ یادداشت اگرچہ نا تمام ہے، مگر بستان کے متن کی صحت کی ضرورت کو واضح کرنے کے لئے یہاں شائع کی جا رہی ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔ [نور]

- (۱) ص: ۳- ابو مالک کے دادا کی جگہ، مالک کے والد کے دادا ہونا چاہئے۔
 - (۲) ص: ۵- اردو ص: ۱۵- ع: ص: ۲۵- امام مالک نے ایک ہزار احادیث لکھی ہیں، عربی میں ایک لاکھ کا تذکرہ ہے۔
 - (۳) اردو، ص: ۱۷- فارسی: ۶- عربی ص: ۲۷- فارسی اور عربی میں محاب ہے، اردو میں مطاع ہے۔
 - (۴) ص: ۱۶/ امام مالک نے ان سے سنا ہے، عربی میں ہے، ص: ۲۶ ”سمع من مالک“ فارسی میں ہے ”چھاروں بار کتاب موطا، موطار از امام مالک بقرائت ایشان شنیدہ“
 - (۵) اردو ص: ۲۵- ایک جماعت کثیر کو پایا۔ عربی ص: ۳۳ ”وادرک جمیعا من أصحاب“ فارسی ص: - ۱۰- ۱۱- ایک جماعت کثیر کو پایا، آنا چاہیے۔
- اردو ص: ۲۵- فارسی ص: ۱۱- عربی ص: ۳۵- فارسی اور اردو میں ابن لبابہ کا شعر لکھا ہے،

جبکہ عربی میں انکا قول دیا ہے۔

(۶) اردو ص ۳۲۔ فارسی ص: ۱۶ عربی ص: ۴۳۔ فارسی اور اردو میں ابن یوسف اور عربی میں ابن یونس ہے۔

(۷) اردو: ۳۸ فارسی: ۲۰ میں اسد بن قاسم فرات ہے، عربی میں ص ۵۰ اسد بن فرات ہے، حاشیہ میں ان کا جو ترجمہ دیا گیا، اس میں ”اسد بن فرات بن سنان ہے، غالباً فرات کا نام قاسم ہوگا؟

(۸) اردو: ۴۴ فارسی: ۲۴ عربی: ۵۷، اردو فارسی میں فسطاس ہے، اور عربی میں قسطاط ہے۔

(۹) اردو: ۴۷ فارسی: ۲۶۔ عربی: ۶۲۔ بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب فضل القرآن

علی سائر الکلام۔ اردو اور فارسی میں من اشاء ہے اور عربی میں ”من شئت“ ہے۔

(۱۰) اردو: ۵۵، فارسی: ۳۴ عربی: ۱۳۵۔ اردو اور فارسی میں مسند عبد بن حمید کشتی ہے، عربی میں ”کسی“ ہے۔

(۱۱) اردو: ۵۶ فارسی: ۳۴، عربی: ۱۳۶۔

(۱۲) اردو: ۵۶ فارسی: ۳۵۔ عربی: ۱۴۴۔ فارسی میں مسند حارث بن اسامہ ہے اور اردو عربی میں ”حارث بن ابو اسامہ“ ہے۔

(۱۳) اردو: ۵۷ فارسی: ۳۵۔ عربی: ۱۴۵۔ ابراہیم جبرتی فارسی اور اردو میں ہے، عربی میں ”حرثی“ ہے۔

(۱۴) اردو: ۶۸۔ عربی: ۹۲ اردو میں ”اللہ يجعل حیث رسالتہ“ ہے، عربی و فارسی میں صحیح ہے۔

(۱۵) اردو: ۷۲، فارسی: ۴۵۔ عربی: ۱۰۵۔ عربی میں ربیع الاول ہے، فارسی اور اردو میں ربیع الثانی ہے۔

(۱۶) اردو صفحہ: ۲، فارسی: ۴۵، عربی: ۱۰۶۔

(۱۷) اردو اور فارسی میں ”ابو سعید مالینی“ ہے اور عربی میں ”أبو سعید مالینی“ ہے۔

اردو: ۷۳، فارسی: ۴۶، عربی: ۹۹۔

سیر [اعلام النبلاء، ۱۹-۱۸۴-۱۸۶] میں ”بن صواف“ ہے، شذرات میں ”ابو علی صواف“ ہے۔

(۱۸) اردو ص: ۳۷ فارسی ۱-۳۶، عربی: ۱۰۰۔

(۱۹) اردو ص: ۳۷، فارسی، ۳۶، عربی/۱۰۰۔ اردو میں ”فاروق بن عبدالکریم“ ہے، فارسی اور عربی میں ”فاروق بن عبدالکبیر“ ہے۔

(۲۰) اردو ص: ۳۷ فارسی: ۳۶، عربی: ۱۰۰۔ اردو اور فارسی میں ابوسعید مالینی ہے، عربی میں ”ابوسعید مالینی“ ہے۔

(۲۱) اردو ص: ۳۷، فارسی ص: ۳۶، عربی ۱۰۱۔ اردو اور فارسی میں ”ابوسعید محمد بن محمد بن مطرز“ ہے، عربی کے متن میں ”ابوسعید محمد بن محمد مطرز“ ہے اور حاشیہ میں ”ابوسعید محمد بن احمد مطرز“ ہے۔

(۲۲) اردو ص: ۳۷، فارسی: ۳۷، عربی: ۱۰۲۔ اردو اور فارسی میں عبدالملک بن بشر ہے، عربی میں بشران ہے۔

(۲۳) اردو: ۳۷، فارسی ۳۷، عربی ۱۰۲۔ عربی اور فارسی میں ”کلہم“ ہے اور اردو میں ”کلہا“، مذکور ہے۔

(۲۵) اردو: ۷۵، فارسی: ۴۸، عربی: ۱۱۳۔

اردو میں عبارت یوں ہے: دارمی کی ولادت ۱۸۱ھ میں اور وفات پنجشنبہ کو، عرفہ کے روز ۲۵۵ھ میں ہوئی، جمعہ کے روز جو یوم انحر تھا، دفن کئے گئے، یہی سال عبداللہ بن مبارک کی وفات کا ہے۔

فارسی میں یوں ہے ”تولد دارمی در ۱۸۱ھ، وفات عبداللہ بن مبارک است و آن سال یک صد و شتا دو یک است از ہجرت و وفات او، روز عرفہ کہ پنجشنبہ بود و دفن او، روز جمعہ اتفاق افتاد کہ یوم انحر بود، در سال ۲۵۵ھ۔“

عربی میں یوں ہے ”ولد فی العام الذی توفی فیہ ابن المبارک“ ۱۸۱ھ۔

”مات يوم الترويه سنة خمس و خمسين و مأتين و دفن يوم عرفة، يوم الجمعة“ [تاریخ بغداد ۵/۱۲۱-۲۲، تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۹۶]

- (۲۶) اردو: ۷۹، فارسی: ۵۰، فارسی ۱۱۵۔ اردو اور فارسی میں ایک ہزار چالیس سے زائد صاحب ادوات کا تذکرہ ہے، عربی میں چالیس ہزار سے زائد صاحب ادوات کا ہے۔
- (۲۷) اردو: ۸۰، فارسی: ۵۱، عربی: ۱۱۲۔

اردو اور فارسی میں ہے کہ سعید بن منصور نے امام احمد و مسلم و ابوداؤد سے روایت کی ہے، عربی میں ”حدث عنه أحمد و مسلم و ابوداؤد“ ہے۔ سعید بن منصور کی وفات ۲۲ھ اور ابوداؤد کی پیدائش ۲۰۲ھ اور مسلم کی بھی ۲۰۲ھ میں پیدائش ہوئی۔

- (۲۸) ۸۵: فارسی: ۵۵، عربی: ۱۲۸۔ عربی اور فارسی میں ”السنن الصغیر مجلدان“ کا تذکرہ ہے، اردو میں نہیں ہے۔

(۲۹) اردو: ۸۵، فارسی: ۵۵، عربی: ۱۲۸۔

اردو اور فارسی میں کتاب الاسرار ہے، عربی میں کتاب الأسری ہے (ابوبکر احمد حسین بیہقی)

- (۳۰) اردو: ۸۶، فارسی: ۵۶، عربی: ۱۲۸۔ اردو اور فارسی میں عزاً ہے اور عربی میں عز ہے۔

(۳۱) اردو: ۸۶، فارسی: ۵۶، عربی: ۲۳۰۔ فارسی اور اردو میں بغوی کی مکمل تشریح کی گئی ہے، عربی میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

- (۳۲) اردو: ۸۹، فارسی: ۵۸، عربی: ۱۵۱۔ کتاب الدعاء للطبرانی ۲/۷۸۵۔۷۸۶۔

اردو اور فارسی میں ”باب تأویل قول اللہ تعالیٰ“ ہے اور عربی میں ”قولہ تعالیٰ“ ہے۔

- (۳۳) اردو: ۹۱، فارسی: ۵۹-۵۵، عربی: ۱۵۳۔ فارسی اور عربی میں سو سال دس ماہ مذکور ہے، اردو میں سو سال دو ماہ لکھا گیا ہے۔

(۳۴) اردو: ۹۳، فارسی: ۶۱، عربی: ۱۶۱۔ عربی اور فارسی میں ”کتاب الزهد والرقاق“ ہے، اردو میں رقائق مذکور ہے۔

(۳۵) اردو: ۹۹، فارسی: ۶۶، عربی: ۱۶۷-۱۶۸۔ عبداللہ بن مبارک کا واقعہ قدرے مختلف ہے۔

(۳۶) اردو: ۱۰۱، فارسی: ۶۷، عربی: ۱۸۰۔ اردو اور فارسی میں ۹ رجب اور عربی میں ۱۹ رجب مذکور ہے۔ اردو اور فارسی میں حکیم ترمذی کے معافی مانگنے اور عذر بیان کرنے کا ذکر عربی میں ”.....فاکر موہ لموفقہ ایاہ“ لکھا ہے۔

(۳۸) اردو: ۱۰۴، فارسی: ۷۰، عربی: ۷۰۔ اردو اور فارسی میں ابو بکر نجار ہے، عربی میں ابو بکر نجاد ہے۔

(۳۹) اردو: ۱۰۸، فارسی: ۷۲، عربی: ۲۱۶۔ اردو اور فارسی میں ”یکسب اہلہ“ ہے، عربی میں تکسب کفہ“ ہے، اردو کے حاشیہ میں ”تکسب کفہ“ بھی درج ہے۔

(۴۰) اردو: ۱۱۴، فارسی: ۷۵، عربی: ۲۲۰۔ اردو اور فارسی میں سفیان سے منسوب قول ہے، عربی میں اسی قول کی نسبت شعمی کی طرف ہے۔ اردو: ۱۱۴، فارسی: ۷۶، عربی: ۱۲۱، عربی و فارسی میں ہے ”ومن تو الیفہ الکافی علی مذهب مالک خمسۃ عشر جزء“ اردو میں ”ان کی تصانیف میں سے بھی

(۴۲) ایک کتاب مذہب مالکی میں کافی ہے، جس کی پندرہ جلدیں ہیں۔ اردو: ۱۱۵، فارسی: ۷۶، عربی: ۲۲۱۔ عربی میں ہے ”ومع ذالک فلیس أقل علما من الخطیب والبیہقی وابن حزم بل اختص بأشیاء من دون غیرہ وکان دیناہ ثقۃ“ فارسی اور اردو میں اس طرح ہے کہ صدقا، دیانت حسن اعتقاد اور اتباع سنت، جوان کو حاصل تھا، علماء میں سے بہت کم کو نصیب ہوتا ہے۔

(۴۳) اردو: ۱۱۷، فارسی: ۷۸، عربی: ۲۲۳۔

اردو اور فارسی میں ہے ”واز کشمیہنی نیز بخاری راسماع نمودہ“۔ اور عربی میں ہے ”قرأ الصحیح علی ابی عبدالرحمان اسماعیل المعروف بالضریر الذی سمعہ من الکشمیہنی“ مولانا اکرم ندوی صاحب نے اس پر حاشیہ بھی لکھا۔

- (۴۴) اردو: ۱۲۶، فارسی: ۸۴، عربی: ۲۰۵۔ اردو میں ”یتمنی“ ہے اور عربی میں ”تیمنی“ ہے، فارسی میں غیر واضح ہے۔
- (۴۵) اردو: ۱۲۷، فارسی: ۸۵، عربی: ۲۱۰
- اردو اور فارسی میں ”قال ابن سنان: هذا رخصة من الانتخاب“ اور عربی میں ”قال ابن شیبان: هذا رخصة فی الانتخاب“ ہے۔
- (۴۶) اردو: ۱۲۷، فارسی: ۸۵، عربی: ۲۱۰۔ فارسی و عربی میں مطلقاً ”ذی قعدہ“ ہے، اردو میں ”ذی قعدہ“ لکھا ہے۔
- (۴۷) اردو: ۱۳۳، فارسی: ۸۹، عربی: ۸۹، عربی میں ”میورقی“ اردو میں و فارسی میں ”مسیرفی“ مذکور ہے۔
- (۴۸) اردو: ۱۳۳، فارسی: ۹۰، عربی: ۱۴۰۔ اردو میں ”فی الصفات لا فی الفروع“ کا ترجمہ نہیں ہے، فارسی میں ہے۔
- (۴۹) اردو: ۱۳۳، فارسی: ۹۲، عربی: ۱۴۱۔ ”شامی“ اردو میں ہے، بقیہ دونوں جگہ ”شاشی“ لکھا ہے۔
- (۵۰) اردو: ۱۳۶، فارسی: ۹۲، عربی: ۱۷۷۔ اردو اور فارسی میں ”الشهاب المواعظ والآداب“ کتاب کا نام ہے۔ عربی میں ہے۔
- عربی میں ہے ”الشهاب فی المواعظ والآداب“۔
- شهاب الأخبار فی..... والأمثال والآداب (کشف الظنون، ۲/۲۰۶۷)
- (۵۱) کریمہ کے شاگردوں میں تذکرہ، سیر ۲۳۳/۱۸..... تذکرہ نہیں ہے۔
- (۵۲) اردو: ۱۳۷، فارسی: ۹۲، عربی: ۱۷۷۔ اردو میں محمد بن برکات سعدی ہے، عربی اور فارسی میں محمد بن برکات السعیدی ہے۔
- (۵۳) اردو: ۱۳۷، فارسی: ۹۲، عربی: ۱۷۷۔ اردو میں ”ابو سعید عبد الجلیل ساوی“ ہے، فارسی میں ”ابو سعید عبد الجلیل نشاپوری“ ہے اور عربی میں ”ابو سعد عبد الجلیل نشاپوری“ ہے۔ سعد اور سعید اور ساوی و نشاپوری میں فرق ہے۔

(۵۴) اردو: ۱۳۹، فارسی: ۹۳، عربی: ۱۰۳۔ اردو اور فارسی میں ”لم یبدأ بأول منہم“ اور عربی میں ”بأولی منہم“ مذکور ہے۔

(۵۵) اردو: ۱۳۹، فارسی: ۹۳، عربی: ۱۰۳۔ اردو میں ”ششی“ ہے اور عربی و فارسی میں ”سبی“ ہے۔

(۵۶) اردو: ۱۴۲، فارسی: ۹۵، عربی: ۱۴۸۔ اردو و فارسی میں موت سے دو سال قبل کا تذکرہ نہیں ہے، عربی میں ہے۔

(۵۷) اردو: ۱۴۵، فارسی: ۹۶، عربی: ۱۱۹۔ اردو میں بیاسی سال کی عمر لکھی ہے، عربی اور فارسی میں ”تسع و ثمانین“ لکھا ہے۔

(۵۸) اردو: ۱۴۷، فارسی: ۹۸، عربی: ۱۷۱۔ اردو اور فارسی میں ”علیک با اعتقاد الصابونی“ لکھا ہے، عربی میں با اعتقاد ابن الصابونی لکھا ہے۔

(۵۹) اردو: ۱۵۱، فارسی: ۱۰۱، عربی: ۱۸۵۔ فارسی و عربی میں ”فجأة“ کا لفظ ہے، اردو میں اس کے معنی ذکر نہیں کیے گئے ہیں۔

(۶۰) اردو: ۱۵۲، فارسی: ۱۰۱، عربی: ۱۹۸۔ فارسی اور اردو میں ایزاری اور عربی میں ابرازی ہے۔

(۶۱) اردو: ۱۶۱، فارسی: ۱۰۷، عربی: ۱۹۲، اردو میں ”خذ من البازی الأبيض“، فارسی میں ”خذ من الباری الأبيض“ اور عربی میں حدثنا الباز الأبيض ہے، عمر بن سماک کی وفات ۳۴۲ھ اور خطیب کی پیدائش ۳۶۲ھ میں ہوئی۔

(۶۲) اردو: ۱۶۵، فارسی: ۱۰۹، عربی: ۲۰۷۔ عربی میں یہ نہیں ہے، فارسی و اردو میں ہے۔

(۶۳) اردو: ۱۶۶، فارسی: ۱۰۹، عربی: ۲۰۷۔ عربی میں ”ان ألتقی شرّ دنی“ ہے، اردو میں ”ان التقی شرّ دنی“ ہے اور معنی تقویٰ سے کئے گئے ہیں۔

(۶۴) اردو: ۱۶۶، فارسی: ۱۰۹، عربی: ۲۰۷، تیمنی اور اردو میں ہے اور عربی میں یلیمنی مذکور ہے۔

(۶۵) اردو: ۱۶۶، فارسی: ۱۰۹، عربی: ۲۰۷۔ اردو میں وناہو ا فلم یدروا من التیہ منا ہم

ہے۔ فارسی میں ”وذاہو کم یلرو امن النیة من ہم“ ہے۔ عربی میں وذاہو فلم یلرو امن من ہم“۔

(۶۶) اردو: ۱۶۶، فارسی: ۱۰۹، عربی: ۲۰۸۔ اردو میں ”الامتناع بالاربعین المتباینہ بشرط السماع“

فارسی میں ”الامتناع بالاربعین المبائنۃ بشرط السماع“ ہے۔
عربی میں ”الامتناع بالاربعین المبانیۃ بشرط السماع“ ہے۔
(لقمان) الامتناع بالاربعین المتبانیۃ بشرط السماع لابن حجر عسقلانی۔

(۶۷) اردو: ۱۸۳، فارسی: ۱۲۰، عربی: ۸۲۔ اردو فارسی میں ستون ہے اور عربی میں عہد الاسلام مذکور ہے۔

(۶۸) اردو: ۱۸۹، فارسی: ۱۲۳، عربی: ۸۶۔ اردو اور فارسی میں ۲۱۴، عربی میں ۲۱۵ ہے۔

(۶۹) اردو: ۱۹۱، فارسی: ۱۲۵، عربی: ۸۹۔

عربی کی عبارت یوں ہے:۔ حدث عنہ ابو الحسن القطان ومحمد بن عیسیٰ الابہری وآخرون۔

اردو میں ہے:۔ ابوالحسن قطان ان کے شاگرد ہیں مگر ابو عیسیٰ ابہری اور دوسرے لوگوں نے ان کو بڑوں میں شمار نہیں کیا ہے۔ فارسی میں بھی تقریباً اردو ہی کی طرح ہے۔

(۷۰) اردو: ۱۹۸، فارسی: ۱۳۰، عربی: ۲۳۷۔

عربی میں ہے ولہ شعر متوسط۔ اردو میں ہے:۔ اور متوسط درجہ کی شرح بھی لکھی ہے۔ فارسی میں ہے: ”وشعری ہم دارد متوسط الدرجه“۔

(۷۱) اردو: ۲۰۳، فارسی: ۱۳۳، عربی: ۲۴۱۔

اردو فارسی میں ساوی اور عربی میں نشاوی ہے۔

(۷۲) اردو: ۲۰۵، فارسی: ۱۳۴، عربی: ۲۴۲۔

اردو فارسی میں سے سالوں بعد ذکر ہے اور عربی میں قبل تمام اسبوعہ ذکر ہے۔

(۷۳) اردو: ۲۰۸، فارسی: ۱۳۶، عربی: ۲۲۴

اردو و فارسی میں لمنہ و یمنہ ہے، عربی میں لمنہ و کرمہ ہے۔

(۷۴) اردو: ۲۱۰، فارسی: ۱۳۷، عربی: ۲۲۶۔

فارسی اور اردو میں شحنہ ہے، عربی میں نجبہ ہے۔

(۷۵) اردو: ۲۲۴، فارسی: ۲۳۵، عربی: ۱۸۳۔ اردو میں ۴۹۶، فارسی میں ۴۳۶ اور عربی میں

۴۷۶ لکھا ہے۔

(۷۶) اردو: ۲۲۳، فارسی: ۱۴۴، عربی: ۱۸۲۔ اشعار کے بعد ایک واقعہ ہے، جو عربی میں مذکور نہیں

ہے۔

(۷۷) اردو: ۲۲۳، فارسی: ۱۴۵، عربی: ۱۸۲۔ عربی اکمال المعلم فی شرح صحیح

مسلم کا تذکرہ اور مالک بن مزجل کے اشعار نہیں ہے۔

(۷۸) اردو: ۲۱۹، فارسی: ۱۴۳، عربی: ۲۵۴۔ اردو و فارسی میں "المتجرع" اور عربی میں

المترجع ہے۔

عرض مترجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله على حلمه بعد علمه وعلى عفوه بعد قدرته اللهم الى
اعوذ بك ان اقول زوراً أو اغشى فجوراً و صلى الله على سيدنا و مولانا
محمد و آله و صحبه و سلم تسليماً كثيراً.

حمد و صلوة کے بعد یہ نیاز مند بارگاہ رفیع عبد السمیع دیوبندی برادران اسلام کی خدمت میں
عرض کرتا ہے کہ جب مصدر حسنات بکیراں جناب کے حاجی محی الدین صاحب نے بحر العلوم
وحید العصر استاذی مولانا حبیب الرحمن صاحب متع اللہ بطول بقاء و ادام فیوض برکاتہ مددگار مہتمم
دارالعلوم دیوبند سے بستان الحدیث کا ترجمہ اردو زبان میں کرانے کے لئے اپنی خواہش کو ظاہر فرمایا تو
حضرت استاذی مدظلہ نے مجھ کو اس کام کے لئے مامور فرمایا، اگرچہ میں اس اہم امر کے لائق نہ تھا؛
لیکن تعمیل ارشاد کو اپنا فخر سمجھا، اور اس خیال کو پیش نظر رکھ کر کہ حق تعالیٰ اس کتاب سے مخلوق کو نفع
پہنچائے با امداد الہی سلیس عبارت میں اس کا ترجمہ کیا، اور اس کا نام روض الریاحین رکھا۔

اب اس ترجمہ کے متعلق چند باتیں ضروری عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

(۱) اس کتاب کا ترجمہ لفظی نہیں ہے، بلکہ محاورہ اردو کے موافق کیا گیا ہے، اسی سبب
سے اردو میں متن الفاظ کی تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے۔

(۲) چونکہ دارالعلوم دیوبند کے دفتر میں صرف دو نسخے موجود تھے اور ان میں بھی اکثر
مقامات میں غلطیاں بہت تھیں، اس وجہ سے اکثر جگہ تو دوسری کتابوں سے دیکھ
بھال کر درست کیا، اور بعض جگہ میرے استاد موصوف الصدر نے قرآن سے الفاظ
کار و بدل کر کے ترجمہ کی اصلاح فرمائی۔

پھر بھی چند مواقع ایسے ہیں کہ وہ بالکل سمجھ میں نہیں آئے، اصل کتاب میں جس طرح موجود
تھے، اسی طرح ان کا ترجمہ کر دیا گیا ہے، اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔

(۳) اصل الفاظ کی رعایت و درستی محاورات کو حتی الوسع ملحوظ رکھنے میں کوتاہی نہیں کی گئی۔ اولاً میں نے خود اصل نسخہ کی کامل تصحیح کرنے میں پوری کوشش کی، اور ثانیاً بوقت طبع جو غلطیاں میرے محترم استاذ مذکور کو سرسری نظر میں محسوس ہوئیں، اس کی انہوں نے اصلاح فرمادی، بہر حال میں نے کمال جانفشانی اور دوسری اس ترجمہ میں اٹھائی ہے۔ مگر بایں ہمہ قارئین کرام سے بصد ادب یہ التماس ہے کہ وہ اگر کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اس کی اصلاح فرما کر ماجور ہوں، اور اصل نسخہ کی طرف اس کو منسوب کرنے کے ساتھ مترجم کو بری سمجھیں۔

(۴) چونکہ میں کثیر المشاغل تھا، اپنے کار مفوضہ سے جب مہلت ملتی تھی، تو اسکے ترجمہ میں مصروف ہو جاتا تھا، اس وجہ سے صرف ترجمہ ہی پر اکتفا کیا گیا ہے، مگر بعض بعض مقامات پر فائدہ کی ”ف“ بنا کر اس کے ذیل میں بقدر ضرورت لکھ دیا ہے۔

اور اس کتاب میں ایک معما تھا اس کے حل کا اضافہ بھی اپنی طرف سے کر دیا۔ اس کے علاوہ اور کسی طرح کا تغیر و تبدل نہیں کیا گیا۔

(۵) اصل کتاب میں جو لفظ مشکل یا اصطلاح محدثین و اہل فقہ کا آیا ہے ان کے معنی و تشریح کو حاشیہ پر لکھ دیا گیا ہے۔

(۶) جناب حاجی صاحب نے (جو اس کے اصل محرک ہیں) اس ترجمہ کو پسند فرمایا، اور اپنی طرف سے رفاہ عام کے لئے طبع کرایا، جو شخص اس ترجمہ سے مستفید ہو وہ اپنی دعاؤں میں حاجی صاحب اور اس ناچیز کو فراموش نہ فرمائے۔

بندہ عبد السمیع دیوبندی

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

[الحمد لله حق حمده، والصلاة والسلام الأتمان الأكملان على محمد رسول
و عبده، و على آله و أصحابه الموفین بعہدہ و من اتبعہم من العلماء الراسخین
وراث علومہ من بعدہ أما بعد]

حمد و صلوة کے بعد (یہ عرض ہے) کہ اس رسالہ کا نام بستان المحدثین ہے، چونکہ اکثر رسالوں
اور تصنیفوں میں ایسی کتابوں سے حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جن پر اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے سننے والوں کو
حیرانی پیش آتی ہے، اس وجہ سے اصل مقصود تو ان ہی کتابوں کا ذکر ہے، مگر تبعاً ان کے مصنفین کا بھی
ذکر کیا جائے گا، کیونکہ مصنف سے اس کی تصنیف کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ نیز ہمارا مقصود فقط متون کا
ذکر ہے، مگر بعض شرحوں کا بھی اس وجہ سے ذکر کیا جائے گا کہ کثرت شہرت اور کثرت نقل اور زیادتی
اعتماد کی وجہ سے اگر ان کو متون کا حکم دیا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو خطا و لغزش سے محفوظ
رکھنے کے ساتھ پھسلنے کے مقامات سے بچا کر ثابت قدم رکھے، ہم کو دنیا و آخرت میں ہر امر کی اسی سے
امید ہے اور فقط اسی پر اعتماد اور بھروسہ ہے۔

موطا امام مالک

یہ کتاب حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جو صاحب مذہب و مقتدا ہیں، اور ان کے
کمالات علمی و عملی کی شہرت کو پیش نظر رکھ کر ان کی تعریف و توصیف کرنا اگرچہ فضول امر معلوم ہوتا ہے، لیکن
تبرکاً ان حالات میں سے جواز سر تا پا کرامتوں سے پُر ہیں، کچھ تھوڑا سا اس وجہ سے لکھا جاتا ہے کہ اس
رسالہ کے لئے باعث زینت ہو۔ اسی طرح دوسری کتابوں کے مصنفین کا ذکر بھی اسی وجہ سے کیا جائے گا۔
بائیں ہمہ فن تاریخ کے جاننے والوں اور واقعات و حالات زمانہ کے لکھنے والوں پر پوشیدہ نہ رہے گا کہ جو کچھ
لکھا جاتا ہے کسی فائدہ زائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

امام صاحب کا مبارک نسب یہ ہے: مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو (عین کے زبر

کے ساتھ) بن الحارث بن عثمان (غین معجمہ کا زبر اُس کے بعد یاء تحتانی ساکنہ) بن خلیل (خاء معجمہ مضمومہ اور ثاء مثلثہ مفتوحہ بصیغہ تصغیر)، [كذا ضبطه الحافظ ابن حجر في الاصابة في ذكر أبي عامر بن عمرو] چنانچہ اصحابہ میں حافظ ابن حجر نے ابی عامر بن عمرو کے ذکر میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔^(۱) ذہبی^(۲) بھی تجرید الصحابہ میں ابو عامر کا ذکر لائے ہیں اور کہا ہے کہ [لم أر من ذكره و قد كان في زمن النبي صلى الله عليه و سلم و لابنه مالك رواية عن عثمان و غيره من الصحابة] میں نے صحابہ میں ان کا ذکر نہیں پایا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ضرور تھے، ان کے بیٹے مالک نے عثمانؓ اور دوسرے صحابہ سے روایت کی ہے،^(۳) شیخ محمد بن ابراہیم بن خلیل نے شرح مختصر خلیل میں جو فقہ مالکی کا مشہور رسالہ ہے، اور دیار مغرب میں رائج اور بہت کارآمد ہے، ایسا ہی بیان کیا ہے۔ [و أما ابو عامر فهو جد أبي مالك صحابي شهد المغازي كلها مع رسول الله صلى الله عليه و سلم خلا بديراً انتهى ملخصاً من الديباج المذهب لابن فرحون]

لیکن ☆ ابو عامر ابو مالک ☆ کے دادا اور صحابی ہیں سوائے بدر کے اور سب مغازی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر ہوئے ہیں۔

(۱) الاصابة في تمييز الصحابة ۴/ ۱۴۴

(۲) ذہبی: شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز، ترکمانی، ذہبی، ولادت ۶۷۳ھ [۷۵-۱۲۷۳ء] میں اور وفات ۷۲۸ھ [۱۳۳۸ء] میں ہوئی، اٹھارہ سال کی عمر سے حدیث کا علم حاصل کرنے لگے تھے، انہوں نے مختلف ممالک کا سفر کیا اور وقت کے نامور علماء سے کسب فیض کیا۔ ان کی کئی تصانیف ہیں، جن میں سے سیر اعلیاء النبلاء، تاریخ الإسلام، تذهیب التهذیب، میزان الاعتدال، المغنی، التجرید فی أسماء الصحابة اور تذکرة الحفاظ وغیرہ بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں۔ انہیں جرح و تعدیل اور نقد میں کمال حاصل تھا۔ تاج الدین سبکی نے انہیں جرح و تعدیل کا امام کہا ہے۔ الدرر الكامنه ۳/ ۳۳۶-۳۸ شذرات الذهب ۶/ ۱۵۶ [۵۷/۶-۱۵۳، دار الفکر بیروت: ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۴ء نور] مقدمہ سیر اعلام النبلاء۔ مقدمہ میزان الاعتدال۔

(۳) تجرید أسماء الصحابة ۱۸۱/۲ بعض لوگوں نے ابو عامر کو صحابہ میں شمار کیا ہے، جس طرح کہ خود مولف نے شرح مختصر خلیل سے نقل کیا ہے، ابن فرحون نے الديباج المذهب میں لکھا ہے کہ قاضی ابوبکر بن علاء قشیری ابو عامر کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ سوائے غزوہ بدر کے تمام غزوات میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے۔ ص: ۱۷

☆ امام مالک کے والد۔

☆ یہاں ترجمہ میں غلطی ہوئی ہے، لیکن کے بعد کی عبارت عربی عبارت کا ترجمہ ہے، اصل عربی میں لیکن کا مفہوم موجود نہیں، ترجمہ اس طرح ہونا چاہئے: ”شیخ محمد بن ابراہیم نے شرح مختصر خلیل میں..... اس طرح بیان کیا ہے، ابو عامر.....“

یہ عبارت الدیبا ج المذہب^(۱) سے جو ابن فرحون^(۲) کی تصنیف ہے بطور خلاصہ کے نقل کی گئی ہے، واللہ اعلم۔

ختیل کو جو امام مالک کے جد اعلیٰ ہیں دارقطنی نے خاء معجمہ کے بدلے جیم مضموم کے ساتھ ضبط کیا ہے^(۳) اور ابن خثیل عمرو بن الحارث کے بیٹے ہیں، اور حارث ذی اصبح کے ساتھ مشہور ہیں،^(۴) اسی وجہ سے امام مالک کو اصحی کہتے ہیں۔^(۵)

امام مالک ۹۳ھ [۱۲۷-۱۱۷ء] میں پیدا ہوئے^(۶) چنانچہ یحییٰ بن بکیر نے جو امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں یہی بیان کیا ہے۔^(۷) امام مالک "شکم مادر میں معمول سے زیادہ رہے، اس مدت کو بعض نے دو سال بیان کیا ہے اور بعض نے تین سال کہا ہے۔^(۸) آپ کی وفات ۱۷۹ھ [۹۵ء] میں ہوئی ہے۔^(۹) آپ کی پیدائش اور انتقال کی تاریخ کو ایک بزرگ نے اس قطعہ میں نظم کیا ہے اور اسی سے ان کی عمر کی مدت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

قطعہ

فَخْرُ الْأَيْمَةِ مَالِكُ نِعْمَ الْإِمَامُ السَّالِكُ
مَوْلَاهُ نَجْمٌ هُدَى وَقَاتُهُ فَازَ مَالِكُ

(۱) الدیبا ج المذہب فی علماء المذہب ص: ۱۷. [ص: ۵۷، تحقیق: مامون بن محی الدین الجنان

دارالکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۱۷ھ. ۱۹۹۶ء، نور] کشف الظنون [ع]

(۲) ابن فرحون: ابراہیم بن علی بن محمد بن ابوالقاسم بن محمد بن فرحون یعمری ولادت مدینہ میں ہوئی، اور وہیں پروان چڑھے، ۹۲ھ

[۱۳۹۰ء] میں مصر و شام کا سفر کیا۔ آپ نے ۹۳ھ [۹۱-۱۳۹۰ء] میں مدینہ کے قضاء کا عہدہ سنبھالا، اخیر عمر میں فالج کی وجہ سے

ان کے جسم کا بائیں حصہ مفلوج ہو گیا تھا۔ ۹۹ھ [۹۷-۱۳۹۲ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ "الدیبا ج المذہب فی تراجم أعیان

المذہب المالکی" اور "تبصرة الاحکام فی اصول الأفضیة و مناهج الأحکام" ان کی تصنیفات ہیں۔ مالکیہ کے

کبار شیوخ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ دیکھئے: الدرر الكامنه ۱/۴۸۔ نیل الابتهاج علی هامش الدیبا ج ص: ۳۰-۳۲.

(۳) المدارك ۱/۱۱۸. [ص: ۱۰۳/۱، تحقیق: ڈاکٹر احمد بکیر محمود، عکس طبع: دارمکتبة

الحیاء بیروت. نور] سیر اعلام النبلاء ۸/۷۱. [مطبوعہ مؤسسة الرسالہ

بیروت: ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء، نور]

(۴) الدیبا ج المذہب ص: ۱۷. [ص: ۵۶، نور] (۵) سیر اعلام النبلاء ۸/۴۹.

(۶) بعض نے سن ولادت ۹۵ھ لکھا ہے۔ [ع] (۷) ترتیب المدارك ۱/۱۱۸. [۱/۱۱۰، نور]

(۸) ترتیب المدارك ۱/۱۲۰. [۱/۱۱۱، نور] (۹) ترتیب المدارك ۱/۱۲۹. [۱/۱۱۱، نور]

امام مالک خدا کے راستہ کے چلنے والے بہت اچھے امام اور دینی پیشواؤں کے لئے باعث فخر ہیں۔

ان کی ولادت کا سال ”نجم“ کے اعداد سے اور سن رحلت ”فاز مالک“ کے اعداد سے نکلتا ہے۔

امام مالک کا حلیہ اور لباس

دراز قد، موٹا بدن، سفید رنگ مائل بہ زردی، کشادہ چشم، خوبصورت ناک بلند رکھتے تھے۔ ان کی پیشانی میں سر کے بال کمی کے ساتھ تھے۔ ایسے شخص کو عربی میں اصلع کہتے ہیں۔ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی اصلع تھے۔ ڈاڑھی گنجان اور اس قدر لمبی تھی کہ سینہ تک پہنچتی تھی۔ اور مونچھوں کے ان بالوں کو جو لبوں کے کنارے پر ہوتے تھے کترواتے تھے، اور منڈوانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مونچھ کا منڈوانا مشلہ میں داخل ہے۔ اور مونچھ بھی آپ کی وافر تھی، اور اس میں جناب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے تھے، چنانچہ منقول ہے کہ ”إنه رضي الله عنه كان يفتل سبلته إذا أهّمه امر“ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کوئی امر عظیم پیش آتا تھا تو اپنی مونچھ کو پیچ دیا کرتے تھے۔^(۱)

واقدی^(۲) نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کی ۹۰ سال کی عمر ہوئی ہے لیکن آپ نے ڈاڑھی کا کبھی خضاب نہیں کیا، اور نہ کبھی حمام میں تشریف لے گئے۔^(۳) امام مالک خوش پوشاک، عدن کے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ عدن ملک یمن کا ایک شہر ہے اور وہاں کے کپڑے نہایت نفیس اور بیش قیمت ہوتے ہیں۔

(۱) ترتيب المدارك ۱/۱۲۱، [نور]

(۲) واقدي: ابو عبد الله محمد بن عمر بن واقد، ولاء کے اعتبار سے اسلمی تھے، ۱۲۰ھ [۷۳۸ء] کے بعد پیدا ہوئے، مغازی، اور سیر کے امام تھے۔ ان کی وفات ۲۰۰ھ [۸۲۲ء] میں اٹھتر سال کی عمر میں ہوئی۔ صحیح غلط، ثقہ اور غیر ثقہ سے روایت کرنے کی وجہ سے ان کی احادیث کو قبول نہیں کیا گیا ہے، لیکن مغازی میں ان سے استغناء نہیں برتا جاسکتا۔ بغداد میں قاضی بھی رہے ہیں۔ ان کے اساتذہ میں مالک، ابن ابو ذئب، اوزاعی، اور فلیح بن سلیمان وغیرہ ہیں۔ دیکھئے: سير اعلام النبلاء ۹/۴۷۱-۴۵۴ [۶۹/۹-۴۵۳، نور] میزان الاعتدال ۳/۶۶۲۔ تذكرة الحفاظ ۱/۳۱۹ [۱۸/۱-۳۱۷، مطبوعہ (ثانیا) دائرة المعارف حیدرآباد ۱۳۳۳ھ، نور] تاریخ بغداد ۳/۳-۲۱۔ وفيات الاعيان ۱/۵۰۶ [۳۹۵/۲، محقق نسخہ مطبوعہ دارالافتاء ریاض۔ نور] تهذيب التهذيب ۹/۳۶۳ [۶۸/۹-۳۶۳، مطبوعہ دائرة المعارف نظامیہ حیدرآباد، نور]

(۳) الديباج المذهب ص: ۲۹ [۶۰، نور]

علاوہ ازیں خراسان اور مصر کے اعلیٰ قسم کے کپڑے بھی پہنتے تھے، آپ کا لباس اکثر سفید ہوتا تھا، اور اکثر اوقات عطر لگایا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ نے ثروت یعنی مال و دولت عطا کیا ہو اور اس کا اثر اس پر ظاہر نہ ہو تو میں ایسے شخص کو اپنا دوست رکھنا پسند نہیں کرتا ہوں،^(۱) کیونکہ اس نے حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو چھپا کر کفرانِ نعمت کیا ہے۔

کاتبِ حروف کہتا ہے کہ سلفِ صالحین عمدہ اور خراب کپڑے پہننے میں اچھی نیت رکھتے تھے، جو شخص نفیس کپڑے پہنتا تھا اور نفاست کو دوست رکھتا تھا اس میں اُس کی یہ نیت ہوتی تھی کہ اچھی پوشاک استعمال کر کے خدا کی نعمتوں کو ظاہر کرنے کی کوشش کرے، اور جو شخص موٹے کپڑوں کا استعمال کرتا تھا اس میں تواضع اور عجز و انکساری کی نیت ہوتی تھی شہرت کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس واسطے دونوں حق بجانب ہیں اور ہر ایک کو اس کی نیت کے موافق حصہ ملے گا۔

وَلِلنَّاسِ فِيمَا يُعْشَقُونَ مَذَاهِبٌ

(اور محبت کی راہ میں ہر عاشق کا مسلک جدا گانہ ہے)

اشہب^(۲) جو امام مالک کے شاگردِ رشید ہیں کہتے ہیں کہ جس وقت امام صاحبِ ممدوحِ عمامہ باندھتے تھے تو اس کا ایک پلہ ٹھوڑی کے نیچے کر کے سر پر باندھتے تھے، اور اس کی ایک جانب کو (جس کو اس ملک کے رواج کے مطابق شملہ اور اہل عرب عذبہ کہتے ہیں) دونوں شانوں کے درمیان ڈالتے تھے۔^(۳)

(۱) ترتیب المدارك ۱/۱۲۳- [۱۱۳/۱، نور]

(۲) اشہب: اشہب بن عبدالعزیز بن داؤد بن ابراہیم قیسی، عامری۔ ۱۴۰ھ [۵۸-۵۷۷ء] میں پیدا ہوئے، دوسرا قول ۱۵۰ھ [۶۷۷ء] کا ہے، امام مالک، لیث، فضیل بن عیاض اور دیگر اہل علم سے انہوں نے روایت کی ہے۔ مسلک مالکی تھے۔ آپ سے حارث بن مسکین، عبدالملک بن حبیب اور حنون بن سعید نے روایت کی ہے۔ امام شافعی نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ ۲۰۴ھ [۸۲۰ء] میں امام شافعی کی وفات کے اٹھارہ دن بعد مصر میں وفات پائی۔

دیکھئے: الدیاج المذہب ص: ۹۸-۹۹۔ [۱۶۲، نور] سیر أعلام النبلاء ۹/۵۰-۳۵۔ [۵۰۳/۹-۵۰۰، نور] ترتیب المدارك ۲/۴۴۷۔ تہذیب التہذیب ۱/۳۵۹۔ شذرات الذہب ۲/۱۲۔ الجرح والتعدیل ۲/۴۳۲۔ وفيات الاعیان ۱/۲۳۸۔ [۱۲۷/۱، نور]

(۳) ترتیب المدارك ۱/۱۲۳- [۱۱۳/۱، نور] سیر أعلام النبلاء ۸/۷۰۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۸۸۔ [۱۹۳/۱، نور] الدیاج المذہب ص: ۱۹۔ [۶۱، نور]

عذر (مجبوری) اور بیماری کے سوا سرمہ لگانے کو مکروہ خیال فرماتے تھے۔ آپ جب کبھی کسی ضرورت سے سرمہ لگاتے تھے تو باہر تشریف نہ لاتے تھے بلکہ گھر ہی میں بیٹھے رہتے تھے۔^(۱) امام صاحب کی انگشتی چاندی کی تھی اس میں سیاہ رنگ کا نگینہ جڑا ہوا تھا، اور ”حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“ اُس پر کندہ تھا، مطرف^(۲) نے جو امام صاحب ممدوح کے شاگردوں میں سے ہیں انگشتی پر اس آیت کو کندہ کرانے کا سبب دریافت کیا، تو یہ فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ حق تعالیٰ کلام مجید میں مؤمنین کے حق میں فرماتا ہے ”قَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“^(۳) پس اس وجہ سے میرا دل چاہتا ہے کہ آیت کا مضمون میرا نصب العین رہے، اور ہر وقت میرے پیش نظر رہ کر میرے دل پر یہ نقش ہو جائے۔^(۴) امام صاحب کے دروازہ پر یہ کلمہ لکھا ہوا تھا، ”مَا شَاءَ اللَّهُ“ اس کا سبب بھی کسی سائل نے دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتِكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ“^(۵) اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ اپنے باغ میں داخل ہوتے ہوئے ما شاء اللہ کہتا، اور میری جنت میرا مکان ہے، پس یہ چاہتا ہوں کہ جب گھر میں آؤں تو یہ کلمہ مجھ کو یاد آ کر میری زبان پر جاری ہو جائے۔^(۶) مدینہ منورہ میں جس مکان میں رہتے تھے وہ مکان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تھا جو جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ مسجد نبوی میں امام کی نشست اس جگہ ہوتی تھی جہاں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھتے تھے۔^(۷) امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے تمام عمر

(۱) ترتیب المدارك، ۱/۱۲۳- [۱/۱۱۴، نور]

(۲) مطرف: ابو مصعب مطرف بن عبداللہ بن مطرف یساری، مدنی... آپ امام مالک کے بھانجے تھے، امام مالک سے علم حدیث حاصل کیا اور سترہ سال تک انہی کی صحبت میں رہے۔ امام بخاری نے صحیح میں اور ابو حاتم و ابو زرعہ وغیرہ نے بھی ان سے روایت کیا ہے۔ مسلک مالکی تھے۔ مدینہ میں ۲۲۰ھ [۸۳۵ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ ۸۰ سال سے زائد عمر پائی، بالذیاج المذہب ص: ۳۴۶- [۲۲۳، نور] تقریب التهذیب ص: ۲۴۷- [محقق نسخہ، شیخ محمد عوامہ، ص: ۵۳۳، نور]

(۳) سورہ آل عمران: ۱۷۳-

(۴) ترتیب المدارك ۱/۱۲۳- [۱/۱۱۴، نور] التمهید ۱/۹۲۔ تمہید میں یہ بات تھوڑے فرق کے ساتھ ہے۔

(۵) سورہ کہف: ۳۹-

(۶) ترتیب المدارك ۱/۱۳۰- [۱/۱۱۵، نور]

(۷) ترتیب المدارك ۱/۱۲۴- [۱/۱۱۵، نور]

میں کبھی کسی بے وقوف یا کوتاہ عقل والے کے ساتھ ہم نشینی نہیں کی۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے تھے کہ یہ ایک ایسی بڑی بات ہے کہ جو سوائے امام مالک کے اور کسی کو میسر نہیں ہوئی، علماء کے زمرہ میں اس سے بہتر اور کوئی فضیلت نہیں ہوتی۔^(۱) اس لئے کہ بیوقوفوں کی صحبت نور علم کو تار یک کر دیتی ہے، اور تحقیق کی بلند چوٹی سے گرا کر تقلید کی پستی میں ڈال دیتی ہے، جس کی وجہ سے علم کی نفاست میں ایک گونہ خرابی اور نقصان آجاتا ہے۔ چونکہ امام صاحب کھانا پینا خلوت میں رکھتے تھے، اس وجہ سے کسی شخص نے آپ کو کھاتے پیتے نہیں دیکھا۔^(۲) امام صاحب باوجود وقار اور خودداری کے اپنے اہل و عیال اور نوکر چاکر کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے تھے، اور اس معاملہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش (سنت) کی پیروی فرماتے تھے۔

علم طلب کرنے کی حرص اور خواہش بہت تھی، زمانہ طالب علمی میں آپ کے پاس ظاہری سرمایہ کچھ زیادہ نہ تھا، مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے کتب وغیرہ کے صرف میں خرچ فرمایا کرتے تھے، اس کے بعد دولت کا دروازہ اُن پر کھل گیا،^(۳) اور کثرت سے بڑی بڑی فتوحات شروع ہو گئیں۔ آپ کا حافظہ بہت اعلیٰ درجہ کا تھا، یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ کر لیا اس کو پھر کبھی بھولا نہیں۔^(۴) سترہ سال کی عمر میں آپ نے مجلس افادہ تعلیم کی ابتدا فرمائی تھی۔^(۵) لوگ یہ نقل کرتے ہیں کہ اسی زمانہ میں مدینہ کی ایک نیک بی بی کی وفات ہوئی جب غسل دینے والی عورت نے اس کو غسل دیا تو اس نیک بخت مردہ عورت کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہا کہ یہ فرج کس قدر زنا کار تھی، فوراً اس کا ہاتھ فرج پر ایسا چسپاں ہوا کہ اس کے جدا کرنے کی سب نے کوشش و تدبیر کی مگر فرج سے اس کا ہاتھ جدا نہ ہوا، انجام کار اس مشکل کو علماء اور فقہاء کی خدمت میں پیش کر کے اس کا علاج اور تدبیر دریافت کی، سب کے سب اُس

(۱) ترتیب المدارك ۱/۱۲۷ - [۱/۱۱۷، نور]

(۲) ترتیب المدارك ۱/۱۲۸ - [۱/۱۱۷، نور]

(۳) ترتیب المدارك ۱/۱۳۱ - [۱/۱۱۹، نور]

(۴) ترتیب المدارك ۱/۱۳۵ - [۱/۱۲۲، نور]

(۵) ترتیب المدارك ۱/۱۴۰ - [۱/۱۲۵، نور]

سے عاجز ہوئے لیکن امام صاحب نے اس راز کی حقیقت کو اپنے ذہن رسا اور کامل فہم سے دریافت کر کے یہ فرمایا کہ اس غسل دینے والی کو حد قذف (یعنی وہ سزا جو شریعت نے زنا کی تہمت لگانے والے کے لئے مقرر فرمائی ہے) لگائی جائے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق جب اُس کے اسی دڑے لگائے تو ہاتھ فرج سے فوراً جدا ہو گیا۔^(۱) سب کے دلوں میں امام صاحب کی امامت و ریاست اُسی دن سے راسخ طور سے جا گزریں ہو گئی، امام صاحب نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔^(۲)

دارقطنی جو محدثین میں بڑے پایہ کے ہیں یہ فرماتے ہیں جو اتفاق امام مالک کو پیش آیا ہے ایسا کسی کو نصیب نہیں ہوا، امام مالک سے دو شخصوں نے ایک حدیث کو روایت کیا ہے اور دونوں شخصوں کی وفات کے درمیان ۱۳۰ سال کی مدت ہے، ایک ان میں سے محمد بن مسلم بن شہاب زہری^(۳) ہیں جو امام مالک کے استاد بھی ہیں، انہوں نے فریجہ بنت مالک بن سنان کی حدیث کو جو معتدہ کے سکنی کے بارے میں ہے، امام مالک سے روایت کیا ہے، اور زہری کی وفات ۱۲۵ھ [۲۳-۴۲ء] میں ہوئی ہے۔^(۴) دوسرے ابو حذافہ سہمی ہیں، جو امام مالک کے شاگرد اور راوی نسخہ موطا ہیں، انہوں نے بھی اُسی حدیث کو امام مالک

(۱) انوار المسالك ص: ۳۴۴، انہوں نے یہ واقعہ التجريد الصريح کی شرح، علامہ شرقاوی کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ ص: ۳۲۳۔

(۲) ترتيب المدارك ۱/۱۳۷- [۱۲۲/۱، نور] فارسی کے نسخے میں ہزار حدیثیں ہیں شاید یہ کاتب کی غلطی ہے۔

(۳) زہری: ابو بکر محمد بن مسلم بن شہاب قرشی زہری، ان کی ولادت ۵۵ھ میں ہوئی۔ ابن عمر، انس بن مالک، سعید بن مسیب، بہل بن سعد، محمد بن ربیع وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ ان کے شاگردوں میں اوزاعی، لیث، مالک، سفیان بن عیینہ، قلیح بن سلیمان جیسے کبار محدثین ہیں۔ ان کی وفات رمضان المبارک ۱۲۳ھ [۳۲-۴۱ء] میں ہوئی۔ امام مالک فرماتے تھے کہ زہری عدیم النظر ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں سنت کا سب سے بڑا عالم قرار دیا ہے۔ انہوں نے اسی دنوں میں قرآن کریم حفظ کیا تھا۔

تذكرة الحفاظ ۱/۹۶-۱۰۰- [۱۰۶/۱-۱۰۲، نور] سير اعلام النبلاء ۵/۳۲۶-۵۰- الجرح

والتعديل ۸/۷۱- حلية الاولياء ۳/۳۶- [۸۱/۳-۳۶۰، نور] وفيات الاعيان ۴/۷۹-۱۷۷- [۳۱۸/۲، نور]

تهذيب التهذيب ۹/۴۴۵- [۵۱/۹-۴۳۵، نور] شذرات الذهب ۱/۱۶۲-

(۴) ذہبی کے بقول ان کی وفات ۱۲۳ھ [۳۳-۴۲ء] میں ہوئی۔

سے روایت کیا ہے،^(۱) اور ابو حذافہ کی وفات کچھ اوپر ۲۵۰ھ [۸۶۵ء] میں ہوئی ہے۔

کاتب الحروف کہتا ہے، زہری کا امام مالک سے روایت کرنا ”روایۃ الاکابر عن الاصاغر“ میں داخل ہے، یعنی بڑوں کا چھوٹوں سے روایت کرنا ندرت[☆] سے خالی نہیں ہے۔ اس باب میں محدثین کی بہت سی کتابیں ہیں اور ایک شیخ سے دوراویوں کی وفات میں اس قدر تفاوت بھی ندرت سے خالی نہیں، محدثین کی اصطلاح میں اس کو سابق و لاحق کہتے ہیں۔ شیخ ابن حجر نے نخبہ کی شرح میں لکھا ہے کہ [اکثر] ”ما وقفنا علیہ فی ذلك التفاوت مائة وخمسون سنة“ یعنی زیادہ سے زیادہ تفاوت کی مثالیں ایک سو پچاس سال کی ہم کو ملی ہیں،^(۲) انہوں نے اس کو بھی رولۃ الاکابر عن الاصاغر میں داخل کیا ہے[☆]، اور چند مثالیں بھی لکھی ہیں۔ روایت اکابر از اصاغر میں اس قدر تفاوت اکثر ہو جاتا ہے۔

امام صاحب کی مجلس ایسی ہیبت اور وقار کی ہوتی تھی کہ اس میں شور و شغب ہونا تو درکنار کسی شخص کو

(۱) شرح الزرقانی ۵/۱. [دار الحدیث قاہرہ کا مطبوعہ نسخہ تحقیق شدہ، محمد فواد عبدالباقی، ۱/۱۱۱ نور] فریغہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھی، وہ کہتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے مائیکے بنو خدرہ میں جانے کی اجازت طلب کرنے گئی، ان کے شوہر چند بھگورے غلاموں کی تلاش میں نکلے تھے، جب وہ طرف القدرم پہنچے تو ان غلاموں نے ان کو قتل کر دیا۔ کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گھر جانے کی اجازت مانگی اس لئے کہ میرے شوہر کی ملکیت میں نہ ہی کوئی گھر تھا اور نہ ہی نفقہ کا خرچ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دی، جب میں وہاں سے لوٹی اور گھر آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور دوبارہ تفصیل پوچھی تو میں نے پیش آمدہ مسئلہ ان کو دوبارہ بتایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدت ختم ہونے تک اسی گھر میں رہو، وہ کہتی ہیں کہ میں نے چار ماہ دس دن کی عدت اسی گھر میں گزاری، فریغہ کہتی ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان کے زمانے میں امیر المؤمنین نے مجھے بلوایا اور اس قصے کے بارے میں دریافت کیا میں نے ان کو با تفصیل قصہ بتا دیا، انہوں نے بھی اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ ”موطأ بروایۃ یحییٰ بن یحییٰ، کتاب الطلاق، مقام المتوفی عنہا زوجہا فی بیتہا حتی تحل“

(۲) شرح نخبۃ الفکر ص: ۹۲ [نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر مع هامشہ القول المبتکر لتلمیذ ابن حجر قاسم بن قطلوبغا ۶۷-۱۶۵، نور]

☆ فارسی عبارت کے مطابق ”جو ندرت سے خالی نہیں“ ہونا چاہئے۔

☆ اردو ترجمہ میں کچھ غلطی ہوئی ہے، یوں ہونا چاہئے کہ انہوں نے کتاب موطاء کو امام مالک سے چودہ دفعہ سنا ہے۔ فارسی کی عبارت یہ ہے: ”وازشاگردان امام مالک یحییٰ بن بکیر را کہ یکے از اصحاب موطاء است اتفاق افتادہ است کہ چہارودہ بار کتاب موطار از امام مالک بقراءۃ الشان شنیدہ“۔

آواز بلند کر کے گفتگو کرنے کی مجال اور طاقت نہ ہوتی تھی۔^(۱)

استاد سے حدیث کی سند حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں، اول یہ کہ استاد پڑھے اور شاگرد سنتا رہے، دوسرا یہ کہ شاگرد پڑھے استاد اس کو سنتا رہے، امام مالک کے یہاں یہی دوسرا طریقہ مروج تھا، اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ اہل عراق نے قرأت علی الشیخ کے طریق کو ترک کر دیا تھا، اور حدیث حاصل کرنے کے طریق کو پہلی صورت میں منحصر خیال کرتے تھے، اور شیخ ہی سے سماع کو طلب کرتے تھے۔ امام صاحب اور نیز دوسرے مدینہ و حجاز کے عالموں نے اس وہم کو دفع کرنے کی غرض سے اسی طریق کو اختیار فرمایا تھا، ورنہ قدیم محدثین کے یہاں بھی یہی طریق مروج تھا، کہ شیخ اپنے شاگردوں کو خود پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔^(۲) اسی طریق کو محدثین کی اصطلاح میں قراءۃ الشیخ علی التلمیذ کہتے ہیں۔ یحییٰ بن بکیر نے جو امام صاحب کے منجملہ شاگردوں کے ایک شاگرد ہیں اور اصحاب موطا میں سے ایک یہ بھی ہیں، چودہ دفعہ کتاب موطا کو امام مالک نے ان کی قرأت سے سنا ہے۔^(۳) ابن حبیب^(۴) جو امام مالک کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت ادب فرماتے تھے، اور کمال ادب کی وجہ سے اس قدر احتیاط تھی کہ بوقت افادۃ حدیث اس مجلس میں کبھی زانو کو بھی نہ بدلتے تھے بلکہ جس ہیئت اور حالت کے ساتھ اول بیٹھتے تھے آخر تک وہی ایک حالت رہتی تھی۔^(۵) تمام عمر مدینہ کے حرم میں آپ نے قضاء حاجت نہیں کی بلکہ ہمیشہ حرم سے باہر تشریف لے جاتے تھے، البتہ حالت مرض میں مجبوری کی وجہ سے معذور تھے، جب حدیث شریف سنانے کے لئے بیٹھتے تھے تو آپ کے

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۹۰، [۱/۹۷-۹۶، نور] ترتیب المدارک ۲/۱۳، [۱/۱۵۳، نور]

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تدریب الراوی ص: ۲۴۲، [۲/۱۲، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی تحقیق: نظر محمد فاریابی، مکتبۃ الکوثر ریاض: ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴ء، نور] فتح المغیث: ۱۷۵ [۲/۲۵، تحقیق: مجدی فتحی سید، مصطفیٰ شتات مکتبہ توفیقیہ قاہرہ، نور]۔ ان دونوں کے علاوہ اصول حدیث کی کتابوں میں، القراءۃ علی الشیخ کی بحثوں کو دیکھئے۔

(۳) ترتیب المدارک ۲/۱۴

(۴) ابن حبیب: ابراہیم بن حبیب ان کا نام ہے، قاسم بن اصغ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ امام مالک کے تلامذہ میں سے ہیں۔

الدیاج المذہب ص: ۸۳، [۱۴۰، نور]

(۵) ترتیب المدارک ۲/۱۴، [۱/۱۵۳، نور]

☆ فارسی عبارت کے مطابق اس کا ترجمہ اس طرح ہونا چاہئے ”اور اس کے بعد اس کی چند مثالیں بھی ذکر کی ہیں۔“

لئے ایک چوکی بچھائی جاتی تھی اور آپ عمدہ کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر حجرہ سے باہر نہایت عجز و انکساری کے ساتھ آ کر اس پر بیٹھ کر سنتے تھے، اور جب تک اس مجلس میں حدیث کا ذکر نہ ہوتا تھا مجرم یعنی انگیٹھی میں عود اور لوبان ڈالتے رہتے تھے۔^(۱)

عبداللہ بن المبارک جو امام مالک کے شاگرد ہیں اور حدیث، فقہ و تفسیر اور قرأت کے بڑے امام ہیں اور علماء کے طبقہ میں ایسے مشہور ہیں کہ ان کی شہرت، تعریف و توصیف سے بالکل مستغنی کرتی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ روایت حدیث فرما رہے تھے، ایک بچھونے نیش زنی شروع کی تو شاید دس مرتبہ آپ کے کان اس تکلیف کی وجہ سے امام صاحب کا چہرہ کچھ متغیر ہو کر مائل بہ زروی ہو جاتا تھا، مگر امام صاحب نے حدیث کو قطع نہیں فرمایا اور نہ کچھ لغزش آپ کے کلام میں ظاہر ہوئی۔ جب مجلس حدیث ختم ہوئی اور سب آدمی چلے گئے تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ آج آپ کے چہرہ پر کچھ تغیر محسوس ہوتا تھا، امام صاحب نے فرمایا بے شک تمہارا خیال صحیح ہے، اور پھر تمام واقعہ ان سے بیان کر کے فرمایا کہ میرا اس قدر صبر کرنا اپنی طاقت و شکیبائی کی بنا پر نہ تھا، بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔^(۲)

سفیان ثوری^(۳) جن کی شہرت تعریف و توصیف سے ان کو مستغنی کرتی ہے، ایک روز امام مالک کی

(۱) ترتیب المدارك ۱/۱۴۰ [۱۵۳/۱، نور] فتح المغیث ص: ۶۰۳ [۲۵۲/۲، نور]

(۲) ابن فرحون نے اس واقعہ کو کچھ فرق کے ساتھ ذکر کیا ہے، جس میں ڈسنے کی تعداد سولہ مرتبہ ذکر کی ہے۔ السدیج المذہب ص: ۲۳ [۶۸-۶۹، نور]

(۳) سفیان ثوری: ابو عبد اللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری، کوفی۔ ان کی پیدائش ۹۷ھ [۱۶-۱۵ء] میں ہوئی۔ اسماعیل بن کثیر، ایوب سختیانی، خالد حذاء، عمرو بن دینار اور ابوالزناد وغیرہ سے انہوں نے روایت کی ہے، ان کے اساتذہ کی تعداد تقریباً چھ سو ہے۔ ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں ابن مبارک، وکیع بن الجراح، یحییٰ بن سعید قطان، عبد الرحمن بن مہدی اور ابوداؤد طیالسی جیسے کبار محدثین ہیں۔ شعبہ اور یحییٰ بن معین نے سفیان ثوری کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ سفیان ثوری معرفت حدیث، فقہ و فتاویٰ اور حفظ و اتقان میں امام تھے۔ دنیا سے بے رغبتی اور زہدان کی خاص صفت تھی۔ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتے تھے۔ ۱۶۱ھ [۷۸-۷۷ء] میں ان کی وفات ہوئی، ۶۴ سال کی عمر پائی۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۸۷-۱۸۳ [۹۳/۱-۹۰، نور] سیر اعلام النبلاء ۷/۷۹-۲۲۹۔ الجرح والتعلیل ۱/۵۵-۱۲۶۔ حلیۃ الاولیاء ۶/۴۰۷-۳۵۶ [۳۶۰/۶، الخ، ۳-۱۳۳، نور] تاریخ بغداد ۹/۷۴-۱۵۱۔ وفيات الاعیان ۲/۳۸۶-۳۹۰ [۲۶/۲-۲۷، نور] تہذیب التہذیب ۴/۱۵-۱۱۱۔ شذرات الذهب ۱/۵۱-۲۵۰۔

مجلس میں تشریف لائے تو مجلس کی عظمت و جلال اور اس کی شان و شوکت کے ساتھ انوار کی کثرت اور برکتوں کو دیکھ کر امام صاحب کی مدح میں یہ قطعہ نظم فرمایا۔

يَأبَى الْجَوَابِ فَلَا يُرَاجَعُ [☆] هَيْبَةٌ وَالسَّائِلُونَ [☆] نَوَاسِ الْأَذْقَانِ

(اگر امام مالکؒ) جواب دینا چھوڑ دیں تو سب سائل اپنا سر نیچا کئے بیٹھے رہیں، اور آپ کی ہیبت سے دوبارہ نہ پوچھ سکیں۔

ادب الوقار وعز السلطان التقى فهو المطاع [☆] وليس ذا سلطان ^(۱)

وقار آپ کا ادب کرنا تھا، اور آپ پر ہیزگاری کی بادشاہت پر عزت کے ساتھ متمکن تھے، (عجیب بات یہ تھی کہ) آپ کی اطاعت کی جاتی تھی حالانکہ آپ بادشاہ نہ تھے۔

بشرحانی ^(۲) جو ایک مشہور صوفی اور باخدا آدمی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی نعمتوں اور بیعتوں میں سے کسی

شخص کا حد ثنا مالک کہنا بھی ایک بڑی نعمت ہے، ^(۳) یعنی امام مالک کی شان و شوکت اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ شاگرد اس کو دنیاوی مفاخر سے شمار کرتا ہے، حالانکہ وہ آخرت کا وسیلہ اور امور دین کا ذریعہ ہے۔ امام صاحب اکثر اس شعر کو پڑھا کرتے تھے۔

(۱) ترتیب المدارك ۲/۳۴ [۱/۱۶۷، نور]۔ التمهيد ۱/۸۴۔ علامہ ذہبی نے ان دو اشعار کی نسبت مصعب بن عبد اللہ کی طرف کی ہے۔ سير أعلام النبلاء ۸/۱۱۳۔

(۲) بشرحانی: ابونصر بشر بن حارث بن عبدالرحمن بن عطاء مروزی۔ حانی کے نام سے مشہور ہیں، بڑے متقی اور بزرگ تھے۔ اصلاً مرو کے باشندے تھے، لیکن بغداد کو اپنا مسکن بنایا تھا۔ ان کی ولادت ۱۵۲ھ [۶۹ء] میں ہوئی اور وفات ربیع الآخر ۲۲۶ھ [۸۴۲ء] میں، امام مالک، شریک، حماد بن زید، فضیل بن عیاض اور عبداللہ بن مبارک وغیرہ ان کے اساتذہ ہیں۔ اور ان کے شاگردوں میں احمد الدروقی اور سری سقطی اور کئی ممتاز محدثین ہیں۔

سير أعلام النبلاء ۱۰/۷۷-۷۹-۸۰۔ الجرح والتعديل ۱/۳۵۶-۳۵۷ [۲/۳۵۶، نور]۔ حلیۃ الاولیاء ۸/۶۰-۳۳۶۔ تاریخ بغداد ۷/۶۷-۸۰ [۶۷-۸۰، نور]۔ وفيات الاعیان ۱/۷۷-۲۷۲-۲۷۳ [۱/۱۳۵-۱۳۴، نور]۔ تہذیب التہذیب ۱/۴۴۴-۴۴۵ [۱/۳۴۴-۳۴۵، نور]۔ شذرات الذهب ۲/۶۲-۶۰۔

(۳) الديباج المذهب ص: ۳۴- [۷۰، نور]

☆ فما یراجع ☆ فالسائلون

☆ المہیب

وخیر امور الدین ما کان سنة وشر الأمور المحدثات البدائع^(۱)

دین کا بہتر کام وہ ہے جو طریقہ رسول کے مطابق ہو اور بدترین کام وہ ہیں جو سنت کے خلاف نئی نئی بدعتیں اپنی طرف سے تراش لی ہوں۔

یہ شعر حکمت سے پر ہے کیوں کہ شاعر نے ایک حدیث نبوی کے مضمون کو نظم کیا ہے۔^(۲)
منجملہ اور کلاموں کے امام صاحب کا ایک یہ کلام بھی ہدایت آمیز ہے: ”لیس العلم
بکثرة الروایة ا نما هو نور یضعه اللہ فی القلب“ یعنی کثرت سے روایت
کرنے کا نام علم نہیں ہے، وہ تو ایک نور ہے اللہ تعالیٰ جس کے دل میں چاہتا ہے اس کو
ڈال دیتا ہے۔^(۳)

یہ کلمہ ایک ایسی تحقیق رکھتا ہے جو نہایت گہری ہے، چنانچہ اہل بصیرت اس کو خوب جانتے ہیں۔
ایک روز آپ نے کسی سے دریافت کیا[☆] کہ ما تقول فی طلب العلم^(۴) تو آپ نے جواب میں
فرمایا حسن جمیل لکن انظر ما یلزمک من حین تصبح الی ان تمسی فالزمہ۔^(۵) یعنی طلب علم
اچھی چیز ہے مگر انسان کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ صبح سے شام تک جو امور اس پر واجب ہوں ان کو مضبوطی کے
ساتھ اختیار کر کے ادا کرے۔ آپ کا یہ قول بھی گہری نظروں سے دیکھنے کے قابل ہے، ایک مرتبہ آپ نے یہ
بھی فرمایا کہ: لا ینبغی للعالم ان یتکلم بالعلم عند من لا یطیقہ فانہ ذل و ا ہانۃ للعلم یعنی
عالم کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ علمی مسائل کو ایسے شخص کے سامنے بیان کرے جو اس کا اہل نہیں ہے کیونکہ
اس میں علم کی اہانت اور ذلت ہے۔^(۶) امام صاحب مدینہ میں سوار ہو کر نہیں نکلتے تھے، اور اس کا سبب
یہ فرمایا کرتے تھے:

(۱) الدیاج المذہب ص: ۲۴۔ [۱، ۷، نور]

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، اور بدترین
امور گھڑے ہوئے امور ہیں، مقدمہ سنن ابن ماجہ، باب اجتناب البدع والجدل۔

(۳) ترتیب المدارک ۲/ ۶۰۔ [۱، ۱۸۴، نور]

(۴) علم طلب کرنا کیسا ہے۔ [ع] (۵) حلیۃ الاولیاء: ۶/ ۳۱۹۔

(۶) حلیۃ الاولیاء میں الفاظ اس طرح ہیں، وذل و اہانۃ للعلم ان یتکلم الرجل بالعلم عند من لا یطیقہ ۶/ ۳۲۰۔

☆ ایک روز لوگوں نے آپ سے دریافت کیا۔

أنا أستحي من الله أن اطأ تربة فيها قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم بحافر دابة. (۱)

سواری کے سہم سے ایسی سرزمین کے روندنے میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہو مجھ کو شرم و حیا آتی ہے۔

امام صاحب نے موطا کو تالیف کرنا شروع فرمایا تو دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرز پر موطا کو لکھنا شروع کیا اس پر بعض لوگوں نے آپ سے یہ عرض کیا کہ آپ اس قدر کیوں تکلیف گوارا کرتے ہیں، دوسرے اشخاص بھی آپ کے شریک ہو کر اسی طرح کی موطا تصنیف کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو دکھلاؤ، چنانچہ آپ کے ارشاد کے موافق جب وہ تصانیف لائی گئیں تو آپ نے ان کو ملاحظہ فرما کر یہ فرمایا کہ عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ صرف خدا کے لئے کونسا امر واقع ہوا ہے۔ (۲) اور درحقیقت اب ان کی تصنیفات کا سوائے موطا ابن ابی ذئب (۳) کے نام و نشان بھی معلوم نہیں ہوتا، ہاں موطا امام مالک قیامت تک مخلوقات کی مخدوم اور علمائے اسلام کا سرمایہ اجتہاد رہے گی۔* حافظ ابو نعیم اصفہانی نے کتاب حلیۃ الاولیاء میں امام مالک کا ذکر کرتے ہوئے سند صحیح کے ساتھ یہ نقل کیا ہے کہ سہل بن مزاحم نے جو اپنے وقت کے عابدوں

(۱) قاضی عیاض نے بعض کلمات میں معمولی فرق کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ترتیب المدارك ۲/۲۰۲۔

(۲) التمهيد ۱/۸۶۔

(۳) ابن ابوزئب: ابوالحارث محمد بن عبدالرحمن بن مغیرہ بن ابوزئب قرشی، عامر، مدنی۔ عکرمہ، شعبہ، زہری اور نافع وغیرہ سے انہوں نے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن مبارک، یحییٰ قطان، ابو نعیم اور کعب وغیرہ ہیں، ان کی ولادت ۸۰ھ [۶۰۰-۶۹۹ء] میں ہوئی۔ اور وفات ۱۵۹ھ [۷۶-۷۷۵ء] میں۔ انہوں نے ایک موطا تصنیف کی تھی، جسے پذیرائی حاصل نہ ہو سکی۔ بڑے متقی پرہیزگار اور عبادت گزار تھے۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۳-۱۷۲۔ [۸۱-۷۹، نور] سیر اعلام النبلاء ۷/۴۹-۱۳۹۔ تاریخ بغداد ۲/۳۰۵-۲۹۱۔ [۳۰۵-۲۹۶، نور] و فییات الاعیان ۴/۱۸۳۔ [۳۲۱/۲، نور] تہذیب التہذیب ۷/۹-۳۰۳۔ شذرات الذهب، ۱/۲۴۵-۴۶۔

* اردو ترجمہ کی عبارت نا تمام ہے، اصل فارسی عبارت یہ ہے ”وموطا امام مالک مخدوم طوائف و مایہ اجتہاد علماء گشت والقبول بقدر حسن النیہ“

میں اور عبداللہ بن مبارک جو مرو کے رہنے والے ہیں، ان کے دوستوں میں سے تھے، یہ بیان کیا ہے کہ میں نے ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وقت آپ کا خیر و برکت والا زمانہ تو گزر گیا ہے اگر ہمارے دل میں دینی کاموں میں کوئی شک و شبہ واقع ہو تو کس شخص سے تحقیق کریں، ہم کو اس کا پتہ و نشان بتلائیے، آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو جو کچھ مشکل پیش آئے اس کو مالک بن انس سے دریافت کرو۔^(۱) اور اسی کتاب میں مطرف سے یہ بھی منقول ہے کہ لیشین کے غلاموں میں سے ایک شخص ابو عبداللہ نامی نے جو نہایت بزرگ، پرہیزگار اور خدا پرست تھا یہ بیان کیا کہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، میں نے دیکھا کہ آپ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اور ان کے گرد آدمیوں کا حلقہ بندھا ہوا ہے، اور حضرت امام مالک آپ کے سامنے کھڑے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھوڑا سا مشک رکھا ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے لپ بھر بھر کر امام مالک صاحب کو مرحمت فرماتے ہیں، اور امام مالک بطریق ثار آدمیوں پر چھڑکتے ہیں۔

اس خواب کی تعبیر میرے دل میں یہ آئی کہ علم نبوی نے اول امام کے سینہ میں ظہور فرمایا اُس کے بعد امام کے واسطے سے دوسرے آدمیوں کو پہنچا۔^(۲) محمد بن ریح تجیبی مصری^(۳) بھی جو امام مسلم مؤلف صحیح مسلم کے استاذ ہیں یہ نقل کرتے ہیں کہ میں ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں

(۱) حلیۃ الاولیاء ۶/۳۱۷۔

(۲) حلیۃ الاولیاء ۶/۳۱۷۔

(۳) محمد بن ریح: محمد بن ریح بن مہاجر تجیبی، مصری۔ ولاء کے اعتبار سے تجیبی ہیں۔ ان کے اساتذہ میں لیث بن سعد، عبداللہ بن لہیعہ، مالک بن انس وغیرہ ہیں، مسلم، ابن ماجہ اور بہت سارے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے، قوت حفظ اور اتقان کی وجہ سے معروف تھے۔ حصول علم کے لئے انہوں نے کوئی سفر نہیں کیا، ان کے سلسلے میں امام ذہبی نے کہا ہے کہ مجھے امام بخاری پر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے استحقاق کے باوجود ان سے روایت نہیں کی، بلکہ وہ قتیبہ بن سعید سے زیادہ لائق وفاق تھے۔ ۲۳۲ھ [۸۵۶ء] میں واصل بحق ہوئے، تفصیل کے لئے دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۱/۴۹۸-۵۰۰۔ الجرح والتعدیل ۷/۲۵۴۔ تہذیب التہذیب ۹/۱۶۴-۶۵۔ شذرات الذهب ۲/۱۰۱۔

مشرف ہوا تو میں نے عرض کیا کہ ہم تمام آدمی امام مالک اور لیث^(۱) کی افضلیت میں جھگڑتے ہیں اور بحث کرتے ہیں، اور ہر ایک ایک کو دوسرے سے ترجیح دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مالک میرے علم کا وارث ہے[☆]۔ میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ اس سے آپ کی یہ مراد ہے کہ مالک میرے علم کا وارث ہے۔^(۲) یحییٰ بن خلف بن ربیع طرسوی^(۳) نے جو اپنے وقت کے صالحین اور عابدین کے زمرہ میں داخل تھے، یہ فرمایا کہ میں ایک روز مالک بن انس کی خدمت میں حاضر تھا، دفعتاً ایک شخص نے آ کر یہ عرض کیا کہ دربارہ قرآن آپ کیا فرماتے ہیں، مخلوق ہے یا نہیں۔ امام نے فرمایا کہ اس زندیق کو قتل کر ڈالو^(۴) اس کے کلام سے ہزاروں فتنے پیدا ہوں گے۔ چنانچہ امام مالک کے بعد اس مسئلہ میں عجیب فتنہ برپا ہوا، اہل سنت کی ایک بڑی جماعت ذلیل اور مقتول ہوئی۔ اسی طرح جعفر بن عبداللہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم امام مالک صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے ان سے دریافت کیا کہ ”الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى“ کی تفسیر میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ استوی کس کیفیت کے ساتھ ہوتا ہے؟ امام صاحب نے اس سوال سے بہت ملال کا اظہار فرمایا اور زمین کی طرف دیکھنے لگے۔ اور حیران ہو گئے، پیشانی پر پسینہ آ گیا اس کے بعد یہ فرمایا کہ:

(۱) لیث بن سعد: لیث بن سعد اصلاً صنفہان کے تھے، لیکن مصر کو وطن اختیار کیا تھا۔ ولاء کے اعتبار سے فہمی ہیں۔ انہوں نے عطاء بن ابی رباح، نافع، زہری، ہشام بن عروہ اور قتادہ وغیرہ سے روایت کی ہے، اور ان سے روایت کرنے والوں میں ابن مبارک، ہشیم، ابن لہیعہ، تعنی، قتیبہ بن سعید اور اشہب وغیرہ ہیں۔ خود ان کے استاد ابن عجلان نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ امام شافعی ان سے روایت نہ کر سکنے پر افسوس کیا کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ لیث مالک سے زیادہ افتخار ہیں۔

۹۱-۹۲ [۷۹-۹۱] میں ان کا انتقال ہوا، تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۰۲ - ۲۰۴۔ [۱۰/۱-۱۰۷] سیر اعلام النبلاء:

۱۳۶/۸-۶۳۔ حلیۃ الاولیاء ۷/۳۱۸۔ [۷/۲۷-۳۱۸، نور] وفيات الاعیان: ۴/۳۲-۱۲۷۔

[۲/۹۹-۲۹۶، نور] تہذیب التہذیب ۸/۴۵۹۔ شذرات الذهب ۱/۲۸۵۔ [۱/۸۹-۱۸۵، نور] تاریخ بغداد ۳/۱۳-۳ [نور]

(۲) حلیۃ الاولیاء: ۳۱۷/۶۔

(۳) ذہبی نے ان کو غیر ثقہ کہا ہے۔ میزان الاعتدال: ۴/۳۷۲۔ [۵/۱۱۴، مکتبۃ الرسالۃ العالمیۃ: ۱۳۳۰ھ-۲۰۰۹ء، نور]

(۴) حلیۃ الاولیاء: ۳۲۵/۶۔

☆ اصل فارسی میں تخت کی وضاحت ہے۔ ارشاد فرمایا: مالک میرے تخت علم کا وارث ہے۔

الكيف منه غير معقول والاستواء منه غير مجهول والإيمان به واجب
والسؤال عنه بدعة.

استواء تو معلوم ہے اور اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے مگر اس کی کیفیت سمجھ میں نہیں
آسکتی، ایسے امور سے سوال کرنا بھی بدعت ہے۔
اس کے بعد فرمایا کہ اس شخص کو نکالو یہ بدعتی ہے۔^(۱)

ابو عروہ سے جو حضرت زبیر کی اولاد میں سے ہیں یہ نقل ہے کہ ہم امام مالک کی خدمت میں حاضر
تھے، دفعتاً ایک شخص نمودار ہوا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معائب اور نقائص ذکر کرنے لگا، امام
صاحب نے فرمایا کہ سنو۔ اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ
تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَتَسَوَّوْنَ فِضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي
وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ
كَزَّرَعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ
الزُّرَّاعَ لِيغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ.^(۲)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ سخت ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں
آپس میں۔ تو ان کو رکوع اور سجدے میں دیکھتا ہے، اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کو
تلاش کرتے ہیں، سجدہ کے اثر سے ان کی نشانی ان کے منہ پر ہے، تورات اور انجیل
میں ان کی صفت یہ ہے کہ کھیتی نے اپنی سوئی اور پٹھانکا لالا اور پھر اس کی کمر کو مضبوط کیا
پھر موٹا ہوا پھر اپنی نال پر کھڑا ہوا۔ کھیتی کرنے والوں کو خوش اور بھلا معلوم ہوتا ہے، اللہ
تعالیٰ ان سچے مسلمان کی وجہ سے کافروں کا دل جلاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرف سے دل میں بدظنی رکھتا
ہو اور ان کی شکر رنجی کو بری طرح سے ظاہر کرتا ہو، وہ اس لفظ کے حکم میں داخل ہے، اس کو خوب سمجھ لو، اور

(۱) حلیۃ الاولیاء ۶/۳۲۶۔

(۲) سورۃ الفتح ۲۹۔

یاد رکھو۔^(۱) عتیق زہری کہتے ہیں کہ امام مالک نے شروع میں اپنی موطا کو دس ہزار حدیث پر مشتمل فرمایا تھا اس میں آہستہ آہستہ انتخاب فرماتے رہے آخر اس حد تک پہنچا،^(۲) اور جب تک امام مالک زندہ رہے موطا کو مسودہ کرتے رہے، اس وجہ سے اس میں نسخ بہت ہوا ہے، اور ہر نسخہ کی ترتیب علیحدہ ہے، امام صاحب کے شاگردوں نے اپنی اپنی استعداد کے لائق ترتیب دے کر رائج کیا ہے اور حدیثوں میں بھی فی الجملہ تھوڑا سا تفاوت ہے۔ ابو زرعہ رازی^(۳) نے جو محدثین کے راس رئیس ہیں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح قسم کھا کر بیان کرے (کہ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو میری زوجہ پر طلاق) جو کچھ موطا میں ہے وہ بلا شک و شبہ صحیح ہے تو وہ اپنی قسم میں حانت نہیں ہوگا،^(۴) یعنی اس کی عورت پر طلاق نہیں پڑے گی، اور اس قدر وثوق و اعتماد دوسری کتاب پر نہیں ہے۔ سعدون نامی ایک شاعر نے موطا کی مدح میں امام مالک کے علم کی طرف رغبت دلانے کے لئے اشعار تصنیف کئے تھے کچھ ان میں سے لکھے جاتے ہیں۔

أقول لمن يروى الحديث ويكتب
ويسلك سبل الفقه فيه ويطلب

میں اس شخص سے جو حدیث کی روایت اور کتابت کرتا ہے، اور فقہ کے راستوں کا رہبر

اور اجتہاد کا طالب ہے، یہ کہتا ہوں

(۱) حلیۃ الاولیاء ۶/۳۲۶- [۶/۳۲۷، نور] (۲) ترتیب المدارک ۲/۷۳- [۱/۱۹۳، نور]

(۳) ابو زرعہ رازی: آپ کا پورا نام عبداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ رازی۔ ولاء کے اعتبار سے قرشی ہیں۔ علم و عمل، دین و اخلاص اور حفظ و ذکاوت میں بے نظیر تھے۔ ۲۰۰ھ [۱۶-۸۱۵ء] میں ان کی ولادت ہوئی، آپ نے احمد بن حنبل، ابو نعیم، قعنبی اور یحییٰ بن بکیر کی شاگردی اختیار کی، اور ان کے شاگردوں میں ابو حفص، فلانس، ابو حاتم، ابن واریہ، مسلم اور ابو عوانہ وغیرہ ہیں۔ ۲۶۳ھ کے آخری دن ان کا انتقال ہوا۔ اسحاق بن راہویہ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر ابو زرعہ کسی حدیث سے لاعلمی کا اظہار کریں، تو یوں سمجھا جائے گا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، ابن ابوشیبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو زرعہ سے بہتر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ روایہ کی جرح و تعدیل میں ابو زرعہ کا قول مجھے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ ابو زرعہ کے بعد ان کے پایہ کا کوئی عالم باقی نہ رہا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ۲/۳۸-۱۳۶- [۲/۲۵-۱۲۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۶۵-۸۵- الجرح والتعديل ۱/۴۹-۳۲۸- تاریخ بغداد ۱۰/۳۷-۳۲۶- تہذیب التہذیب ۷/۳۴-۳۰- شذرات الذهب ۲/۴۹-۱۴۸- [ابو زرعہ کا نام عبید اللہ (صیغہ تصغیر) بن عبدالکریم ہے، اور یہی اصل مراجع میں مذکور ہے، البتہ عربی حاشیہ میں عبید اللہ مذکور ہے، نور]

(۴) ترتیب المدارک: ۲/۷۳- [۱/۱۹۶، نور]

إن أحببت أن تدعى لدى الحق عالماً
فلا تعد ما تحوي من العلم يثرب
اگر تجھ کو خدا کے نزدیک عالم بن کر پکارا جانا محبوب ہو، تو مدینہ منورہ نے جو کچھ علم
حدیث کو جمع کیا ہے اس سے تجاوز مت کر

أتترك دارا كان بين بيوتها
يروح ويغدو جبرئيل المقرب
تو اس دار النجرات کو چھوڑتا ہے جس کے گھروں میں صبح و شام جبرئیل مقرب آتے تھے؟
ومات رسول الله فيها وبعده
بسنته أصحابه قد تأدبوا
جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور ان کے بعد آپ کی سنت
سے آپ کے اصحاب ادب پذیر ہوئے۔

فبادر موطأ مالك قبل فوته
فما بعده إن فات للاحق مطلب
امام مالک کے موطا کو اس کے فوت ہونے سے پہلے جلد حاصل کر، ورنہ موطا کے بعد
اگر وہ فوت ہو گیا تو تجھ کو ٹھیک مطلب نہ ملے گا۔

ودع للموطأ كل علم تریده
فإن الموطأ شمس العلم* والغير كو كعب
ہر اس علم کو جس کا تو طالب ہے چھوڑ کر موطا میں مشغول ہو، کیونکہ موطا کے مقابلے
میں اور علم ستارے ہیں اور وہ بیشک آفتاب ہے۔

ومن لم يكن* كتب الموطأ بيته
فذاك من التوفيق بيت مخيب
اور جس شخص نے اپنے گھر میں موطا کو نہیں لکھا* تو یہ گھر توفیق سے خالی ہے۔

جزى الله عنا في موطأه مالكا
بأفضل ما يجزى الليب المهدب
جس قدر کوئی مہذب دانش مند جزا دیا جاتا ہو، اس سے بہتر اللہ تعالیٰ ہماری طرف
سے امام مالک کو موطا کے بارے میں مرحمت فرمائے۔

لقد فاق أهل العلم حيا وميتا
فأصبحت* به الأمثال في الناس تضرب
زندہ اور مردہ ہونے کی حالت میں اہل علم سے ایسا فائق ہو گئے کہ اب اگر کسی کے علم

☆فإن الموطأ شمس ☆لم تكن ☆جس کے گھر میں موطا مالک نہ ہو۔

☆أضحت

کی توصیف کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اپنے زمانہ کا مالک ہے۔

فلا يزال يسقي قبره كل عارض
بمنشوق ☆ ظلت عزاليه تسكب (۱)
ہر بادل برسے والا ان کی قبر کو ہمیشہ ایسے کثیر اور بہنے والے پانی سے سیراب رکھے
جس کا دہانہ ہمیشہ بہتا رہے۔

قاضی ابوالفضل عیاض نے بھی ایسی ہی ایک نظم لکھی ہے جو نہایت صحیح اور درست ہے۔

☆ اذ ذکرت کتب الحدیث فحی
هل بکتب الموطأ من مصنف مالك ☆
جس وقت حدیثوں کی کتابوں کا ذکر کیا جائے تو امام مالک صاحب کی تصنیف کردہ موطا کو لا۔

أصح أحاديثاً وأثبت حجة ☆
وأوضحها في الفقه نهجا لسالك
حدیثوں کے اعتبار سے صحیح تر اور باعتبار دلیل کے قوی تر ہے، اور فقہ حاصل کرنے
والے کو اس سے زیادہ کوئی واضح تر راستہ نہیں ہے۔

عليه مضي الإجماع من كل أمة ☆
على رغم خيشوم الحسود المهالك
ہر طبقہ کے لوگوں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے، کینہ وراشخاص اور حاسدوں کے خلاف مرضی
فعنه فخذ علم الديانة خالصا
ومنه اكتسب ☆ شرع النبي المبارك
خالص علم دینیات کو موطا سے لو، اور نبی مبارک کی شرع اسی سے حاصل کرو۔

وشدبه كف العناية تهتدي ☆
فمن حاد عنه هالك في الهالك (۲)
قصہ کی باگ کو اس کے ساتھ مضبوط ہاتھوں سے پکڑو تو ہدایت پاؤ گے، اور جو شخص اس
سے پھر گیا تو وہ مہالک میں ہلاک ہونے والا ہے۔

(۱) ترتیب المدارك ۷۸/۲- [۱۹۷/۱، نور] التمهيد ۸۲/۱- [۸۳/۱، نور] بعض کلمات میں تھوڑے فرق کے ساتھ۔

(۲) ترتیب المدارك ۷۹/۲- [۱۹۸/۱، نور]

☆ بمندفق

☆ اذا ذکرت کتب العلوم فخيرها
☆ کتاب الموطا من تصانيف مالك

☆ استفد

☆ في

☆ سنة

☆ وشدبه كف الضمانه تحوي

یہ بھی معلوم کرنا چاہئے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے زمانہ میں تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے موطا کو سن کر جمع کیا، چنانچہ اس کے نسخے بہت ہیں، اور لوگوں کے طبقہ سے فقہاء و محدثین اور صوفیاء اور امراء اور خلفاء نے تبرکاً اس عالی مقام امام سے اس کی سند حاصل کی۔ آج کل ملک عرب میں ان کثیر نسخوں میں سے چند نسخے پائے جاتے ہیں۔^(۱) پہلا نسخہ جس کا سب سے زیادہ رواج اور جو سب سے زیادہ مشہور ہے، اور طائفہ علماء کا مخدوم بھی یہی نسخہ ہے وہ یحییٰ بن یحییٰ مسمودی اندلسی کا نسخہ ہے، چنانچہ جب مطلق یعنی بلا کسی قید کے موطا کہا جاتا ہے تو فوراً اسی کی طرف ذہن پہنچتا ہے اور اسی پر منطبق و چسپاں ہوتا ہے۔

(۱) قاضی عیاض کہتے ہیں کہ موطا کے وہ نسخے جن کو میں نے دیکھا ہے یا جن سے میں واقف ہوں ان کی تعداد بیس ہے، بعضوں نے تعداد میں بتائی ہے۔ ترویج المدارك ۸۹/۲۔ [۲۰۳/۱، نور]

ابوالقاسم بن محمد بن حسین شافعی کہتے ہیں کہ امام مالک کی موطا کی گیارہ روایات ہیں لیکن ان میں سے مستعمل صرف چار ہیں، موطا یحییٰ بن یحییٰ، ابن بکیر کی موطا، ابو مصعب زہری کی موطا، اور ابن وہب کی موطا۔ کشف الظنون، حرف میم۔

غانقی کہتے ہیں کہ میں نے بارہ الگ الگ روایتوں سے موطا دیکھی جو امام مالک سے روایت کی گئی تھی، جن میں عبداللہ بن وہب کی روایت، عبدالرحمن بن قاسم کی روایت، عبداللہ بن مسلمہ قعنسی کی روایت، عبداللہ بن یوسف تنیسی کی روایت، معن بن عیسیٰ کی روایت، سعید بن عفیر کی روایت، یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر کی روایت، ابو مصعب احمد بن ابوبکر زہری کی روایت، مصعب بن عبداللہ زبیری کی روایت، محمد بن مبارک کی روایت، سلمان بن برد کی روایت، اور یحییٰ اندلسی کی روایت ہے، مسند الموطا: ۶۳۳۔ بعضوں نے یحییٰ تمیمی کی روایت کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ امام سیوطی کہتے ہیں کہ غانقی نے جتنی روایات موطا بیان کی ہیں ان کے علاوہ دو اور روایتیں میں جانتا ہوں، ایک سوید بن سعید کی روایت، اور دوسری محمد بن حسن شیبانی کی روایت، اور میں نے شرح کبیر میں ان روایتوں پر گفتگو کی ہے، تنویر الحوالک ۱۰/۱۔

محمد بن علوی مالکی کہتے ہیں کہ موطا کی یہ روایات لوگوں کے درمیان مشہور و معروف ہیں لیکن مجھے بتوفیق خداوندی شیخ علی بن زیاد کی روایت کردہ موطا کا ایک جزء ملا ہے، شیخ علی بن زیاد بھی موطا کے راویوں میں سے ہیں، لہذا کل روایات موطا کی تعداد جو ہم تک پہنچی ہیں سولہ ہو جاتی ہے، غانقی کی ذکر کردہ بارہ روایتیں سیوطی کی بیان کردہ دو روایتیں، ایک روایت جس کا بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے، اور شیخ علی بن زیاد کی روایت جسے راقم الحروف نے ذکر کیا ہے۔ انوار المسالک ص: ۳۱۔

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں سولہ روایات موطا ذکر کی ہیں۔

(موطأ کی پہلی روایت) ☆

اول اس نسخہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وقوت الصلوٰۃ یعنی اس نسخہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے، اس کے بعد وقوت الصلوٰۃ عنوان قائم کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس باب میں ہم ایسی حدیث بیان کریں گے جس سے نماز کے اوقات معلوم ہوں۔

مالك عن ابن شهاب أن عمر بن عبدالعزيز أخرج الصلوة يوماً فدخل عليه عروة بن الزبير فأخبره أن المغيرة بن شعبة أخر الصلاة يوماً وهو بالكوفة فدخل عليه أبو مسعود الأنصاري فقال: ما هذا يا مغيرة! أليس قد علمت أن جبرئيل نزل، فصلي، فصلي رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم صلى، فصلي رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم صلى، فصلي رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم صلى فصلي رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم قال: بهذا أمرت فقال عمر بن عبدالعزيز: اعلم ما تحدث به يا عروة! أو أن جبرئيل هو الذي أقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم وقت الصلوة؟ قال عروة: كذلك كان بشير بن أبي مسعود الأنصاري يحدث عن أبيه قال عروة ولقد حدثني عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي العصر والشمس في حجرتها قبل أن تظهر. (۱) ترجمہ: حضرت امام مالک سے ابن شہاب نے یہ بیان کیا کہ ایک دن عمر بن عبدالعزیز نے نماز کو مؤخر کر کے پڑھا تو عروہ بن زبیر ان کے پاس تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ ایک دن مغیرہ بن شعبہ نے بھی کوفہ میں نماز کو مؤخر کر کے پڑھا تھا ان کے پاس ابو مسعود انصاری آئے اور یہ فرمایا کہ اے مغیرہ کیا کرتے ہو! کیا تم کو معلوم

(۱) موطأ، وقوت الصلوٰۃ یہ صحیح حدیث ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب مواقیت الصلوٰۃ وفضلها.

☆ موطأ کی یہ روایت ۱۲۶۶ھ میں مطبع احمدی سے مولانا مظہر نانوتوی کے حواشی کے ساتھ شائع ہوئی۔ یہ روایت متداول ہے، اور متعدد بار چھپ چکی ہے۔

نہیں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور نماز کو ادا کیا ان کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو ادا کیا، اور پھر اسی طرح پانچ مرتبہ نماز کو ادا کر کے جبرئیل علیہ السلام نے یہ عرض کیا کہ آپ اسی کا حکم کئے گئے ہیں (یعنی پانچوں نمازوں کا وقت معین کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نمازوں کے لئے یہ اوقات مقرر فرمائے ہیں) اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے یہ کہا کہ اے عروہ ذرا سمجھو، دیکھو کیا کہتے ہو، کیا جبرئیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہیں، حضرت عروہ نے عرض کیا کہ مجھ کو تو بشیر بن ابی مسعود انصاری نے اپنے باپ کے حوالہ سے اسی طرح پر روایت کیا ہے، عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں یہ روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات عصر کی نماز کو ایسے وقت میں ادا کرتے تھے، کہ دھوپ دیواروں پر نہ چڑھتی تھی، بلکہ حضرت عائشہ کی چار دیواری میں رہتی تھی۔

(ف: مترجم کہتا ہے کہ خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیز نے جو عروہ سے استعجاب کے ساتھ یہ کہا کہ "اعلم مات حدث بہ" اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عروہ نے بغیر سند کے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرمایا تھا، عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اے عروہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، بغیر سند کے بیان کرنا مناسب نہیں ہے، احتیاط کے خلاف ہے، حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرو) چونکہ یحییٰ بن مصمودی کا ذکر آیات مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تھوڑا سا حال ان کا بھی تحریر کیا جائے۔ یحییٰ کا نسب یہ ہے:

ابو محمد یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر بن وسلاس (واو کوفتہ اور سین مہملہ کو کسرہ پڑھو، اور لام والف کے بعد سین مہملہ ہے) بن شملل (شین معجمہ کوفتہ اور میم کو ساکن اور اول لام کو بھی فتحہ) بن منقایا^(۱) (میم کوفتہ اور نون ساکن اور نون کے بعد قاف معقودہ اور الف کے بعد یاء مثناة تحتانیہ اور اس کے بعد الف) ان کی نسبت مصمودی ہے اور صادی بھی کہتے ہیں یعنی نسبت بسوئے صاد جو مصمودہ بربر کا ایک قبیلہ ہے،^(۲) ان کے اجداد میں سے منقایا پہلا وہ شخص ہے جو یزید بن عامر لیشی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا، اور اسی وجہ سے ان کی نسبت ولاء اسلامی کے سبب سے لیشی ہے۔

منقایا کی اولاد میں سے پہلا وہ شخص جس نے اندلس میں آ کر سکونت اختیار کی تھی کثیر ہے، بعض کہتے

(۲) دیکھئے: جذوة المقتبس ص: ۳۸۲.

(۱) ابن خلکان میں وسلاس، ابن شمال اور منغایا ہے۔ (ع)

ہیں کہ یحییٰ بن ولسلاہ ہے، جو طارق^(۱) کے لشکر میں آیا تھا، اور ولسلاہ بھی یزید بن عامر کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا، بعض کہتے ہیں کہ ان کے اجداد میں سب سے پہلے ولسلاہ شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔^(۲)

یہ بھی جاننا چاہئے کہ یحییٰ بن یحییٰ نے حضرت امام مالک سے کتاب الاعتکاف کے آخر کے چند ابواب کی بلا واسطہ سماعت نہیں فرمائی اور وہ باب یہ ہیں: [۱] باب خروج المعتکف للعيد [۲] باب قضاء الاعتکاف. [۳] باب النکاح فی الاعتکاف. چونکہ ان تینوں بابوں کی سماعت میں ان کو کچھ شک و شبہ ہے، اسی وجہ سے ان تینوں بابوں کو زیاد بن عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں۔^(۳)

یحییٰ بن یحییٰ نے امام عالی مقام کی زیارت اور ان کے افادہ سے سعادت حاصل کرنے کے قبل زیاد بن عبدالرحمن سے اپنے ہی شہر میں تمام موطا کی سند حاصل کی تھی،^(۴) اس اجمالی حال کی تفصیل یہ ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ برابر کے فرقہ میں سے ہیں، ان کے دادا مسلمان ہوئے،^(۵) اور قرطبہ میں زیاد بن عبدالرحمن سے موطا کو حاصل کیا اس کے بعد ان کو طلب علم کا شوق دامن گیر ہوا، چنانچہ بیس برس کی عمر میں مشرق کی طرف سفر اختیار کیا، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے موطا کو سنا۔ ۹۷ھ [۷۹۵ء] میں جو امام کی وفات کا سال ہے ان کی ملاقات امام سے ہوئی۔ امام کی وفات کے وقت یہ وہاں موجود تھے۔^(۶) امام کے جنازہ کی تجہیز و تکفین کی خدمت ان کو نصیب ہوئی۔ اور عبداللہ بن وہب سے جو امام کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں ان کے

(۱) طارق بن زیاد: طارق بن زیادہ افریقہ کے باشندے تھے، اندلس انہیں کے ہاتھوں فتح ہوا، خوش گفتار تھے، فتح اندلس کے بعد موسیٰ بن نصیر کے ساتھ شام گئے، پھر اس کے بعد ان کی کچھ خبر نہیں ملتی۔ طارق بن زیاد نے جبل طارق پر، جو ان ہی کی طرف منسوب ہے، ۹۲ھ [۷۱۱-۱۰ء] کو سپر کے روز لشکر کشی کی تھی، جبل طارق جسے جبل الفتح کے نام سے لوگ جانتے ہیں، جزیرہ خضراء کے قریب واقع ہے۔ دیکھئے: نفع الطیب ۱/۲۳۰۔ [مکتبہ دارصادر بیروت: ۱۳۸۸ھ-۱۹۶۸ء، نور] سیر اعلام النبلاء ۴/۵۰۰-۵۰۲۔ تاریخ الطبری ۶/۶۶۸۔ [۱۱/۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت: ۱۳۱۱ھ-۱۹۹۱ء، نور]

(۲) اتحاف السالک، ص: ۱۳۷۔

(۳) تاریخ علماء الاندلس ۱۷۹/۲۔ [تصحیح و مراجعت، سید عزت عطار حسینی، مکتبہ خانجی قاہرہ: ۱۳۰۸ھ، نور]

سیر اعلام النبلاء ۱۰/۵۲۰۔ زیاد بن عبدالرحمن کا ترجمہ آگے آئے گا۔

(۴) نفع الطیب ۱/۲۵۰۔ [۹/۲، نور]۔ (۵) جذوة المقتبس ص: ۳۸۲۔

(۶) الدياج المنہب ۲/۲۸۲۔ [نور، ۳۳۱]۔ [مکتبہ التراث، قاہرہ ۶.۵ ۱۴۲۶ھ] تاریخ علماء الاندلس

۱۷۹/۲۔ [۲/۱۷۷، نور] ترقیب المدلوک ۱/۵۳۵۔ [۱/۳۶، نور]

☆ ڈاکٹر اکرم صاحب نے مصادر کے حوالے سے اٹھائس سال کی عمر ذکر کی ہے، فارسی نسخہ کی پہلی طباعت میں بیس سال ہے۔

موطا اور جامع کو روایت کیا ہے اور امام کے اصحاب میں سے ایک جماعت کثیر کو پایا،^(۱) اور ان سے علم حاصل کیا۔ ان کو بھی دو دفعہ اپنے وطن سے طلب علم کے لئے سفر کرنے کا اتفاق ہوا، ایک سفر میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور عبداللہ بن وہب اور لیث بن سعد بصری اور سفیان بن عیینہ^(۲) اور نافع بن نعیم قاری^(۳) سے علم حاصل کیا۔ اور دوسرے سفر میں صرف ابن القاسم (جو امام کے جلیل القدر شاگرد اور صاحب مدونہ ہیں) کی خدمت سے فائدہ حاصل کرنے پر اکتفا کیا۔^(۴) پہلے سفر میں روایت و نقل کو پورا کیا، اور دوسرے سفر میں فقہ و درایت کو درجہ کمال پر پہنچایا، اور جامع روایت و درایت ہو کر واپس آئے، اندلس میں ہر شخص ان کو عزت کی نظروں سے دیکھتا تھا، کمال علمی کے مشارالہ ان کو ہی خیال کرتے تھے۔^(۵) استفتاء کا انحصار ان پر

(۱) سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۵۲۰۔

(۲) سفیان بن عیینہ: سفیان بن عیینہ بن ابوعمران میمون ہلالی کوفی مکی کوفہ میں ۲۶۱ھ [۲۵۰-۲۶۱ء] میں پیدا ہوئے اور صغریٰ ہی سے علم حدیث حاصل کرنے لگے اور بڑے شیوخ سے استفادہ کیا، عمرو بن دینار سے انہوں نے بکثرت روایت کی ہے۔ زیاد بن علاقہ اسود بن قیس، زہری، محمد بن منکدر، ایوب سختیانی، اعمش اور ابوالزنادان کے اساتذہ میں ہیں، عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، عبدالرزاق، حمیدی، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، احمد بن حنبل، ابوبکر بن ابوشیبہ، اسحاق بن راہویہ، ابوکریب جیسے کبار علماء ان کے شاگرد ہیں۔ ۱۹۸ھ [۸۱۴ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ ۹۱ سال کی عمر پائی۔ چونکہ ان کی سند عالی تھی اس لئے تلامذہ حج کے بہانے سے دور دور سے محض ان سے ملاقات اور استفادہ کے لئے آیا کرتے تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر مالک اور ابن عیینہ نہ ہوتے تو علم حجاز سے رخصت ہو جاتا۔ یحییٰ قطان نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ میرے اساتذہ میں سوائے ابن عیینہ کے کوئی بقید حیات نہیں ہیں۔ حدیث میں ابن عیینہ پچھلے چالیس سالوں سے امامت کے درجہ پر فائز ہیں۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۰-۲۳۸۔

[۱/۹۳-۱۹۰ نور] سیر اعلام النبلاء ۸/۷۵-۴۵۴۔ الجرح والتعلیل ۱/۳۲-۵۴۔ حلیۃ الاولیاء ۷/۲۷- [۲/۳۱۸-۲۷۰ نور] تاریخ بغداد ۹/۱۷۴- [۹/۸۲-۱۷۴ نور] وفيات الاعیان ۱/۹۳-۳۹۱۔ [۱/۴۸-۳۷۶ نور] تہذیب التہذیب ۴/۱۱۷- [۳/۲۲-۱۱۷ نور] شذرات الذهب ۱/۳۵۴۔

(۳) نافع: نافع بن عبدالرحمن بن ابونعیم، بنولیث کے آزاد کردہ غلام تھے۔ وطن اصلی اصفہان تھا۔ فن قرأت میں ماہر تھے، نافع، اعرج اور ابوزناد سے انہوں نے روایت کی ہے۔ اور ان سے قعنبی اور سعید بن ابومریم نے روایت کی ہے۔ ۱۶۹ھ [۸۶-۸۵ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ امام مالک نے نافع کو فن قرأت کا امام کہا ہے، امام مالک کی وفات سے دس سال قبل ان کی وفات ہوئی۔ اسی بنا پر امام ذہبی ان لوگوں کا رد کرتے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ یحییٰ نے نافع سے ملاقات کی ہے اور ان سے استفادہ بھی کیا ہے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۷/۳۳۶-۳۸۔ میزان الاعتدال ۴/۲۳۲- [۵/۷ نور] تہذیب التہذیب ۱۰/۴۰۷-۴۰۸۔ شذرات الذهب ۱/۲۷۰۔

(۴) اللیاج المنہب ص: ۳۵۰- [۳۳۱ نور] وفيات الاعیان ۶/۱۴۴- [۲/۱۸ نور]۔

(۵) اللیاج المنہب ص: ۳۵۰- [۳۳۱ نور]۔

سمجھا گیا تھا، ان سے پہلے اُس دیار کے آدمی عیسیٰ بن دینار^(۱) سے فتویٰ دریافت کرتے تھے، یہ بھی امام کے بڑے شاگردوں میں سے تھے، انہیں دو شخصوں کے سبب سے امام مالک کا مذہب اندلس میں پھیل گیا،^(۲) یہ کہا جاتا ہے کہ یحییٰ کو عیسیٰ بن دینار پر عقل و دانش میں برتری حاصل تھی، چنانچہ ابن لبابہ^(۳) نے یہ شعر کہا ہے۔
☆

فقیہ الأندلس عیسیٰ بن دینار وعالمها ابن حبيب^(۴) وعاقلا يحيى^(۵)

یعنی اندلس کے فقیہ عیسیٰ بن دینار تھے، اور عالم ابن حبیب اور عاقل یحییٰ تھے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو عاقل کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا،^(۶) چنانچہ منقول ہے کہ ایک دن تکی امام کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوضات کا استفادہ فرما رہے تھے، ان کے علاوہ

(۱) عیسیٰ بن دینار: ابو عبد اللہ عیسیٰ بن دینار بن واقد غافقی۔ اصلاً طلیطلہ کے تھے لیکن قرطبہ میں سکونت اختیار کر لی۔ ابن قاسم کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ جب اندلس لوٹے تو فتاویٰ کا انحصار ان ہی پر ہوا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ مستجاب الدعوات تھے۔ ۲۱۲ھ [۸۲۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: تاریخ علماء الاندلس ۱/۱-۳۳۱- [۳۷۵/۱، نور]

ترتیب المدارك ۳/۲۰-۱۶۔ الديباج المذهب ۲/۶۶-۶۴۔ [نور، ۲۷۹] شذرات الذهب: ۲۸/۲۔

(۲) الديباج المذهب ص: ۳۵۰۔ [نور، ۴۳۱]

(۳) ابن لبابہ: محمد بن عمر بن لبابہ، ابو عثمان بن عبید اللہ بن عثمان کے آزاد کردہ تھے، قرطبہ کے رہنے والے تھے، فقہ و فتاویٰ میں دسترس حاصل تھی، لیکن علم حدیث سے خاص تعلق نہ تھا۔ ۳۱۳ھ [۲۷-۹۲۶ء] میں ان کا انتقال ہوا، تفصیل کے لئے دیکھئے:

تاریخ علماء الاندلس ۲/۳۵- [نور، ۳۶/۲] سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱-۴۹۵۔ الديباج

المذهب ۲/۹۱-۱۸۹۔ [نور، ۳۴۳] شذرات الذهب: ۲۶۹/۲۔

(۴) ابن حبیب: عبد الملک بن حبیب بن سلیمان بن مرداس سلمیٰ ان کا پورا نام ہے۔ کنیت ابو مروان تھی۔ مسلک اہل مدینہ کے بڑے عالم تھے، فقہ، تاریخ اور آداب میں ان کی عمدہ تالیفات ہیں، لیکن حدیث کا ان کو خاصا علم نہیں تھا، صحت و سقم حدیث سے واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ ۲۳۸ھ [۵۳-۸۵۲ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ تاریخ علماء الاندلس ۱/۲۶۹۔

[نور، ۳۱۲-۳/۱]

(۵) الديباج المذهب ص: ۳۵۱۔ [نور، ۴۳۱] نفع الطیب ۲/۹۔ تاریخ علماء الاندلس ۲/۱۸۰۔

[نور، ۱۷۷/۳] سیر اعلام النبلاء ۱۰/۵۲۳۔

(۶) الديباج المذهب ص: ۳۵۱۔ [نور، ۴۳۱]

☆ یہ شعر نہیں بلکہ قول ہے۔ مصادر میں قول ہی درج ہے۔

اور اشخاص بھی امام صاحب کی خدمت فیض درجت میں بہرہ یاب ہو کر فیضیاب ہو رہے تھے کہ دفعتاً ہاتھی کے آنے کا شور و غل ہوا چونکہ ملک عرب میں ہاتھی کو نہایت تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا ہے ☆ اور اسی وجہ سے بعض عرب کے رہنے والے ہاتھی کو دیکھنے کو فخریہ بیان کر کے مبارک بادی کے خواستگار ہوتے ہیں جیسا کہ ابوالشتمق ☆ کے ان دو شعروں سے ظاہر ہوتا ہے۔

يا قوم انى رأيت الفيل بعد كم فبارك الله لي في رؤية الفيل
اے میری قوم! میں نے تمہارے بعد ہاتھی کو دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ اس ہاتھی کے دیکھنے
میں میرے لئے برکت عطا فرمائے۔

رأيتہ ولہ شيء يحركہ فكادت اصنع شيئاً في السراويل
وہ اپنی کسی چیز (یعنی سوئڈ) کو حرکت دے رہا تھا، جب میں نے اس کو دیکھا تو ڈر گیا اور
قریب تھا کہ میں اپنے پانجامہ میں کچھ کر دوں۔

اسی واسطے حاضرین کی جماعت کے اکثر افراد امام کی صحبت کو ترک کر کے ہاتھی کا تماشا دیکھنے کو دوڑ پڑے، مگر یحییٰ بن یحییٰ اپنی اسی ہیئت و حالت کے ساتھ بیٹھے ہوئے فیض حاصل کرنے میں مشغول رہے اور نہ کسی قسم کا اضطراب پیش آیا، نہ کوئی حرکت بے ساختہ ان سے ظاہر ہوئی۔ امام صاحب اسی وقت سے ان کو عاقل کے خطاب کے ساتھ مخاطب فرماتے تھے۔^(۱)

یحییٰ بن یحییٰ کو علم حدیث و فقہ کی وجہ سے جو کچھ وجاہت تھی اس کے علاوہ ریاست ظاہری اور بادشاہوں کا تقرب اور امیروں کی نظروں میں بھی ان کو امتیاز و عزت پوری طرح حاصل تھا، اگرچہ دین داری اور پرہیزگاری کے اعتبار سے بھی اس جماعت والے ان کو نہایت مکرم و معظّم جانتے تھے، مگر بایں ہمہ کبھی عہدہ قضا اور ولایت افتاء وغیرہ کو جو عنوان علم سے چنداں منافات نہیں رکھتے قبول نہیں کیا، لیکن اس زمانہ کے سلاطین اور اس وقت کے امراء کے نزدیک ان منصب والوں سے ان کا مرتبہ زیادہ تھا،^(۲)

(۱) جلدوہ المقتبس ص: ۳۸۲-۸۳۔ وفيات الاعيان ۶/۱۴۴- [نور] ۳/۲۷۵، نور] نفع الطيب: ۹/۲۔

(۲) وفيات الاعيان ۶/۱۴۴- [نور] ۳/۲۷۵، نور] نفع الطيب: ۹/۲۔ [نور] ۱۰/۲۔

☆ اصل عبارت یہ ہے "ولہذا بعض عربان ساکنان حجاز را بدین دلیل تفاخر کرده اند و مبارکباد خواستہ" جس کا ترجمہ یہ ہونا چاہئے اس وجہ سے بعض عرب ملکوں کے رہنے والے بعض بدو، ہاتھی کے دیکھنے پر فخر کرتے تھے اور اس کے دیکھنے پر مبارک باد کے متمنی رہتے تھے۔

☆ ابوالشتمق (نسخہ فارسی طباعت اولی)

ابن حزم (۱) نے کسی موقع پر یہ لکھا ہے کہ ”امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے مذہبوں کو ریاست و سلطنت کے سبب سے دنیا میں زیادہ رواج و عروج حاصل ہوا، چنانچہ قاضی ابو یوسف (۲) جن کے ہاتھ میں تمام ملکوں کی قضاء تھی، جب کبھی کسی ملک میں کسی شخص کو قاضی بنا کر بھیجتے تھے تو ان سے یہ شرط کر لیا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق حکم اور عمل کرے، علی ہذا اندلس میں یحییٰ بن یحییٰ کو شاہان وقت کی بارگاہوں میں اس قدر جاہ و مرتبہ حاصل تھا کہ کوئی قاضی ان کے مشورہ کے بغیر مقرر نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے احباب اور دوستوں کے سوا اور کسی کو قاضی یا متولی بنانا پسند نہیں فرمایا کرتے تھے۔“ (۳) [انتھی کلام ابن حزم]

اب راقم الحروف کہتا ہے کہ ملک مغرب و اندلس میں امام مالک کے مذہب کو زیادہ رواج پانے کا سبب جمہور مؤرخین یہ بیان کرتے ہیں (۴) کہ اس شہر کے علماء زیارت و حج کے لئے اکثر حجاز کا سفر اختیار

(۱) ابن حزم اندلسی: ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم ان کا نام ہے، اصلاً فارس کے رہنے والے تھے، ظاہری تھے، قرطبہ میں ۳۸۴ھ [۹۵-۹۹۴ء] میں پیدا ہوئے۔ ابن عبد البر اور یحییٰ بن مسعود سے فیض حدیث حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں، ان کے فرزند ابورافع، فضل، حمیدی اور ابوبکر ابن عربی کے والد ہیں، اولاً شافعی تھے، پھر ظاہر قول پر عمل کرنے لگے، صاحب فنون تھے، ان کی کئی تصنیفات ہیں، الفصل فی الملل والنحل، المجلی شرح المحلی، الاحکام فی اصول الاحکام وغیرہ ان کی تصنیفات ہیں۔ حافظ حدیث، فقیہ اور مجتہد تھے، ان کے پدر بزرگوار وزیر تھے، بایں ہمہ ان میں اعلیٰ درجے کی دینداری، زہد و تقویٰ پائی جاتی تھی۔ ان کی وفات ۴۵۵ھ [۶۵-۱۰۶۴ء] میں ہوئی، دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۳/۴۸-۳۴۹۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۱۲-۱۸۴۔ وفيات الاعیان ۳/۳۰-۳۲۵۔ [۲/۵۷-۱۵۵، نور] شذرات الذهب ۳/۳۰۰-۲۹۹۔] صاحب وفيات الاعیان اور صاحب شذرات نے سن وفات ۴۵۶ ذکر کیا ہے، نور]

(۲) امام ابو یوسف: ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری، کوفی۔ امام ابوحنیفہ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں۔ ۱۱۳ھ [۳۲-۷۳۱ء] میں ولادت ہوئی۔ ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید انصاری، اعش اور امام ابوحنیفہ سے انہوں نے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل، علی بن جعد، یحییٰ بن معین، اسد بن فرات اور احمد بن منیع وغیرہ ہیں۔ ایک مرتبہ امام ابو یوسف بیمار ہوئے تو امام ابوحنیفہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جب وہاں سے لوٹے تو فرمایا اگر اس نوجوان کا انتقال ہوا تو روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کا انتقال سمجھا جائے گا، یعنی ان سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اصحاب رائے میں ضبط و اتقان اور کثرت روایات میں امام ابو یوسف کا کوئی ثانی نہیں۔ ۱۸۲ھ [۷۹۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۶۸-۲۶۷۔ [۱/۷۱-۲۶۹، نور] سیر اعلام النبلاء ۸/۳۹-۵۳۵۔ تاریخ بغداد ۱۴/۶۲-۲۴۲۔ وفيات الاعیان ۶/۹۰-۳۷۸۔ [۳/۹۴-۳۹۸، نور] شذرات الذهب ۱/۳۰۱-۲۹۸۔

(۳) وفيات الاعیان ۶/۱۴۴۔ [۳/۲۷۵، نور] جذوة المقتبس ص: ۸۴-۲۸۳۔

(۴) نفع الطیب ۴/۱۸۔ [یہ حوالہ اس صفحہ پر نہیں ہے، تاہم ابن المقرئ نے ۱۰/۲ پر دوسری وجوہات ذکر کی ہیں، نور]

کرتے تھے۔ اور جب اپنے وطنوں کو واپس آتے تھے، امام مالک کی فضیلت، بزرگی اور وسعت علم کا گہرا نقش ان کے دلوں پر منقش ہو کر اپنا یہ اثر دکھاتا تھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس جلالت قدر اور رفعت شان کو جس کا انہوں نے وہاں پر پچشم خود مشاہدہ اور معائنہ کیا تھا، اور ان کے ان کمالات علمی و عملی کے جن کے پر تونے ان کے دلوں کو منور کر دیا تھا، اپنے شہروں میں اپنے اپنے احباب کے جلسوں میں کثرت کے ساتھ تذکرے کرتے تھے۔ یہ وہ وجوہات تھے جن کے باعث امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم و تکریم کا سکہ ان کے دلوں میں ایسا راسخ و جاگزین ہو جاتا تھا اور یہ سبب تھا جو ان کی تقلید کے قلابہ کو ان شہروالوں کی گردنوں نے اپنے لئے باعث فخر و مباہات سمجھا تھا، ورنہ اس سے پہلے سب کے سب امام اوزاعی ^(۱) علیہ الرحمۃ کے پیرو تھے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ و عزاسمہ نے جس قدر یحییٰ بن یحییٰ کو اندلس میں عظمت شان اور قول کی قبولیت، حکم کی اطاعت عطا فرمائی تھی، علماء اندلس کے کسی عالم کو ایسی نصیب نہیں ہوئی۔ (۲)

[و] ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم.

یہ تو اللہ کا فضل ہے وہ بڑے فضل والا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے یہ فضیلت عنایت فرماتا ہے۔

(۱) اوزاعی: شیخ الاسلام ابو عمر و عبدالرحمن بن عمرو بن محمد اوزاعی، دمشق آپ کا پورا اسم گرامی ہے۔ حافظ حدیث تھے۔ ۸۸ھ [۷۷-۷۸] میں پیدا ہوئے، عطاء بن ابورباح، ابو جعفر باقر، عمرو بن شعیب، مکحول، قتادہ، زہری، یحییٰ بن ابوکثیر، محمد بن ابراہیم تمیمی، عطاء خراسانی، محمد بن سیرین اور ابن منکدر جیسے کبار علماء سے احادیث سن کر روایت کی، ان سے روایت کرنے والوں میں ابن مبارک، یحییٰ قطان، محمد بن یوسف فریبانی، ابو عاصم نبیل اور بہت سارے محدثین ہیں۔ فقہائے شام و اندلس نے ان کے مسلک کے مطابق عمل کیا تھا، پھر ان کا مسلک معدوم ہو گیا، امام مالک فرماتے ہیں کہ اوزاعی مقتدا ہیں۔ ابواسحاق فزاری کہتے ہیں کہ اگر اس امت کو کسی ایک عالم کے انتخاب کرنے کا اختیار دیا جائے تو وہ اپنے لئے اوزاعی کا انتخاب کرے۔ آپ پوری رات نماز و تلاوت اور گریہ و زاری میں گزارتے تھے۔ خلیفہ منصور ان کی بہت عزت کرتا تھا، اور ان کی مجلس و عظ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ۱۵۳ھ [۷۷۳] میں اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۶۴-۱۶۵۔ [نور، ۶۸-۷۳/۱]۔ سیر اعلام النبلاء ۷/۳۴-۱۰۷۔ العجرح والتعدیل ۱/۲۱۹-۱۸۴۔ حلیۃ الاولیاء ۶/۱۳۵-۴۹۔ تہذیب التہذیب: ۶/۲۳۸-۴۲۔ شذرات الذهب ۱/۲۴۱-۴۲۔ (۲) وفيات الاعیان: ۶/۱۴۶۔ [نور، ۲۷۶/۳]۔ تاریخ علماء الاندلس ۲/۱۸۰۔ [نور، ۱۷۷/۲]۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۵۲۱۔ نفع الطیب ۲/۹۔

ابن بشکوال^(۱) نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ مستجاب الدعوات تھے، اور وضع، لباس اور ہیئت ظاہری اور نشست و برخاست میں بھی حضرت امام مالک کا اتباع فرماتے تھے۔^(۲)

جو کچھ امام مالک سے سنا تھا اس کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، اور ہرگز امام مالک کے خلاف کو پسند نہ فرماتے تھے، حالانکہ اس وقت لوگوں میں ایک مذہب کی تقلید راسخ نہ ہوئی تھی، نہ عوام میں نہ خواص میں۔ لکھا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ نے ہر مسئلہ میں امام مالک کے مذہب و اتباع کو اختیار کیا ہے مگر چار مسئلوں میں لیث بن سعد مصری کے مذہب کو اختیار فرماتے ہیں۔ اول یہ کہ صبح کی نماز اور نیز دیگر نمازوں میں قنوت پڑھنے کو جائز نہیں رکھتے تھے، دوسرے یہ کہ صرف ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے کو روا نہیں رکھتے تھے، تیسرے یہ کہ نزاع زوجین کی صورت میں حکم مقرر کرنے کو واجب نہیں سمجھتے تھے، چوتھے یہ کہ کاشت کی زمین کا کرایہ اس کے محصول سے لینا جائز جانتے تھے۔^(۳)

اس ملک کے لوگ حضرت امام مالک کے ساتھ کمال عقیدت رکھنے کی وجہ سے اس قلیل مخالفت میں بھی اُن پر گرفت کرتے تھے اور ان مسائل میں اُن کے پیرو نہ تھے۔ یحییٰ بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ جب امام مالک کا مرض الموت ممتد ہوا اور وقتِ آخر آ پہنچا، تو مدینہ اور دیگر شہروں کے تمام فقہاء و علماء امام صاحب کے مکان فیض نشان میں اس غرض سے جمع ہوئے کہ امام صاحب کی آخری ملاقات سے فیضیاب اور اس پیشوائے مخلوق کی وصیتوں سے بہرہ یاب ہوں، میں نے ان کو شمار کیا تو ایک سو تیس علماء و فقہاء موجود تھے، میں بھی ان میں تھا، میں امام کے پاس جاتا تھا، سلام کرتا تھا اور سامنے کھڑا ہوتا تھا کہ شاید اس آخری وقت میں امام صاحب کی کوئی نظر مجھ پر پڑ جائے اور آخرت و دنیا کی بہبودی حاصل ہو جائے، اسی حالت میں تھا کہ امام نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف متوجہ ہو کر یہ فرمایا الحمد لله الذي اضحك

(۱) ابن بشکوال: ان کا پورا نام خلف بن عبد الملک بن مسعود بن موسیٰ بن بشکوال انصاری ہے۔ ان کی کنیت ابو القاسم تھی، قرطبہ کے رہنے والے تھے، مؤرخ تھے، اور اس فن میں اپنے ہم عصروں پر فائق تھے۔ ۵۹۸ھ (الذیباہج میں ۵۷۸ھ مذکور ہے، نور) [۲-۱۲۰۱ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ الذیباہج المذہب ص: ۱۱۴۔ [۱۸۳، نور] اخبار و واقعات اور اس سے منسلک شخصیات کے متعلق علم رکھنے میں مسلم تھے، اپنے اساتذہ سے چار سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں ہیں۔

(۲) وفيات الاعیان ۶/۱۴۶۔ [۳/۲۷۶، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۰/۵۲۴۔

(۳) ترتیب المدارك: ۱/۵۳۸۔ سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۵۲۲۔

وَابْكَى وَأَمَاتٍ وَأَحْيَىٰ' یعنی جس اللہ نے ہم کو خوشی و غمی دکھلا کر کبھی ہنسایا، کبھی رلایا، اس کا شکر ہے، اسی کے حکم سے زندہ رہے اور اسی کے حکم پر جان دیتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ موت آگئی ہے، خدا تعالیٰ سے ملاقات کرنے کا وقت قریب ہے۔ سب نے آپ سے قریب ہو کر یہ عرض کیا کہ اے ابو عبد اللہ اس وقت آپ کے باطن کا کیا حال ہے، فرمایا نہایت خوش ہوں صحبت اولیاء اللہ کی وجہ سے، اور میں اہل علم کو اولیاء سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد علماء سے زیادہ عزیز کوئی شے نہیں ہے۔ نیز میں مسرور اور خوش دل ہوں، کیوں کہ میری تمام عمر علم کی طلب اور اس کی تعلیم میں بسر ہوئی، اور اپنی سعی کو مشکور خیال کرتا ہوں اس لئے کہ جو عمل حق تعالیٰ نے ہم پر فرض کئے یا اس کے پیغمبر نے مسنون فرمائے، وہ سب ہم کو پیغمبر کی زبان سے پہنچے، اور آپ کے ارشاد سے ان کا ثواب معلوم ہوا، مثلاً حضور سرور کائنات نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے اس کو ایسا ایسا ثواب ملے گا، اور جو کوئی خانہ کعبہ کا حج کرے گا اس کا یہ ثواب ہے، اور جو کوئی شخص کفار کے ساتھ جہاد کرے اس کا خدا کے نزدیک یہ مرتبہ ہے، اور ان معلومات کو علم حدیث کے طالب علم کے سوا اور کوئی شخص تفصیل اور صحت کے ساتھ معلوم نہیں کر سکتا، پس یہ علم گویا نبوت کی میراث ہے کیونکہ ادبیات و عقلیات و ریاضیات اور ایسے ہی دوسرے علوم تو بغیر طریقہ نبوت کے بھی معلوم کر سکتا ہے، بخلاف علم ثواب و عقاب اور علم شرائع و ادیان کے۔ کیونکہ بغیر چراغ دان نبوت کے ان کے انوار کو حاصل کرنا محال ہے، پس جو شخص اس علم کی طلب میں پڑ گیا اور اسی شوق میں گرفتار رہا، عجب کرامت اور ثواب دیکھتا ہے، جو انبیاء کی کرامت اور ثواب کے مشابہ ہے، اور جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے،

اس کے بعد فرمایا کہ میں تم کو ربیعہ کی وہ حدیث سناتا ہوں جو اس وقت تک روایت نہیں کی، میں نے سنا ہے کہ وہ خدائے بزرگ و برتر کی قسم کھا کر کہتے تھے اگر کوئی شخص اپنی نماز میں خطا کرے اور وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ کس طرح نماز ادا کرنی چاہئے اور یہ شخص اس مسئلہ کو اگر مجھ سے دریافت کرے اور میں اس کو نماز کے فرائض اور سنتوں اور آداب کو بتلا دوں اور اس کے طریقہ ثواب کو بیان کروں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ کوئی شخص مجھ کو تمام دنیا کی دولت دے اور میں اس کو خدا کے راستہ میں صرف کروں۔ خدائے بزرگ و برتر کی قسم اگر مجھ کو کسی علمی مسئلہ یا حدیث کی روایات میں سے کسی روایت میں کوئی شبہ پیش آئے اور میں اس کی ذہن و تلاش میں اپنے قلب کو ایسا مصروف کروں کہ بیداری و خواب کی حالت کو اسی

کے دھیان اور خیال میں اس طرح گزار دوں کہ دن کو چین ملے، نہ رات کو بستر پر آرام معلوم ہو، اور تمام شب اس شبہ کے سبب سے میرا دل مکدر رہے، اور پھر صبح کے وقت کسی عالم کے پاس جا کر اس کو حل کر کے اطمینان حاصل کروں، تو میرے نزدیک ایک سو حج مقبول سے بہتر ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ابن شہاب یعنی زہری سے میں نے بارہا سنا ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ خدائے بزرگ و برتر کی قسم اگر کوئی شخص اپنے دینی معاملات میں سے کسی معاملہ میں مجھ سے مشورہ کرے اور میں اس میں تامل و تفکر کے بعد جیسا کہ مشیر کے ذمہ ہے بہتر رائے قائم کر کے اُس کو راہ حق بتلا دوں کہ اس کے دین کی اصلاح ہو جائے اور اس شخص کو اس رابطہ و تعلق میں جو اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے کوئی خلل پیش نہ آئے، تو میرے نزدیک ایک سو غزوہ سے بہتر ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ یہ ارشاد سب سے آخری کلام ہے جو میں نے حضرت امام سے سنا ہے۔^(۱)

یحییٰ کی وفات ماہ رجب المرجب ۲۳۳ھ [۸۴۹ء] میں واقع ہوئی، ان کی عمر بیسی برس کی ہوئی۔^(۲) قرطبہ میں ان کی قبر ہے۔ خشک سالی میں ان کے طفیل سے لوگ بارش اور برکت کو طلب کرتے تھے۔^(۳) یہ بھی جاننا چاہئے کہ چونکہ موطا کے چند ابواب میں امام مالک اور یحییٰ کے درمیان زیاد بن عبد الرحمن کا واسطہ روایت ہے، اس وجہ سے ان کے حال سعادت مآل سے بھی تھوڑا سا لکھتا ہوں۔ زیاد بن عبد الرحمن کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، اور ان کا نسب یہ ہے، زیاد بن عبد الرحمن بن زیاد نخعی۔ اور شبطون ان کا لقب ہے جس کے ساتھ وہ مشہور ہیں، اور حاطب بن ابی بلتعہ جو صحابی اور بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے ہیں، ان کی اولاد میں سے ہیں۔^(۴) زیاد بن عبد الرحمن پہلے وہ شخص ہیں جو امام مالک کے مذہب کو اندلس میں لائے اور استفادہ کی غرض سے دو مرتبہ سفر کر کے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔^(۵) زہد و تقویٰ میں اپنے زمانہ کے ممتاز اور مستثنیٰ لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔^(۶)

(۱) اخبار الفقہاء والمحدثین ص: ۶۶-۳۶۵- [۲۷۸-۲۷۷، حاشیہ: سالم مصطفیٰ بدری، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۰ھ-۱۹۹۹ء، نور]

(۲) الدیاج المذہب ص: ۳۵۶- [۴۳۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۰/۵۲۴۔

(۳) وفیات الاعیان ۶/۱۴۶- [۲۷۶/۳، نور]

(۴) تاریخ علماء الاندلس ۱/۱۵۴- [۱۸۲/۱، نور] تریب المدارك ۱/۳۴۹۔ الدیاج المذہب ص: ۱۱۸- [۱۹۳، نور]

(۵) الدیاج المذہب ص: ۱۱۸- [۱۹۳، نور] (۶) الدیاج المذہب ص: ۱۱۸- [۱۹۳، نور]

☆ فارسی عبارت میں ”صحابی بدر“ کا لفظ ہے جس کا ترجمہ بدری صحابی کافی تھا۔

جب امیر ہشام^(۱) نے جو قرطبہ کا رئیس تھا، زیاد بن عبد الرحمن کو قرطبہ کی قضاة سے سرفراز کرنا چاہا اور اس عہدہ کے قبول کرنے پر ان کو مجبور کیا تو وہ تنگ دل ہو کر قرطبہ کو چھوڑ کر چلے گئے، اس وقت ہشام یہ کہتا تھا کہ کاش تمام لوگ اگر زیاد جیسے ہوتے تو عالم کے دل میں دنیا کی رغبت نہ رہتی۔

اس کے بعد ہشام نے ان کو امن دیکر یہ تسلی نامہ لکھا کہ میں پھر آپ کو اس امر کی تکلیف نہ دوں گا، زیاد اس تسلی نامہ کو معلوم کر کے پھر اپنے مکان پر واپس آگئے۔^(۲) اور علم حدیث کے افادہ میں مشغول ہوئے۔ زیاد کے پر عجب قصوں میں سے ایک یہ عجیب واقعہ ہے کہ ایک روز ہشام اپنے بعض مصاحبوں پر اس وجہ سے غصہ ہوا کہ ناوقت کسی ایسی چیز کی عرضی پیش کی تھی جو نہایت مکروہ تھی، اور اس کی سزا میں اس مصاحب کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ زیادہ اس وقت ہشام ہی کے گھر میں تشریف رکھتے تھے، انہوں نے یہ فرمایا کہ امیر کو اللہ تعالیٰ بھلائی اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ میں نے امام مالک سے یہ حدیث سنی ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَظَمَ غِيظًا يَقْدِرَ عَلَى
إِنْفَاذِهِ مَلَأَ اللَّهُ قَلْبَهُ أَمْنًا وَإِيمَانًا.

ترجمہ: ایسا شخص ایسے غصہ کو ضبط کر کے پی جائے جس کے انفاذ کی قدرت رکھتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو امن و ایمان سے پرمادیتا ہے۔

جب ہشام نے اس حدیث کو سنا، اس کا غصہ فوراً ٹھنڈا پڑ گیا، اور یہ کہا کہ آپ نے یہ حدیث امام مالک سے سنی ہے؟ اس کو آپ حلفیہ کہہ سکتے ہیں؟ زیاد نے کہا اللہ کی قسم میں نے یہ حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنی ہے۔ ہشام نے فوراً اس مصاحب کا قصور معاف کر دیا۔^(۳)

(۱) ہشام: ہشام بن عبد الرحمن۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا طرز عمل اختیار کیا تھا، اس نے قرطبہ میں اس پل کو دوبارہ تعمیر کروایا جو ضرب المثل تھا، جامع مسجد قرطبہ کی تعمیر کو اسی نے پایہ تکمیل تک پہنچایا، اس کے علاوہ کتاب و سنت کے مطابق زکاۃ وصول کرنے کے لئے عاملین کو مامور کیا۔ زیاد بن عبد الرحمن نے امام مالک کے پاس اس کے محاسن بیان کئے تو امام مالک نے فرمایا خدا ان جیسوں سے ہمارے عہد کو زینت بخشے۔ ولادت ۱۳۹ھ [۵۷-۵۶ء] میں ہوئی اور سال وفات ۱۸۹ھ [۷۶۶ء] ہے، سات سال نو مہینے قرطبہ میں اس نے حکومت سنبھالی، چالیس سال چار مہینے کی عمر پائی تھی، صالحین و نیکوکاروں میں اس کا شمار ہوتا ہے، جہاد اس کا مشغلہ تھا۔ دیکھئے: نفع الطیب ۱/۳۳۶-۳۳۸/۱ [نور]

(۲) تاریخ علماء الاندلس ۱/۱۵۴- [۱۸۳/۱، نور] نفع الطیب ۲/۴۵- [یہ واقعہ مفصل مذکور نہیں ہے البتہ ص: ۳۳۷ پر مذکور ہے کہ ہشام نے زیاد بن عبد الرحمن کی تعریف میں کچھ جملہ کہا۔ نور]

(۳) ترتیب المدارك ۱/۳۵۱۔

یہ بھی منقول ہے کہ اُس ملک کے کسی بادشاہ نے زیاد کو خط لکھا جب زیاد نے اس خط کا جواب لکھ کر سر بمہر کر کے روانہ کیا تو حاضرین خدمت نے یہ عرض کیا کہ اس بادشاہ نے آپ کو کیا لکھا تھا اور آپ نے اس کا کیا جواب دیا؟

فرمایا کہ اس بادشاہ نے اس خط میں یہ سوال کیا تھا کہ قیامت کے دن میزان عدل کے دونوں پتے کس چیز کے ہوں گے، چاندی کے یا سونے کے؟ میں نے جواب میں یہ حدیث لکھ دی۔

[حدثنا] مالك عن ابن شهاب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حسن ا سلام المرء تركه مالا يعنيه.^(۱)

ترجمہ: جو بے فائدہ امور ہیں ان کو چھوڑ دینا آدمی کے اسلام کی عمدگی و خوبی پر دلالت کرتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا جو سال ہے، وہی زیاد بن عبد الرحمن کی وفات کا ہے۔ اور یہ سال ۲۰۲ھ تھا۔ رحمة الله عليهما ☆ (۲)

☆ موطا کا دوسرا نسخہ

موطا کا دوسرا نسخہ وہ ہے جو عبد اللہ بن وہب نے امام مالک سے روایت کر کے جمع کیا ہے جس کا شروع یہ ہے:

أخبرنا مالك عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا اله إلا الله، فإذا قالوا لا اله إلا الله، عصموا مني دماءهم وأموالهم وأنفسهم إلا بحقها، وحسابهم على الله.

(۱) ترتيب المدارك ۱/۳۵۲۔ سير اعلام النبلاء ۹/۳۱۲۔ اس حدیث کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے، باب ماجاء فی حسن الخلق ترمذی نے بھی اپنی جامع کی کتاب الزہد میں اسے روایت کیا ہے۔

(۲) تاریخ علماء الاندلس ۱/۱۵۵۔ [۱/۱۸۳، نور] علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ ان کی وفات ۱۹۳ھ [۹-۸۰۸ء] میں ہوئی، اور ایک قول کے مطابق ۱۹۹ھ [۱۵-۸۱۳ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سير اعلام النبلاء ۹/۳۱۲۔

☆ عبد اللہ بن وہب کی روایت کردہ موطا کی صرف کتاب الحاربه کا حصہ میکلوٹش مورانی کی تحقیق کے ساتھ دارالغرب الاسلامی بیروت سے ۲۰۰۲ء میں چھپا ہے۔

☆ رحمة الله عليه (فارسی طباعت اولی)۔

ترجمہ: ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کے ساتھ جس کے راوی ابی الزناد اور اعرج اور ابو ہریرہ ہیں یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتل و قتال کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں اور جب وہ اس کلمہ کو پڑھ لیں تو انہوں نے اپنی جان و مال اور خون کو مجھ سے محفوظ کر لیا، البتہ اسلامی حقوق میں ان سے مواخذہ کیا جائے گا جس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، وہ خوب جانتا ہے۔

یہ حدیث ابن وہب کے مفردات سے ہے، دوسری موطا میں نہیں پائی گئی ہے، البتہ ابن قاسم کی موطا میں ہے، کیونکہ انہوں نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔^(۱) ابن وہب کی کنیت ابو محمد ہے اور ان کا نسب یہ ہے:

عبداللہ بن وہب بن مسلم الفہری، یہ بنو فہر کے موالی میں سے ہیں، ان کا مولد و مسکن اصلی مصر ہے۔^(۲) ماہ ذی قعدہ ۲۵ھ [۷۴۳ء] میں آپ پیدا ہوئے،^(۳) اور ائمہ حدیث کے چار سوائمہ (اماموں) سے روایت کرتے ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت امام مالک اور لیث بن سعد اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی ذئب اور سفیان بن اور ابن جریج^(۴) اور یونس^(۵) وغیرہم ہیں۔ مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور مصر میں آپ نے علم کو طلب کیا۔^(۶) اور لیث بن سعد نے جو ان کے استاد بھی ہیں چند حدیثیں خود ان سے ہی روایت کی ہیں۔

(۱) دیکھئے: التجرید ص: ۲۷۰۔ صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب دعاء النبی الناس الی الاسلام

والنبوة صحیح مسلم، کتاب الإیمان باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا لا إله الا اللہ محمد رسول اللہ.

(۲) ترقیب المدارک ۱/۴۲۔ [نور] تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۷۷۔ [نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۲۲۳۔

(۳) اللدیاج المنہب ص: ۱۳۳۔ [نور] وفیات الاعیان ۳/۳۶۔ [نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۲۲۳۔

(۴) ابن جریج: ان کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج مکی تھا، اپنے وقت کے علامہ اور شیخ الحرم تھے۔ انہوں نے ہی مکہ

میں سب سے پہلے علوم کو لکھ کر سینوں سے سفینوں میں منتقل کر کے محفوظ کیا۔ عطاء بن ابی رباح سے کثرت سے روایت بیان

کرتے ہیں، ان کے اساتذہ میں نافع، طاؤس، عمرو بن شعیب، عمرو بن دینار، ابن منکدر اور زہری وغیرہ ہیں۔ اور ان کے تلامذہ

میں ثور بن یزید، اوزاعی، لیث، سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ جیسی عمقری شخصیات ہیں۔ مسند احمد اور صحاح ستہ میں ان کی

روایات بڑی تعداد میں موجود ہیں زندگی کی ستر بہاریں دیکھ کر ۱۵۰ھ [۷۶۷ء] یا اس کے بعد انتقال کر گئے۔ سیر اعلام النبلاء

۶/۳۲۵-۳۶۔ الجرح والتعدیل ۵/۳۵۶-۵۷۔ وفیات الاعیان ۳/۷۱-۱۶۳۔ [نور] ۲/۷۸-۷۹۔ تہذیب

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ پر

التہذیب ۶/۴۰۲-۴۰۶۔

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ امام مالک نے بھی اہل مصر کی چند حدیثوں کو ان سے روایت کیا ہے۔ من ذلك حدیث ابن لہیعہ^(۱) نہی عن بیع العربان^(۲) منجملہ ان کے ابن لہیعہ کی حدیث بھی ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عربان سے منع فرمایا ہے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۵) یونس بن یزید: یونس بن یزید بن ابونجاد اہلی۔ آل ابی سفیان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے ابن شہاب، نافع، قاسم، عکرمہ، ہشام بن عروہ، اور دوسرے حضرات سے استفادہ کیا۔ لیث، اوزاعی، ابن مبارک، ابن وہب، رشد بن سعد، محمد بن فلح کے علاوہ ایک بڑی جماعت نے ان سے کسب فیض کیا ہے۔ آپ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بارہ سال تک رہے۔ ان کے اجل تلامذہ میں سے ہیں۔ امام احمد کہتے ہیں کہ عقیل سے سب سے زیادہ روایت کرنے والے یونس ہیں، اور یونس اور عقیل دونوں ثقہ ہیں۔ ابن معین کہتے ہیں کہ زہری کے رواۃ میں مالک، ابن عیینہ، عقیل اور یونس اثبت ہیں۔ ۱۵۹ھ [یہ روایت تذکرہ کے حاشیہ میں خلاصہ کے حوالہ سے درج ہے، جبکہ ذہبی نے متن میں سن وفات ۱۵۲ھ ذکر کیا ہے۔ ۱۵۳/۱، نور] [۷۶-۷۷-۷۸] میں وفات پائی، تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۴۶- [۱۵۳/۱، نور] سیر أعلام النبلاء ۶/۳۰۱-۲۹۷۔ الجرح والتعديل ۹/۴۸-۲۴۷۔ [۳۹/۹-۲۳۲، نور] تہذیب التہذیب ۱۱/۵۲-۴۵۰۔ شذرات الذهب ۱/۲۳۳۔ (۶) الدیباچ المذہب ص: ۱۳۲- [۲۱۵، نور] تہذیب التہذیب ۶/۷۲۔

(۱) ابن لہیعہ: عبد اللہ بن لہیعہ حضرمی، مصری، آپ اور لیث مصر کے محدث تھے۔ ۹۵ھ [۱۳-۱۴] یا ۹۶ھ [۱۵-۱۴] میں ان کی ولادت ہوئی۔ انہوں نے ابو ہریرہ کے شاگرد عبد الرحمن بن ہرمز، اعرج، عطاء، عمرو بن شعیب، عمرو بن دینار، محمد بن منکدر، ابو بکر بن شیخ اور کئی لوگوں سے سماع حدیث کیا۔ ان کے تلامذہ میں اوزاعی، شعبہ، ثوری، لیث، ابن مبارک، ولید بن مسلم، ہشام، سعید بن عفیر، یحییٰ بن بکیر، قعنبنی، محمد بن روح اور قتیبہ بن سعید وغیرہ ہیں۔ انہوں نے ۷۲ تا بعین سے ملاقات کی، جن میں عبد اللہ بن عمرو، عقبہ بن عامر اور حضرت ابو ہریرہ کے کئی تلامذہ بھی شامل ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ضبط و اتقان اور کثرت احادیث میں مصر میں ابن لہیعہ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ثوری کہتے ہیں کہ ابن لہیعہ کے پاس اصول اور ہمارے پاس فروع ہیں۔ لیکن چونکہ یہ ثقہ ہی لوگوں سے حدیث لینے میں تساہل کا شکار تھے اس لئے اصحاب صحاح نے ان سے روایت کرنے سے اجتناب کیا ہے، لیکن ابو داؤد، ترمذی، اور قزوینی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ۷۴ھ [۹۱-۹۰] میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۶-۲۱۵- [۲۱۹-۲۰/۱، نور] سیر أعلام النبلاء ۸/۱۱-۳۱۔ الجرح والتعديل ۸/۳۳۵- [۱۳۵-۱۳۸/۵، نور] وفيات الاعیان ۳/۳۸-۳۹- [۱۸-۱۹/۲، نور] تہذیب التہذیب ۵/۳۷۳- [۴۹/۵-۳۷۳، نور] شذرات الذهب ۱/۸۴-۲۸۳۔

(۲) الدیباچ المذہب ص: ۱۳۲- [۲۱۵، نور] رواہ مالک فی الموطا، کتاب البیوع، باب ماجاء فی بیع العربان، عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع العربان، سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی العربان، سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب بیع العربان۔

مترجم کہتا ہے کہ عربان کی تفسیر یہ ہے کہ خریدار کسی چیز کو خریدنا چاہے اور اس کے بیچنے والے کو مثلاً ایک روپیہ یا کم زیادہ اس شرط پر دیدے کہ اگر میں نے اس چیز کو خرید لیا اور بیع تمام ہوگئی، تو اس کو قیمت یعنی مول میں مجرا دوں گا، اور اگر کسی وجہ سے میں پھر گیا اور بیع پوری نہ ہوئی تو یہ تیرے پاس رہے گا میں واپس نہ لوں گا۔ اردو میں اس کو بیعناہ اور سائی کہتے ہیں۔ شریعت میں یہ باطل ہے۔ مسئلہ فقہ کا یہ ہے کہ بیع ہوگئی، تو بیچنے والے کا حق ہے کیونکہ مول میں مجرا ہوگا، ورنہ خریدار کا ہے، واپس کر دے۔

عبداللہ بن وہب اپنے زمانہ میں حجتہ تھے، تمام لوگ ان کے مرویات پر کمال وثوق اور اعتماد رکھتے تھے۔ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔^(۱) البتہ اجتہاد اور تفقہ کا طریقہ امام مالک اور لیث بن سعد سے حاصل کیا تھا۔^(۲) اور ابن شہاب زہری کے شاگردوں میں سے تقریباً بیس اشخاص کو پایا اور ابن شہاب کے علم کو جو مدینہ والوں میں سب سے زیادہ عالم تھے، ان سے حاصل کیا، بیس برس حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ امام مالک نے عبداللہ بن وہب کے سوا اور کسی کو فقیہ نہیں لکھا۔ امام مالک ان کو اس طرح پر لکھتے تھے:

۱ لی فقیہ مصر ابی محمد التقی ابو محمد متقی فقیہ مصر کو لکھا جاتا ہے۔^(۳)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوستوں اور شاگردوں کو آداب تعلیم اور پند و نصیحت کے بارہ میں اکثر زجر و توبیخ فرمادیا کرتے تھے۔ مگر عبداللہ بن وہب کو کمال تعظیم اور محبت و عنایت کے ساتھ تعلیم فرمایا کرتے تھے۔^(۴) جس زمانہ میں احادیث کا ذخیرہ کسی شہر میں جمع نہیں ہوا تھا، کثرت احادیث میں یہ اپنے زمانہ کے نادر اور یگانہ خیال کئے جاتے تھے۔ ایک لاکھ حدیث بر زبان تھی، اور ان کی تصنیف کردہ

(۱) ڈاکٹر ندوی صاحب نے دونوں سے آخر تک کی پوری اطلاع امام ذہبی کے حوالہ نقل کی ہے، [عربی نسخہ ص: ۳۳۲] مگر یہ درست نہیں، تذکرۃ الحفاظ میں صرف پہلا فقرہ ہے، دوسرا تذکرۃ الحفاظ میں موجود نہیں۔ [نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۷۸ - [۱/ ۲۸۰، نور] ڈاکٹر ندوی صاحب نے بعد کی اطلاع کے لئے بھی تذکرۃ الحفاظ کا حوالہ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں، یہ اطلاع امام ذہبی کی نہیں ہے۔ [نور] الدیبا ج المذہب ص: ۱۳۲ - [۲۱۵، قدرے فرق کے ساتھ یہ مفہوم ادا کیا گیا ہے۔ [نور]

(۳) ترتیب المدارك ۱/ ۲۲ - الدیبا ج المذہب ص: ۱۳۲ - [ترتیب المدارك اور الدیبا ج فی مہارت ہے إلی عبداللہ بن وہب فقیر مصر ص: ۲۱۵، نور]

(۴) الدیبا ج المذہب ص: ۱۳۲ - [۲۱۵، نور]

کتابوں میں ایک لاکھ بیس ہزار حدیثیں موجود ہیں، [کذا ذکرہ الذہبی^(۱)] جیسا کہ ذہبی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔

ابن عدی نے^(۲) یہ بات ان کے عجائبات سے بیان کی ہے کہ عبداللہ بن وہب کی تصنیف اگرچہ بہت کثرت کے ساتھ ہیں، مگر بایں ہمہ ان میں موضوع تو درکنار کوئی حدیث منکر تک بھی نہیں ہے۔^(۳) ایک روز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں ابن القاسم کا، جو مشہور اور صاحب مدونہ ہیں ذکر آیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ ابن القاسم فقیہ ہیں اور ابن وہب عالم۔^(۴) یعنی ابن القاسم نے صرف جزئیات فقہ پر پورا عبور حاصل کیا ہے، اور ابن وہب نے تفسیر، سیر، زہد، رفاق، فتن اور مناقب، غرض یہ کہ ہر علم کی جزئیات کا احاطہ کیا ہے۔

ابن یوسف^(۵)☆ بیان کرتے ہیں کہ ابن وہب تین اوصاف کے جامع تھے، فقہ، تفسیر، عبادات۔^(۶)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۷۸- [۱/۲۸۰، نور] سیر أعلام النبلاء ۹/۲۳۳-۲۲۵- الکامل ۴/۱۵۰- [الکامل،

تحقیق ایمن بن عارف دمشقی، دار الجبل بیروت: حرف العین ص: ۴۶۵، نور]

(۲) ابن عدی: ابواحمد عبداللہ بن عدی بن عبداللہ بن محمد بن مبارک جرجانی۔ ابن قطان کے نام سے بھی جانے جاتے تھے۔ ان کی مشہور تصنیف "الکامل فی الجرح والتعديل" ہے۔ ۲۷۵ھ [۹۱-۸۹۰ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ نسائی، فریابی، ابویعلیٰ موصلی، ابوبکر بن خزیمہ، اور محمد بن یحییٰ مروزی سے حدیثیں سنیں، ابوالعباس بن عقدہ، ابوسعید مالینی کے علاوہ کئی لوگوں نے آپ کی شاگردی اختیار کی ہے، دارقطنی سے ایک مرتبہ کسی نے ضعیف رواۃ پر ایک کتاب لکھنے کی فرمائش کی، تو دارقطنی نے اس شخص سے پوچھا: کیا تمہارے پاس ابن عدی کی کتاب نہیں ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو دارقطنی نے فرمایا اس میں کافی دشانی بحثیں ہیں، جس کے بعد اور کچھ لکھنے کی گنجائش باقی نہیں ہے۔ ان کی وفات ۳۶۵ھ [۶۹۷ء] میں ہوئی۔ ابن عدی کو نقد میں کمال حاصل تھا، تذکرۃ الحفاظ ۳/۵۴-۱۵۲- [۳/۳۵-۳۳، نور] خلیلی کہتے ہیں کہ حفظ احادیث اور جلالت شان میں ان کا کوئی ہمسر نہیں۔

(۳) الکامل ص: ۴۳۷- [۳۶۵، نور] سیر أعلام النبلاء ۹/۲۲۶- تہذیب التہذیب ۶/۶۳- [۶/۷۳، نور]

(۴) وفيات الاعیان ۳/۳۶- [۲/۱۸، نور] سیر أعلام النبلاء ۹/۲۲۷-

(۵) ابن یونس: احمد بن عبداللہ بن یونس بن عبداللہ بن قیس کوفی، تميمی، حافظ اور ثقہ ہیں۔ ۱۳۲ھ [۵۰-۴۹ء] میں تولد ہوئے اور ۲۲۷ھ [۸۴۱-۴۲ء] میں وفات ہوئی۔ ان کے اساتذہ میں ابن ابوزئب، ثوری، اسرائیل، حسن بن صالح، اور زہیر بن معاویہ قابل ذکر ہیں۔ امام بخاری، امام مسلم، عبد بن حمید، ابوزر عدرازی، ابو حاتم، اور ابراہیم حربی وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے، ابو حاتم نے انہیں ثقہ اور مستقرن کہا ہے۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۰/۵۸-۵۷ [۵۷-۵۹، نور] الجرح

والتعديل ۲/۵۷- تہذیب التہذیب ۱/۵۰- [۱/۵۱-۵۰، نور] شذرات الذهب ۱/۲-۵۹- [۲/۵۹، نور]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۷۸- [۱/۲۸۱، نور]

☆ یہ قول ابن یوسف کا نہیں ہے بلکہ ابن یونس کا ہے۔

ہر سال کے اوقات کو تین حصوں پر منقسم کیا تھا، سال کا ایک حصہ کفار بدکردار کے ساتھ جہاد کرنے میں بسر فرمایا کرتے تھے، ایک حصہ تعلیم کے مشغلہ میں مشغول رہا کرتے تھے، ایک حصہ کو بیت اللہ کے سفر میں صرف کیا کرتے تھے۔^(۱)

احمد^(۲) جو ابن وہب کے بھتیجے ہیں بیان کرتے ہیں کہ عباد بن محمد^(۳) نے جو اس ملک کا رئیس تھا، ایک دفعہ ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ کو عہدہ قضا کی خدمت سے سرفراز کرنا چاہا تو ابن وہب وہاں سے چلے گئے اور ایک عرصہ تک روپوش رہے۔ عباد نے غصہ میں آ کر ہمارے مکان کو مسمار کرادیا، جب یہ خبر میرے چچا ابن وہب کو پہنچی تو انہوں نے عباد کے نابینا ہونے کی بددعا فرمائی، چنانچہ ایک ہفتہ گزرنے نہ پایا تھا کہ عباد اندھا ہو گیا۔^(۴)

ان کے عجیب واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک روز ابن وہب حلقہ درس میں تشریف فرما تھے، ایک فقیر نے آ کر عرض کیا کہ ابا محمد! کل جو درم آپ نے مجھ کو عطا فرمائے تھے، سب

(۱) سیر اعلام النبلاء ۹/۲۲۶۔ تہذیب التہذیب ۶/۷۴۔

(۲) احمد: احمد بن عبد الرحمن بن وہب بن مسلم۔ کنیت ابو عبد اللہ تھی، ذہبی نے میزان الاعتدال ۱/۱۳۸ اور ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ابو عبید اللہ لکھا ہے، ۱/۵۴، نور] بحشل کے نام سے مشہور ہوئے۔ مصر کے عظیم المرتبت عالم عبد اللہ بن وہب کے بھتیجے تھے، اپنے چچا اور امام شافعی سے انہوں نے بہت ساری حدیثیں روایت کی ہیں۔ بخاری، مسلم، ابن خزیمہ، طبری، ابو حاتم، البوزرعہ اور ابن ابو حاتم وغیرہم ان سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ ۲۶۳ھ [۷۸-۸۷ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ علامہ ذہبی نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے ہزاروں صحیح احادیث روایت کی ہیں، لہذا ان کا صرف پانچ منکر احادیث کا روایت کرنا، ان سے احادیث روایت کرنے میں مانع نہیں ہونا چاہئے، ہاں یہ ضرور ہے کہ ثقاہت و اتقان وغیرہ میں وہ یونس بن عبدالاعلیٰ اور بندار کے درجے کے نہیں ہیں۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۲۳-۳۱۷۔ [۲۳/۱۲-۳۶۷ء، نور] میزان الاعتدال ۱/۱۱۳-۱۴۔ الجرح والتعلیل ۲/۶۰-۵۹۔ تہذیب التہذیب ۱/۵۶-۵۴۔ شذرات الذهب ۲/۱۴۷۔

(۳) عباد بن محمد: عباد بن محمد بن حبان بلخی۔ ابونصر کنیت تھی۔ کندہ کے آزاد کردہ غلاموں میں تھا۔ امین اور مامون کی باہمی لڑائی میں ۱۹۶ھ میں اس نے فسطاط میں سکونت اختیار کی۔ مامون کی طرف سے والی مقرر ہوا تھا، امین نے ربیعہ بن حونی کو مصر کا والی مقرر کیا اور عباد سے جنگ کرنے کا حکم دیا، دونوں کے درمیان جنگ چلی جس کا اختتام عباد کی گرفتاری پر ہوا، اس کو امین کے پاس بغداد بھیجا گیا، جہاں امین نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دیکھئے: النجوم الظاہرہ ۲/۱۵۳-۱۵۴۔ [۲۷-۹۵/۱۹۳،

تقدیم و تعلق: محمد حسین شمس الدین دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۱۳ھ-۱۹۹۲ء، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۷۹- [۲۸۱/۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۲۲۷۔

کھوٹے اور ناقص تھے۔ ابن وہب نے جواب دیا کہ اے عزیز ہمارے ہاتھ عاریت کے ہاتھ ہیں، جیسا کوئی شخص ہم کو دیتا ہے ویسا ہی ہم تم کو دیدیتے ہیں۔ فقیر کو غصہ آیا اور برا کہنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ اس نے یہ کہا اللہ کی رحمت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو، یہ وہی وقت ہے جس کی بابت ہم نے سنا تھا کہ خدا تعالیٰ اس وقت صدقات و خیرات کو اس امت کے منافقوں کے ہاتھ میں دیدے گا۔ عراق کا رہنے والا ایک شخص اس حلقہ میں موجود تھا، اس کو فقیر کی یہ بے ادبی دیکھ کر تاب نہ رہی، اس نے اٹھ کر فقیر کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا کہ فقیر گر گیا اور اس طرح شور و فریاد کرنے لگا کہ یا ابا محمد! یا ابا محمد! اے مسلمانوں کے امام! آپ کی مجلس میں لوگ یہ کیا حرکت کرتے ہیں، ابن وہب نے اٹھ کر تفتیش شروع کی کہ یہ نالائق حرکت کس سے صادر ہوئی، لوگوں نے عرض کیا کہ اس عراقی جوان سے، ابن وہب کے سامنے عراقی آ کر کہنے لگا کہ اے استاد! میں نے آپ سے اس طرح حدیث سنی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من لحم مؤمن من منافق یغتابہ حمی اللہ لحمہ من النار.

ترجمہ: جو شخص مؤمن کے گوشت کی حفاظت کرے اس منافق سے جو اس کی غیبت

کرتا ہے، تو اللہ اس شخص کے گوشت کو جہنم کی آگ سے بچائے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی حمایت میں جو محض حق ایمان رکھتا ہے اس قدر ثواب کا متوقع فرمایا

ہے تو جو آپ جیسے استاد اور پیشوائے مخلوق کی حمایت کرے گا، تو اس کا ثواب کس قدر ہوگا؟! اس ثواب موعود

کی امید پر ایسی حرکت کر بیٹھا۔ ابن وہب نے فرمایا کہ اگر تمہاری یہ نیت تھی تو اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر

عطا فرمائے۔ اب ایک حدیث دوسری سن لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

سیکون فی آخر الزمان مساکن یقال لہم الغناۃ لایتوضوؤن لصلاة،

ولا یغتسلون من جنابة، یخرج الناس ا لی مساجدہم وأعیادہم،

یسئلون اللہ من فضلہ، و یخرجون و یسئلون الناس، یرون حقوقہم

علی الناس، ولا یرون للہ علیہم حقاً۔^(۱)

(۱) ترتیب المدارك ۱/ ۴۲۹ - الدیاج المذہب ص: ۱۳۲ - [۲۱۶، نور]

آخر زمانہ میں ایسے مسکین ہوں گے جن کو لوگ مالدار کہتے ہوں گے جو نماز کے لئے وضو اور جنابت پر غسل نہ کریں گے، جو لوگوں کے پاس ان کی مسجدوں اور عیدگا ہوں میں جا کر اپنے فضل اور بزرگی کا سوال کریں گے، اور یہ خیال اور اعتقاد رکھتے ہوں گے، کہ ہمارا حق لوگوں پر واجب ہے اور اپنے اوپر اللہ کا کوئی حق نہ سمجھتے ہوں گے۔

بیان کرتے ہیں کہ ابن وہب ایک روز حمام میں تشریف لے گئے، کسی شخص نے یہ آیت پڑھی ☆
 ۱ ذیت حاجون فی النار^(۱) تو آپ ایسے بے ہوش ہوئے کہ بہت دیر کے بعد ہوش آیا۔^(۲) ان کے عجائبات امور میں سے ایک عجیب بات یہ ہے کہ ابن وہب نے اس امر کا التزام کر رکھا تھا کہ آپ سے جب کسی کی غیبت ہو جاتی تو ایک روزہ رکھتے تھے، ایک روز یہ فرمایا کہ چونکہ روزہ رکھتے رکھتے مجھ کو ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ روزہ کارکھنا اب سہل معلوم ہوتا ہے اور کچھ مشقت و تکلیف پیش نہیں آتی ہے، تو اب یہ عہد کر لیا ہے کہ جب کسی کی غیبت کر بیٹھتا ہوں تو ایک درم خیرات کر دیتا ہوں، درہم کا خیرات کرنا مجھ پر ایسا شاق گزرا کہ مجھ سے غیبت چھوٹ گئی۔^(۳) ایک روز کسی شاگرد نے جامع ابن وہب میں سے جو ان کی مشہور کتاب ہے قیامت کے ہولناک حالات ان کے سامنے پڑھے، تو خوف کی وجہ سے ایک ایسی حالت طاری ہوئی جس کی وجہ سے ایسے بے ہوش ہوئے کہ لوگ ان کو اٹھا کر ان کے مکان میں لے گئے، جب ہوش آتا تھا تو لرزہ بدن پر آ کر پھر وہی کیفیت ہو جاتی تھی، یہاں تک کہ اسی حالت میں یک شنبہ کے روز ۲۵ شعبان ۱۹ھ [مئی ۸۱۳ء] کو ستر سال کی عمر میں اس عالم سے رحلت فرمائی۔^(۴) جب سفیان ابن عیینہ کو آپ کی وفات کی خبر پہنچی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر یہ فرمایا

(۱) سورہ غافر: ۴۷

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۷۹- [۱/۲۸۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۲۲۷۔

(۳) ترتیب المدارك ۱/۴۳۱۔ سیر اعلام النبلاء ۹/۲۲۸۔

(۴) وفیات الاعیان ۳/۳۷- [۲/۱۸، نور] تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۷۹- [۱/۲۸۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۲۲۶۔

[۹/۲۲۹، نور] ترتیب المدارك ۱/۴۳۲۔

☆ فارسی میں ”شنید“ کا لفظ ہے جس کے مطابق ترجمہ یہ ہونا چاہئے کہ کسی کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنی۔

☆ فارسی میں ”ہفتاد و دو“ (۷۲) سال مذکور ہے۔

کہ تمام اہل اسلام کے لئے یہ مصیبت ہے۔^(۱) وفات کی رات میں بعض صلحاء نے یہ خواب دیکھا کہ لوگ دسترخوانوں کو یہ کہتے ہوئے اٹھارہے ہیں کہ اب دسترخوان علم اٹھالیا گیا۔^(۲) عبداللہ بن وہب نے اپنی یادگار میں بہت سی مفید اور نافع تصنیفات چھوڑیں، مجملہ ان کے ایک مسوعات از امام مالک بھی ہے جس میں تیس باب مقاصد مختلفہ میں جمع کئے گئے ہیں، اور خود ان کی جمع کردہ دو موطا ہیں، جن میں سے ایک کا صغیر اور دوسری کا نام کبیر ہے، اور جامع کبیر بھی ان ہی کی ہے۔ اور کتاب الاہوال^(۳) کتاب تفسیر الموطا، کتاب المناسک، کتاب المغازی، کتاب القدر وغیرہ وغیرہ ہیں۔^(۴) [رحمة الله عليه ورضوانه لديه]

موطا کا تیسرا نسخہ

یہ نسخہ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کا ہے۔ ان کی مفردات میں سے ذیل کی حدیث ہے جو کسی دوسری موطا میں موجود نہیں ہے۔

أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تطروني كما أطري عيسى بن مريم إنما أنا عبد الله، فقولوا عبد الله ورسوله.^(۵)

عبداللہ بن مسلمہ قعنبی فرماتے ہیں کہ ہم کو یہ حدیث جس کی سند کے راوی ابن شہاب، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، ابن عباس ہیں، امام مالک نے سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میری ایسی تعریف مبالغہ کے ساتھ مت کرو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کی گئی تھی، میں تو عبداللہ ہوں پس اتنا کہنا کافی ہے (یوں کہو) عبداللہ ورسولہ۔

(۱) ترتیب المدارك ۲/۴۳۱۔ [نور] تذكرة الحفاظ ۱/۲۷۹۔ [۱/۲۸۱، نور] سير أعلام النبلاء ۹/۲۲۸۔

(۲) ترتیب المدارك ۱/۴۳۲۔ (۳) ترتیب المدارك ۱/۴۳۳۔

(۴) ترتیب المدارك ۱/۴۳۲۔ [۱/۴۳۳، نور] الديباج المذهب ص: ۱۳۳۔ [۲۱۷، نور]

(۵) التجريد ص: ۲۶۴۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں احادیث الانبیاء میں اسے ذکر کیا ہے۔

عبداللہ بن مسلمہ کی کنیت ابو عبدالرحمن ہے، اور ان کا نسب یہ ہے؛ عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب الحارثی۔ یہ دراصل مدینہ کے رہنے والے تھے، لیکن بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور پھر مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔ ان کی ولادت ۱۳۰ھ سال ہجری [۶۷۸ء] کے بعد ہے،^(۱) بہت سے مشائخ کی زیارت سے مشرف ہوئے، منجملہ ان کے امام مالک اور لیث بن سعد اور ابن ابی ذئب اور حماد بن^(۲) شعبہ^(۳) اور

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۵۱۔ [۱/۳۳۷، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۰/۲۵۸۔ الدیاج المنہب ص: ۱۳۱۔
[دارالکتب العلمیۃ بیروت کے مطبوعہ ص: ۲۱۳ پر سن ولادت کا ذکر نہیں ملا، نور]

(۲) حماد بن یعنی حماد بن سلمہ بن دینار اور حماد بن زید درہم مراد ہیں۔ حماد بن سلمہ بن دینار محدث اور نحوی تھے، ابن ابی ملیکہ، ثابت بنانی، قتادہ بن وعامہ، سماک بن حرب، عمرو بن دینار، عطاء بن ابوسائب، وغیرہم سے انہوں نے علم حدیث حاصل کیا۔ ابن جریر، ابو نعیم، یحییٰ قطان، ابن مبارک، قعنبی وغیرہ نے آپ سے روایتیں بیان کی ہیں۔ عید الاضحیٰ کے بعد تقریباً اسی سال کی عمر میں ۱۶۷ھ [۷۸۳ء] میں رحلت فرما گئے، آپ کی عبادات و طاعات کا یہ عالم تھا کہ بقول ابن مہدی اگر آپ سے کہا جاتا کہ کل آپ مرنے والے ہیں تو وہ اپنے اعمال اور عبادات میں رائی برابر بھی اضافہ نہ کر سکتے۔ ان کو ابدال میں شمار کیا جاتا ہے۔

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ حماد بن سلمہ بن دینار قبچر عالم تھے البتہ ان کی روایات میں ان سے کچھ تسامح بھی ہوا ہے، وہ صدوق اور حجت ہیں، لیکن اتقان میں ان کا درجہ حماد بن زید سے کم ہے۔ امام بخاری نے ان سے صرف ایک حدیث لی ہے، مسلم نے حماد کی وہ روایت مقدمہ مسلم میں درج کی ہے جو وہ ثابت اور حمید سے روایت کرتے ہیں۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ ثابت بنانی کی روایتوں کے سب سے بڑے عالم اور حمید طویل کے شاگردوں میں سب سے اثبت تھے، امام احمد ہی فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو تم حماد بن سلمہ کو برا بھلا کہتے پاؤ تو اس کے مسلمان ہونے پر تشویش ظاہر کرو۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۸۳-۱۸۲۔ [۱/۹۰-۱۸۹، نور] سیر اعلام النبلاء: ۷/۵۶-۴۴۴۔ الجرح والتعدیل ۳/۱۴۰-۴۲۔ حلیۃ الاولیاء ۶/۲۴۹-۵۷۔ تہذیب التہذیب ۳/۱۱-۱۶۔ شذرات الذهب ۱/۲۶۲۔

دوسرے حماد بن زید بن درہم ہیں۔ ان کی ولادت ۹۸ھ [۱۷-۱۶ء] میں ہوئی، اور وفات رمضان ۱۷۹ھ [۹۶ء] میں ہوئی۔ انس بن سیرین، عمرو بن دینار، ثابت بنانی، ایوب سختیانی اور ابو حازم اعرج وغیرہ سے استفادہ کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں سفیان، شعبہ، ابن مہدی، ابن مبارک، مسدد، سلیمان بن حرب، علی بن مدینی اور قتیبہ بن سعید وغیرہ ہیں۔ علامہ ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حماد بن زید بن درہم ائمہ سلف کے بڑے جید حفاظ حدیث اور اپنی روایات میں سب سے کم غلطی کرنے والوں میں ہیں۔ عجلی کہتے ہیں کہ انہیں چار ہزار احادیث یاد تھیں، ان کے پاس لکھی ہوئی کوئی کتاب نہ تھی، دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۰۷-۲۰۶۔ [۱۲/۲۱۱-۲۱۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۷/۴۶۶-۵۶۔ الجرح والتعدیل ۱/۸۳-۱۷۶۔ حلیۃ الاولیاء ۶/۶۷-۲۵۷۔ تہذیب التہذیب: ۳/۱۱-۹۔ شذرات الذهب ۱/۲۹۲۔

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

سلمہ بن (۱) وردان ہیں۔ یحییٰ بن معین آپ کی خلوص نیت کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ ”ما رأینا من يحدث لله لا و كيعاً و القعبي“ یعنی خدا تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے تو وکیع اور قعنبی ہی حدیث کو بیان کرتے ہیں۔ (۲)

محدثین امام مالک کے اصحاب میں سب سے مقدم قعنبی کو سمجھتے ہیں، علی بن عبداللہ مدینی (۳) سے

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۳) شعبہ بن حجاج بن ورد، ازدی، وسطی، اور ولاء کے اعتبار سے عتکی ہیں۔ ان کی ولادت باسعادت ۸۲ھ [۲-۷۰۱ء] میں اور وفات ۱۶۰ھ [۷۷۷ء] میں ہوئی۔ ابن سیرین، سعید مقبری، قتادہ، عمرو بن دینار، ایوب سختیانی اور دیگر علماء کی صحبت میں رہ کر حدیث کا فیض پایا اور ان سے روایت کی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں اسماعیل بن علیہ، ابن مبارک، غندر، حمادان، سفیان بن عیینہ، قاضی شریک، یحییٰ قطان، وکیع، ابوداؤد طیالسی، قاضی ابویوسف اور علی بن جعد وغیرہ جیسے کبار علماء ہیں۔ سفیان ثوری شعبہ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے تھے، بڑے عابد و زاہد تھے، صوم دہر کے پابند تھے، انہوں نے چار سو تابعین سے حدیثیں سنی ہیں، اشعار کے بھی بڑے زبردست عالم تھے، امام شافعی نے ان کے متعلق کہا ہے کہ شعبہ ہی کے ذریعہ عراق میں حدیث کا علم عام ہوا ہے۔ حماد بن زید کہتے ہیں کہ جب کبھی میرا اور شعبہ کا کسی حدیث کے سلسلے میں اختلاف ہوتا تو میں ان کی بات کو ماننا تھا۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۷-۱۷۴۔ [۱/۸۵-۸۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۷/۲۰۲-۲۸۔ الجرح والتعديل ۱/۱۲۶-۷۶۔ حلیۃ الاولیاء ۷/۲۰۹-۱۴۲۔ [۷/۲۰۹-۱۴۲، نور] تاریخ بغداد ۹/۶۶-۲۵۵۔ وفيات الاعیان ۲/۷۰-۶۹ [۱/۴۱۳]۔ تہذیب التہذیب ۴/۴۶-۳۳۸۔ شذرات الذهب ۱/۲۴۷۔

(۱) سلمہ بن وردان: سلمہ بن وردان لیشی، مدنی، ان کے شیوخ میں انس بن مالک، سالم بن عبداللہ بن عمر، مالک بن اوس وغیرہ ہیں، اور ان سے روایت کرنے والوں میں سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، قعنبی، ابن وہب، وکیع اور دیگر حضرات ہیں۔ ان کو ضعیف کہا گیا ہے۔ ۱۵۰ھ [۷۷۷ء] کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے تہذیب التہذیب ۱۱/۲۸-۳۲۴۔ تقریب التہذیب ۱/۳۱۹۔ [نور، ۲۴۸]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۵۰۔ [۱/۳۲۷، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۰/۲۶۱۔ [تذکرہ، سیر اور تہذیب کی عبارتیں قدرے مختلف ہیں، البتہ مفہوم ایک ہی ہے۔ نور] تہذیب التہذیب ۶/۳۲۔

(۳) ابن مدینی: آپ کا پورا نام علی بن عبداللہ بن جعفر بن کحج، بصری تھا۔ ولاء کے اعتبار سے سعدی ہیں، آپ نے حماد بن زید، عبدالعزیز اور وردی، معتمر بن سلیمان، سفیان بن عیینہ، جریر بن عبد الحمید، غندر اور عبدالرزاق وغیرہ سے حدیثیں سماعت کیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں احمد بن حنبل، امام بخاری، ابو حاتم، ابوداؤد، ابویعلیٰ موصلی، وغیرہ ہیں۔ ۱۶۱ھ [۸-۷۷۷ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ اختلاف حدیث اور معرفت علل میں انکو مہارت تامہ حاصل تھی۔ ۲۳۳ھ [۸۲۹ء] میں دنیا سے چل بے۔ ابوداؤد نے اختلافات احادیث کے جاننے میں ابن مدینی کو احمد بن حنبل پر بھی فوقیت دی ہے۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۷-۱۵۔ [نور، ۱۵-۱۶] سیر اعلام النبلاء ۱۱/۶۰-۴۱۔ الجرح والتعديل ۶/۹۴-۱۹۳۔ تاریخ بغداد ۱۱/۷۳-۴۵۸۔ تہذیب التہذیب ۷/۵۷-۳۴۹۔ شذرات الذهب ۲/۸۱۔

کسی نے دریافت کیا کہ ”اصحاب مالک معن ثم القعنبی، قال: لا، القعنبی ثم معن، یعنی امام مالک کے [کے] شاگردوں میں اول تو معن ہیں، پھر قعنبی، انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ اول قعنبی پھر معن۔ (۱) جب اول اول امام کی خدمت میں پہنچے ہیں تو حبیب (۲) کی قرأت کا سماع کرتے رہے مگر چونکہ حبیب جیسا کہ چاہئے اس طرح تحقیق اور گہری نظر نہیں کرتے تھے، اس لئے ان کی قرأت ان کو پسند خاطر نہ ہوئی، اور خود امام مالک سے موطا کو شروع کر دیا۔ (۳) آٹھ سال تک (۴) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر ان سے حدیث کو حاصل کیا۔ (۵) ایک دفعہ بصرہ سے مدینہ منورہ میں آئے، جب امام مالک کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو امام صاحب نے اپنے احباب کو یہ فرمایا کہ اٹھو ایک ایسے شخص کے پاس چل کر سلام کرتے ہیں جو تمام روئے زمین پر اس وقت بہترین انسانوں میں سے ہے۔ (۶) جب امام مالک خانہ کعبہ زادھا اللہ تعظیماً و شرفاً☆ کا طواف کرتے تھے، تو یہ فرماتے تھے کہ خانہ کعبہ کا طواف قعنبی سے افضل اور بہتر

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/۱-۳۵۱ [۱/۳۳۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱-۲۶۱۔

(۲) حبیب: حبیب بن ابوجبیب مرزوق، امام مالک کے کاتب اور موطا کے قاری تھے، ان ہی کی قرأت سے لوگوں نے موطا سنی، اصلاً مدنی تھے، پھر مصر منتقل ہو گئے، چونکہ ان کا انتقال مصر میں ہی ہوا اس لئے بعضوں نے ان کو مصری کہا ہے۔ امام مالک سے حدیث وفقہ میں خوب استفادہ کیا۔ ابن جنبل، ابن معین، اور نسائی وغیرہ نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مصعب کہتے ہیں کہ حبیب امام مالک کے یہاں عبادت پڑھا کرتے تھے، میں حبیب کے داہنی طرف ہوا کرتا تھا ہر دن ایک صفحہ دو صفحہ یا ڈھائی صفحہ پڑھا کرتے اور مجلس برخاست ہونے کے بعد ہر حاضر مجلس سے دو دینار وصول کرتے تھے۔ تو ہم نے انہیں کچھ زیادہ ہی دیا۔ ۲۱۸ھ [۳۳۳ء] میں دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ دیکھئے: ترتیب المدارک ۱/۳۷۸۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱/۱-۳۵۱ [۱/۳۳۸، نور]

(۴) یہاں ڈاکٹر اکرم ندوی صاحب نے بیس سال کی روایت ذکر کی ہے مصادر کے حوالہ سے۔ [الديباج المذهب میں صفحہ ۲۱۴ پر ۲۰ رسال کا تذکرہ ملتا ہے۔ نور]

(۵) الديباج المذهب ص: ۱۳۱۔ [۲۱۴، نور]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۱/۱-۳۵۱ [۱/۳۳۸، نور] تہذیب التہذیب ۶/۳۲۔

☆ اصل فارسی میں ”گفت لا“ ہے۔

☆ اصل فارسی میں ”تشریفا“ ہے۔

کوئی شخص نہیں کرتا ہے۔ ☆ (۱) تعنبنی مستجاب الدعوات تھے۔ (۲) اور اس بارے میں بہت سے عجیب واقعات ان سے منقول ہیں۔ چنانچہ عبداللہ بن حکم فرماتے ہیں کہ میں عبدالرزاق کے پاس جن کی کتاب مصنف مشہور ہے، علم حدیث کو طلب کرنے کی غرض سے گیا تو وہ خشونت سے پیش آئے، مجھ کو منع فرمایا اور یہ کہا کہ مجھ سے حدیث کو مت لکھ، میں تجھ کو حدیث نہ پڑھاؤں گا، اس جواب کو سن کر میں تمام رات مغموم رہا اور جب نیند آئی تو میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، اور تمام قصہ آپ کی جناب میں عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری حدیث کو چار شخصوں سے حاصل کر، میں نے عرض کیا وہ چار آدمی کہاں ہیں؟ اور ان کا کیا نام ہے؟ آپ نے ان تینوں آدمی کا نام بتلا کر فرمایا کہ سب کے راس رئیس تعنبنی ہیں۔ (۳)

اس زمانہ میں ان کو اکثر لوگ ابدال جانتے تھے۔ (۴) انکی نیک بختی اور بزرگی پر جمیع اہل عصر کا اتفاق تھا۔ ۶ محرم الحرام ۲۲۱ھ [۳۱ دسمبر ۸۳۵ء] کو مکہ معظمہ میں ان کی وفات ہوئی۔ (۵)

(۱) الدیاج المذهب ص: ۱۳۲۔ [یہ قول سعید بن منصور سے منقول ہے، ص: ۲۱۴، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۵۱۔ [۱/۳۲۸، نور]

(۳) علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں لکھا ہے: ۷۰/۱۰-۲۶۹ وہ کہتے ہیں کہ محمد بن منذر شکر اپنے بعض شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عبدالرزاق کے پاس حصول حدیث کے لئے رکا ہوا تھا، احادیث کا ایک حصہ باقی تھا، اور مجھے سفر درپیش ہوا، لہذا میں نے ان سے فرمائش کی، انہوں نے مجھے ڈانٹ پلائی، اور خشونت سے پیش آئے، جس کی وجہ سے میں کبیدہ خاطر ہوا۔ اسی رات مجھے زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کر رہے تھے کہ کیوں مغموم ہو؟ میں نے پورا واقعہ بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم حدیث لکھنا چاہتے ہو تو تعنبنی، محمد بن فضل سدوسی، عبداللہ بن رجاہ غدانی اور محمد بن یوسف فریابی سے لکھو، میں نے یہ خواب عبدالرزاق سے بیان کیا تو انہوں نے بقیہ احادیث پڑھانے کے لئے رضامندی کا اظہار کیا۔ لیکن میں نے انکار کیا اور ان لوگوں سے جا ملا اور ان سے حدیثیں لکھیں۔

(۴) العقد الثمین ۵/۲۸۵۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۲۶۲۔

(۵) الدیاج المذهب ص: ۱۳۲۔

☆ اصل فارسی عبارت یہ ہے، ”وہر گاہ بطواف خانہ کعبہ مشغول می شدی گفتند کہ بیچ کن افضل از تعنبنی رحمۃ اللہ علیہ طواف این خانہ متبرکنی کند“ جس کا ترجمہ ہوگا ”اور جب وہ طواف خانہ کعبہ میں مشغول ہوتے تو لوگ کہتے کہ طواف کرنے والوں میں تعنبنی سب سے افضل ہیں۔“

موطا کا چوتھا نسخہ

یہ نسخہ ابن القاسم کا ہے۔ جو مذہب مالکی کے مشہور ترین فقہاء میں سے ہیں۔ اور اس مذہب کے وڈن اول وہی ہیں، اس نسخہ کے متفردات میں سے یہ حدیث ہے۔

مالك عن العلاء بن عبدالرحمن عن أبيه عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قال الله تعالى: 'من عمل عملاً أشرك فيه معي غيري فهو له كله أنا اغني الشركاء عن الشرك.'
ترجمہ: ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی اپنے کسی کام میں میرے ساتھ دوسرے کو بھی شریک کر دے تو میں اپنا حصہ بھی اُس شریک کے لئے چھوڑ دیتا ہوں، کیونکہ میں تمام شرکاء سے زیادہ شریک سے بے نیاز ہوں۔

ابو عمر بیان کرتے ہیں کہ ابن عفیر کے موطا میں بھی یہ حدیث پائی گئی ہے، اور سوائے ان دو موطا کے اور کسی موطا میں نہیں ہے۔^(۱) ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی، اور ان کا نام عبد الرحمن بن القاسم بن خالد بن جنادة العتقی تھا۔ مصر کے رہنے والے ہیں۔ ان کی نسبت عتقی ولاء کی وجہ سے ہے۔^(۲) کیونکہ یہ زبید بن الحارث عتقی کے غلاموں میں سے ہیں۔ [لأنه كان مولی لزبید بن الحارث العتقی بضم العين المهملة وفتح التاء الفوقية] اس نسبت کی تحقیق میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں جس زمانہ میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ فرمایا تھا وہاں کے چند غلام بھاگ کر آئے اور مشرف بایمان ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نسبت یہ فرمایا کہ:

هم عتقاء الله تعالى^(۳) یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

(۱) التجرید ص: ۲۷۲. والحديث صحيح، أخرجه مسلم في صحيحه، كتاب الزهد والرقائق، باب من أشرك في عمله غير الله.

(۲) ولاء عتاقہ کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کوئی شخص غلام کو آزاد کر دیتا تھا اور دوسرے وارثوں کے نہ ہونے کی صورت میں اس کا ترکہ اس کو مل جاتا تھا۔ [ع]

(۳) تذکرة الحفاظ: ۱/۳۲۶. تهذيب التهذيب: ۶/۲۵۲. [ڈاکٹر ندوی نے ان کے لئے تذکرة الحفاظ اور تهذيب التهذيب کا حوالہ دیا ہے، مگر ہمیں یہ روایت تذکرة الحفاظ اور تهذيب التهذيب میں نہیں ملی۔ نور] الديباج المذهب، ص: ۱۴۶ [۲۳۹، نور]

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ عتقاء ایک قبیلہ کے غلام نہیں ہیں بلکہ مختلف قبیلوں کے ہیں۔ بعض حجر حمیر سے ہیں، اور بعض سعد العشیرہ سے، اور بعض کنانہ مضر سے اور اکثر مصر کے رہنے والے ہیں۔ زبید بن الحارث قبیلہ حجر حمیر سے تھے۔ ان کا اصل قصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جماعت متفق ہوئی اور غارت گری اور لوٹ مار کو اپنا پیشہ بنا لیا۔ اور جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت یا شرافت اسلام سے مشرف ہونے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، اس کو خصوصیت کے ساتھ تکلیف دیتے تھے، اور ہر طرح سے راستہ میں ستانے کی کوشش کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گرفتاری کے لئے ایک فوج روانہ کیا۔ جب وہ قیدی بن کر آئے، تو آپ نے ان سب کو آزاد کر دیا، اسی وجہ سے اُس جماعت کو عتقاء کہنے لگے۔^(۱) اور جو شخص ان کی اولاد میں ہوتا اس کو عتقی کہتے تھے۔

ابن القاسم ۳۰ھ [۲۸-۴۷ء] میں پیدا ہوئے۔^(۲) اور بہت سے مشائخ سے روایت کرتے ہیں۔ علم حدیث کی راہ طلب میں بہت سال صرف کیا، پرہیزگاری و تقویٰ میں عجائب روزگار تھے۔^(۳) صحت حدیث اور حسن روایت میں یگانہ آفاق اور نادر زمانہ تھے۔^(۴) آپ کی یہ دعا کثرت سے ہوتی تھی۔
اللهم امنع الدنيا مني وامنعي منها.

امیروں اور بادشاہوں کے عطایا و ہدایا کو ہرگز قبول نہیں کرتے تھے۔^(۵) عبد اللہ بن وہب جن

(۱) وفیات الاعیان ۳/۱۳۰ [۲/۶۳-۶۲، نور]

(۲) تہذیب التہذیب ۶/۲۵۳ - [تہذیب التہذیب میں سن ولادت ۱۲۸، ۱۳۱، اور ۱۳۲ مذکور ہے، ۱۳۰ھ کا ذکر نہیں ہے۔ نور] الدیباج المذہب ص: ۱۴۷ - [دیباچہ ص: ۲۴۱ پر ۱۳۲ اور دوسرا قول ۱۲۸ھ کا ہے۔ نور] الوفيات ۳/۱۲۹ - [الوانی بالوفیات ۱۵/۳۷ پر ان کا تذکرہ ہے تاریخ ولادت مذکور نہیں ہے۔ تحقیق: ابو عبد اللہ جلال السیوطی، دارالکتب العلمیۃ بیروت: ۲۰۱۰، نور] میں لکھا ہے کہ ان کی ولادت ۳۲ھ [۵۰-۴۹ء] میں ہوئی، ایک قول ۳۳ھ [۵۱-۵۰ء] اور ایک قول ۱۲۸ھ [۴۶-۴۵ء] کا بھی ہے۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲۶ - [۱/۳۲۳، نور]

(۴) ترتیب المدارک ۱/۴۳۴ -

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲۶ - [۱/۳۲۳، نور]

کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص امام مالک کے فقہ کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کرنا چاہتا ہے اس کو مناسب ہے کہ ابن القاسم کی صحبت کو اختیار کرے۔ کیونکہ ہم نے اپنا مشغلہ دوسرے علوم کے ساتھ بھی رکھا ہے۔ اور وہ صرف فقہ ہی کی طرف متوجہ رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مذہب مالکی کے فقہاء ان کے جمع کردہ مسائل کو تمام روایتوں پر ترجیح دیتے ہیں۔^(۱) کسی شخص نے اشہب سے جو مذہب مالکی کے بڑے لوگوں میں سے ہیں، یہ دریافت کیا کہ ابن القاسم کی فقاہت زیادہ ہے یا ابن وہب کی۔ تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اگر ابن وہب کو ابن القاسم کے بائیں پاؤں کے برابر کریں [بھی] تو یہ ابن وہب سے فقیہ تر ہوگا،^(۲) لیکن مذہب مالکی کے محققین نے لکھا ہے کہ مسائل خراج اور دیات میں اشہب کو پوری مہارت تھی، خرید و فروخت اور معاملات کے مسائل میں ابن القاسم کو اور حج و مناسک کے مسائل میں ابن وہب کو ترجیح تھی۔ واللہ اعلم^(۳)

ابن القاسم کہتے ہیں کہ مجھ کو ابتداء میں جو امام کی صحبت میں رہنے کا شوق دامنگیر ہوا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک شخص کو خواب^{*} میں یہ کہتے ہوئے سنا، کہ اگر علم حق کو دوست رکھتے ہو اور اسی کی طلب کا کامل ارادہ ہے تو تم کو عالم آفاق کے پاس جانا چاہئے، میں نے کہا کہ عالم آفاق کون اور اس کا نام کیا ہے؟ اس نے یہ جواب دیا کہ امام مالک۔^(۴) ابن القاسم نے ہر سال کے مہینوں کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا، چار ماہ اسکندر یہ میں رہ کر روم، بربر، اور زنگ کے کافروں کے ساتھ خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے، اور تین مہینے سفر حج اور زیارت پنجمبر میں سفر کرتے تھے۔ اور پانچ مہینے تعلیم علم میں مشغول رہتے تھے۔ ایک روز امام مالک کی مجلس میں ان کا ذکر آیا تو امام نے یہ فرمایا کہ وہ تو مشک سے بھری ہوئی ٹھیلی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو عافیت کے ساتھ رکھے۔^(۵) خرقی نے اپنے کسی رسالہ کی شرح میں ”ومن قرأ القرآن فی سبع فذلک حسن“^(۶) کے تحت میں لکھا ہے کہ ابن القاسم ماہ رمضان میں دو سو کلام اللہ ختم کرتے

(۱-۲-۳) الدیاج المذہب ص: ۱۴۷- [۲۳۰، نور]

(۵) الدیاج المذہب ص: ۱۴۶- [۲۳۹، نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۱۲۱-

(۶) یعنی یہ اچھا ہے کہ کلام مجید سات روز میں پڑھے۔ [ع]

* اصل فارسی میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے، ”ابتداء شوق من صحبت امام ازان کہ روزی در خواب بمن گفتند“۔

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

تھے۔ اسد بن القاسم ☆ الفرات (۱) بیان کرتے ہیں کہ ابن القاسم علاوہ رمضان کے بھی دو قرآن مجید ختم فرمایا کرتے تھے، جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہو، اور ان کو احیاء علم کی طرف توجہ دلائی تو ایک ختم کو موقوف کر دیا۔ ☆ (۲) اور آخر عمر تک ایک ہی ختم پر موافقت کرتے رہے۔ لوگوں نے مختلف اوقات میں امام مالک سے جو مسائل دریافت کئے تھے، اور آپ نے ان کو جواب دیئے تھے، ان کی تین سو جلدیں ان کے

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۷) اس طرح کی ایک حدیث ابوداؤد نے اپنی سنن میں ذکر کی ہے۔ کتاب الصلوة باب تعزيب القرآن، عن عبد الله بن عمر انه سأل النبي صلى الله عليه وسلم في كم يقرأ القرآن قال: في أربعين يوماً، ثم قال، في شهر، ثم قال: في عشرين، ثم قال: في خمس عشرة، ثم قال: في عشر ثم قال في سبع، لم ينزل من سبع.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قرآن کو کتنے دن میں ختم کیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چالیس دنوں میں، پھر فرمایا کہ ایک مہینہ میں، پھر فرمایا کہ بیس دنوں میں، پھر فرمایا پندرہ دنوں میں، پھر فرمایا کہ دس دنوں میں، پھر فرمایا سات دنوں میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سے کم دنوں کے بارے میں ارشاد نہیں فرمایا۔

(۱) اسد بن فرات: اسد بن فرات بن سنان ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی، بنو سلیم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ قاضی مجاہد اور امیر لشکر تھے، اصلاً نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ امام مالک سے احادیث موطا اور موطا کے علاوہ بھی حدیثیں سنیں، پھر عراق

تشریف لے گئے، وہاں امام ابو یوسف نے ان سے موطاسنی، امام ابو حنیفہ کے شاگردوں سے بھی اسد نے علم فقہ حاصل کیا تھا، پھر عراق سے چلے اور ابن وہب کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی گئی، یہ امام ابو حنیفہ کے مسلک کی کتابیں ہیں آپ

مذہب مالکی کی رو سے ان کا جواب دیجئے لیکن انہوں نے انکار کیا، اس کے بعد ابن القاسم کے حلقہ میں تشریف لے گئے اور ان سے مطالبہ کیا تو انہوں نے امام مالک سے جو کچھ سنا تھا یا امام مالک کے اصول کی روشنی میں اس کے جوابات دیئے۔ جو مسائل اسد

کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی پیدائش ۱۲۵ھ [۶۳-۶۴ء] میں حمران میں ہوئی اور وفات ۲۱۳ھ [۲۹-۸۲۸ء] صقلیہ کے جنگ میں سرقوسہ کے محاصرہ میں ہوئی اور وہیں سپرد خاک کئے گئے، دیکھئے: الديباج المذهب ص: ۱۶۱ [دارالکتب

العلمیہ، لبنان، ۱۹۹۶ء، ۱۷، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰۔ تراجم المدارک ۲/۴۶۵۔ وفيات الاعيان ۳/۱۸۲۔

[۲/۸۷، نور] شذرات الذهب ۲/۲۸-۲۹۔

(۲) ترتيب المدارك ۱/۴۴۰۔

☆ صحیح اسد بن فرات ہے قاسم کا لفظ زائد ہے فارسی نسخہ میں بھی یہی غلطی ہے۔

☆ اصل عبارت یہ ہے: "كان ابن القاسم يختم في كل يوم و ليلة ختمة فنزل لي حين جنته عن ختمة رغبة في احياء العلم".

پاس موجود تھیں۔^(۱) ۱۹۱ھ [۸۰۶ء] میں آپ کی وفات مصر میں ہوئی۔^(۲) انتقال کے بعد کسی شخص نے ان کو خواب میں دیکھا اور یہ دریافت کیا کہ اس عالم میں کوئی چیز نے تم کو فائدہ دیا۔ آپ نے یہ جواب دیا کہ نماز کی ان چند کعتوں نے جن کو اسکندر یہ میں ادا کیا تھا، پھر ان سے دریافت کیا کہ فقہ کے وہ مسائل کہاں گئے تو یہ جواب دیا کہ میں نے کچھ نہ دیکھا، اور دست مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سب کو ہباء منثورا (نیست و نابود) پایا۔^(۳)

راقم الحروف لکھتا ہے کہ اس جگہ یہ وہم نہ کرنا چاہئے کہ اشتغال علمی کوئی مفید کام نہیں ہے، تعلیم و تعلم میں مشغول رہنا بھی ایک قسم کی عبادت بلکہ بہتر عبادت ہے اور تحقیق حق یہ ہے کہ نفوس انسانیہ اشتغال میں مختلف ہیں، بعض کو کسی شغل سے تاثیر حاصل ہوتی ہے اور بعض کو کسی سے۔ اور عالم برزخ میں اس تاثیر کا ظہور عظیم واقع ہوتا ہے، لیکن شغل بذاتہ سب کے سب محمود ہیں، بعض دفعہ عمل قلیل ہوتا ہے، مگر خلوص نیت کی وجہ سے وہ عمل ایسا عظیم الشان اور عمدہ سمجھا جاتا ہے کہ دوسرا عمل کثیر نیت صالحہ نہ ہونے کی وجہ سے عمدگی میں اس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ان اللہ لا ينظر الى صوركم وأعمالكم ولكن ينظر الى قلوبكم ونياتكم^(۴) (۵) حق تعالیٰ کی طرف سے قاعدہ کلیہ مقرر ہے۔^{(۶)☆}

(۱) ترتیب المدارك ۱/۴۳۴۔

(۲) اللباج المنهب ص: ۱۴۷۔ [۲۴۰-۲۴۱ نور] سير اعلام النبلاء ۹/۱۲۵۔

(۳) ترتیب المدارك ۱/۴۴۶۔

(۴) اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا ہے، بلکہ وہ تمہارے دلوں، ذریعوں کو دیکھتا ہے۔ [۱۶]

(۵) رواہ مسلم فی صحیحہ، کتاب البر والصلۃ والأدب، باب تحریم الظلم المسلم، عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله لا ينظر الى أجسادكم ولا الى صوركم ولكن ينظر الى قلوبكم

(۶) ابن عبد البر نے یہ بات لکھی ہے کہ ایک عابد جن کا نام عبد اللہ عمری تھا، انہوں نے امام مالک کو خط لکھا جس میں ان کو لوگوں سے الگ رہنے اور عبادت میں یکسو ہونے پر ابھارا، تو امام مالک نے ان کے جواب میں لکھا کہ جس طرح اللہ نے روزی کو تقسیم کیا ہے اسی طرح اعمال کو بھی تقسیم کیا ہے، بعض کو نماز میں تاثیر حاصل ہوتی ہے اور روزوں سے نہیں ہوتی، اور بعض کو جہاد سے یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں، بھلائی کے کاموں میں سب سے بہتر کام علم کا پھیلانا ہے، مجھے جس چیز میں شرح صدر حاصل ہوا ہے میں اس سے راضی ہوں، اور میں مجھے اور آپ دونوں کو خیر اور بھلائی پر پاتا ہوں۔ سير اعلام النبلاء ۸/۱۱۴۔

☆ اصل فارسی میں اس کے بعد "فليفهم ذلك" ہے۔

موطا کا پانچواں نسخہ

یہ معن بن عیسیٰ کا روایت کردہ ہے، وہ حدیث جو ان کے متفردات سے ہے اور کسی دوسرے موطا میں نہیں پائی گئی یہ ہے:

مالك عن سالم أبي النصر مولى عمر بن عبيد الله عن ابي سلمة بن عبد الرحمن بن عائشة انها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل، فاذا فرغ من صلوته فان كنت يقظانة يحدث معي وإلا اضطجع حتى يأتيه المؤذن. (۱)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات سے تہجد پڑھنے کے لئے اٹھا کرتے تھے، جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہو جاتے اگر میں بیدار ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرنے لگتے تھے، ورنہ آپ اس وقت تک استراحت فرماتے جب تک کہ مؤذن آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔

معن کی کنیت ابو یحییٰ ہے اور نسب یہ ہے: معن بن عیسیٰ بن دینار المدنی القزاز قزاز، دونوں زائے معجمہ ہیں۔ قز فروشی کی جانب نسبت ہے۔ ”قز“ خام ریشم کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ نبی اشجع کے غلاموں میں سے تھے، اس وجہ سے ولہاء کی نسبت سے ان کو اشجعی بھی کہتے ہیں۔ امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔ اپنے زمانہ کے محقق اور مفتی تھے۔ (۲) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ امام مالک کے ربیب تھے، جس وقت ہارون رشید موطا سننے کے اشتیاق میں اپنے دونوں صاحبزادوں یعنی امین اور مامون کو لے کر امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس وقت موطا کے قاری بھی معن بن عیسیٰ تھے۔ ہارون اور ان کے دونوں صاحبزادے کچھ دیر سنتے رہے۔ معن بن عیسیٰ اکثر حجرہ کے دروازہ پر رہتے تھے، اور جو کچھ امام کی زبان فیض ترجمان سے نکلتا تھا، اس کو سن کر لکھ لیتے تھے۔ جب

(۱) دیکھئے: التجرید ص: ۲۷۴۔ موطا ص: ۱۴۴۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں کئی جگہ روایت کیا ہے، کتاب تقصیر الصلوٰۃ، باب اذا صلی قاعدا ثم صح. مسلم نے بھی اپنی صحیح میں کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرها کے باب صلاة اللیل میں اس کو روایت کیا ہے۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۰۴۔ تہذیب التہذیب ۱۰/۲۵۲۔ الدیاج المذہب ص: ۳۴۷۔ [۲۲۶، نور]

امام مالکؒ ایسے بوڑھے ہو گئے کہ لاٹھی رکھنے کی ضرورت پڑی تو بجائے لاٹھی کے معن بن عیسیٰ ہوتے تھے امام مالکؒ ان کے دوش کے سہارے مسجد نبویؐ تک اقامت جماعت کے لئے تشریف لے جاتے تھے، اسی وجہ سے لوگ ان کو عصائے مالک بھی کہتے تھے۔^(۱) بخاری مسلم ترمذی اور دوسری معتبر کتابوں میں ان کی بہت روایتیں ہیں۔ آپ نے امام مالکؒ سے چالیس ہزار مسئلے سنے تھے۔^(۲) ماہ شوال ۱۹۸ھ [۸۱۳ء] میں بمقام مدینہ منورہ انتقال فرمایا۔^(۳)

موطا کا چھٹا نسخہ

یہ عبداللہ بن یوسف تینسی کا روایت کردہ ہے، تینس الجزائر (مغرب) میں ایک شہر ہے، آخر عمر میں عبداللہ بن یوسف نے وہاں کی سکونت اختیار کی تھی،^(۴) ورنہ دراصل وہ دمشق تھے، ذیل کی حدیث صرف ان ہی کی موطا میں ہے۔

مالك عن ابن شهاب عن حبيب مولى عروة عن عروة بن الزبير أن رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم أي الأعمال أفضل؟ قال: إيمان بالله، قال: فأبي العتاقة أفضل قال أنفسها، قال: فان لم أجد يا رسول الله؟ قال: تصنع لصانع أو تعين أخرق. قال: فان لم أستطع يا رسول الله؟ قال: تدع الناس من شرك فإنها صدقة تتصدق على نفسك.

عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سرور کائنات سے یہ دریافت کیا کہ عمل کونسا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا، پھر اس نے عرض کیا کہ غلام کونسا آزاد کرنا افضل ہے، آپ نے فرمایا کہ جو بیش قیمت ہو، پھر اس نے پوچھا کہ

(۱) الديباج المذهب ص: ۳۴۷۔ [۴۲۶، نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۳۰۶۔ [ابن عیسیٰ کے دوش پر امام مالک کا ٹیک لگا کر مسجد جانے کا تذکرہ سیر میں نہیں ہے۔ نور]

(۲) الديباج المذهب ص: ۳۴۷۔ [۴۲۶، نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۳۰۶۔

(۳) تذکرة الحفاظ ۱/۳۰۴۔ [تذکرہ میں مدینہ منورہ کا ذکر نہیں ہے۔ نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۳۰۶۔

(۴) تهذيب التهذيب ۶/۸۶۔ [۸۷، نور]

اگر مجھ کو اس کی طاقت نہ ہو؟ آپ نے فرمایا کہ کسی پیشہ ور کو سہارا دیدے یا کسی اپاہج کی مدد کر دے، پھر اس نے عرض کیا کہ اگر مجھ کو اس کی بھی طاقت نہ ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھ، کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا ایسا صدقہ ہے جس کو تو اپنے نفس کے لئے کرتا ہے۔

ابو عمر بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث ابن وہب کی موطاً میں بھی ہے البتہ کسی دوسرے موطاً میں نہیں ہے۔^(۱)

عبداللہ بن یوسف کی کنیت ابو محمد ہے، اور ان کا نسب و نسبت عبداللہ بن یوسف الکلاعی الدمشقی ثم التینسی ہے۔ بخاری نے ان سے بہت سی روایات بلا واسطہ کی ہیں۔^(۲) نہایت بزرگ و پرہیزگار اور مخیر تھے، بخاری اور ابو حاتم^(۳) نے ان کے ثقہ و عادل ہونے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔^(۴)

(۱) دیکھئے: التجرید ص: ۲۶۴۔ یہ صحیح حدیث ہے امام بخاری نے اپنی صحیح میں، کتاب العتق کے باب ای الرقاب افضل میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ مسلم نے بھی اپنی صحیح کی، کتاب الایمان میں باب کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال کے تحت مختلف سندوں کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے۔

(۲) تہذیب التہذیب: ۸۶/۶۔ [۸۷/۶، نور]

(۳) ابو حاتم رازی: محمد بن ادریس بن مندر حنظلی، رازی۔ ان کی کنیت ابو حاتم تھی۔ ۱۹۵ھ [۸۱۰-۱۱ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ کہتے ہیں کہ میں نے ۲۰۹ھ [۲۵-۸۲۴ء] سے حدیث لکھنی شروع کی، انہوں نے بلوغ سے پہلے ہی علم کے لئے سفر کرنا شروع کر دیا تھا، انہوں نے نفیلی سے تقریباً چودہ ہزار حدیثیں لکھیں، ان کے اساتذہ میں، عبید اللہ بن موسیٰ، محمد بن عبداللہ انصاری، قبیسہ، ابو نعیم، عفان اور ابو الیمان کے علاوہ بہت سارے محدثین ہیں، ان کے تلامذہ میں، ابو زرہ رازی، ابو زرہ دمشقی، ابو بکر بن ابی الدنیا، ابو داؤد، نسائی کے علاوہ جم غفیر ہے۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ جب ابو حاتم کسی راوی کو صحیح اور ثقہ کہہ دیں تو ان کا قول حرف آخر خیال کرو، لیکن اگر وہ کسی کے متعلق لایحجج بسہ کہیں تو دیکھو کہ دوسرے علماء نے ان کے متعلق کیا رائے قائم کی ہے اگر دوسروں نے اس راوی کو ثقہ کہا ہے تو پھر ابو حاتم کی بات نہ مانو، اس لئے کہ رجال کے جرح و تعدیل میں وہ مشدد ہیں۔ ابن ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں نے یونس بن عبدالاعلیٰ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ابو زرہ اور ابو حاتم خراسان کے دو امام ہیں، اور ان کے دونوں کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ ان دونوں کی بقا مسلمانوں کے لئے سود مند ہے۔ ان کی وفات شعبان ۲۷ھ [۹۱-۸۹۰ء] ۷۲ سال کی عمر میں ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ ۱۴۶/۲۔ [۳۳/۲-۱۳۲، نور]

سیر اعلام النبلاء ۶۳/۱۳-۲۴۷۔ الجرح والتعدیل ۷۵/۱-۳۴۹۔ تاریخ بغداد ۷۷/۲-۷۳۔

تہذیب التہذیب ۳۴/۹-۳۱۔ شذرات الذهب ۱۷۱/۲۔ بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

☆ موطا کا ساتواں نسخہ

یہ یحییٰ بن بکیر کا روایت کردہ ہے۔ جو حدیث اُن کے موطاً کے علاوہ اور لسی موطاً میں نہیں وہ یہ ہے:

مالك عن عبد الله بن أبي بكر عن عمرة عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مازال جبرئيل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه ليورثه. (۱)

عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل کی مجھ پر ہمیشہ تاکید رہی کہ پڑوسی کی خیر خواہی کرتے رہو، جس سے میں نے تو یہ خیال کیا تھا کہ شاید پڑوسی کو ترکہ کا وارث بھی کر دیں گے۔

یحییٰ بن بکیر فرماتے ہیں کہ میں نے موطاً کو چودہ مرتبہ امام مالکؒ کو سنایا ہے، (۲) اور موطاً میں چالیس حدیثیں ایسی ہیں کہ جن میں امام مالکؒ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دو واسطہ سے زیادہ نہیں ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں ایسی حدیث کو ”ثانی“ کہتے ہیں۔ دیار مغرب میں انہیں چالیس حدیثوں پر مشتمل ایک رسالہ جدا لکھا گیا ہے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۷۱۔ [تذکرہ میں ہے: ”قال البخاری كان من اثبت الشاملين“ اور ”قال أبو-اسم ثقة“ ۱/۳۶۶، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۰/۳۵۸۔ [تذکرہ اور سیر کی عبارت بالکل متحد ہے، نو، ہذیب التہذیب ۶/۱۸۷۔ ۶/۸۷، نور]

(۱) دیکھئے: التجرید ص: ۲۶۹-۷۸۔ یہ حدیث صحیح ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الادب، باب الوصیۃ لجار میں ذکر کی ہے، امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں کتاب البر والصلۃ والآداب، باب الوصیۃ بالجار والإحسان الیہ کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

(۲) ابن ناصر الدین کہتے ہیں کہ یحییٰ بن بکیر سے بطریق جہی بن مخلد اور دوسروں کے، روایت ہے کہ انہوں نے مالک سے موطا کو دس سے زائد مرتبہ سنا ہے، روایت میں چودہ مرتبہ کا ذکر ہے، جس میں بعض مرتبہ خود امام مالک کی قرأت سے سنا ہے، اتحاف السالك، ص: ۳۳-۱۳۲۔

☆ یہ روایت ۱۹۰۷ء میں علی گڑھ میں چھپی [تاریخ التراث العربی۔ فقہ جلد اول۔ جزء ثالث۔ مطبعہ ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء۔ إدارة الثقافة والنشر ریاض۔ سعودیہ]

احادیث موطأ کی اجازت حاصل کرنے کے وقت یہی چالیس حدیثیں اُستاد کو سنائی جاتی ہیں۔ ان حدیثوں میں سے پہلی حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ مالک نافع سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جس شخص کی نماز عصر فوت ہوگئی، گویا اس کا سب کنبہ لٹ گیا، اور برباد ہو گیا۔^(۱)

یحییٰ بن بکیر کی کنیت ابوزکریا ہے، ان کے والد کا نام عبداللہ ہے، بکیر ان کے دادا ہیں جن کے نام کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے، اور اسی سے یہ مشہور ہیں۔ مصر کے رہنے والے ہیں، چونکہ بنی مخزوم کے غلاموں سے تھے، اس وجہ سے ان کو مخزومی بھی کہتے ہیں، امام مالک اور لیث بن سعد کے شاگرد ہیں، دونوں بزرگوں سے استفادہ تام کیا ہے۔ بخاری نے بے واسطہ اور مسلم نے ایک واسطہ سے اپنی صحیحین میں بہت سی حدیثیں ان سے روایت کی ہیں،^(۲) محدثین میں سے جس کسی محدث نے ان کی توثیق نہیں کی، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کو حال کی اطلاع نہیں ہے، ورنہ صدق اور امانت میں وہ آفتاب کی مانند اپنے زمانہ میں مشہور تھے، اگرچہ حاتم اور نسائی نے بھی ان کی توثیق میں تردد کیا ہے اور ان کو زیادہ معتبر نہیں کہتے۔^(۳) لیکن حق بات یہی ہے کہ ان کی امانت، راستی، دیانت اور وفور علم میں کوئی انگلی رکھنے کی جگہ نہیں ہے، اور جب کہ بخاری و مسلم ان پر اعتماد رکھتے ہوں تو دوسروں کو ان کے حق میں کلام کرنے کا موقع نہیں ہے۔^(۴) یحییٰ کی وفات ۲۳ھ [۳۶-۸۴۵ء] میں ہوئی۔^(۵)

موطا کا آٹھواں نسخہ

یہ بروایت سعید بن عفیر ہے۔ اور ذیل کی حدیث میں وہ منفرد ہیں، جو موطأ کے دوسرے نسخوں میں نہیں ہے۔

(۱) یہ روایت موطأ بروایت یحییٰ میں منقول ہے: وقوت الصلوٰۃ باب جامع الوقوت امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں کتاب مواقیب الصلوٰۃ باب اثم من فاتته العصر کے تحت اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

(۲-۳) تذکرۃ الحفاظ ۲/۸۔ تہذیب التہذیب ۱۱/۲۳۷۔

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۰/۶۱۴۔

(۵) تہذیب التہذیب ۱۱/۲۳۷۔

أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن ا سمعيل بن محمد بن ثابت بن قيس بن شماس عن ثابت بن قيس بن شماس أنه قال: يا رسول الله لقد خشيت أن أكون قد هلكت: قال بم؟ قال نهانا الله تعالى أن نحمد بما لم نفعل وأجدني أحب الحمد ونهانا الله عن الخيلاء وأنا امرؤ أحب الجمال، ونهانا الله أن نرفع أصواتنا فوق صوتك، وأنا امرؤ جهير الصوت فقال النبي صلى الله عليه وسلم، يا ثابت! أما ترضى أن تعيش حميداً وتموت شهيداً وتدخل الجنة قال مالك: قتل ثابت بن قيس بن شماس يوم اليمامة شهيداً. (۵)

ثابت بن قیس بن شماس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ کو اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہے آپ نے وجہ پوچھی، تو عرض کیا کہ باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس (خواہش) سے روکا ہے کہ جو کام ہم نے نہیں کئے ان پر ہماری تعریف کی جائے لیکن میں اپنی تعریف کو پسند کرتا ہوں، اور ہم کو خدا تعالیٰ نے نمائش و نمود سے منع کیا ہے حالانکہ میں زیب و زینت کو عزیز رکھتا ہوں نیز خدا کی ممانعت ہے کہ ہم اپنی آوازیں آپ کی آواز کے مقابلہ میں بلند کریں مگر میں فطری طور پر بلند آواز واقع ہوا ہوں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ثابت کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جب تک دنیا میں رہو نیک نامی کی زندگی بسر کرو، اور مرو تو شہادت کی موت مرو، اور جنت میں بے کھٹکے جاؤ، امام مالک فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس کی شہادت یمامہ کی لڑائی میں واقع ہوئی۔

(۱) دیکھئے: التجرید ص: ۲۶۴، صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا بعض حصہ مروی ہے، امام محمد بن حسن شیبانی نے بھی اپنی موطا میں اسے روایت کیا ہے، دارقطنی کہتے ہیں کہ موطا کے راویوں میں صرف سعید بن عفیر اور ابن ابی اویس نے اسے روایت کیا ہے، اور موطا کے علاوہ دوسری کتابوں میں اس حدیث کی متابع روایت آئی ہے۔ [احادیث الموطا ص: ۱۰]

سعید بن عقیل مصر کے مشہور علماء میں سے ہیں۔ ان کی کنیت ابو عثمان ہے، ان کی نسبت و نسب و ولاء کے اعتبار سے ہے۔ نسب یہ ہے: سعید بن کثیر بن عقیل بن مسلم انصاری^(۱) یہ بھی امام مالک اور لیث بن سعد کے شاگرد ہیں، بخاری اور دوسرے معتبر محدثین ان سے روایت کرتے ہیں۔^(۲) ان کو علم حدیث کے علاوہ دیگر علوم میں بھی کمال حاصل تھا، انساب، علم تاریخ اور واقعات عرب اور گزشتہ اخبار میں خصوصیت کے ساتھ دخل رکھتے تھے۔ فصاحت اور علوم ادبیہ میں بھی اپنے زمانہ کے سربراہ اور وہ علماء میں تھے۔ بہت زیادہ خوش کلام اور نیک صحبت تھے۔ ان کی مجالست سے کوئی ہرگز ملول نہ ہوتا تھا۔ اشعار بھی خوب یاد تھے۔^(۳) ۱۴۶ھ [۶۳-۶۴ء] میں پیدا ہوئے، اور ماہ رمضان ۲۲۶ھ [۸۴۱ء] میں ان کی وفات ہوئی۔^(۴)

موطا کا نواں نسخہ

یہ بروایت ابو مصعب زہری ہے۔ اور ان کے متفردات میں سے اس حدیث کو لکھا ہے۔

أخبرنا مالك عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن الرقاب أيها الأفضل قال: أغلاها ثمنا وأنفسها عند أهلها.

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ غلاموں میں سے کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے، آپ نے فرمایا کہ جو بیش قیمت ہو، اور مالک کے نزدیک زیادہ محبوب ہو۔

لیکن ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یحییٰ بن یحییٰ اندلسی کے نسخہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔^(۵) ان

کاتب: ابو مصعب احمد بن ابی بکر القاسم بن الحارث بن زرارة بن مصعب بن عبدالرحمن بن عوف زہری

(۱-۲) تذکرۃ الحفاظ: ۱۵/۲- [۱۴/۲، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۰/۱- ۵۸۳۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ: ۱۵/۲- [۱۴/۲، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۰/۱- ۵۸۴۔ ترتیب المدارك ۱/۱- ۴۵۴۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ: ۱۵/۲- [۱۴/۲، نور]

(۵) دیکھئے: موطا بروایت یحییٰ، کتاب العتق باب فضل الرقاب۔

ہے۔ ان کو عوفی بھی کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے مفتی وقاضی بھی تھے۔ شیوخ اہل مدینہ میں ان کا شمار تھا۔^(۱)

۵۰ھ [۶۷۷ء] میں پیدا ہوئے، اور امام مالک کی صحبت اختیار کی تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے تفقہ تام عطا فرمایا۔

ابراہیم بن سعد مدنی^{☆ (۲)} سے بہت روایت کرتے تھے۔ خود اصحاب صحاح ستہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ البتہ نسائی نے ان سے بواسطہ روایت کی ہے، ۹۲ سال کی عمر پائی۔^(۳) ابو حذافہ سہمی اور ان کے موطاً میں سوحدیشیں ایسی موجود ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں۔^(۴) بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی موطاً بھی مثل موطاً ابو حذافہ ان پچھلے نسخوں میں سے ہے جو امام مالک کو سنایا گیا تھا، اسی وجہ سے یہ زیادتی اُس مسودہ کی سی نہیں ہے جو قابل رد و بدل ہوتا ہے۔^(۵) اہل مدینہ کو آپ پر بہت اعتماد تھا، چنانچہ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ جب تک ابو مصعب زہری ہم میں زندہ رہے ہم حدیث کے علم اور فقاہت کے اعتبار سے عراق والوں پر غالب رہے۔^(۶) جب پیام قضا پہنچا تو عہدہ قضا پر مامور تھے۔ ماہ رمضان المبارک ۲۴۲ھ [۸۵۷ء] میں وفات پائی۔^(۷)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۶۶/۲۔ [نور] ۶۱/۲۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱/۱۶۳۔ الدیبا ج المذہب ص: ۳۰۔ [۸۳، نور]

(۲) ابراہیم بن سعد: ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف زہری ان کے اساتذہ میں خود ان کے والد، شعبہ اور صالح بن کیسان ہیں اور ان کے تلامذہ میں اسماعیل بن موسیٰ فزاری، سلیمان بن داؤد ہاشمی، اور زکریا بن عدی ہیں۔ ابن معین نے انہیں ابن اسحاق اور ولید بن کثیر کے مقابلے میں اثبت کہا ہے۔ ان کی وفات ۱۸۵ھ [۸۰۱ء] ذہبی نے تذکرہ ۱۹۳ اور ۱۹۴ لکھا ہے۔

۱۲۳۲/۱ [نور] میں ہوئی۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۰-۲۲۹۔ [نور] ۶۱/۲۔ تہذیب التہذیب: ۱۲۱/۱-۲۳/۱ [نور]۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۶۶/۲۔ [نور] ۶۱/۲۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۶۷/۲۔ [نور] ۶۱/۲۔

(۵) ابو مصعب اور سہمی کی موطا میں جو کچھ اضافہ ہے اس کو ذکر کرنے کے بعد امام ذہبی نے لکھا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ امام مالک موطا میں ان احادیث کا اضافہ کرتے رہتے تھے، جو پہلے انہوں نے ترک کی تھیں۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱/۴۳۸۔

(۶) ترتیب المدارك ۱/۵۱۲۔ الدیبا ج المذہب ص: ۳۰۔ [۸۳، نور]

(۷) ترتیب المدارك: ۱/۵۱۲۔ [نور] ۵۱۳/۲۔ [نور] ۸۳، ص: ۳۰۔ [۸۳، نور]

☆ فارسی نسخہ میں "بن" نہیں ہے۔

موطا کا دسواں نسخہ

یہ بروایت مصعب بن عبداللہ زبیری^(۱) ہے۔ کہتے ہیں کہ ذیل کی حدیث ان کے متفردات میں سے ہے۔ مگر ابن عبدالبر نے اس حدیث کو یحییٰ بن بکیر اور سلیمان کے نسخہ میں بھی پایا ہے۔

مالك عن عبد الله بن دينار عن عبد الله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لأصحاب الحجر: لا تدخلوا على هؤلاء القوم المعذبين إلا أن تكونوا باكين فإن لم تكونوا باكين فلا تدخلوا عليهم أن يصيبكم مثل ما أصابهم.^(۲)

ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ یہ کھنڈراصحاب حجر کے ہیں، تو اے لوگو! ایک ایسی قوم معذب پر بغیر اس کے مت گزرو کہ تم خدا کے خوف کو یاد کر کے رونے والے ہو، اور اگر رونا تم کو نہ آئے تو وہاں گزرنے کی ضرورت بھی نہیں، ایسا نہ ہو کہ تمہاری بے اعتنائی کی وجہ سے تم کو بھی وہی مصیبت پہنچ جائے جو ان کو پہنچی تھی۔

(۱) مصعب بن عبداللہ زبیری مصعب بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر بن عوام، ابو عبداللہ ان کی کنیت ہے۔ امام مالک سے انہوں نے موطا کے علاوہ بھی روایت کیا ہے، انہی کی صحبت سے شہرت پائی، ان کے اساتذہ میں ضحاک بن عثمان، ابراہیم بن سعد، عبدالعزیز در اوردی، سفیان بن عیینہ وغیرہ ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں امام ابن ماجہ، ان کے بھتیجے، زبیر بن بکار، ابو یعلیٰ موصلی، موسیٰ بن ہارون اور ابوالقاسم بغوی کے علاوہ ایک بڑی تعداد ہے۔ امام دارقطنی اور کئی محدثین نے ان کو ثقہ کہا ہے، چونکہ انہوں نے خلق قرآن کے مسئلہ میں خاموشی اختیار کی تھی، اس لئے بعضوں نے ان کی ثقاہت پر کلام کیا ہے۔ شعر و شاعری اور علم الانساب کے زبردست عالم تھے، ہر خاص و عام میں مقبول تھے، دو شوال ۲۳۶ھ [۵۱-۸۵۰ء] میں ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ تریب المدارك ۱/۳۸۰- [۱/۸۰-۳۷۹، نور] تہذیب التہذیب ۱۰/۱۶۳- [۱۰/۶۴-۱۶۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۱/۳۲-۱۳۰- الجرح والتعديل ۸/۳۰۹۔

(۲) دیکھئے: التجرید ص: ۲۶۹۔ یہ حدیث صحیح درجہ کی ہے، امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں کئی جگہ ذکر کیا ہے، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی مواضع الخسف والعذاب۔

موطاً کا گیارہواں نسخہ

یہ محمد بن مبارک صوری^(۱) کی روایت سے ہے۔

موطاً کا بارہواں نسخہ

یہ بروایت سلمان بن برد ہے۔^(۲)

راقم الحروف کو ان دونوں نسخوں کی احادیث پر اطلاع حاصل نہیں ہوئی۔^(۳) مگر غافقی نے جو کتاب لکھی ہے جو "مسند أحادیث الموطأ من اثنتي عشرة رواية" کے نام سے موسوم ہے۔ اور اپنے سے امام مالک تک اُس کتاب میں صحیح رجال کے ساتھ سند بیان کی ہے۔ راقم الحروف نے بھی اس کتاب کی تمام احادیث کو اپنے شیخ سے حاصل کر کے مطالعہ کیا ہے۔ غالب یہ ہے کہ غافقی کو ان نسخوں کے اصحاب تک دو واسطے ہوتے ہیں۔ اور امام مالک تک تین واسطے۔ اس مسند کے آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ موطاً کے ان بارہ نسخوں میں کل چھ سو چھیاسٹھ حدیثیں ہیں۔ ان میں سے ستانوے حدیثیں مختلف فیہ ہیں کہ بعض اہل نسخہ وہ حدیثیں رکھتے ہیں اور بعض نہیں رکھتے، اور باقی متفق علیہ ہیں کہ تمام نسخوں میں موجود ہیں۔ اور منجملہ اُن کے ستائیس حدیثیں مرسل ہیں اور پندرہ موقوف۔ امام مالک کے شیوخ جن کے نام اس مسند میں مذکور ہیں تعداد میں پچتر ہیں۔ دو جگہ پر بغیر تعیین نام کے یہ عبارت مذکور ہے۔

(۱) محمد بن مبارک صوری: محمد بن مبارک بن یعلیٰ قرشی، صوری۔ دمشق کے مفتی، فقیہ اور عابد تھے۔ دمشق میں مقیم رہے۔ اسماعیل بن عیاش، مالک، ابن عیینہ وغیرہ سے حدیثیں سنیں، ان سے روایت کرنے والوں میں یحییٰ بن معین، محمد بن یحییٰ ذہلی، ابو محمد دارمی اور ابو زرہ دمشقی ہیں۔ ثقہ اور حجت تھے۔ احمد عجمی، ابن ابوحاتم اور خلیل نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ شوال ۲۱۵ھ [۳۱-۸۳۰م] میں ان کا انتقال ہوا۔ جب کہ ان کی ولادت ۱۵۳ھ [۷۷۰م] میں ہوئی، تہذیب التہذیب ۴۲۴/۹۔

[۲۴/۹-۴۲۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱/۹۱-۳۹۰۔ [۱۰/۹۱-۳۹۰، نور] الجرح والتعديل ۸/۱۰۴۔

(۲) سلیمان بن برد: سلیمان بن برد بن نصح دلاء کے اعتبار سے صحیح ہیں۔ انہوں نے امام مالک سے موطا روایت کی ہے، محمد بن حکم نے کہا ہے کہ جس موطا سے سلیمان بن برد نے سنا ہے، وہ سب سے صحیح موطاً ہے۔ فقیہ مصر تھے۔ ۲۱۰ھ [۲۶-۸۲۵م] یا

۲۱۲ھ [۲۸-۸۲۷م] میں وفات ہوئی۔ ترتیب المدارك ۱/۴۶۰۔

(۳) یعنی سلیمان بن برد اور محمد بن مبارک صوری کی روایت۔

”مالك عن الثقة عنده“ یعنی امام مالک نے ایسے شخص سے روایت کی ہے جو ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔ امام مالک نے لفظ ”بلغنی“ سے بغیر ذکر راوی کے پانچ موقعوں میں روایت کی ہے۔ جملہ رجال صحابہ کی تعداد جو اس مسند میں مذکور ہیں پچاسی ہے۔ اور صحابیات میں سے تیس اور تابعین میں سے اڑتالیس ہیں۔

راقم الحروف ہا ہے نہ چونکہ کلام کا سلسلہ مسند غافقی تک پہنچ گیا تو ان کا کچھ حال بھی ضرور لکھنا چاہئے۔ ان کی کنیت ابوالقاسم اور نام عبدالرحمن بن عبداللہ بن محمد الغافقی الجوهری ہے۔ قسطاس[☆] کے مشائخ میں سے ہیں۔

قسطاس ملک شام میں ایک شہر ہے جو دمشق کے متصل ہے،^(۱) ان دیار کے مشہور اور اعلیٰ درجہ کے محدث مثل حسن بن رشیق^(۲) اور ابن شعبان وغیرہ کے شاگرد ہیں۔^(۳) نہایت پرہیزگار اور فقیہ تھے۔ بایں ہمہ اپنے آپ کو فقیہوں کے زمرہ میں شمار نہیں کرتے تھے۔ ایسے خلوت پسند تھے کہ کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے۔ اپنے ہی مکان میں عزلت گزیرے تھے۔^(۴) باہر کم نکلتے تھے۔ دو عمدہ کتابیں ان کی

(۱) ترتیب المدارك ۲/۴۸۲۔ [نور، ۴۸۲/۳] الديباج المنہب ص: ۱۴۸۔ [ابن فرحون نے غافقی کے تذکرہ میں اس شہر کا جائے وقوع ذکر نہیں کیا ہے۔ ص: ۲۲۱-۲۲۰، نور]

(۲) حسن بن رشیق: ابو محمد بن رشیق عسکری، مضرى۔ ان کے اساتذہ میں نسائی، احمد بن زغبہ، اور بہت سارے مشائخ ہیں۔ دارقطنی، اسماعیل بن عمرو مقرئ، عبدالغنی بن سعید اور مصریوں اور مغارہ میں سے ایک بڑی جماعت نے ان سے استفادہ کیا۔ طحان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انہوں نے جتنے لوگوں سے روایت کی ہے اس کا شمار کرنا بہت ہی مشکل کام ہے، میں نے کسی بھی عالم کے پاس ان سے بڑا حدیث کا ذخیرہ نہیں دیکھا۔ ان کی ولادت صفر ۲۸۳ھ [۸۹۶ء] اور وفات جمادی الاخریٰ ۳۷۰ھ [۹۸۰ء] میں ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ ۳/۷۰-۱۶۹۔ [۱۵۹-۶۰/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۸۱-۲۸۰۔ شہرات الذهب ۳/۷۱۔

(۳) ترتیب المدارك ۲/۴۸۲۔ [نور، ۴۸۲-۸۳/۴] الديباج المنہب ص: ۱۴۸۔

(۴) ترتیب المدارك ۲/۴۸۳۔ الديباج المنہب ص: ۱۴۸۔ [نور، ۲۴۲] ”وہ اپنے آپ کو فقہاء میں شمار نہیں کرتے تھے“ یہ اس میں نہیں ہے۔

☆ صحیح قسطاس ہے، فارسی نسخہ کی پہلی طباعت میں یہی لفظ ہے۔ دوسری طباعت میں غلطی ہو گئی ہے۔

یادگار ہیں۔ ایک مسند موطا، دوسری مسند مالک فی الموطا، مذہب مالکی تھے۔^(۱) ماہ رمضان المبارک ۱۳۸ھ [۹۹۱ء] میں وفات پائی۔^(۲)

یہ بھی جاننا چاہئے کہ دو شخصوں نے امام مالک سے موطا کو روایت کیا ہے اور دونوں کا نام یحییٰ بن یحییٰ ہے۔ ایک ان میں سے وہی ہیں جن کا حال نسخہ اولیٰ کے بیان میں گزر چکا، اور وہ موطا کے مشہور ترین نسخوں میں سے ہے۔ لیکن صحیحین بلکہ صحاح ستہ میں ان سے کوئی روایت نہیں ہے۔ چونکہ ان کو وہم زیادہ رہتا تھا اس وجہ سے ان بزرگوں نے ان کو ترک کر دیا۔^(۳) دوسرے یحییٰ بن یحییٰ بن بکیر بن عبدالرحمن تمیمی، حنظلی، نیشاپوری ہیں۔ ان کی وفات ۲۲۲ھ [۳۷-۸۳۶ء] میں ہوئی۔ بخاری اور مسلم میں ان کی روایت موجود ہے۔ جو اشخاص رجال حدیث سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتے وہ دونوں میں اشتباہ پیدا کر دیتے ہیں۔

موطاً کا تیرہواں نسخہ

یہ نسخہ بروایت یحییٰ بن یحییٰ تمیمی ہے۔^(۴) جو باب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں منعقد کیا ہے اور یہی ابواب موطاً کا آخر باب ہے، اسی پر ان کے موطاً کا اختتام ہے، اس میں یہ حدیث ہے:

مالك عن ابن شهاب عن محمد بن جبير بن مطعم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لي خمسة أسماء، أنا محمد وأنا أحمد وأنا الماحي

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۳۶۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۳۶۔

(۳) ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ ان کو حدیث میں درک نہیں تھا، الانتقاء ص: ۶۰، [ص: ۱۰۹، مقدمہ: عبدالفتاح البوغده،

مکتبہ مطبوعات اسلامیہ حلب: ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء، نور]

(۴) یحییٰ بن یحییٰ بن بکر [ابن حجر نے اسے بکیر کے لفظ سے ضبط کیا ہے، نور] تمیمی منقری نیشاپوری، ۱۳۲ھ [۶۰-۵۹ء]

میں ان کی ولادت ہوئی، ابن سلیم ایلی، مالک، لیث، زبیر بن معاویہ وغیرہ سے علم حدیث کا فیض حاصل کیا، ان سے روایت

سننے والوں میں بخاری، مسلم، ذہلی، اسحاق وغیرہ ہیں۔ صفر ۲۲۶ھ [۸۳۰ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ نسائی نے ان کو ثقہ اور مامون

کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن یحییٰ علم حدیث کے امام ہیں اگر میرے پاس اخراجات ہوتے تو ضرور میں حصول

علم کے لئے ان کے پاس جاتا۔ یکم تذکرۃ الحفاظ ۲/۵-۴۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰-۱۹-۵۱۲۔ الجرح

والتعلیل ۱۹۷/۹۔ تہذیب التہذیب ۱۱/۲۹۶۔ شہرات الذهب ۲/۵۹۔

الذی یمحو اللہ بی الکفر، وأنا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی
وأنا العاقب. (۱)

حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے
پانچ نام ہیں۔ محمد اور احمد، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے کفر کی جڑ کاٹ دی
ہے اور نیز قیامت کے دن تمام آدمی میرے قدم بقدم چلیں گے اس وجہ سے میرا نام
ماحی اور حاشر ہے، اور میرا نام عاقب بھی ہے۔

موطا کا چودہواں نسخہ

یہ بروایت ابو حذافہ سہمی ہے۔ ان کا نام احمد بن اسماعیل ہے۔ وفات کے اعتبار سے یہ امام مالک
کے آخری شاگردوں میں سے ہیں۔ (۲) بغداد میں عید الفطر کے روز ۲۵۹ھ [جولائی ۸۷۳ء] میں وفات
پائی، (۳) چونکہ شرائط کے لحاظ سے چنداں معتبر نہ تھے۔ اسی وجہ سے دارقطنی ان کی تضعیف کر کے کہتے
تھے کہ بعض اشخاص نے ایسی چند حدیثوں کو جو موطاً سے خارج ہیں موطاً میں داخل کر کے ان کو سنائیں۔
اور وہ متنبہ نہیں ہوئے۔ (۴) خطیب فرماتے ہیں کہ دانستہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ (۵) لیکن غفلت
اور سادگی کی بنا پر اس بلا میں پڑ جاتے۔ برقانی (۶) جو دارقطنی کے شاگرد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے دارقطنی

(۱) بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو کتاب المناقب باب ماجاء فی اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس
کو ذکر کیا ہے۔ مسلم نے بھی اپنی صحیح میں کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا ہے۔

(۲) میزان الاعتدال ۸۳/۱- [۱۱۳/۱، نور] (۳) تہذیب التہذیب ۱۶/۱۔

(۴) میزان الاعتدال ۸۳/۱- [۱۱۳/۱، نور]

(۵) تاریخ بغداد ۲۴/۴۔ میزان الاعتدال ۸۳/۱- [۱۱۳/۱، نور] تہذیب التہذیب ۱۶/۱۔

(۶) برقانی: برقانی امام حافظ اور شیخ الفقہاء والحدیث تھے، ان کا نام ابو بکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب خوارزمی تھا۔ مسلک شافعی
تھے۔ ابو العباس بن حمدان سے خوارزم میں روایات سنیں، اس کے علاوہ ابو علی بن صواف اور ابو بکر بن یثم وغیرہ سے بھی سماع
حدیث کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابو بکر بیہقی اور ابو بکر شیرازی کے علاوہ بہت سارے کبار محدثین ہیں۔ انہوں
نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں، اور صحیحین کا استخراج کیا ہے۔ ۳۲۵ھ [۱۰۳۳ء] اوائل رجب میں وفات پائی، خطیب نے
انہیں ثقہ اور ثبت کہا ہے۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۷۵/۳- ۲۷۴- [۶۲/۳- ۲۵۹، نور]

سے دریافت کیا تھا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی کتاب جس میں احادیث صحیحہ ہوں جمع کروں، اس میں ابو حذافہ کی روایت کو بھی درج کروں یا نہیں؟ فرمایا کچھ ڈر نہیں ہے۔^(۱) مگر ابن عدی نے بیان کیا کہ ابو حذافہ امام مالک سے بے اصل اور باطل باتیں روایت کرتے ہیں ان کا اعتبار نہ کرنا چاہئے۔^(۲) اور اس قباحت کا غالباً یہ سبب ہے کہ وہ مغفل تھے۔ لوگ ان کو فریب دیتے تھے۔ دوسرے اشخاص اپنی حدیثوں کو جو غیر معتبر تھیں موطاً میں درج کر کے ان کے سامنے پڑھتے تھے اور وہ ان کو یاد کر لیتے تھے، پھر یہ کہ خود جھوٹ کہتے تھے۔ چنانچہ دارقطنی نے فوراً اس کی تصدیق کی، اور اس امر کو صراحت کے ساتھ بیان کیا۔ اصل میں یہ قریشی تھے، بنی سہم سے جو قریش کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ ہے۔ اول اول مدینہ منورہ میں رہا کرتے تھے، آخر میں بغداد میں سکونت اختیار کی تھی۔ تقریباً ایک سو سال کی عمر پائی۔^(۳)

موطا کا پندرہواں نسخہ

یہ بروایت سوید بن سعید ہے۔ اور ان کے متفردات میں سے یہ حدیث ہے:^(۴)

مالك عن هشام بن عروة عن أبيه عن عبد الله بن عمرو بن العاص أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من الناس، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء، فإذا لم يبق عالماً اتخذ الناس رؤسا جهالاً، فسئلوا فأفتوا بغير علم، فضلوا وأضلوا.
علم کے اٹھائے جانے اور دنیا سے مفقود ہونے کی یہ صورت نہ ہوگی کہ آدمیوں کے سینے سے علم کو سلب کر لیا جائے گا بلکہ علماء اٹھائے جائیں گے اور جب ان کا کوئی

(۱) تاریخ بغداد ۴/۲۴۔ سیر أعلام النبلاء ۱۲/۲۶۔ [سیر کے الفاظ قدرے مختلف ہیں۔ نور] تہذیب التہذیب ۱/۱۵۔

(۲) میزان الاعتدال ۱/۸۳۔ [۱/۱۱۳، نور] (۳) سیر أعلام النبلاء ۱۲/۲۵۔

(۴) قلت: مؤلف سے اس حدیث کی نسبت سوید بن سعید کی طرف کرنے میں سہو ہوا ہے، دارقطنی نے اس کی نسبت معن کی طرف کی ہے۔ اور اس حدیث کو امام مالک کے تلامذہ میں سوائے معن کے کسی نے بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں متعدد جگہ اس کو ذکر کیا ہے، کتاب العلم، باب کیف يقبض العلم. امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں کتاب العلم، باب رفع العلم و قبضه میں اسے ذکر کیا ہے۔

جانشین عالم باقی نہ رہے گا تو مخلوق جاہلوں کو اپنا سردار خیال کرے گی، اور ان سے ہی اپنے مسائل کو دریافت کرے گی اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

ان کی کنیت و نام ابو محمد سوید بن سعید الہروی ہے اور حدثنی بھی ان کو کہتے ہیں۔ (۱) مسلم اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے۔ اور وہ ان کو معتبر جانتے ہیں۔ (۲) ابوالقاسم بغوی (۳) تو ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے تھے۔ لیکن امام احمد بن حنبل بعض امور میں ان پر گرفت فرمایا کرتے تھے۔ (۴) اس فن کے محققین کا یہ بیان ہے کہ جب وہ اپنے نوشتہ میں سے روایت کیا کرتے تھے تو احتیاط کو مد نظر رکھتے تھے۔ اور جب اپنی یاد سے لکھواتے تھے تو خطا کرتے تھے۔ (۵) اور آخر عمر میں کبر سن اور بڑھاپا اور ضعف بصارت و حافظہ میں خلل ہونے کے سبب سے قابل اعتماد نہیں رہے تھے، اگرچہ ان کی احادیث میں بہت سے منکرات ہیں لیکن امام مسلم نے ان منکرات کو اصول معتبرہ سے دفع کر کے بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ (۶) ماہ شوال ۲۴۰ھ [۸۵۵ء] میں انتقال فرمایا رحمہ اللہ۔ (۷)

(۲) تہذیب التہذیب ۴/۲۷۲۔

(۱) تہذیب التہذیب ۴/۲۷۲۔

(۳) بغوی: ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بن مرزبان بغوی، بغدادی ان کا اسم گرامی ہے، اصلاً بغا کے رہنے والے تھے۔ رمضان ۲۱۴ھ [۸۲۹ء] میں ان کی ولادت ہوئی، آپ اپنے چچا علی بن عبدالعزیز کی توجہات سے بچپن ہی سے مشائخ سے حدیثیں سننے لگے۔ علی بن جعد، علی بن مدینی، اور امام احمد بن حنبل وغیرہ سے حدیثیں حاصل کیں۔ ان سے حدیثیں سننے والوں میں ابن صاعد، دارقطنی، اسماعیلی اور بہت سارے لوگ ہیں۔ انہوں نے معجم الصحابہ اور اجزاء جعدیات تصنیف کی۔ دارقطنی نے کہا ہے کہ ابوالقاسم بغوی ثقہ امام اور کم غلطی کرنے والے مشائخ میں سے ہیں۔ ابن عدی نے بیان کیا ہے کہ بغوی صاحب حدیث تھے، صحیح احادیث کا التزام کرنے والوں نے ان سے استدلال کیا ہے۔ ایک سو تین سال کی عمر پائی۔ عید الفطر کی رات ۳۱۶ھ [۹۲۸-۲۹ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ ۴/۲-۳۰۲۔ [۷۶/۲-۷۳، نور]۔

(۳) سیر أعلام النبلاء ۱۱/۱۲۱-۱۲۲۔ تہذیب التہذیب ۴/۲۷۳۔

(۵) تہذیب التہذیب ۴/۲۷۳۔

(۶) سوید کو محدثین کی ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے جس میں یحییٰ بن معین، نسائی وغیرہ ہیں، امام بخاری نے ان کی

احادیث کو منکر کہا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء ۱۱/۱۳-۱۸۔

(۷) تہذیب التہذیب ۴/۲۷۵۔

☆ موطا کا سولہواں نسخہ

یہ بروایت امام مجتہد محمد بن الحسن شیبانی ہے۔^(۱) امام محمد صاحب ایسے معروف و مشہور ہیں کہ کچھ تعریف و توصیف کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے اپنی موطا کو اس حدیث پر ختم کیا ہے۔

أخبرنا مالك عن عبد الله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن أجلكم فيما خلا من الأمم كما بين صلاة العصر إلى مغرب الشمس وإنما مثلكم ومثل اليهود والنصارى كرجل استعمل عمالاً فقال: من يعمل لي إلى نصف النهار على قيراط قيراط؟ فعملت اليهود، ثم قال: من يعمل لي من نصف النهار إلى العصر على قيراط قيراط؟ فعملت النصارى على قيراط قيراط ثم قال: من يعمل لي من صلوة العصر إلى مغرب الشمس على قيراطين قيراطين؟ ألا فأنتم الذين تعملون من صلاة العصر إلى مغرب الشمس على قيراطين قيراطين. قال فغضبت اليهود والنصارى وقالوا: نحن أكثر عمالاً وأقل عطاءً، قال هل ظلمتكم من حقم شيئاً قالوا: لا، قال: فإنه فضلي أوتيه من

(۱) امام محمد: ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن فرقد۔ ولاء کے اعتبار سے شیبانی ہیں۔ ان کی ولادت ۱۳۲ھ [۵۰-۳۹] میں ہوئی۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ، ابو یوسف وغیرہ سے علم فقہ کو حاصل کیا، احادیث، ثوری، اوزاعی اور امام مالک وغیرہ سے اخذ کی، امام ابو حنیفہ سے دو اور امام مالک سے تین سالوں تک کامل استفادہ کیا۔ ان کے تلامذہ میں امام شافعی اور ابوسلیمان جرجانی وغیرہ ہیں۔ ہارون رشید کے زمانہ میں قضاء کا عہدہ سنبھالا، حنفی مسلک کے فقیہ تھے۔ انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں الجامع الکبیر اور الجامع الصغیر وغیرہ ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے علم کو پھیلانے میں انہوں نے اہم رول ادا کیا ہے۔ ۱۸۹ھ [۸۰۵ء] میں مقام ری میں ان کا انتقال ہوا۔ لسان المیزان ۲۲/۵-۱۲۱۔

وفیات الاعیان ۴/۱۸۴۔ [۲۲/۲-۳۲۱، نور]

☆ موطا کی یہ روایت لدھیانہ میں ۱۸۷۶ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی تھی۔ بعد ازاں مولانا عبدالحی لکھنوی کے مفید حواشی کے ساتھ لکھنؤ سے ۱۸۸۰ء میں شائع ہوئی، پھر ڈاکٹر تقی الدین ندوی کی تحقیق سے یہ کتاب ۱۳۱۲ھ [۱۹۹۱ء] میں دارالسنہ والغیرۃ ممبئی اور دارالقلم دمشق سے شائع ہوئی۔

أشياء. ☆ (۱) ثم قال محمد هذا الحديث يدل على أن تأخير العصر أفضل من تعجيلها ألا ترى أنه جعل ما بين الظهر إلى العصر أكثر مما بين العصر إلى المغرب في هذا الحديث، ومن عجل العصر كان ما بين الظهر إلى العصر أقل مما بين العصر إلى المغرب فهذا يدل على تأخير العصر وتأخير العصر أفضل من تعجيلها ما دامت الشمس بيضاء نقية لم يخالطها صفرة، وهو قول أبي حنيفة والعامية من فقهاءنا رحمهم الله تعالى. انتهى. (۲)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اے مسلمانو! تمہاری مدت حیات و بقا دیگر گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسا کہ عصر کی نماز سے مغرب تک کا وقت، گویا تمہاری اور یہود اور نصاریٰ کی مثال یوں بیان ہو سکتی ہے کہ ایک شخص نے کسی کام کے لئے چند مزدوروں کو رکھا اور کہا کہ تم میں سے کتنے ایسے ہیں کہ صبح سے دوپہر ڈھلنے تک کام کریں اور ایک ایک قیراط لیتے رہیں، چنانچہ یہود نے اس کی تعمیل کی، اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ اب تم میں سے ایسے کتنے ہیں جو دوپہر ڈھلنے سے عصر کے وقت تک اسی ایک ایک قیراط پر رضا مند ہوں، اس کو نصاریٰ نے منظور کر لیا، پھر اس نے کہا اب کون ہے جو فقط عصر کی نماز سے مغرب تک کام کرے اور دو دو قیراط اجرت کے لے لے، (اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) یاد رکھو یہ تم لوگ ہو، کہ تم نے عصر سے مغرب تک کام کیا اور دو دو قیراط ملے، یہود و نصاریٰ اس پر ناراض ہوئے، اور کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہمارا کام زیادہ اور مزدوری کم ہے، اس نے جواب دیا کہ جو مزدوری تمہاری مقرر کی گئی تھی اس کے دینے میں تو کچھ کمی نہیں کی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، اس پر مالک نے جواب دیا تو پھر اس سے آگے میرا فضل ہے اس میں سے جتنا چاہوں دوں۔

(۱) رواہ البخاری فی صحیحہ، کتاب فضائل القرآن، باب فضل القرآن علی سائر الکلام.

(۲) موطا بروایت محمد، ص: ۷-۳۰۶۔ مطبوعہ کراچی۔

☆ اصل فارسی میں من اشياء ہی ہے۔ لیکن صحیح بخاری میں "شئت" ہے۔

اس روایت کو نقل کر کے امام محمد نے اس پر استدلال کیا کہ عصر کو ذرا تاخیر سے پڑھنا جلدی پڑھنے سے افضل ہے، دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ بات بتلا دی کہ ظہر اور عصر کا درمیانی وقت عصر اور مغرب کے درمیانی وقت سے زیادہ ہونا چاہئے، اب جو شخص عصر میں زیادہ عجلت کرے گا، تو اس کے مسلک پر ظہر اور عصر کی نمازوں کا درمیانی وقت عصر اور مغرب کی نمازوں کے درمیانی وقت سے کم ہوگا، پس اس سے ثابت ہوا کہ عصر میں تاخیر ہونی چاہئے، لیکن عصر کی تاخیر اس کی تعجیل سے اسی وقت تک بہتر ہے جب تک سورج سفید اور صاف ہو، یعنی اس پر زردی بالکل نہ آئی ہو، چنانچہ یہی مذہب امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء رحمہم اللہ کا ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ امام محمد نے جو کچھ اس حدیث سے استنباط کیا ہے وہ صحیح ہے، اور حدیث کا مدلول اسی قدر ہے کہ صلوٰۃ عصر اور غروب آفتاب کا مابین کمتر اس وقت کے ہونا چاہئے جو زوال آفتاب سے صلوٰۃ عصر تک ہوتا ہے تاکہ عمل کی کمی اور عطا کی زیادتی جو کہ تشبیہ سے مقصود ہے درست ہو، اور یہ بات تا وقتیکہ عصر کو اس کے اول وقت سے مؤخر نہ کیا جائے متحقق نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس حدیث سے یہ تمسک کرنا (جیسا کہ بعض فقہاء سے منقول ہے) کہ عصر کا وقت مثلین سے شروع ہوتا ہے اور اس سے پہلے ظہر کا وقت ہے ٹھیک نہیں۔ کیونکہ حدیث اس مطلب پر دلالت نہیں کرتی۔ البتہ اگر الفاظ حدیث یہ ہوتے ”ما بین وقت العصر إلى الغروب“ تو اس امر کی گنجائش تھی۔ اور اس حدیث سے بلا شک استدلال درست ہو جاتا۔ چونکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں ”ما بین صلوٰۃ العصر إلى مغرب الشمس“ اور ظاہر ہے کہ عصر کی نماز اول وقت میں متحقق نہیں ہوتی تھی تاکہ مدعا حاصل ہو۔ اور جو مقابلہ اوقات کا آپ نے بیان فرمایا اس میں تشبیہ کا دار و مدار عصر سے غروب آفتاب کے اس درمیانی وقت پر ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کے موافق تھا، اور اس وقت سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں عادتاً عصر کی نماز ہوتی تھی۔ مغرب تک کا وقت ظہر اور عصر کے درمیانی وقت سے بے شک تھوڑا ہوتا تھا، گو عصر کے ابتدائی وقت سے غروب آفتاب تک کا وقت، ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کے برابر ہو۔

اگر کسی کے دل میں ہماری اس تقریر سے یہ کھٹکا ہو کہ تشبیہ کی غرض تفہیم یعنی سمجھانا ہے اور اس صورت میں ایک قسم کی خیال بندی لازم آتی ہے، کیونکہ عصر کی نماز پڑھنے کا کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ ہر

کوئی تمام وقت کے کسی نہ کسی حصہ میں نماز پڑھ لیتا ہے جس سے کسی وقت کی ابتداء معین کرنا دشوار ہے۔ بخلاف عصر کے اصلی وقت کے کہ وہ خود فی حد ذاتہ متعین ہے تو اس خلجان کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ تشبیہ بے شک سمجھانے کے لئے ہے لیکن مخاطبین کلام کے سمجھانے کے لئے، اور جو لوگ اس وقت مخاطب تھے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا وقت اچھی طرح معلوم تھا۔ پس ان کی نسبت تو تفہیم میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا اور دوسرے لوگوں کو ان سے سن کر معنی واضح ہو گئے، اور تفہیم پائی گئی۔ دیکھو حضرت عائشہؓ نے آپ کی نماز عصر کا معمول اس طرح بیان فرمایا ہے:

كان يصلي العصر والشمس في حورتها ولم يظهر الفی بعد.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں عصر کی نماز پڑھتے تھے کہ دھوپ میرے حجرے میں ہوتی تھی اور اس وقت تک سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ بیان ایسے لوگوں کے سوا کسی کو مفید نہیں ہو سکتا جنہوں نے حجرہ مبارک کو دیکھا ہو اور آفتاب کا اس میں پایا جانا اور سایہ کے ظاہر ہونے کو اس پر قیاس کر لیا ہو۔

اسی طرح حدیث مذکور میں بھی سمجھنا چاہئے اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ امام محمد کے کلام میں جو یہ عبارت واقع ہوئی ہے کہ ”ومن عجل العصر كان ما بين الظهر إلى العصر أقل مما بين العصر إلى المغرب“ بظاہر مخدوش معلوم ہوتی ہے کیونکہ قواعد ظلال کے موافق ایک مثل سایہ اکثر میں اس وقت گزرتا ہے جب کہ چوتھائی دن باقی رہ جائے، پس دونوں وقت اس حساب سے برابر ہونے چاہئیں نہ زیادہ نہ کم، لیکن امام کے کلام کی یہ توجیہ کر سکتے ہیں کہ امام کی مراد ما بین الظهر سے ما بین وقت المتعارف للصلاة ہے یعنی اس وقت کے شروع سے کہ جب آپ ظہر کی نماز ادا کرتے تھے۔ اور خصوصاً گرمیوں کے دن میں کہ جن میں ابراد (نماز کو ٹھنڈا کرنا) مستحب ہے۔ عصر تک کا وقت عصر اور مغرب کے درمیانی وقت سے بشرطیکہ عصر میں تعجیل کی جائے تھوڑا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

ملا علی قاری^(۱) نے جو متاخرین میں سے ہیں، اسی نسخہ موطا کی شرح کی ہے اور اس دیار میں یہی نسخہ

مروج اور مشہور ہے۔

(۱) ملا علی قاری: علی بن سلطان محمد ہروی حنفی۔ آپ ”قاری“ سے مشہور ہیں۔ ہر اہل ان کی پیدائش ہوئی، پھر مکہ میں سکونت اختیار کی، انہوں نے مشکوٰۃ، شمائل اور موطا بروایت امام محمد کی شرحیں لکھیں۔ ان موضوعات پر ان کی عمدہ اور مفید تصنیفات ہیں۔ جوان کے علم و فضل پر دلالت کرتی ہیں۔ شوال ۱۰۱۳ھ [۶-۱۶۰۵] میں ان کی وفات مکہ المکرمہ میں ہوئی۔ الفوائد

البہیۃ۔ التعليقات ص: ۱۰

اور موطا کے متعلقات میں سے دو کتابیں اور ہیں۔ یہ دونوں کتابیں ابن عبدالبر کی تصنیف ہیں، ایک کا نام ”کتاب التقصی لمافی الموطأ من الأحادیث“ ہے چونکہ اس کتاب میں موطأ کی حدیثوں کو تمام وکمال درج کیا ہے اسی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا، اور لغوی معنی سے ان معنی کو یہ مناسبت ہے کہ تقصی کے لغوی معنی دور جانے کے ہیں، مؤلف کی مراد اس نام سے مبالغہ کرنا ہے یعنی موطأ کی حدیثوں کو اس کے تمام نسخوں سے جمع کر دیا ہے۔ اور دوسری کتاب کا نام ”کتاب الاستذکار لمذاهب علماء الأمصار فیما تضمنه الموطأ من معانی الرأي والآثار“^(۱) ہے۔

چونکہ ان دونوں کتابوں کے مقاصد ان کے نام سے ہی ظاہر ہیں اس لئے ان کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، اور آخری کتاب بہت رائج اور مشہور ہے، اور اول کتاب بھی دستیاب ہوتی ہے۔ اور مشارق قاضی عیاض، صحیحین اور موطأ دونوں کی شرح ہے۔ امام بونی^{*} نے بھی (جن کا نام عبدالملک مروان بن علی ہے) موطأ کی شرح لکھی ہے۔ انہوں نے اس شرح کا نام ”کشف المغطی“ رکھا ہے۔ یہ شرح دیار مغرب میں ملتی ہے بہت مفید اور نافع ہے۔ متاخرین میں سے شیخ جلال الدین سیوطی نے اس کی ایک شرح لکھی ہے۔ اس کا نام ”تنویر الحوالمک فی شرح موطأ مالک“ ہے، یہ شرح بھی اس دیار میں ملتی ہے اور حضرت شیخ المشائخ، پیشوائے علماء راسخین، جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز^(۲) نے بھی اس موطأ کی جو بروایت یحییٰ بن یحییٰ الیشی ہے دو شرحیں لکھی ہیں^{*} پہلی شرح کچھ دقیق

(۱) الاستذکار لمذاهب الأمصار فی ما تضمنه الموطأ من معانی الرأي والآثار ابن خلکان [ع]

(۲) شاہ ولی اللہ: قطب الدین ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین عمری، دہلوی۔ ان کی پیدائش عالمگیری کے زمانے میں ارشوال ۱۱۱۳ھ [۱۷۰۲-۳]ء میں ہوئی۔ انہوں نے چاروں مذاہب فقہیہ میں مہارت حاصل کی تھی، اور اصول فقہ میں بھی نام پیدا کیا تھا۔ ۱۱۲۳ھ [۱۷۱۰-۳۱]ء میں شاہ صاحب نے حرمین کا سفر کیا، اور طلب علم میں دو سال وہیں گزارے۔ اور ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی سے حدیثیں سنیں اور اجازت حاصل کی۔ شیخ ابوطاہر نے ان کے متعلق کہا ہے کہ وہ مجھ سے محض الفاظ حدیث لیتے ہیں لیکن میں ان سے معانی کی تصحیح کراتا ہوں۔ ان کی تالیفات میں، فتح الرحمن فارسی ترجمہ قرآن، حجة اللہ البالغہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر اور موطأ کی دو شرحیں، مصنفی، مسوی، وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ اور کئی اہم مفید اور عمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ۱۱۷۶ھ [۱۷۶۳]ء میں آپ کا سانحہ وفات پیش آیا دیکھئے نزہة الخواطر: ۶/۱۵۷-۳۹۸۔

☆ فارسی میں ”ثوری“ ہے۔ ☆ اصل فارسی میں ”شیخنا و قلدونا فی کل العلوم و الامور“ کے الفاظ ہیں۔

☆ ترجمہ میں یہ بات چھوٹ گئی ہے ”واقوال مالک و بعضے بلاغیات الشان را حذف فرمودہ“، یعنی اقوال مالک اور ان کی بعض بلاغیات کو حذف کر دیا ہے۔

اور مجتہدانہ فارسی زبان میں ہے، ”مصفی فی احادیث الموطأ“ اس کا نام ہے۔ اور دوسری شرح مختصر ہے۔ اس میں صرف فقہاء حنفیہ و شافعیہ کے مذاہب بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے اور کچھ ان ضروری امور کا بھی ☆ (جو مشکل تھے شرح غریب سے ضبط کر کے) بیان کیا ہے۔ اس کا نام مسوی من احادیث الموطأ ہے۔ راقم الحروف نے اس شرح کو ان سے ضبط و اتقان کے ساتھ سنا ہے۔

فائدہ مہمہ: یہ جاننا چاہئے کہ اس زمانہ میں چاروں اماموں کی تصنیف میں سے موطأ کے سوا علم حدیث میں اور کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔ اور دوسرے اماموں کے مسانید جو عالم میں مشہور ہیں وہ امام خود ان کی تصنیف میں مشغول نہیں ہوئے۔ بلکہ دوسرے اشخاص نے جو ان کے بعد میں آئے ہیں ان کے مرویات کو جمع کر کے مسند فلاں نام رکھ دیا۔ اور یہ امر ہر عقلمند جانتا ہے کہ کسی شخص کے مرویات اس وقت تک رطب و یابس یعنی صحیح و ضعیف کا مجموعہ رہتے ہیں جب تک وہ شخص جس کی بزرگی و فضیلت کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں خود اس مخلوط کو چند دفعہ گہری نظروں سے مطالعہ کر کے تمیز نہ کر دے۔ اور جب تک وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم نہ کرے کسی قسم کا اعتماد اور بھروسہ نہیں ہو سکتا۔

مسانید^(۱) حضرت امام اعظم^(۲) ☆

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس وقت جو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسند مشہور ہے وہ قاضی

(۱) اس کا نام جامع مسانید الامام الاعظم ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ: نعمان بن ثابت، بن زوطی آپ کا پورا نام ہے۔ لیکن ابوحنیفہ کے نام سے شہرت ہوئی۔ ۸۰ھ [۶۹۹ء] میں آپ کی ولادت ہوئی۔ انس بن مالک کی کوفہ آمد پر کئی بار زیارت کی، عطاء، نافع، قتادہ، عمرو بن دینار وغیرہ سے آپ روایت کرتے ہیں۔ حماد بن ابوسلیمان سے انہوں نے علم فقہ سیکھا تا آنکہ اللہ نے تفقہ تام سے نوازا۔ ان سے علم فقہ حاصل کرنے والوں میں زفر بن ہریر، امام ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی اور داؤد طائی وغیرہ ہیں۔ ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں وکیع، یزید بن ہارون اور سعد بن صلت کے علاوہ ایک بڑی تعداد ہے۔ آپ سلاطین کے ہدیوں کو ہرگز قبول نہیں کرتے تھے بلکہ خود تجارت کر کے کماتے تھے۔ امام شافعی نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ فقہ میں لوگ امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔ یزید بن عمرو بن ہبیرہ، نے انہیں عہدہ قضاء سنبھالنے کا حکم دیا، لیکن انہوں نے انکار کیا، جس پر ان کو کوڑے بھی لگائے گئے۔

رجب ۱۵ھ [۶۷۷ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۵۲-۵۱، [۶۰/۱-۱۵۸، نور]

☆ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد نے ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء میں شیخ ابو بکر محمد ہاشمی کی تحقیق کے ساتھ ایک عمدہ نسخہ شائع کیا ہے اس سے قبل بھی اسی ادارہ نے اس کتاب کو زیور طبع سے آراستہ کیا تھا۔

☆ فارسی کے اصل الفاظ یہ ہیں ”وقدرے ضروری از شرح غریب و ضبط مشکل داخل نمودہ“۔

القضاة ابوالموید محمد بن محمود بن محمد خوارزمی^(۱) کا تالیف کردہ ہے جو ۶۷۶ھ [۷۶۵-۷۶۷ء] میں رائج ہوا ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ان مسانید کو جن کو علماء سابق نے تیار کیا تھا اس مسند میں جمع کر دیا ہے، اور اپنے خیال کے موافق کسی ایسی چیز کو جو امام صاحب کے مرویات سے تھی ترک نہیں کیا۔ چنانچہ قاضی القضاة نے خود اس مسند کے خطبہ میں^(۲) ان مسندوں اور نیز ان کے مصنفین کا نام اور ان مصنفین تک اپنی سند کو مفصل بیان کیا ہے۔^(۳) اس وقت تک کثرت سے دو مسند رائج

(۱) ابومؤید خوارزمی: محمد بن محمود بن محمد بن حسن خوارزمی۔ ۶۰۳ھ [۷۰۶-۷۰۷ء] ان کا سال ولادت ہے۔ انہوں نے امام نجم الدین طاہر بن محمد جعفی سے علم فقہ کو پڑھا۔ اور خورازم کے قاضی بنے۔ اور دمشق میں چند سال حدیث کا درس بھی دیا پھر بغداد تشریف لے گئے۔ اور وہیں تاحیات حدیث کا درس دیا۔ ان کی وفات ۶۵۵ھ [۷۵۷ء] میں ہوئی۔ الجواهر المضية فی طبقات الحنفیة ۲/۱۳۲

(۲) ابومؤید خوارزمی کہتے ہیں کہ دمشق میں بعض جہلا کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، اور امام احمدؒ کے خلاف بہت ہی کم حدیثیں روایت کرتے ہیں اور وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی کوئی مسند نہیں ہے، یہ سنا تھا کہ مجھے دینی حمیت اور حنفی عصبیت نے جوش دلایا، لہذا میں نے ارادہ کیا کہ امام ابوحنیفہؒ کی ان پندرہ مسانید کو جمع کروں گا جن کو کبار علمائے حدیث نے جمع کیا ہے، وہ پندرہ یہ ہیں: پہلی مسند جس کو ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث حارثی، بخاری معروف ”عبداللہ استاذ“ نے جمع کیا تھا اور دوسری مسند جسے ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر نے جمع کیا تھا، تیسری مسند جسے ابوالخیر محمد بن مظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد نے جمع کیا تھا، چوتھی مسند جسے ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی نے جمع کیا تھا، پانچویں مسند جسے ابو بکر محمد بن عبدالباقی بن محمد انصاری نے، چھٹی مسند جسے ابو احمد عبداللہ بن عدی جرجانی نے ساتویں مسند جسے حسن بن زیاد لؤلؤی نے، آٹھویں مسند جسے عمر بن حسن اشثانی نے، نویں مسند جسے ابو بکر احمد بن محمد بن خالد بن خلی کلاعی نے، دسویں مسند جسے ابو عبداللہ محمد بن حسین بن محمد بن خسرو بلخی نے، گیارہویں مسند جسے امام ابو یوسفؒ نے، بارہویں مسند جسے محمد بن حسن شیبانی نے، تیرہویں مسند جسے امام ابوحنیفہ کے فرزند حماد نے، چودھویں مسند جسے ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابوالعوام سفدی نے جمع کیا تھا، رجم اللہ۔ اور پندرہویں مسند جسے محمد بن حسن شیبانی نے ہی جمع کیا تھا اس کا اکثر حصہ تابعین سے روایات پر مشتمل ہے جس کا نام الآثار ہے۔ جامع المسانید للإمام الاعظم ۱/۵-۴۔ [۱/۴-۳، مقدمہ خوارزمی، دارالمعارف عثمانیہ حیدرآباد: ۱۳۲۹ھ/۲۰۰۸ء، نور]

(۳) دیکھئے: جامع المسانید للإمام الاعظم ۱/۷۷-۶۹۔ [۱/۹۷-۸۶، نور]

اور مشہور ہیں۔ اول حافظ الحدیث محمد بن یعقوب حارثی^(۱) کا مسند، اور دوسرا حافظ الوقت حسین بن محمد بن خسر و کامسند۔^(۲) چنانچہ راقم الحروف کو بھی ان دونوں مسندوں کی اجازت اپنے شیوخ سے پہنچی ہے۔ اس مسند کو حضرت امام اعظمؒ کی طرف نسبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم مسند ابو بکر کو جو حضرت امام احمد کا ترتیب دادہ ہے، حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف نسبت کریں، اور اس میں زیادہ مغالطہ نہیں ہے۔

مسند حضرت امام شافعیؒ^(۳) ☆

یہ ان احادیث مرفوعہ کا مجموعہ ہے جن کو خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کے روبرو سند

(۱) محمد بن یعقوب حارثی: ماوراء النہر کے عالم و محدث ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب حارثی بخاری۔ جن کا لقب الاستاذ تھا، ان کی پیدائش ۲۵۸ھ [۷۷-۸۷ء] میں اور وفات بیاسی سال کی عمر میں ۳۴۰ھ [۵۲-۹۵۱ء] میں ہوئی، ان کے اساتذہ میں عبید اللہ بن واصل، محمد بن علی صانع، موسیٰ بن ہارون جمال ہیں، اور تلامذہ میں احمد بن محمد بن یعقوب فارسی اور ابن مندہ وغیرہ ہیں۔ ان کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کی مسندوں کو جمع کرنے کا کام انہوں نے بھی انجام دیا تھا۔ ابن مندہ ان کے متعلق اچھے کلمات کہا کرتے تھے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۵-۲۴۴۔ تذکرۃ الحفاظ ۳/۶۸] یہ حوالہ تذکرہ میں میں نے نہیں پایا، نور]۔ میزان الاعتدال ۲/۷۴۔ [محمد بن یعقوب حارثی نام کے کسی محدث کا ذکر میزان الاعتدال میں نہیں ہے، نور] شذرات الذهب ۲/۲۵۷ [۲/۳۷۵، نور]

(۲) حسین محمد خسر و: حسین بن محمد بن خسر و بلخی۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی، آپ اپنے زمانہ میں عراق و بغداد کے فقیہ تھے۔ ابوالحسن انباری اور عبد الواحد بن فہد سے فیض حدیث حاصل کیا تھا، انہوں نے بے شمار مشائخ سے احادیث سنی ہیں، ابوالعلیٰ بن شاذان اور ابوالقاسم بن بشران کے شاگردوں سے کثرت سے روایت کرتے ہیں۔ علامہ ابن جوزی نے ان سے روایت کی ہے، شوال ۵۲۶ھ [۱۱۳۲ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: الجواهر المضية فی طبقات الحنفیة ص: ۲۱۶ [۲۱۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۹/۹۳-۹۲-۵۹۲۔ میزان الاعتدال ۱/۴۸-۵۴۷-۵۰۰/۱، نور]

(۳) امام شافعی: حبر الامۃ، امام، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن ادریس قرشی، مطلبی، شافعی، مکی آپ کا اسم گرامی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے ان کا نسب ملتا ہے۔ امام صاحب ۱۵۰ھ [۷۷۷ء] میں غزہ میں پیدا ہوئے، پھر ان کی والدہ ان کو ساتھ لے کر مکہ چلی گئیں جہاں وہ پروان چڑھے اور علم حاصل کرنے لگے۔ ماہر تیر انداز تھے، دس مین سے دس تیر ہدف پر پھینکتے تھے۔ امام صاحب نے پہلے عربی ادب میں کمال حاصل کیا پھر فقہ و حدیث کی طرف متوجہ ہو گئے، انہوں نے موطا مالک کو مکمل حفظ کر لیا تھا۔ عنقوان شیباب ہی میں تبحر علمی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مسلم بن خالد زنجی نے ان کو فتویٰ دینے کی اس وقت اجازت دیا تھی، جب کہ ان کی عمر بیس سال یا اس سے بھی کم تھی۔ امام مالک کی صحبت میں رہے۔ ۱۹۹ھ [۱۵-۸۱۳ء] میں مصر کا سفر کیا اور شعبان کے ابتدائی دنوں میں ۲۰۴ھ [۸۱۹ء] مصر ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے، اور روایت کیا کرتے تھے۔ اور ان حدیثوں میں سے جو حدیثیں ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصبم^(۱) نے ربیع بن سلیمان مرادی^(۲) سے سن کر کتاب الام اور مبسوط کے ضمن میں جمع کی تھیں، یہاں ان کو ایک جگہ پر جمع کر کے مسند امام شافعی نام رکھ دیا ہے۔ اور ربیع بن سلیمان نے جو امام شافعی کے بلا واسطہ شاگرد ہیں، تمام حدیثوں کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ البتہ جزو اول کی چار حدیثوں کو امام شافعی سے بواسطہ بویطلی^(۳) کے روایت کیا ہے ☆۔ اور جامع وملتقط کی حدیثوں کو ایک

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ ہر مصنف پر امام شافعی کا احسان ہے۔ امام شافعی سے یہ بات مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ صحیح حدیث کی موجودگی میں میرا قول بالکل معتبر نہ ہوگا بلکہ وہ دیوار پر مارے جانے کے قابل ہے۔ رمضان المبارک میں قرآن کے ساتھ دور کرنے کا معمول آپ کا تھا۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۳۱-۳۳۱ [۱/۳۰-۳۲۹، نور] ☆ ہندوستان سے ۱۳۰۶ھ میں اور مطبع خیریہ (مصر) سے ۱۳۲۸ھ میں یہ مسند شائع ہوئی تھی۔ [معجم المطبوعات العربیہ والمغربیہ یوسف سرکیس ۱/۷۰ مطبع سرکیس مصر ۱۳۶۴ھ-۱۹۲۸ء محمد انس مصطفیٰ الخن کی تحقیق سے دارالرسالۃ العالمیہ دمشق نے ۲۰۱۲ء ۱۳۳۳ھ میں شائع کیا۔

(۱) ابوالعباس اصم: ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نیشاپوری، اپنے زمانہ کے محدث تھے، حاکم کہتے ہیں کہ انہوں نے ۷۶ سال حدیث کا درس دیا، اور کسی کو ان کی صحت، سماع اور ثقاہت میں ذرا بھی اختلاف نہیں ہے۔ حسن کردار اور سخاوت و وجود و کرم، جیسے بلند اوصاف سے متصف تھے، ان کی ولادت ۲۲ھ [۶۲-۸۶ء] میں ہوئی، اور وفات ربیع الآخر ۳۳۶ھ [۵۸-۹۵ء] میں ہوئی، یہ اتنے بہرے ہو گئے تھے کہ گدھے کی آواز کو سننے سے بھی قاصر تھے۔ تذکرۃ الحفاظ ۳/۷۷-۸۰ [۳/۷۶-۷۳، نور]

(۲) ربیع بن سلیمان مرادی: ابو محمد ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل۔ بنی مراد کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ۷۴ھ [۹۱-۹۰ء] میں آپ کا سال ولادت ہے، ابن وہب، بشر بن بکر، یحییٰ بن حسان وغیرہ کے علم سے سیراب ہوئے، خاص طور پر امام شافعیؒ کی صحبت میں رہے اور ان کے علم کو نقل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں امام ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ ہیں، امام ترمذی بھی ان سے ایک واسطے سے روایت کرتے ہیں۔ ابن یونس نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۶۴-۱۶۳ [۲/۴۹-۱۴۸، نور]

(۳) بویطلی: ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ قرشی، بویطلی مصری۔ امام شافعیؒ اور ابن وہب کی شاگردی اختیار کی تھی، ان سے ربیع، مکی اور ابراہیم ابن اسحاق حربی وغیرہ نے فیض حاصل کیا، ابو الولید بن ابو جارود کہتے ہیں کہ بویطلی میرے پڑوسی تھے، میں جب بھی رات میں کسی وقت بیدار ہوتا تو بویطلی تلاوت قرآن یا نماز میں مشغول رہتے تھے۔ بغداد میں ۲۳۲ھ [۲۷-۸۴۶ء] میں جیل میں وفات پائی۔ امام شافعیؒ کے خاص تلامذہ میں ہیں۔ ربیع کہتے ہیں کہ بویطلی امام شافعی کے پاس ایک خاص مقام رکھتے تھے، بسا اوقات ان سے کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کرتا تو وہ بویطلی سے رجوع کرنے کے لئے کہا کرتے، انہی کا کہنا ہے کہ قرآن کو کثرت سے حجت و دلیل بنا کر بحث کرنے والوں میں، میں نے بویطلی کی طرح کسی کو نہیں دیکھا۔ تہذیب التہذیب

۱/۲۹-۲۷ [۱۱/۲۹-۲۷، نور]

☆ فارسی میں "روایت می کند" کا لفظ ہے جس کا ترجمہ روایت کرتے ہیں ہونا چاہئے۔

شخص نے جو نیشاپور کے رہنے والے ہیں اور جن کا نام ابو جعفر محمد بن مطر ہے،^(۱) ابواب ام اور مبسوط سے انتخاب کر کے جدا لکھا[☆]۔ اور چونکہ یہ سب ابوالعباس اہم کا جمع کردہ تھا، اسی وجہ سے ان کو مسند شافعی لکھتے ہیں، بعض کا یہ قول ہے کہ خود ابوالعباس نے ان حدیثوں کو انتخاب کیا ہے اور محمد بن مطر صرف کاتب تھے۔ بہر حال وہ مسند نہ مساند ہی کی ترتیب پر ہے نہ ابواب کی، بلکہ کیف ما اتفق انتخاب کر کے جدا لکھا گیا اور اسی وجہ سے اس کے اکثر موقعوں میں بہت تکرار واقع ہوئی ہے۔ اس مسند کے شروع میں یہ حدیث ہے۔

قال الإمام الشافعي فيما أخرج من كتاب الوضوء يعني من كتاب الأم أخبرنا مالك عن صفوان بن سليم عن سعيد بن سلمة رجل من ال ابن الأرزق أن المغيرة بن أبي بردة وهو من بني عبد الدار أخبره أنه سمع أبا هريرة يقول: سأل رجل النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله إنا نركب البحر ونحمل معنا القليل من الماء فإن توضعنا به عطشنا أفنوضأ بماء البحر؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم! هو الطهور ماؤه والحل ميتته.^(۲)

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کتاب الام کے باب وضو کی روایات میں اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ ابو ہریرہ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ

(۱) محمد بن مطر: ابو عمر محمد بن جعفر بن محمد بن مطر نیشاپوری، ابو عمرو مستملی، ابو خلیفہ یحییٰ اور محمد بن یحییٰ مروزی وغیرہ سے انہوں نے حدیث سنی، اور ان سے روایت کرنے والوں میں ابو علی اور ابو عبد اللہ حاکم وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات ۳۶۰ھ [۷۷۰-۷۹۰ء] میں ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۶/۶۳-۱۶۲۔ شذرات الذهب ۳/۳۱۔ الرسالة المستطرفة ص: ۱۷۔

(۲) مسند امام شافعی ص: ۷۔ [ص: ۲۳، تحقیق: سید یوسف علی زواوی، سید عزت عطار حسینی دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۷۰ھ] ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

☆ یہاں ترجمہ میں غلطی ہوئی ہے، اصل فارسی کی عبارت یہ ہے: ”و جامع و ملقط آل احادیث شخصے از نیشاپور است کہ اور ابو جعفر محمد بن مطر گویند، و از ابواب ام مبسوط، ال احادیث را التقاط کردہ، جدا نوشتہ، و چون ایں ہمہ، بفرمودہ ابوالعباس اہم بود، مؤلف مسند شافعی اور انکارند“ ص ۳۰ طباعت اول

تھوڑا سا پانی پینے کے لئے رکھ لیتے ہیں اب اگر اسی سے وضو کریں تو تشنہ رہیں، پس ان حالات کے ہوتے ہوئے کیا سمندر کے پانی کو ہم وضو کے کام میں لاسکتے ہیں؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ اس میں شبہ ہی کیا ہے) سمندر کا پانی بالکل پاک ہے اور اس کا مردار حلال و طیب ہے۔

(ف: مترجم کہتا ہے کہ صحابہ نے سمندر کے پانی کی نسبت اس وجہ سے سوال کیا تھا کہ سمندر کا پانی جاری نہیں ہے بلکہ ٹھہرا ہوا ہے، اور اس میں ہر طرح کے جانور وغیرہ مرتے ہیں اور یا اس وجہ سے کہ آپ کا ارشاد ہے کہ بحر کے نیچے نار ہے تو اس کے ملا بست کی وجہ سے شاید اس پانی کا استعمال عبادات کے لئے پسند نہ ہونیز ممکن ہے کہ اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہوں۔)

مسند امام احمد بن حنبل (۱)☆

مسند امام احمد بن حنبل اگرچہ خود امام عالی مقام کی تصنیف اور آپ ہی کی لکھی ہوئی ہے، لیکن اس میں بہت سے زیادات ان کے بیٹے عبداللہ^(۲) کے ہیں۔ اور بعض زیادات ابو بکر قطعی^(۳) کے بھی ہیں۔ جو اس کتاب کو ان کے بیٹے سے روایت کرتے ہیں۔ یہ کتاب مستطاب اٹھارہ مسندوں پر مشتمل ہے۔

(۱) امام احمد: امام احمد بن حنبل اپنے زمانہ کے شیخ الاسلام، سید المسلمین اور یگانہ حافظ حدیث تھے، ابو عبداللہ احمد بن حنبل شیبانی ۱۶۴ھ [۸۱-۸۰ء] میں پیدا ہوئے، ابن عیینہ، یحییٰ بن ابوزائدہ وغیرہ کے شاگرد اور امام بخاری، مسلم، ابو داؤد کے علاوہ ایک بہت بڑی جماعت کے استاذ ہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ میں بغداد سے اس حال میں نکلا کہ وہاں احمد بن حنبل سب سے بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ ارتداد کے ایام میں اللہ نے ابو بکر کے ذریعہ اور آزمائش (فتنہ خلق قرآن) کے مواقع پر احمد بن حنبل کے ذریعہ اس دین کی نصرت کی۔ ان کی وفات بارہ ربیع الاول ۲۴۱ھ [۸۵۵ء] میں ہوئی، جب کہ ان کی عمر ۷۲ سال کی تھی۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰-۱۸ [۲/۲۱-۱۷، نور]

(۲) عبداللہ بن امام احمد: عبداللہ بن احمد بن حنبل۔ ان کی کنیت ابو عبدالرحمن تھی۔ عراق کے محدث تھے۔ ۲۱۰ھ [۸۲۵-۲۶ء] میں ان کی پیدائش ہوئی، اپنے والد احمد بن حنبل کی صحبت میں ہی رہے، اور ان سے خوب استفادہ کیا۔ نسائی، ابو بکر قطعی وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے والد سے کتنی احادیث سنی ہے تو انہوں نے جواب دیا ایک لاکھ دس ہزار سے زائد، اور یہ بھی فرمایا کہ میں جتنی حدیثیں بیان کرتا ہوں اس کو میں نے اپنے والد سے دو، تین یا کم از کم ایک بار تو ضرور سنا ہے، خطیب نے انہیں ثقہ ثبت اور ذوفہم لکھا ہے۔ ان کی وفات جمادی الاخریٰ ۲۹۰ھ [۹۰۳ء] میں ہوئی۔ عمر اپنے والد کے برابر پائی۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۳۷-۲۳۶ [۲/۱۴-۲۱۲، نور] بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

مسند عشرہ مبشرہ، مسند اہل بیت نبوی، مسند ابن مسعود، مسند عبداللہ بن عمر، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص و ابی رمثہ، مسند حضرت عباس اور ان کے نامور صاحبزادوں کا، مسند عبداللہ بن عباس، مسند ابی ہریرہؓ، مسند انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مسند ابی سعید خدری، مسند جابر بن عبداللہ انصاری، مسند ملکیاں، مسند مدینیاں، مسند کوفیاں، مسند بصریاں، مسند شامیاں، مسند انصار، مسند عائشہ معہ مسند النساء، اور تمام کتاب کو ایک سو بہتر اجزاء پر تقسیم کیا ہے۔ یہ تقسیم حسن بن علی ابن المذہب (۱) کی ہے جو قطعی سے اس کتاب کو روایت کرتے ہیں۔ امام احمد اس کتاب کو بطریق بیاض جمع کرتے تھے، اس کی ترتیب و تہذیب خود امام سے واقع نہیں ہوئی، بلکہ ان کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ اس کی ترتیب میں مشغول ہوئے مگر اس میں بہت سی خطائیں ان سے ظاہر ہوئیں، مدینہ والوں کو شامیوں میں اور شام والوں کو مدینہ والوں میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ بعض حفاظ متقنین نے اسی ترتیب پر رکھا ہے۔ اور اصفہان کے بعض محدثین نے اس کو بہ ترتیب ابواب مرتب کیا ہے۔ لیکن وہ نسخہ نظر سے نہیں گذرا، حافظ ناصر الدین بن زریق نے بھی بہ

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۳) ابوبکر قطعی: ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان قطعی ۳۶۸ھ [۷۹-۹۷۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ یہ مستجاب الدعوات تھے حاکم نے انہیں ثقہ اور مامون کہا ہے، پچانوے سال کی عمر پائی۔ خطیب کہتے ہیں کہ جمع محدثین نے انہیں قابل احتجاج سمجھا ہے۔ ابوعلی بن مذہب کی ان سے مسند احمد کی سماعت اختلاط سے قبل کی بات ہے۔ دیکھئے: میزان الاعتدال

۲۲/۱-۲۲۱- [۱۸/۱-۱۱۷]، نور [لسان المیزان ۱/۱۴۵-۱۴۶]، نور

☆ یہ مسند ۱۳۱۳ھ میں چھ جلدوں میں مطبع مینہ مصر سے چھپ کر منظر عام پر آئی۔ [مجم المطبوعات ۱/۹۰] پھر اس کے بعد عبدالرحمن البنا ساعاتی نے اسے فقہی ابواب کی تقسیم پر مرتب کیا تھا جس کا نام الفتح الربانی فی ترتیب مسند الامام احمد حنبل الشیبانی ہے۔ بعد ازاں احمد محمد شاہ اور حمزہ احمد زین کی تحقیق کے ساتھ بیس جلدوں میں ۱۳۱۶ھ دار الحدیث قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔

(۱) حسن بن علی بن مذہب: حسن بن علی بن محمد، ابوعلی بن مذہب تمیمی، بغدادی۔ انہوں نے تنطیعی سے پوری مسند احمد روایت کی ہے، اور ان کا سماع بجز بعض اجزاء کے ان سے صحیح ہے۔ جس میں انہوں نے اپنا نام داخل کیا ہے۔ وہ متعدد ہونے کے باوجود متکلم فیہ ہیں، اس لئے کہ انہوں نے احمد کی کتاب الزہد کے اصل معدوم ہونے کے بعد غیر اصل نسخہ سے حدیث بیان کی ہے، ابن مذہب غیر متقن تھے۔ اسی وجہ سے مسند میں بعض حدیثیں ایسی بھی آگئی ہیں جن کی نہ سند اپنے شیخ ابن مالک کی طرح محکم ہے، اور نہ متن۔ ۳۵۵ھ [۶۶-۹۶۵ء] میں ان کی پیدائش ہوئی اور وفات ۴۴۲ھ [۵۳-۱۰۵۲ء] میں ہوئی، تفصیل کے لئے دیکھئے: میزان الاعتدال ۱/۵۱۲ [۶۷/۱-۶۶]، نور

ترتیب ابواب مرتب کیا تھا، لیکن یہ نسخہ تیمور کے اس حادثہ میں جو دمشق پر واقع ہوا تھا مفقود ہو گیا۔ حافظ ابو بکر بن محبت الدین نے اس کو حروف معجم پر ترتیب دیا ☆۔

حافظ ابوالحسن بیہمی (۱) نے ان احادیث کو جو امام احمد کی مسند میں صحاح ستہ کی حدیثوں سے زائد ہیں جدا کر کے مشتمل بر ابواب کیا ☆ ہے۔ اس جگہ یہ بھی جاننا چاہئے کہ قطعی تصغیر کا صیغہ نہیں ہے۔ بلکہ قاف کے فتح اور طاء کے کسرہ سے ہے، یا اس میں نسبت کی ہے، یعنی منسوب بہ قطیعیہ۔ قطیعیہ بغداد میں سات محلوں کا نام ہے۔ قاموس میں ہے کہ قطیعیہ بروزن شریعہ بغداد میں چند محلے ہیں جن کو خلیفہ منصور (۲) نے اعیان دولت کو آبادی و سکونت کے لئے عطا کئے تھے، قاموس میں ان محلوں کے نام شمار کر کے لکھا ہے کہ انہیں میں سے قطیعیۃ الدقیق ہے اور احمد بن جعفر بن حمدان محدث وہیں کے رہنے والے ہیں۔ (۳)

راقم الحروف کہتا ہے کہ ابو بکر قطعی بیہمی ہیں۔ قطیعیہ کو ہندی میں کثرہ کہتے ہیں۔ امام احمد کی اس مسند کے علاوہ جس کا صرف مسودہ ہی تھا اور جس کو انہوں نے اپنی حیات میں مرتب اور مہذب نہیں کیا تھا اور بھی تصنیفات ہیں۔ منجملہ ان کے ایک تفسیر ہے جو بہت مبسوط اور کتاب الزہد، کتاب النسخ والمسنوخ، کتاب المنسک الکبیر، کتاب المنسک الصغیر اور کتاب حدیث شعبہ ہے۔ فضائل صحابہ میں بھی ایک تصنیف ہے، اور حضرت ابو بکر و حسنین رضی اللہ عنہم کے فضائل میں بھی ان کی تصنیفات ہیں، اور ایک کتاب تاریخ میں

(۱) ابوالحسن بیہمی: نور الدین علی بن ابو بکر بن سلمان بیہمی، ۳۵۷ھ [۳۵-۱۳۳۳ء] میں پیدا ہوئے۔ ابوالحسن بیہمی اکثر متون احادیث یاد کیا کرتے تھے، امام احمد کی مسند میں صحاح ستہ کی حدیثوں سے جو احادیث زائد ہیں اس کو، مسند بزار کی زائد حدیثوں کو، مسند ابویعلیٰ، معجم الطبرانی الکبیر، طبرانی اوسط وغیرہ کے زوائد کو جمع کیا ہے، پھر ان چھ کو بغیر اسناد کے ایک کتاب میں یکجا کر دیا، اور ہر حدیث کے بعد اس پر کلام کیا ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ وہ نیک سیرت، کم گفتار اور سلیم الفطرت تھے، منکر کوشدت سے روکتے تھے، انہوں نے ۲۹ رمضان ۸۰۷ھ [۱۴۰۵ء] میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ دیکھئے: طبقات الحفاظ، ص: ۵۴۱۔

(۲) ابو جعفر منصور: عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس، بنو عباس کا دوسرا حکمران تھا، فقہ و ادب کا ماہر اور فلسفہ و فلکیات کا عالم تھا۔ خلفاء میں سے سب سے پہلے علم کی طرف خصوصی توجہ اسی نے کی، بیکار اور فضول چیزوں سے اسے کوئی مناسبت نہیں تھی۔ بہت محنتی اور مدبر تھا۔ ۲۲ سال اس نے حکومت کی۔ تاریخ وفات ۱۵۸ھ [۷۷۵ء] ہے۔ تاریخ الطبری

۲۹۲/۹-۳۲۲. [۴/۴-۵۱۷ ہجری]

(۳) ترتیب القاموس ۶۴۸/۳۔

☆ فارسی میں اس کے بعد یہ عبارت بھی ہے، "لیکن در اسماء مقلین"۔ ☆ "مرتب بر ابواب" [فارسی نسخہ]

ہے۔ کتاب الاثر بہ بھی ان کی ہی تصنیف ہے۔^(۱) لیکن ان کی یہ تمام تصنیفات اصول مذہب اور اس کے ماخذ کے بیان میں مثل موطا کے نہیں ہیں۔ بلکہ از قبیل فوائد دینی ہیں اور اس امر میں تمام محدثین ان کے شریک ہیں بلکہ ان سے سبقت رکھتے ہیں۔ مشہور ہے کہ مسند میں اصل سے تیس ہزار حدیثیں ہیں، اور جب ان کے بیٹے عبداللہ کی زیادات کو ملا لیا جائے تو چالیس ہزار حدیثیں ہوتی ہیں، لیکن بعض محدثین نے اپنے شیوخ اور بعض ثقات سے یہ نقل کیا ہے کہ کل تیس ہزار حدیثیں ہیں۔ واللہ اعلم^(۲)

ان اقوال میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ جن لوگوں نے مکرر حدیث کو شمار کیا ہے انہوں نے چالیس ہزار کہہ دیا، اور جس نے ان کو ساقط کر دیا وہ تیس ہزار کہتے ہیں۔ پس دونوں قول اس طرح صحیح ہو گئے۔ اس جگہ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ محدثین کے نزدیک جس وقت حدیث کا راوی صحابی مختلف ہو جاتا ہے تو حدیث دوسری ہو جاتی ہے۔ گو الفاظ و معنی حدیث اور قصہ متحد ہوں۔ البتہ فقہاء کی اصطلاح میں فقط معنی کا اعتبار ہے جب تک اصل معنی واحد ہیں حدیث واحد ہی رہے گی، بلکہ وہ ان خصوصیات کا بھی اعتبار نہیں کرتے جو اصل معنی پر زائد ہیں۔ وہ صرف محط فائدہ اور ماخذ حکم پر نظر کرتے ہیں۔ اور حقیقت الامر یہ ہے کہ چونکہ فقہاء کے مد نظر استنباط ہوتا ہے اس وجہ سے وہ اسی کا مقتضی ہے کہ جب تک اصل معنی واحد ہیں حدیث کو واحد ہی شمار کیا جائے۔ امام احمد جب اس مسند کے مسودہ سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے اپنی تمام اولاد کو جمع کیا اور ان کو یہ مسند سنا کر فرمایا کہ ”یہ وہ کتاب ہے جس کو میں نے جمع کیا ہے اور سات لاکھ پچاس ہزار روایتوں سے انتخاب کیا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں سے کسی حدیث میں مسلمانوں کا اختلاف [ہو] تو وہ اپنا مرجع اور معیار اس کتاب کو بنائیں، اگر اس کتاب میں اُس کی اصل پائیں تو فہماور نہ اس کو غیر معتبر خیال کریں۔“^(۳)

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۱/۳۰-۳۲۷۔

(۲) المصعد الاحمد، [مسند کا مقدمہ تحقیق احمد شاکر] ۳۲/۱۔ [عربی مطبوعہ ترجمہ میں اسی طرح ہے، مگر صحیح ص: ۳۷۔ نور] متقدمین کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے مگر علامہ شیخ احمد محمد شاکر کے شمار کے مطابق مسند امام احمد میں کل ستائیس ہزار پانچ سو انیس [۲۷۵۱۹] اور دارمکتبۃ الاسلامی کے تحقیق کے مرتبہ نسخہ کے مطابق، کل اٹھائیس ہزار دو سو پچانوے [۲۸۲۹۵] احادیث

ورویات ہیں۔ [ادارۃ الشؤون الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۷ھ] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم شمار میں کچھ سہواً ہے۔ واللہ اعلم [نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۱/۳۲۹۔ خصائص المسند ۱/۲۱۔ [مسند احمد: ۱/۳۱-۲۲] (خصائص

مسند) تحقیق احمد محمد شاکر، نور]

راقم الحروف کہتا ہے کہ اس سے مراد وہی احادیث ہیں جو درجہ شہرت یا تواتر معنی کو نہیں پہنچیں ورنہ ایسی احادیث مشہورہ بہت ہیں جو مسند میں نہیں ہیں۔ مسند امام احمد میں سب سے اول مسند ابی بکر صدیق ہے اور اس کی ابتدائی حدیثوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جس کو انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں ممبر پر بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا تھا، کہ اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ** اور تم اس آیت کا مطلب یہ سمجھتے ہو کہ مسلمانوں کو اپنی جان کی فکر کرنی چاہئے، اگر تم راہ یاب ہو گئے تو گمراہوں کی گمراہی سے تم کو کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا (اور اس وجہ سے تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ضروری نہیں خیال کرتے) حالانکہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سنا ہے کہ اگر لوگ امر غیر مشروع پر سکوت کریں اور اس کے تغیر و تبدل کی فکر نہ کریں تو اس کا ڈر ہے کہ حق تعالیٰ گنہ گاروں کے ساتھ سکوت کرنے والوں کو بھی عذاب میں گرفتار فرمائے، ^(۱) (کیونکہ یہ وعظ و نصیحت اور تغیر غیر مشروع کے ترک کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوئے)

پس آیت کے معنی اس طرح پر ہیں کہ تم اپنی جانوں کی فکر کرو یعنی تمہارے ذمہ پر جو واجبات ہیں ان کو ادا کرو اور منجملہ ان کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے، لیکن جب کہ تم نے اپنی طرف سے پوری سعی کی اور پھر بھی وہ لوگ باز نہ آئے تو اس صورت میں تم بری الذمہ ہو، اور ان کی معصیت سے تم کو کوئی ضرر نہ ہوگا اور عذاب میں مبتلا نہ ہو گے۔

☆ مسند ابوداؤد الطیالسی

اس مسند کے ابتداء میں مسند ابوبکر ہے اور اس کے اول یہ حدیث ہے:

(۱) یہ حدیث صحیح درجے کی ہے، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اسے ذکر کیا ہے، سنن ابی داؤد کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، جامع الترمذی کتاب الفتن، باب ما جاء فی نزول العذاب إذا لم یغیر المنکر، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، امام احمد نے بھی اس کو اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔
☆ یہ کتاب ۱۳۲۱ھ میں مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد سے چھپ کر منظر عام پر آئی۔ شیخ احمد عبدالرحمن ساعاتی نے اسے فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کر کے "منحة المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد" نام رکھا۔ جو ۱۳۷۲ھ میں المکتبۃ الاسلامیہ بیروت سے شائع ہوئی۔

حدثنا شعبه قال حدثنا عثمان بن المغيرة قال سمعت علي بن ربيعة
 الأسدي يحدث عن أسماء أو ابن أسماء الفزاري، قال سمعت عليا
 رضي الله تعالى عنه يقول: كنت إذا سمعت من رسول الله صلى
 الله عليه وسلم حديثاً نفعتني الله عز وجل بما شاء أن ينفعتني منه.
 قال علي وحديثي أبو بكر وصدق أبو بكر رضي الله عنه أن رسول
 الله صلى الله عليه وسلم يقول: ما من عبد يذنب ذنباً ثم يتوضأ
 ويصلي ركعتين ثم يستغفر الله لا يغفر له، ثم تلا هذه الآية، والذين
 إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم - الآية^(۱) والاية الأخرى "ومن
 يعمل سوءاً أو يظلم نفسه"^(۲) الآية^(۳).

اسماء یا ابن اسماء الفزاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے علیؑ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب میں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنتا ہوں تو مجھ کو اللہ تعالیٰ اس چیز کے ساتھ نفع
 پہنچاتا ہے جس سے وہ چاہتا ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابو بکر نے یہ
 حدیث بیان فرمائی ہے (اور ابو بکر نے سچ کہا تھا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ
 ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی گناہ کر کے (پشیمان ہو) اور پھر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا
 کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرمادیتا
 ہے، پھر اس کے استشہاد میں کلام مجید کی یہ آیت پڑھی: والذین اذا فعلوا الخ اور نیز
 یہ دوسری آیت ومن يعمل الخ.

ان کا نام سلیمان بن داؤد الجارود[☆] طیلسی ہے۔ یہ دراصل شہر فارس کے رہنے والے ہیں اور آخر

(۲) سورة النساء: ۱۱۰۔

(۱) سورة آل عمران: ۱۳۵۔

(۳) مسند ابو داؤد طیلسی ص: ۲۔ [ص: ۱۵، تحقیق: محمد حسن محمد حسن اسماعیل، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۴ء] اس
 حدیث کو ابو داؤد نے اپنی سنن میں، کتاب الصلوة، باب فی الاستغفار، ترمذی نے اپنی جامع میں، کتاب التفسیر
 باب ومن سورة آل عمران میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں، کتاب الإقامة، باب ماجاء فی ان الصلوة کفارة
 میں ذکر کیا ہے۔

☆ فارسی میں "سلیمان بن داؤد بن الجارود" ہے۔

میں بصرہ کی سکونت اختیار فرمائی تھی،^(۱) اور وہاں کے محدثین میں سے مثل شعبہ و ہشام دستوائی^(۲)،
 وابن عون^(۳) وغیرہم سے کثرت کے ساتھ روایت رکھتے ہیں۔^(۴) اور احادیث طویلہ کو خوب محفوظ رکھتے
 تھے۔ اور اپنے زمانہ میں اسی کمال کے ساتھ مشہور و معروف تھے^(۵) انہوں نے ایک ہزار شیوخ سے علم
 حدیث کو حاصل کیا تھا، بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی اور نفع حاصل کیا۔^(۶) یہ بیان کیا جاتا ہے
 کہ جو کچھ ان سے لکھا گیا ہے اس کا شمار چالیس ہزار حدیث کے بقدر پہنچا ہے۔^(۷) یعنی طرق حدیث
 و آثار و موقوفات۔ آپ کی اسی سال کی عمر ہوئی۔^(۸)^(۹) اور ۲۰۲ھ [۶۸۲ء] میں انتقال فرمایا۔ یحییٰ بن

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲۲۔ [۱/۳۲۰، نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۳۷۸۔ تہذیب التہذیب ۴/۱۹۲
 [۴/۸۶-۱۸۲، نور]

(۲) ہشام دستوائی: ابوبکر بن ابوعبداللہ ربیع بصری، اہواز کے ایک قصبہ دستواء سے کپڑے منگا کر کپڑے کی تجارت کرتے
 تھے۔ انہوں نے قتادہ، حماد بن ابوسلیمان، یحییٰ بن ابوکثیر وغیرہ کے سامنے زانوں نے تلمذتہ کیا تھا، ان سے روایت کرنے والوں
 میں ابوداؤد، مسلم بن ابراہیم، عبدالرحمن مہدی کے علاوہ بہت سارے محدثین ہیں، ابوداؤد طیالسی نے انہیں امیر المؤمنین فی
 الحدیث کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ہشام دستوائی سے بڑھ کر کوئی اثبت نہیں لیکن ان کے درجے کے ہو سکتے ہیں۔
 شاد بن فیاض کہتے ہیں کہ اللہ کی خشیت سے ہشام کی آہ و بکا کا عالم یہ تھا کہ اس کی بدولت ان کی قوت باصرہ جاتی رہی۔
 ۱۵۳ھ [۶۷۰ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۴۸۔ [۱/۵۵-۱۵۴، نور]

(۳) ابن عون: عبداللہ بن عون بن اربطبان بصری۔ ولاء کے اعتبار سے مزنی تھے۔ سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، مجاہد اور حسن وغیرہ
 سے سماع حدیث کیا۔ ہر دوسرے دن روزہ رکھتے تھے، جہاد میں بھی حصہ لیتے اور گھوڑ سواری کرتے تھے۔ آپ حماد بن زید،
 اسماعیل بن علیہ، یزید بن ہارون اور ایک بڑی جماعت کے علم حدیث وغیرہ میں شیخ تھے، ابن مہدی کہتے ہیں کہ راق میں
 ابن عون سے بڑھ کر حدیث کا کوئی عالم نہ تھا، شعبہ کہتے ہیں کہ ابن عون کا شک دوسروں کے یقین سے زیادہ مجھے پسندیدہ
 ہے۔ رجب ۱۵۵ھ [۶۷۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں
 دیکھا۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۴۰۔ [۱/۴۸-۴۷، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲۲۔ [۱/۳۲۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۳۸۰۔

(۵-۶) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲۲۔ [۱/۳۲۱، نور]

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲۲۔ [۱/۳۲۱، نور] تہذیب التہذیب ۴/۱۸۳۔ تاریخ بغداد ۹/۲۷۔

(۸) بعض کا قول ہے کہ ۷۱ سال کی عمر پائی۔ [ع]

(۹) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲۲۔ [۱/۳۲۱، نور] تہذیب التہذیب ۴/۱۸۵۔ سیر اعلام النبلاء ۹/۳۸۴۔

[ذہبی نے سیر میں ۷۲ سال ذکر کیا ہے، نور]

معین ابن المدینی، فلاس^(۱)، کعب^(۲) اور دوسرے علماء فن رجال نے ان کی بیحد تعدیل و توثیق فرمائی ہے۔
^(۳) اور سچ یہ ہے کہ وہ اسی قسم کے آدمی تھے، یہ ابوداؤد وہ ابوداؤد نہیں ہیں جن کی سنن صحاح ستہ میں داخل ہے، بلکہ یہ ان سے بہت زمانہ پہلے ہیں جیسا کہ ان کی تاریخ وفات سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو صاحب صحاح ہیں غالباً ان سے ایک واسطہ سے روایت کرتے ہیں۔^(۴)

☆ مسند عبد بن حمید بن نصر کاشی

اس کے اول بھی مسند ابی بکر ہے جس کی پہلی حدیث یہ ہے:

أخبرنا يزيد بن هارون قال أخبرنا إسماعيل بن أبي خالد عن قيس بن أبي حازم عن أبي بكر الصديق قال: انكم تقرؤون هذه الآية يا أيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم لا يضركم من ضل إذا اهتديتم قال: سمعت رسول الله

(۱) ابو حفص فلاس: عمرو بن علی بن بحر بن کنز صیرفی، باہلی، بصری۔ امام مجود اور ناقد تھے، ۱۶۰ھ [۷۷۷ء] کے بعد پیدا ہوئے، یزید بن زریع، غندر، سفیان بن عیینہ، کعب، یحییٰ قطان، معتمر بن سلیمان، یزید بن ہارون اور سلیمان بن حرب سے حدیثیں سنیں، ان سے حدیثیں روایت کرنے والوں میں ائمہ ستہ، ابوزرعہ، ابو حاتم، ابن ابی الدنیا، جعفر فریابی، اور دوسرے محدثین ہیں۔ ان کی وفات ۲۳۹ھ [۸۶۳ء] میں ہوئی۔ ابوزرعہ نے انہیں میدان علم حدیث کا نامور شہسوار، نسائی نے ثقہ و حافظ اور ابو حاتم نے صدوق کہا ہے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۱/۷۲-۷۰-۴۷۰۔ الجرح والتعدیل ۶/۲۴۹۔ تاریخ بغداد ۱/۲۰۷-۱۲۔ تہذیب التہذیب ۸/۸۲-۸۰۔ شذرات الذهب ۲/۱۲۰۔

(۲) کعب: کعب بن جراح بن علی بن کوفی، ۱۲۹ھ [۷۴۷-۷۴۶ء] میں پیدا ہوئے، اور ۱۹۷ھ [۸۱۲-۱۳ء] میں عاشوراء کے روز انتقال ہوا۔ ان کے اساتذہ میں ہشام بن عروہ، ابن عون، اور ابن جریج وغیرہ ہیں۔ اور ان کے تلامذہ میں احمد بن حنبل، عبد اللہ بن مبارک، ابن مدینی اور ان فحول علماء کے علاوہ ایک جم غفیر ہے۔ کعب صوم دہر کے پابند تھے، ہر رات ایک قرآن ختم کرنے کا معمول تھا۔ ابن معین کہتے ہیں کہ جو مقام و مرتبہ اوزاعی کو اپنے دور میں حاصل رہا وہی مقام و مرتبہ کعب کو اپنے دور میں حاصل رہا۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۸۰۔ [۱/۸۴-۲۸۲، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲۲۔ [۱/۳۲۱، نور]

(۴) امام بخاری نے صرف ایک جگہ بطور استشہاد بغیر نام لئے ان سے روایت کی ہے۔

☆ یہ کتاب دکتور کمال الدین اوزد میر کی تحقیق و تعلق سے شرکت دار النیل استنبول نے شائع کی۔ بلاسنہ، اس کی طباعت غالباً ۱۴۰۰ھ کے بعد ہی ہوئی۔

صلی اللہ علیہ وسلم یقول: إن [☆]النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا
عَلَىٰ يَدِيهِ أَوْ شَكَ أَنْ يَعْتَمَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابِهِ. (۱)

قیس بن ابی حازم ابو بکر صدیقؓ سے روایت کرتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ قرآن شریف کی یہ آیت پڑھتے رہتے ہو، (مگر اس
کا مطلب سمجھنے کے وقت یہ ضرور ملحوظ رہے) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
یہ فرماتے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ کو نہ روکیں تو کچھ
بعید نہیں کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ کا عذاب عام گھیر لے۔

الکَشُّ بفتح کاف و شین معجمہ جرجان میں ایک قریہ ہے۔ (۲) اور الکس بکسر و باح سمرقند کے
قریب ایک شہر ہے، اور اس کو شین معجمہ کے ساتھ نہ پڑھنا چاہئے۔ چنانچہ عنقریب ہم اس کا ذکر
کریں گے۔ (۳) دیکھو قاموس باب الشین والسنین۔

ان کی کنیت ابو محمد اور نام عبدالحمید بن حمید بن نصر ہے۔ (۴) تخفیف کی وجہ سے لوگوں نے
صرف عبد پر اکتفاء کیا اور عبد بن حمید کے نام سے مشہور ہوئے۔ دوسری صدی ہجری کے شروع میں
اپنے وطن سے رحلت کی۔ اور جوانی میں علم حدیث کا شوق ان کو پیدا ہوا، یزید بن ہارون (۵) اور

(۱) المنتخب من مسند عبد بن حمید. تحقیق: سید صبحی بدری سامرائی، محمود محمد خلیل صعدي
ص: ۲۹، [ج: ۱، ص: ۱۲۲] تحقیق و تعلق: ابو عبد اللہ مصطفیٰ بن العدوی۔ دار بلنسیہ ۱۳۲۳ھ۔ ۲۰۰۲ء، نور] یہ اس مسند کی پہلی حدیث ہے۔

(۲) ترتیب القاموس ۵۴/۴۔ (۳) ترتیب القاموس ۴۹/۴۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۴/۲۔ [نور] سیر اعلام النبلاء ۲۳۵/۱۲۔ [سیر میں صرف عبد ہے، عبدالحمید

نہیں، نور] تہذیب التہذیب ۴۵۵/۶۔ [تہذیب میں بھی صرف عبد ہے اور دوسری روایت میں عبدالحمید ہے، نور]

(۵) یزید بن ہارون: یزید بن ہارون بن زاذان واسطی۔ ان کی کنیت ابو خالد تھی۔ ۱۱۸ھ [۳۶۷ء] میں ان کی پیدائش ہوئی۔

ان کے اساتذہ میں عاصم احول، یحییٰ بن سعید انصاری، سلیمان تیمی، شعبہ وغیرہ ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں علی بن

مدینی، احمد بن حنبل، ابو بکر بن ابوشیبہ، عبد بن حمید، دارمی وغیرہ جیسے عمدہ علماء ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے انہیں حافظ اور متقن

کہا ہے۔ ۲۰۶ھ [۲۲-۸۲۱ء] میں تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ ابو حاتم رازی نے بیان کیا ہے کہ یزید ثقہ،

امام اور بے نظیر تھے۔ احمد بن شان کہتے ہیں کہ تمام علماء میں یزید بن ہارون کی نماز سب سے عمدہ ہوتی تھی، شب و روز کی

نمازوں میں کبھی ان سے غفلت نہ ہوتی تھی۔ دیکھئے: الجرح والتعديل ۲۹۵/۹۔ تذکرۃ الحفاظ ۳۱۷/۱۔

[۹۴/۱-۲۹۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۳۵۸/۹-۷۱۔ شذرات الذهب ۱۶/۲۔

☆ اصل فارسی میں لفظ ان موجود نہیں ہے۔

عبدالرزاق اور محمد بن بشر ^(۱) اور دیگر ائمہ فن حدیث سے حدیث کا استفادہ کیا۔ ^(۲) امام مسلم جو صاحب صحیح ہیں اور امام ترمذی اور دوسرے محدثین ان سے بہت روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری بھی دلائل النبوة میں بطریق تعلیق ان سے روایت لائے ہیں اور ان کا نام عبدالحمید بیان کیا ہے۔ ^(۳) الغرض اس فن کے اماموں میں شمار ہوتے ہیں۔ ^(۴) اور بہت ثقہ و معتبر خیال کئے جاتے ہیں۔ ۲۲۳ھ [۵۸-۸۵۷ء] ان کا سال وفات ہے۔ ^(۵) منجملہ ان کی اور تصنیفوں کے ایک یہ مسند ہے، اس کو مسند کبیر اس سبب سے کہتے ہیں کہ اس سے ایک اور مسند انتخاب کر کے مسند صغیر تیار کی ہے۔ دوسری تصنیف ایک تفسیر ہے ^(۶) جو دیار عرب میں مشہور اور متداول ہے، اس کے علاوہ دوسری تصنیفات بھی ہیں۔

☆ مسند حارث بن ابی اسامہ

یہ جاننا چاہئے کہ اگر کسی کتاب کو مرتب بہ ابواب فقہ کرتے ہیں مثلاً ایمان و طہارت و صلوٰۃ و صوم ارح اس کو اصطلاح محدثین میں سنن کہتے ہیں۔ اور اگر صحابہ کے نام پر اس کی ترتیب ہوتی ہے مثلاً ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کو جدا لکھا جائے، اور عمرؓ کی روایات کو علیحدہ و علی ہذا، تو اس کو مسند کہتے ہیں۔ اور

(۱) محمد بن بشر کوفی: ابو عبد اللہ محمد بن بشر کوفی انہوں نے ہشام بن عروہ، اعمش، زکریا بن ابوزائدہ، عبید اللہ بن عمر، شعبہ، سفیان اور کئی علماء سے احادیث روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں علی بن مدینی، اسحاق بن راہویہ، ابن نمیر، ابو کریب، اور عبد بن حمید وغیرہ ہیں۔ ۲۰۳ھ [۱۹-۸۱۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ دیکھئے: الطبقات ۴۹۴/۶، تحقیق عبدالقادر عطاء، دارالکتب العلمیۃ بیروت: سن طباعت ۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء، نور] الجرح والتعديل ۲۱۰/۷۔ تذکرۃ الحفاظ ۲۹۲/۱- [۱/۹۶-۹۵، نور] سیر اعلام النبلاء ۶۵/۹-۲۶۷۔ تہذیب التہذیب ۷۳/۹۔ شذرات الذهب ۷/۲۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۴/۲- [۲/۱۰۴، نور] تہذیب التہذیب ۴۵۵/۶۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۵/۲- [۲/۱۰۴، نور] (۴) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۵/۲- [۱/۱۰۴، نور]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۵/۲- [تذکرہ میں ۲۳۹ھ تحریر ہے ۲/۱۰۴، نور] تہذیب التہذیب ۴۵۶/۶ (۶)

سیر اعلام النبلاء ۲۳۵/۱۶۔

☆ بشیر کے بجائے بشر صحیح ہے۔

☆ اس مسند کے متعلق ڈاکٹر لقمان سلفی کی اطلاع ہے کہ اصل کتاب کا اب تک پتہ نہیں چل سکا ہے، لیکن اس کا ایک نسخہ مولانا حبیب

الرحمن اعظمی کے کتب خانہ میں موجود ہے، ان کے نواسے مولانا مسعود اعظمی اس پر کام کر رہے ہیں، بغیۃ الباحث عن زوائد مسند

الحارث کے نام سے اس کے زوائد پر تصنیف کردہ کتاب مکتبۃ دار القاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔ لقمان ص: ۵۳

اپنے شیوخ کے ناموں پر اگر مرتب کیا جائے مثلاً جو حدیثیں احمد نامی شخص سے سنی ہیں ان کو جدا اور جو محمد نامی سے سنی ہیں ان کو علیحدہ علیٰ ہذا القیاس تو اس کو مجتم کہتے ہیں۔ لیکن بعض کتابیں اس اصطلاح کے برخلاف بھی مسند کے نام سے مشہور ہیں۔ جیسے مسند دارمی اور یہ مسند یعنی مسند حارث بن ابی اسامہ، اس لئے کہ مسند دارمی مرتب بہ ابواب ہے اور یہ مسند مرتب بشیوخ، چنانچہ اس مسند کی ابتدا مسند یزید بن ہارون سے ہے۔ وہ لکھتے ہیں أخبرنا یزید بن ہارون قال: حدثنا زکریا بن أبی زائدہ عن الشعبي عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال رسول الله صلى الله عليه وسلم . یعنی اس مسند کے ساتھ ایک حدیث بیان کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

مسلمان وہ شخص ہے کہ دوسرے مسلمان اس کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہیں۔^(۱)

یعنی کسی کو اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے تکلیف نہ پہنچائے اور برانہ کہے۔

ان کی کنیت بھی ابو محمد ہے اور دادا کی طرف نسبت کر کے ان کو ابن ابی اسامہ کہتے ہیں۔ ان کے باپ کا نام محمد ہے، اور ان کے دادا کا نام ابو اسامہ مشہور ہے، یہ بغداد کے رہنے والے اور بنی تمیم کے قبیلہ سے ہیں۔^(۲)

یزید بن ہارون، روح بن عبادہ،^(۳) علی بن عاصم^(۴) واقدی اور دوسرے علماء حدیث سے اس علم

(۱) امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من

مسلم المسلمون من لسانہ ویدہ، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام وای امورہ افضل۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۳۸۸/۱۳۔ میزان الاعتدال ۴۴۲/۱۔ [۶/۱-۴۰۵، نور] لسان المیزان ۱۵۷/۲۔

(۳) روح بن عبادہ: ابو محمد روح بن عبادہ بن علی بن حسان قیسی، بصری، ابن عون، ابن جریج، سعید بن ابی عروبہ، حماد بن سلمہ،

سفیان، شعبہ اور دیگر بڑے محدثین سے روایت کرنے والوں میں احمد، اسحاق، ابن نمیر، بندار، عبد بن حمید، اور حارث بن

ابو اسامہ وغیرہ ہیں، ابن معین نے انہیں صدوق کہا ہے لیکن ابو حاتم رازی نے انہیں ناقابل احتجاج سمجھا ہے۔ ان کی کئی

مفید تصانیف بھی ہیں۔ ۲۰۵ھ [۸۲۰ء] یا ۲۰۶ھ [۸۲۲-۲۳ء] میں ان کی وفات ہوئی، دیکھئے: الجرح والتعديل

۴۹۸/۲۔ [۴۹۸/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۴۰۲/۹۔ ۷ شذرات الذهب ۱۳/۲۔

(۴) علی بن عاصم بجلي بن عاصم بن صہیب واسطی۔ ولاء کے اعتبار سے تسمی تھے۔ ۱۰۷ھ [۲۶-۲۵ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔

انہوں نے حسین بن عبدالرحمن، عطاء بن سائب، سلیمان تیمی، خالد حذاء وغیرہ سے روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں

میں علی بن مدینی، احمد بن حنبل، علی بن جعد، عبد بن حمید، حارث بن ابو اسامہ وغیرہ ہیں۔ امام بخاری نے انہیں متکلم فیہ کہا ہے۔

۲۰۱ھ [۸۱۶-۱۷ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ ۹۰ سال سے زیادہ ان کی عمر ہوئی۔ ابن مدینی کہتے ہیں علی بن عاصم سے کثرت سے

غلطیاں صادر ہوتی تھیں، اور جب انہیں متنبہ کیا جاتا تو رجوع نہیں کرتے تھے، علم حدیث میں معروف تھے، منکر احادیث روایت کرتے

ہیں۔ دیکھئے: الجرح والتعديل ۱۹۸/۶۔ سیر اعلام النبلاء ۲۴۹/۹-۶۲۔ شذرات الذهب ۱۲/۲ [۲/۲، نور]

کو حاصل کیا ہے۔^(۱) یہ بیان کیا جاتا ہے کہ معتبر اشخاص کو ان سے فائدہ حاصل کرنے اور ان کی شاگردی میں اس وجہ سے تردد تھا کہ وہ روایت کرنے پر طالب زر ہوتے تھے اور اجرت مانگتے تھے۔^(۲) لیکن ابو حاتم، ابن حبان، ابراہیم جبرتی[☆]،^(۳) دارقطنی و دیگر محققین فن رجال نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور ان کو صدوق جانا ہے۔^(۴) روایت حدیث پر اجرت لینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ محتاج اور عیال دار تھے، اور دختر ان بے شوہر رکھتے تھے، یہ فرمایا کرتے تھے کہ میری چھ لڑکیاں ہیں، ان میں سب سے بڑی کی عمر ۷۷ سال اور سب سے چھوٹی کی ۶۳ سال ہے۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی شادی اس وجہ سے نہیں کی ہے کہ سامان جہیز مجھ کو میسر نہیں ہے اور میرا قصد تو نگر کے ساتھ نکاح کرنے کا تھا، اور اگر کوئی خواستگار آیا بھی تو وہ فقیر تھا، میں نے نہ چاہا کہ ایسے داماد کے آنے کی وجہ سے اور کنبہ بڑھالوں اور اس کا بوجھ بھی اپنے سر رکھوں، بسبب انتہائی فقر کے اور نیز اس وجہ سے کہ موت ہر وقت پیش نظر رہے، اپنے کفن کو درست کر کے اپنے گھر کی کھوٹی یر لٹکا رکھا تھا۔^(۵)

برقانی نے جب دارقطنی سے دریافت کیا کہ میں ان کی احادیث کو صحاح میں داخل کروں؟ تو یہ فرمایا کہ ضرور داخل کرو،^(۶) ان کی عمر ستانوے سال کی ہوئی۔ ۲۸۲ھ [۸۹۶ء] میں رحلت فرمائی۔^(۷) جس روز وفات پائی وہ عرفہ کا دن تھا۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱۹۴/۲ - [۱۷۶/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۳۸۸/۱۳

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱۹۴/۲ - [۱۷۶/۲، نور] میزان الاعتدال ۴۴۲/۱ - [۴۰۶/۱، نور] لسان المیزان ۱۵۷/۲ - [۱۵۸/۲، نور]

(۳) ابراہیم حربی: ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق بغدادی۔ ان کی ولادت ۱۹۸ھ [۱۳-۸۱۳ء] میں ہوئی۔ حصول علم کے لئے ہوزہ بن خلیفہ عقیان بن مسلم، عاصم بن علی، مسدو، ابو ولید طیالسی، سلیمان بن حرب، ابوبکر بن ابوشیبہ، بنزار وغیرہ کی شاگردی اختیار کی، امام احمد کے خاص شاگردوں میں سے تھے، ان سے روایت کرنے والوں میں ابو عمرو بن سماک، ابوبکر شافعی، اور جعفر خلدی ہیں، اصلاً مرو کے رہنے والے تھے، پھر بغداد کو وطن بنا لیا تھا، دارقطنی کہتے ہیں کہ وہ ہر فن مولیٰ تھے، اور صدوق درجے کے ہیں، ۲۸۵ھ [۸۹۸ء] ذی الحجہ کے مہینہ میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے تاریخ بغداد ۴۰/۶ - ۲۸ - [۲۷/۶، نور]

سیر اعلام النبلاء ۱۳/۳۵۶-۷۲ - تذکرۃ الحفاظ ۱۶۲/۲ - [۳۸/۲، نور] مشنرات الذهب ۱۹۰/۲

(۳) میزان الاعتدال ۴۴۲/۱ - [۴۰۵/۱، نور] (۵) سیر اعلام النبلاء ۳۸۹/۱۳

(۶) سیر اعلام النبلاء ۳۸۹/۱۳ - (۷) میزان الاعتدال ۴۲۳/۱ - [۴۰۶/۱]

☆ اصل فارسی میں ابراہیم جبرتی ہی مذکور ہے، لیکن تذکرۃ الحفاظ ۱۹۴/۲ [۱۴۷/۲، نور] اور سیر اعلام النبلاء ۳۸۹/۱۳ میں ابراہیم حربی لکھا ہے۔

☆ مسند بزار

اس کو مسند کبیر بھی کہتے ہیں، اس کے شروع میں مسند ابوبکر ہے، اور مسند ابوبکر میں بھی ابتداء میں وہ احادیث ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوبکرؓ سے روایت کیا ہے اور ان میں بھی سب سے پہلی یہ حدیث ہے۔

حدثنا سلمة بن شبيب قال: حدثنا عبدالرزاق قال: اخبرنا معمر عن الزهري عن سالم عن عبدالله بن عمر عن عمر ح وحدثنا عمر بن الخطاب قال حدثنا الحكم بن نافع أبو اليمان قال حدثنا شعيب بن أبي حمزة عن الزهري قال: حدثني سالم بن عبدالله انه سمع أباه عبدالله بن عمر أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: لما تأيمت حفصة من خنيس بن حذافة السهمي و كان من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قد شهد بدرًا فتوفي بالمدينة قال عمر فلقيت عثمان بن عفان فعرضت عليه حفصة إن شئت أنكحتك حفصة بنت عمر فقال سأنظر في أمري فلبثت ليالي ثم لقيني فقال إني لا أريد أن أتزوج في يومي هذا فلقيتُ أبا بكر ☆ فقلت إن شئت أنكحتك حفصة بنت عمر فصمت أبا بكر فلم

☆ مسند بزار ڈاکٹر محفوظ الرحمن زین اللہ کی تحقیق سے "البحر الزخار" کے نام سے شائع ہوئی، اس کی طباعت کی ذمہ داری مؤسسہ علوم القرآن دمشق نے ۱۴۰۹ھ - ۱۹۸۸ء میں انجام دی۔ [محقق مذکور کی تحقیق سے نو جلدیں شائع ہوئیں، پھر ان کا انتقال ہو گیا، اب اس کے ایک عرصے کے بعد پوری کتاب [یعنی موجود حصہ] بیس جلدوں میں شائع ہوئی ہے، آخری دو جلدیں مختلف نوع کی فہارس پر مشتمل ہیں، دسویں جلد سے سترہویں جلد کی تحقیق کا کام عادل بن سعد نے انجام دیا ہے، اٹھارہویں جلد [جو آخری جلد ہے] کی تحقیق صبری بن عبد الخالق الشافعی نے کی ہے، ان تمام جلدوں اور فہارس کے ساتھ اس کو مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ نے دارالکتب العلمیۃ بیروت کے اشتراک کے ساتھ شائع کیا ہے۔ [الطبعة الاولى ۱۴۳۰ھ - ۲۰۰۹ء]

☆ فارسی کے ایک نسخے [گلزار محمدی] میں ابابکر ہے، اور دوسرے نسخے میں ابوبکر ہے، قاعدہ کے اعتبار سے ابوبکر ہی ہونا چاہئے۔

یرجع الی شیئا، فکنت أوجد علیه منی علی عثمان، فلبثت لیالی
ثم خطبها إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فأنکحتها إیاه
فلقینی أبوبکر فقال: لعلک وجدت علیّ حین عرضت علیّ
حفصة، فلم ارجع إلیک شیئا، قلت: نعم قال: فانه لم یمنعنی أن
أرجع إلیک ممّا عرضت علیّ إلا أنى قد کنتُ علمت أن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد ذکر حفصة فلم أکن لأفشی سرّ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو ترکها قبلتها أو نکحتها. (۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میری لڑکی حفصہ جو خنیس بن حذافہ
السہمی کے نکاح میں تھی، بیوہ ہو گئیں، اور (یہ خنیس وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے صحابی اور جنگ بدر میں شریک تھے اور بعد میں مدینہ طیبہ میں ان کا انتقال
ہو گیا تھا) تو میں عثمان بن عفان سے ملا اور ان سے حفصہ کا معاملہ پیش کر کے کہا کہ
اگر تم چاہو تو حفصہ کا نکاح تم سے کر دوں۔ اس پر حضرت عثمان کہنے لگے میں اس
معاملہ میں غور کروں گا چنانچہ کئی دن رات گزرنے کے بعد وہ پھر مجھ سے ملے اور کہنے
لگے کہ میرا ارادہ آج کل نکاح کرنے کا نہیں ہے۔ میں ابوبکر سے ملا اور یہ کہا کہ اگر تم
چاہو تو حفصہ کا نکاح تم سے ہو جائے، ابوبکر یہ سن کر چپ ہو گئے اور مجھے کوئی جواب نہ
دیا، مجھے حضرت عثمان سے زیادہ ابوبکر کی بات پر غصہ آیا، چند ہی راتیں گزری تھیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا پیام حفصہ کی نسبت میرے پاس بھیجا،
اور میں نے فوراً آپ سے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد ابوبکر سے ملاقات ہوئی، وہ فرمانے
لگے کہ تم شاید مجھ پر اس وقت بہت خفا ہوئے ہو گے، جب کہ حفصہ کا معاملہ تم نے
میرے روبرو پیش کیا تھا، اور میں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا بے شک۔ فرمایا

(۱) اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ کتاب النکاح، باب عرض الإنسان بنته أو اخته علی
الخیر۔ نیز دیکھئے طبقات ابن سعد ۸/۸۲. [۸/۶۵، نور]

کہ جواب دینے سے اس وقت مجھے کسی بات نے نہیں روکا تھا سو اس کے کہ مجھے یہ بات معلوم تھی کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ کا ذکر فرمایا ہے تو میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کا راز افشاء ہو، ہاں اگر آپ چھوڑ دیتے تو میں یقیناً نکاح کر لیتا۔

ان کی کنیت ابو بکر اور ان کا نام احمد بن عمرو بن عبد الخالق ہے۔^(۱) بزار میں پہلے زائے معجمہ ہے اس کے بعد رائے مہملہ، اُس آدمی کو کہتے ہیں کہ تخم فروشی کرتا ہے، اور اس آدمی کو لغت ہندی میں پنساری کہتے ہیں۔ یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں اور ان کی یہ مسند کبیر معلل ہے۔ یعنی ایسے اسباب جو صحت حدیث میں قادح ہیں ان کو بیان کرتے جاتے ہیں۔ عرف میں اس قسم کی کتاب کو معلل کہتے ہیں۔ مثلاً اس روایت کے بعد جو حضرت علیؑ نے حضرت ابو بکر کے واسطے سے بیان کی کہتے ہیں، اسماء بن الحکم مجہول ہیں۔ [أسماء بن الحکم مجہول لم یحدث بغیر هذا الحدیث یعنی حدیث علی عن ابی بکر] اس حدیث کے سوا کوئی حدیث روایت نہیں کرتے یعنی یہ حدیث "علی عن ابی بکر مامن مسلم يتوضأ فيحسن الوضوء، الحدیث و علی هذا القیاس" انہوں نے ہدیہ بن خالد^(۲) سے جو بخاری اور مسلم کے شیخ ہیں، اور ایسے ہی عبدالاعلیٰ بن حماد^(۳)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۶/۲۲۶- [۲/۲۰۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۵۴

(۲) ہدیہ بن خالد: ہدیہ بن خالد بن اسود بن ہدیہ، قیس، ثوبانی، ہدیہ، ان کی کنیت ابو خالد تھی۔ بصرہ کے محدث اور صاحب مسند تھے، آپ نے مبارک بن فضالہ، حماد بن سلمہ، جریر بن حازم وغیرہ سے خوشہ چینی کی، حصول علم کی خاطر انہوں نے سفر نہیں کیا، امام بخاری و مسلم اور ابو داؤد کے علاوہ ابو زرہ، ابو حاتم اور ابو یعلیٰ موصلی نے بھی ان سے روایت کی ہے، ابن معین نے ان کو ثقہ اور ابو حاتم نے صدوق کہا ہے۔ ۲۳۵ھ [۵۰-۸۳۹ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: الجرح والتعدیل ۹/۱۱۴۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۵۰۔ [۲/۴۷-۴۶، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۱/۱۰۰-۹۷۔ شذرات الذهب ۲/۸۶- [۲/۸۷-۸۶، نور]

(۳) عبدالاعلیٰ بن حماد: عبدالاعلیٰ بن حماد ولاء کے اعتبار سے باہلی تھے۔ ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے۔ "نزی" سے مشہور ہوئے۔ ان کے اساتذہ میں حماد بن سلمہ، مالک اور حماد بن زید وغیرہ تھے، ان سے روایت کرنے والوں میں امام بخاری، مسلم، ابو داؤد اور کئی حضرات ہیں۔ ۲۳۵ھ [۵۲-۸۵۱ء] میں ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ابو حاتم نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھئے: تاریخ بغداد ۱۱/۷۵-۷۷، تذکرۃ الحفاظ ۲/۵۲۔ [۲/۴۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۱/۲۸-۲۹۔ تہذیب التہذیب ۵/۹۴-۹۴۔ [۶/۹۳-۹۴، نور] شذرات الذهب ۲/۸۸۔

اور حسن بن علی بن راشد (۱) اور عبداللہ بن معاویہ جمحی (۲) سے علم حدیث کو حاصل کیا۔ (۳) اور ابوالشیخ (۴) وطبرانی اور عبدالباقی بن قانع و دیگر عمدہ محدثین ان کے اچھے شاگرد ہیں۔ (۵) عام رواج یہ ہے کہ جوانی کے زمانہ میں تعلیم اور فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرتے ہیں، انہوں نے اس کے برعکس یہ کیا کہ آخر عمر میں ان حدیثوں کی اشاعت کے لئے جن کے وہ عالم تھے، اور مزید علم حاصل کرنے کی غرض سے سفر اختیار فرمایا، مدتوں اصہبان اور شام میں اسی نیت صالحہ پر مقیم رہے، اور مخلوق کثیر کو علم حدیث کے فیض سے مستفیض فرمایا۔ (۶) دارقطنی نے اول ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف و توصیف کے بعد یہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان کو اپنے حفظ و یاد پر وثوق زیادہ تھا اور بلادیکھے نسخہ صحیحہ کے روایت کرتے تھے۔

(۱) حسن بن علی بن راشد: حسن بن علی بن راشد واسطی، انہوں نے ابوالاحوص اور ہشتم سے روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوداؤد، زکریا ساہی وغیرہ ہیں۔ عباس عنبری نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ لیکن ابن عدی نے کہا ہے کہ میں ان میں کوئی عیب نہیں پاتا ہوں، نخشل نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ ان کی وفات ۲۳۳ھ [۵۲-۸۵۱ء] میں ہوئی۔ میزان الاعتدال ۱/۶۰۵- [۱/۶۶۲، نور]

(۲) عبداللہ بن معاویہ: عبداللہ بن معاویہ۔ ابو جعفر ان کی کنیت تھی، حماد بن سلمہ، محمد بن راشد اور مہدی بن میمون سے سماع حدیث کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بزار اور ابو یعلیٰ موصلی وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات ۲۳۳ھ [۵۸-۸۵۷ء] میں ہوئی، انہوں نے سو سال کی عمر پائی، علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کئی ائمہ حدیث نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۱/۳۵-۴۳۶۔ تہذیب التہذیب ۶/۳۸-۳۹، شذرات الذهب ۲/۱۰۴

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۲۶۔ [۲/۲۰۴، نور]

(۴) ابوالشیخ: ابو محمد بن عبداللہ بن محمد انصاری، آپ ابوالشیخ کے نام سے مشہور ہیں، ان کی تاریخ پیدائش ۲۷۷ھ [۸۸-۸۸۷ء] ہے، انہوں نے محمد بن اسد مدینی، ابوبکر بزار، ابوخلیفہ جمحی، ابو یعلیٰ موصلی، جعفر فریابی اور ابوالقاسم بغوی سے حدیثیں سنی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن مندہ، ابن مردویہ، ابو نعیم جیسے کبار محدثین ہیں۔ ۳۶۹ھ [۹۷-۹۷۹ء] ماہ محرم کے اخیر میں ان کی وفات ہوئی۔ خطیب نے انہیں حافظ، ثبت اور متقن کہا ہے۔ ابن مردویہ نے ثقہ اور مامون کہا ہے، لیکن ان کی تصنیفات میں واہیات پائی جاتی ہیں، علامہ ذہبی کہتے ہیں بحر عالم ہونے کے ساتھ نیک سیرت و متقی تھے۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۵۷- [۳/۱۴۷، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۶/۲۷۳-۸۰۔ شذرات الذهب ۳/۶۹۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۲۶- [۲/۲۰۴، نور]

اس وجہ سے روایت میں خطا کرتے تھے، اور اکثر خطا واقع ہونے کا سبب یہی ہے۔^(۱) ملک شام کے شہر رملہ میں ۲۹۲ھ [۶۰۴ء] میں ان کی وفات ہوئی۔^(۲)

☆ مسند ابویعلیٰ موصلی

اس کی ترتیب ابواب و اسماء صحابہ ہر دو پر رکھی گئی ہے، اس کے اول میں کتاب الایمان ہے، اور اس طرح پر بیان کرتے ہیں۔ ”فی أحادیث الإیمان من مسند أبي بكر“، وعلیٰ هذا القیاس یعنی اس میں ایمان کے متعلق جو روایت مسند ابی بکر سے ہیں وہ بیان کی جائیں گی، اور باتوں کو اسی پر قیاس کیا جائے، اس پوری مسند کے چھتیس جزو ہیں، اول مسند میں یہ حدیث بیان کی ہے:

حدثنا سلمة بن شبيب قال: حدثنا هشيم قال: حدثنا كوثر بن حكيم عن نافع عن ابن عمر عن أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه قال: قلت: يا رسول الله! ما نجاة هذا الأمر الذي نحن فيه قال: من شهد أن لا إله إلا الله فهو له نجاة.^(۳)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں صدیق اکبر سے، کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جس دین میں ہم اس وقت موجود ہیں اس میں نجات کا اصلی مدار کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جس نے لا الہ الا اللہ کی شہادت دی بس یہی اس کے لئے نجات ہے۔

ابویعلیٰ کی ایک مجسم بھی ہے جس کو انہوں نے اپنے شیوخ کے اسماء پر مرتب کیا ہے۔ محدثین کا یہ قاعدہ ہے کہ مستحکم احمد و محمد کو مقدم کرتے تھے اور اس کے بعد اپنے شیوخ کے اسماء گرامی کے حروف کے

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۲۶۔ [۲/۲۰۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۵۶۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۲۶۔ [۲/۲۰۴، نور]

(۳) یہ مسند ابویعلیٰ کی انیسویں حدیث ہے۔ بیہقی نے مجمع الزوائد ۱/۱۵ میں اس کو ذکر کیا ہے، اور اس کی نسبت ابویعلیٰ کی طرف کی ہے، اور کہتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک راوی ”کوثر“ ہے جو متروک الحدیث ہے۔

☆ دارالثقافة العربية دمشق نے حسین سلیم اسد کی تحقیق و تخریج سے ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء میں شائع کیا ہے۔

موافق ترتیب وار ذکر کرتے ہوئے روایت کرتے تھے، چنانچہ معجم میں ابو یعلیٰ اس طرح پر بیان کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن المنهال قال: حدثنا يزيد بن زريع قال: حدثنا
 عمارة بن أبي حفصة عن عكرمة عن عائشة رضي الله عنها قالت
 قلت: يا رسول الله! أخبرني عن ابن عمر بن جدعان قال النبي
 صلى الله عليه وسلم وما كان: قالت كان ينحر الكوماء ويكرم
 الجار ويقري الضيف ويصدق الحديث ويوفي بالذمة ويصل
 الرحم ويفك العاني ويطعم الطعام ويؤدي الأمانة قال: هل قال
 يوماً واحداً اللهم إني أعوذ بك من نار جهنم قلت: لا وما كان
 يدري وما جهنم قال: فلا إذاً. (۱)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم! مجھ کو ابن عمر بن جدعان کے ساتھ جو کچھ معاملہ خدا کے یہاں ہوا، اس
 سے مطلع فرمائیے، آپ نے فرمایا کہ اس کا کیا حال تھا عرض کیا کہ بڑی بڑی
 اونٹنیوں کی قربانی کرتا تھا، اپنے ہمسایوں کی خبر گیری رکھتا تھا۔ مہمان نوازی اس کی
 عادت تھی، بات سچی کہتا تھا، عہد کو پورا کرتا تھا، کھانا تقسیم کرتا تھا، امانت میں
 خیانت نہ تھی، آپ نے فرمایا کہ کسی دن اس نے یہ بھی کہا کہ اے اللہ! دوزخ کی
 آگ سے مجھے اپنی پناہ میں رکھئے، میں نے کہا نہیں اسے تو یہ بھی خبر نہ تھی کہ دوزخ
 کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو اب (خدا تعالیٰ کے یہاں) اس کے لئے کچھ
 نہیں ہے۔

ابو یعلیٰ جزیرہ کے محدثین میں سے تھے۔ ان کا نام احمد بن علی بن المثنیٰ بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال

(۱) معجم ابو یعلیٰ ص: ۵۵-۵۶۔ [ص: ۸۸۸ حدیث نمبر: ۴۸۶۷/۵۱۴]

تمیمی موصلی ہے۔ (۱) علی بن الجعد (۲) اور یحییٰ بن معین اور دیگر عمدہ محدثین کے شاگرد ہیں۔ (۳) ابن حبان، ابو حاتم اور ابو بکر اسماعیلی ان کے شاگرد ہیں۔ (۴) مخلوق کو ان کے صدق، دیانت اور امانت اور علم و تقویٰ اور دیگر صفات محمودہ پر بڑا اعتقاد تھا، جس روز ان کا انتقال ہوا ہے موصل کے تمام بازار بند ہو گئے تھے، اور تمام لوگ گریاں اور سوزاں ان کے جنازہ کے ساتھ ساتھ تھے۔ (۵) اپنی تصنیف و ترویج علم میں نیت صالحہ رکھتے تھے۔ محض حبہ للہ علم حدیث کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے ثلاثیات بھی ہیں۔ (۶) محدثین کی اصطلاح میں ثلاثیات ان روایتوں کو کہتے ہیں جن میں ان محدث اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہوں۔ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ حافظ اسماعیل بن محمد بن الفضل (تمیمی) (۷) کہتے تھے کہ میں نے مثل مسند عدنی اور مسند ابن منیع اور علاوہ ان کے

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۷۴- [نور، ۲۴۸/۲] سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۷۴۔

(۲) علی بن جعد: شیخ بغداد علی بن جعد جوہری کنیت ابو الحسن تھی، ولاء کے اعتبار سے ہاشمی تھے۔ ۱۳۴ھ [۵۲-۵۱] میں پیدا ہوئے، شعبہ، ابن ابو ذؤب، حریر بن عثمان، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، اور مالک بن انس وغیرہ سے حدیث کے فیض سے مستفیض ہوئے، ان سے روایت کرنے والوں میں امام بخاری، ابو داؤد، ابوزرعہ اور ابو حاتم عمدہ محدثین کے علاوہ ایک بڑی جماعت ہے۔ ابو حاتم نے انہیں صدوق کہا ہے۔ صاحب ثروت عالم تھے۔ انہوں نے بعض سلف کو برا بھلا کہا ہے۔ اسی لئے امام احمد بن حنبل نے اپنے دو فرزندوں کو ان سے سماع حدیث سے منع کیا تھا۔ ۲۳۰ھ [۸۴۵] میں رحلت فرمائی، الطبقات ۷/۳۳۸- [نور، ۲۴۳-۴۴/۷] الجرح والتعديل ۶/۱۷۸۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۶۸-۴۵۹۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۶۶- [نور، ۳۶۱-۶۲/۱] شذرات الذهب ۲/۶۸۔ تاریخ بغداد ۱۱/۶۶-۳۶۱- [نور، ۳۶۰-۶۶/۱۱] تہذیب التہذیب ۷/۲۸۹- [نور، ۲۸۹-۹۳/۷]۔

(۳-۳) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۷۵- [نور، ۲۴۸/۲]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۷۵- [نور، ۲۴۹/۲]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۷۵- [نور، ۲۴۹/۲]، البتہ ثلاثیات کا ذکر نہیں ہے، نور]

(۷) اسماعیل بن محمد بن فضل: اسماعیل بن محمد بن فضل تمیمی، اصفہانی، شافعی ان کا اسم گرامی ہے اور ابو القاسم کنیت، سن ولادت ۳۵۷ھ [۶۵-۱۰۶۳] ہے۔ آپ نے ابو عمر و عبد الوہاب بن ابو عبد اللہ بن مندہ، عائشہ بنت حسن، ابو نصر محمد بن موسیٰ زہبی وغیرہ سے حدیثیں سنیں۔ ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں ابو سعید سمعانی، ابو طاہر سلفی اور ابو موسیٰ مدینی وغیرہ ہیں، تفسیر، حدیث، لغت اور ادب میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ اسانید اور متون حدیث پر گہری نظر تھی، ان کی کئی مفید تصنیفات ہیں۔ ۵۳۵ھ [۱۱۴۱] میں وفات ہوئی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۲۰/۸۰-۸۸۔ العبر ۴/۹۴۔ [نور، ۴۴۶-۴۷/۲] تحقیق محمد سعید بن بسوی زغلول دارالکتب العلمیہ بیروت، نور] شذرات الذهب ۴/۱۰۵۔

بہت سی مسندات پڑھی ہیں۔ لیکن تمام مسندات ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے نہریں، اور ابو یعلیٰ کا مسند دریا ناپید کنار کی طرح ہے۔^(۱) ۲۲۰ھ [۸۳۵ء] میں آپ پیدا ہوئے، پندرہ سال کی عمر میں علم حدیث کی طلب اور اس کے شوق میں سفر اختیار کیا، ان کی عمر بہت ہوئی۔ ۳۰ھ [۹۱۹ء] میں اس عالم سے رحلت فرمائی۔^(۲)

☆ صحیح ابو عوانہ

یہ صحیح مسلم پر مستخرج ہے۔ اصطلاح محدثین میں مستخرج اس کو کہتے ہیں جو کسی دوسری کتاب کی حدیثوں سے ثابت کیا جائے اور ترتیب اور متون اور طرق اسناد میں اسی کتاب کے طریق کو ملحوظ رکھے اور اپنی سند کو اسی طریق سے بیان کرے کہ اس کتاب کا مصنف درمیان میں نہ رہے جس پر یہ مستخرج ہے، بلکہ اپنے واسطہ کو اس کتاب کے مصنف کے شیخ یا شیخ الشیخ یا شیخ الشیخ یا اور اوپر تک بیان کر دے۔^(۳) اور جب اس طرح پر دوسرے طریق سے بھی یہ روایت ثابت ہوگئی تو اس کتاب کے مصنف کی روایت پر زیادہ وثوق اور اعتبار ہو جاتا ہے۔ لیکن اس مستخرج کو صحیح اس سبب سے کہتے ہیں کہ مسلم کے طرق و اسانید کے علاوہ اور طرق اسانید کا بھی اس میں اضافہ کر دیا ہے۔ بلکہ قدرے قلیل متون میں بھی زیادتی کی ہے۔ پس گویا یہ ایک کتاب مستقل ہوگئی۔ ذہبی نے اس صحیح سے ایک کتاب علیحدہ انتخاب کی ہے جو منتقی الذہبی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دو سو تیس احادیث پر مشتمل ہے، صحیح ابو عوانہ کے شروع میں یہ خطبہ ہے:

قال الحافظ ابو عوانہ: الحمد لله قبل كل مقالٍ و امام كل رغبة وسؤال،

وبعد! فان يوسف بن سعيد بن مسلم المصيصي ومحمد بن ابراهيم

الطرسوسي و ابا العباس العنزي والعباس بن محمد حدثنا قالوا: حدثنا

عبيد الله بن موسى قال اخبرنا الأوزاعي عن مرة بن عبد الرحمن عن

(۱) تذكرة الحفاظ ۲/۲۷۶- [۲/۲۴۹، نور] سير اعلام النبلاء ۱۴/۱۸۰-

(۲) تذكرة الحفاظ ۲/۲۷۶- [۲/۲۴۹، نور]

(۳) دیکھئے: تدريب الراوي ۱/۱۱۲- [۱/۹۱، نور]

☆ حیدرآباد سے ۱۹۳۳ء میں چھپی [تاریخ التراث العربی۔ علوم الحدیث جلد اول، جز اول ص: ۳۴۳] بعد میں ۱۳۱۹ھ-۱۹۹۸ء میں دارالمعرفة بیروت سے، ایمن بن عارف دمشق کی تحقیق سے پانچ جلدوں میں شائع ہوئی۔

الزهري رحمه الله عن أبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كل أمر ذي بال لم يبدأ فيه بالحمد فهو أقطع^(۱) حدثني يزيد بن عبد الصمد الدمشقي وسعد بن محمد قالوا: حدثنا هشام بن عمار قال: حدثنا عبد الحميد عن الأوزاعي بإسناد مثله. حافظ ابو عوانہ نے فرمایا ہے کہ ہر قسم کی گفتگو سے پہلے اور ہر ایک مطلوب اور مرغوب چیز سے اول خدا کی حمد کرتا ہوں، اس کے بعد یہ ہے کہ مجھ کو یوسف بن سعید بن مسلم مصیصی، محمد بن ابراہیم طرسوسی، ابو العباس عنزی اور عباس بن محمد نے کہا کہ ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے یہ کہا کہ ہم کو اوزاعی نے خبر دی ہے اور وہ مرہ بن عبد الرحمن سے اور یہ زہری سے اور یہ ابی سلمہ سے اور یہ ابو ہریرہ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جس قابل اہتمام کام کا آغاز بغیر حمد و ثنا کے کیا جاتا ہے اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی، بلکہ ادھورا اور نکما رہتا ہے، اور پھر اسی حدیث کی دوسری سند فرمائی جس کے راوی یہ ہیں، یزید بن عبد الصمد دمشقی اور سعد بن محمد، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی ہشام بن عمار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی عبد الحمید نے انہوں نے اوزاعی سے۔

اور میں نے بعض اصحاب سے اس تمہید کے بجائے یہ خطبہ سنا ہے:

فقال: الحمد لله الذي ابتداء الخلق بنعمائه، وتغمدهم بحسن بلائه، فوقف كل أمر مهتم في حبائه على طلب ما يحتاج إليه من غذائه، وسخر له من يكلائه الى استغنائه ثم احتج على من بلغ منهم بالائه، وأعذر إليهم بأنبيائه، فشرح صدر من أحب من أوليائه، وطبع على قلب من لم يرد إرشاده من أعدائه، الذي لم يزل بصفاته وأسمائه، الذي لا

(۱) ابوداؤد نے اپنی سنن میں کتاب الادب، باب الہدی فی الکلام میں اس کو ذکر کیا ہے، حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر کام جس کا آغاز بغیر حمد و ثنا کے ہو تو وہ ادھورا اور ناقص ہے۔

يشتمل عليه زمان ولايحيط به مكان، فخلق الأماكن والأزمان، ثم استوى إلى السماء وهي دخان فقال لها وللارض ائتيا طوعا وكرها قالتا أتينا طائعين، فقدرها أحسن تقدير، واخترعها من غير نظير، لم يرفعها بعمد ولم يستعن عليها بأحد زينها للناظرين وجعل فيها رجوما للشياطين، فبارك الله أحسن الخالقين وتعالى ان يطلبوا في وصفه آراء المتكلمين، وإن يحكم في دينه أهواء المتقلدين، فجعل القرآن إماما للمتقين، وهدى للمؤمنين وملجأ للمتنازعين وحاكما بين المختلفين، ودعا أولياء المؤمنين إلى اتباع تنزيله وأمر عباده عند التنازع في تأويله بالرجوع إلى قول رسول الله صلى الله عليه وسلم بذلك نطق محكم كتابه إذ يقول جل ثناؤه: يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم فإن تنازعتم في شئ فردوه إلى الله وإلى الرسول إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر، ذلك خير وأحسن تأويلاً، أحمدته حمداً بلغ رضاه. انتهى

اس اللہ کے لئے حمد و ثنا ہے جس نے اپنے فضل سے مخلوق کو پیدا کیا اور جس نے بہتر آزمائش کے ساتھ ان کی پردہ پوشی فرمائی۔ جس نے ان امور مہتمم بالشان کی طلب کو (جو اس کے خزانہ میں مدفون ہیں) ان کے وسائل اور ذرائع پر موقوف رکھا، جس نے اس کے لئے ایسے لوگوں کو مسخر کیا جو اس کی حفاظت اس وقت تک کریں گے جب تک کہ اس کی ضرورت پوری ہو جائے، اور جس نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے جن کو اپنی نعمتوں اور احسانات کی تبلیغ فرمائی انبیاء کو بھیج کر حجت کو پورا اور ان کے عذروں کو زائل کر دیا، جس نے اپنے اولیاء میں سے جس کا چاہا شرح صدر کر دیا، جس نے ان قلوب پر مہر لگا دی جن کی ہدایت منظور نہ تھی اور جو اس کے دشمن تھے، وہ اللہ جو ازل سے ابد تک اپنے اسماء کے ساتھ موسوم اور اپنی صفات کے ساتھ متصف رہا، وہ

اللہ جس کو نہ زمانہ مشتمل ہی، نہ مکان محیط ہے، وہ اللہ جس نے مکانوں اور زمانوں کو پیدا فرمایا، اور پھر آسمان پر تجلی فگن ہوا، در آنحالیکہ وہ ایک دھواں تھا، اور آسمان وزمین کو جب یہ حکم فرمایا کہ تم بطیب خاطر یا بکراہت (جس طرح ممکن ہو) آؤ، تو انہوں نے کہا ہم خوشی (فرمانبرداری) سے حاضر ہیں وہ اللہ جس نے آسمان کا بھلا اندازہ کیا، جس نے اس کو بے نظیر پیدا کیا، جس نے بغیر ستون کے اس کو قائم کیا، جس نے ان کے بنانے میں کسی سے مدد نہیں لی، اور ستاروں سے اس کو رونق دی، اور شیاطین کے لئے اس میں رجم کا سامان مہیا کیا، پس بابرکت ہے وہ اللہ جو بہترین خالق ہے جو ایسا بالا و برتر ہے کہ متکلمین کی عقلیں اس کی حقیقت کو طلب نہیں کر سکتیں، اور مقلدین کی خواہشیں اس کے دین میں حکم نہیں لگا سکتیں، اس نے قرآن کو ایماندار بندوں کے لئے ہدایت اور ڈرنے والوں کے لئے پیشوا، جھگڑا کرنے والوں کے لئے جائے پناہ اور اختلاف کرنے والوں کے لئے فیصلہ کن بنایا، جس نے اولیائے مومنین کو قرآن کے اتباع کی طرف بلایا، اور اپنے بندوں کو یہ حکم فرمایا کہ اگر اس کی تاویل اور صحیح معنی میں کوئی جھگڑا پیش آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی طرف رجوع کریں اور اس کو اپنا حکم بنائیں اور اس کی راسخ کتاب نے بھی اس کی شہادت دی، چنانچہ فرماتا ہے اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اور ان اختیار والے حاکموں کی جو تم میں سے ہیں اطاعت کرو۔ پھر اگر کسی چیز میں جھگڑا پڑو تو اللہ اور اس کے رسول کے قول کی طرف رجوع کرو۔ بشرطیکہ تم اللہ اور قیامت - دن پر یقین رکھتے ہو، یہ تحقیق کرنا بہتر اور خوب ہے۔

(ف: مترجم کہتا ہے کہ اولوالامر سے بادشاہ، قاضی، حاکم اور جو کسی کام پر مقرر ہوں، سب مراد ہیں، جب تک یہ خلاف خدا اور خلاف رسول حکم نہ فرمائیں ان کا حکم ماننا بھی ضروری ہے۔، اور کوئی ان میں سے اگر اللہ و رسول کے خلاف حکم کرے تو اس کو نہ مانے۔ اگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو، ایک نے کہا چلو شرع کی طرف رجوع کر کے جو فیصلہ ہو، اس پر عمل درآ مد کریں اور اس کے جواب میں دوسرے نے یہ کہا کہ میں

شرع کو نہیں سمجھتا، یا مجھے شرع سے کچھ کام نہیں تو وہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ [عیاذ باللہ]

ابوعوانہ کا نام یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید ہے، اور وہ اسفرائن کے رہنے والے ہیں، بعد میں نیشاپور میں سکونت اختیار فرمائی تھی۔^(۱) خراسان، عراق، یمن، حجاز، شام، جزیرہ، فارس، اصفہان، مصر، اور ثغور میں گشت کر کے ہر دیار کے علماء سے حدیثوں کو جمع کیا،^(۲) شافعی ائمہ ہب تھے، اسفرائن میں مذہب شافعی کی ابتدا ان سے ہوئی، اور انہوں نے ہی اس کو رواج دیا۔ فقہ میں مزنی^(۳) اور ربیع کے شاگرد تھے۔^(۴) جو امام شافعی کے افضل اور اعلیٰ شاگردوں میں سے ہیں۔ اور حدیث میں مسلم بن الحجاج اور یونس بن عبدالاعلیٰ^(۵) اور

(۱) وفیات الاعیان ۳۹۳/۶ - [نور] تذکرۃ الحفاظ ۲/۳ - سیر اعلام النبلاء ۴۱۷/۱۴ - [بستان کے فارسی نسخہ] ص: ۳۷، گلزار محمدی، لاہور] اور اردو ترجمہ دونوں میں اسی طرح لکھا ہے مگر یہ صحیح نہیں، تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء دونوں میں اس کے برعکس صراحت ہے: النیسابوری الاصل الاسفرائینی: سیر ص: ۴۱۷، ج: ۱۴ [۲] سیر اعلام النبلاء ۴۱۷/۱۴ -

(۳) مزنی: ابوالبراہیم اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل بن عمرو مزنی، مصری۔ ۲۷۵ھ [۹۲-۹۱ء] میں پیدا ہوئے، اور ۳۶۲ھ [۸۷۷ء] میں وفات پائی۔ امام شافعی، علی بن معبد اور نعیم بن حماد سے روایت کرتے ہیں۔ احادیث کم روایت کرنیوالوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، لیکن فقہ میں دسترس حاصل تھی، امام شافعی کے خاص تلامذہ میں تھے، ان ہی کے ذریعہ امام شافعی کا مسلک دنیا میں پھیلا ہے۔ دنیا سے زاہد و بے رغبت اور مستجاب الدعوات تھے، ان سے روایت کرنے والوں میں ابن خزیمہ، طحاوی، ابن ابی حاتم وغیرہ ہیں۔ فقہ میں ان کی مختصر کو اتنی شہرت حاصل ہو چکی تھی کہ کہا جاتا ہے کہ باکرہ کے جہیز میں مختصر مزنی کا نسخہ ضرور دیا جاتا تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۹۶-۹۷/۱۲ - [نور] الجرح والتعديل ۲۰۴/۲ - وفیات الاعیان ۲۱۷/۱ - [نور] ۱۱۷-۱۸/۱ -

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۲/۳ - [نور] سیر اعلام النبلاء ۴۲۰/۱۴ -

(۵) یونس بن عبدالاعلیٰ: یونس بن عبدالاعلیٰ بن میسرہ بن حفص بن حیان صدنی، ان کی کنیت ابو موسیٰ تھی۔ ۲۷۵ھ [۸۷۷ء] ذی الحجہ میں ان کی پیدائش ہوئی۔ سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن وہب، ولید بن مسلم، معن بن عیسیٰ اور اشہب سے روایت کی ہے، نافع کے شاگرد و شاگردوں سے قرآن پڑھا، ان سے روایت کرنے والوں میں مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ابو حاتم، ابو زرعہ، قتی بن مخلد، ابن خزیمہ، ابوعوانہ، ابن ابی حاتم، اور طحاوی وغیرہ ہیں۔ یحییٰ بن حسان کہتے ہیں کہ یونس اسلام کا ایک رکن ہے، عمرو بن خالد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام شافعی نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوالحسن مسجد کے اس دروازے کی طرف دیکھو، اس دروازے سے یونس بن عبدالاعلیٰ سے بڑا صاحب علم داخل نہیں ہوا۔ ان کی وفات ۲ ربیع الآخر بروز پیر ۲۶۲ھ [۸۷۷ء] میں ہوئی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۵۱/۱۲ - الجرح والتعديل ۲۴۳/۹ - وفیات الاعیان ۲۴۹-۵۴/۷ - [نور] طبقات الشافعیۃ الكبرى ۸۰/۲ - ۱۷۰ - [نور] ۹۷/۱ - ۳۸۹ - تحقیق شدہ مصطفیٰ عبدالقادر احمد عطا، مطبع: دارالکتب العلمیۃ بیروت: لبنان، نور] تہذیب التہذیب ۴۱/۱۱ - ۴۴۰ - شذرات الذهب ۱۴۹/۲ -

محمد بن یحییٰ ذہلی^(۱) کے شاگرد ہیں۔^(۲) اور طبرانی و ابوبکر اسماعیلی و ابوعلی نیشاپوری اور دیگر محدثین ان کے اعلیٰ شاگردوں میں سے ہیں۔^(۳) حاکم نے ان کے بارے میں یہ کہا ہے:

[کان] أبو عوانة من علماء الحديث و أثباتهم سمعت ابنه محمداً
يقول: إنه توفي سنة ست عشرة وثلث مائة.^(۴)

ابوعوانہ علماء حدیث کے افضل علماء میں سے تھے، اور میں نے ان کے بیٹے محمد سے یہ سنا ہے کہ ابوعوانہ کی وفات ۳۱۶ھ [۹۲۸ء] میں ہوئی۔

صحیح اسماعیلی

یہ مستخرج بریح بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ شیخ السنہ ابوالفضل بن حجر نے تعلیقات بخاری کو جس کو اسماعیلی نے ملا دیا تھا اس سے انتخاب کر کے جدا لکھا ہے۔ اور اس کو منشی ابن حجر کہتے ہیں۔ عوالی اسماعیلی میں سے یہ حدیث ہے۔ اصطلاح محدثین میں عوالی ان احادیث کو کہتے ہیں جن کی سندوں میں ایک

(۱) محمد بن یحییٰ ذہلی: ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ خراسان میں علم حدیث کے امام اور مشرق کے مایہ ناز عالم تھے، ان کی ولادت ۱۷۰ھ [۷۸۷ء] کے بعد ہوئی، ولاء کے اعتبار سے ذہلی ہیں۔ مکی بن ابراہیم، عبدالرحمن بن مہدی، ابوداؤد طیالسی، وہب بن جریر اور عبدالرزاق سے علم حدیث حاصل کیا، انہوں نے رطب و یابس کو جمع کیا ہے، علم و عظمت میں اپنے علاقے کے سردار تھے، امام احمد کو بغداد میں اور امام مالک کو مدینے میں جوشان حاصل تھی، نیشاپور میں وہ شان انہیں حاصل تھی، ان سے روایت کرنے والوں میں سعید بن منصور، بوزرعہ، ابو حاتم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ اور ابوعوانہ ہیں۔ امام بخاری ان سے روایت کرتے ہیں لیکن روایت کرنے میں تدلیس سے کام لیتے ہیں کبھی صرف محمد، کبھی محمد بن خالد، اور کبھی ان کے دادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن عبداللہ کہتے ہیں اور باہمی رنجش کی وجہ سے ان کا نام چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ غفر اللہ لہما، مسلم نے ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی تھیں لیکن اختلاف کے سبب ان سے روایت کرنے سے اجتناب کرنے لگے، احمد بن حنبل ان کی خوب تعریف کرتے تھے، ان کی وفات ۲۵۸ھ [۸۷۲ء] میں ہوئی، ابن ابی داؤد نے ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۲/۸۵-۲۷۳۔ تاریخ بغداد ۳/۲۰-۱۵، تہذیب التہذیب ۹/۱۶-۵۱۱۔ شذرات الذهب ۲/۱۳۸۔

(۲) وفیات الاعیان ۶/۳۹۳- [نور، ۳۹۶/۳] تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۔ سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۸-۴۱۸۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۔ سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۹- [نور، ۱۹/۱۴-۴۱۸]۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۔ سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۹-۴۱۹۔

صاحب کتاب کو دوسری کتاب والوں کے اعتبار سے یا بہ نسبت اپنی باقی مرویات کے علو واقع ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خود ان کے درمیان کے واسطے بہت کم ہو جائیں، اس کو علو مطلق کہتے ہیں۔ اور اگر شیوخ و ائمہ حدیث میں سے کسی ایک یا امام کی نسبت واسطوں کی کمی ہو تو اس کو علو نسبی کہتے ہیں۔

قال الا سمعيلي في حديث "من كذب علي" أخبرنا أبو خليفة قال:

حدثنا عبد الوارث عن عبد العزيز بن حبيب عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: ما منعني أن أحدثكم حديثاً كثيراً إلا أني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من يتعمد الكذب عليّ فليتبوأ مقعده من النار. (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے سوائے اس کے اور کوئی مانع نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص عمداً میری طرف جھوٹ لگائے اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تجویز کر رکھے۔

چونکہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چار واسطوں سے یہ حدیث پہنچی ہے، اور اسماعیلی کو بھی باوجود بخاری سے متاخر ہونے کے چار ہی واسطوں سے پہنچی ہے۔ اس واسطے اسماعیلی کو علو اسناد حاصل ہو گیا۔

اسماعیلی کی کنیت ابوبکر ہے۔ اور احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن العباس الاسماعیلی نام ہے، شہر جرجان میں اپنے وقت کے امام تھے۔ فقہ اور حدیث میں ان کو لوگ مقتدا سمجھتے تھے۔ (۲) بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے اکیس سال بعد ۲ھ [۹۱-۸۹۰ء] میں پیدا ہوئے۔ (۳) اور ابتدا ہی سے علم حدیث کی طلب کا شوق دامنگیر ہوا، مگر ان کے رشتہ دار اور عزیز واقارب ان کو سفر کرنے کی خوشی سے اجازت نہیں دیتے

(۱) یہ حدیث متواتر ہے کئی صحابہ سے مروی ہے اور کئی محدثین نے اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا ہے، امام ہارثی نے بروایت حضرت انس اپنی سنن میں مختلف سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ باب اتقاء الحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتثبت فیہ۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۵۹- [۳/۱۴۹، نور] (۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۵۹- [۳/۱۴۹، نور]

تھے۔ اور طرح طرح کے حیلہ بہانہ اور نہایت چالپوسی کے ساتھ ان کو اس ارادہ سے روکتے رہے یہاں تک کہ جب محمد بن ایوب رازی^(۱) کا (جو اپنے وقت کے عمدہ محدث تھے) انتقال ہو گیا تو ان کی حالت ایسی غیر ہوئی کہ اپنے گھر میں آ کر تمام کپڑے پھاڑ ڈالے اور آہ و بکا شروع کر دیا، تمام رشتہ دار ان کو خاک بر سر دیکھ کر مجتمع ہو گئے اور جب انہوں نے اس کا سبب دریافت کیا، تو یہ فرمایا کہ دیکھو کیسے زبردست عالم کا اس عالم سے انتقال ہو گیا ہے، تم لوگوں نے مجھ کو ان کے پاس جانے کی اجازت نہیں دی، مجھ کو اس امر کا زیادہ صدمہ ہے کہ میں اُن سے مستفید نہ ہوا، اور ان کی دولت علمی سے محروم رہ گیا، جب ان کے رشتہ داروں نے ان کے حال کو ایسا متغیر پایا تو اس طرح پر ان کو تسلی دی کہ اب بھی بہت سے عالم زندہ ہیں، تمہارا جس طرف دل چاہے سفر کرو، جس محدث کی خدمت میں چاہو رہ کر ان سے فیض حدیث حاصل کرو، تمہارے ماموں تمہارے ساتھ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے وطن سے سفر اختیار کیا، اور اول شہر نساء (نسی) میں حسن بن سفیان^(۲) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پھر وہاں سے بغداد، کوفہ، اہواز، بصرہ، انبار، موصل،

(۱) محمد بن ایوب رازی: ابو عبد اللہ محمد بن ایوب بن یحییٰ بن ضریس بجلی، رازی، آپ کا نام گرامی ہے۔ آپ کی ایک تصنیف فضائل القرآن ہے۔ ۲۰۰ھ [۱۶-۸۱۵ء] یا اس سے قبل ان کی پیدائش ہوئی۔ مسلم بن ابراہیم، قعنبنی، ابوالید طیالسی، مسدد بن سرہد، ابوسلمہ تبوزکی وغیرہ سے فیض حدیث حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن ابوحاتم، عبدالرحمن بن ابوحاتم، اسماعیل بن نجید، اور کئی لوگ ہیں، ابویعلیٰ خلیلی نے انہیں ثقہ کہا ہے، یہ اور ان کے والد دونوں محدث تھے، ۲۹۲ھ [۷-۹۰۶ء] میں بروز عاشوراء بمقام ری، وفات ہوئی۔ عجم میں ان کی سند عالی تھی، سیر اعلام النبلاء ۱۳/۱-۵۱-۴۴۹۔ [۱۳/۵۳-۴۴۹، نور] الجرح والتعديل ۷/۱۹۷- [۷/۱۹۸، نور] شذرات الذهب ۲/۲۱۶۔

(۲) حسن بن سفیان: ابوالعباس حسن بن سفیان بن عامر شیبانی، نسائی۔ احمد بن حنبل، اسحاق، یحییٰ بن معین اور قتیبہ وغیرہ سے علم حاصل کیا اور حدیثیں سنیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن خزیمہ، اسماعیلی اور ابن حبان وغیرہ ہیں۔ انہوں نے ابن شیبہ کی تصانیف خود انہی سے اور ابو ثور سے کتاب السنن سنن اور انہی سے علم فقہ حاصل کیا، چنانچہ انہی کے مسلک کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔ المسند الکبیر اور الأربعین ان کی تصانیف ہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ موصوف اپنے زمانہ میں خراسان کے محدث تھے، کثرت روایت اور ثبوت میں فائق و ممتاز، فہم اور فقہ ادب میں بھی دوسروں سے فائق تھے، ان کی اسناد عجم میں عالی تھی، معرفت حدیث اور سچائی کی صفات سے متصف تھے۔ ان کی وفات رمضان ۳۰۳ھ [۹۱۶ء] میں ہوئی۔ دیکھئے: تذکرۃ

الحفاظ ۲/۷۳-۲۷۱- [۲/۴۶-۲۴۵، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۲۹۶- [۱۴/۶۲-۱۵۷، نور]

جزیرہ اور دوسرے بلاد اسلام میں پھرتے رہے۔ ابو یعلیٰ، عبدان^(۱) ابو خلیفہ جمحی،^(۲) محمد بن عثمان بن ابی شیبہ،^(۳) شیخ زاہد محمد بن عثمان مقابری، ابراہیم بن زہیر حلوانی، فریبی^(۴) اور دوسرے اعلیٰ محدثین سے علم حدیث کو حاصل کیا۔^(۵) اور فقہ و حدیث کے جامع اور دین و دنیا کی ریاست کے مالک ہوئے۔

بعض فاضل^(☆) محدثوں نے ان کے بارے میں یہ کہا ہے کہ چونکہ اسماعیلی کو درجہ اجتہاد حاصل تھا، اور کتابیں بہت یاد تھیں، حق تعالیٰ نے ذہن سلیم اور علم وافر بھی ان کو عطا فرمایا تھا، اس واسطے ان کو

(۱) عبدان: ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن موسیٰ بن زیاد ہوازی جو ایتھی۔ ان کی کئی اہم تصنیفات ہیں۔ انہوں نے ابو کمال جحدری، ابو بکر بن ابوشیبہ و عثمان بن ابوشیبہ سے خوب استفادہ کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابن قانع، حمزہ کتابی، طبرانی اور اسماعیلی کے علاوہ بہت سارے رواۃ ہیں، ان کو ایک لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ ذہبی نے کہا ہے کہ ان سے کچھ تسامح ہوا ہے، صدوق ہیں، ۹۰ سال کی عمر پائی۔ ۳۰۶ھ [۹۱۹ء] کے اواخر میں انتقال ہوا۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۵۷-۵۸۔ [۲/۳۳-۲۳۲، نور]

(۲) ابو خلیفہ جمحی: ابو خلیفہ محدث بصرہ تھے، ان کا نام فضل بن حباب جمحی بصری تھا۔ سلیمان بن حرب، مسدد، ابوداؤد طیالسی وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ ان کا شمار مکثرین راویوں میں ہوتا ہے۔ طبرانی، اسماعیلی اور ابن عدی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی وفات ۳۰۵ھ [۱۸-۹۱۷ء] میں تقریباً سو سال کی عمر میں ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۴۲-۲۴۱۔ [۲/۲۱۸، نور]

(۳) محمد بن عثمان بن ابوشیبہ: محمد بن عثمان بن ابوشیبہ عسی کوفی، جعفران کی کنیت تھی۔ کوفہ کے محدث تھے، اپنے والد ابو احمد بن یونس، علی بن مدینی اور یحییٰ بن معین وغیرہ سے انہوں نے سماعت حدیث کی، ان سے روایت کرنے والوں میں ابو بکر شافعی، حسین طبرانی، حسین بن عبید دقاق کے علاوہ کئی لوگ ہیں۔ ۲۹۷ھ [۱۰-۹۰۹ء] جمادی الاولیٰ میں ان کی وفات ہوئی۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ مجھے ان کی کسی منکر روایت کا علم نہیں، البتہ عبدان نے ان کے بارے میں ”لابأس بہ“ کہا تھا۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۳۳۔ [۲/۱۰-۲۰۹، نور]

(۴) فریبی: ابو بکر جعفر بن محمد بن حسن بن مستفاض ترکی۔ دینور کے قاضی تھے۔ ان کی کئی تصانیف ہیں، آپ نے حصول علم کے لئے ترکی سے مصر کا سفر کیا اور علی بن مدینی، نفیلی، قتیبہ، اسحاق اور کئی لوگوں سے روایت کی ان سے روایت کرنے والوں میں نجاد، ابو بکر شافعی، قطیبی، ابن عدی، اسماعیلی اور کئی رواۃ ہیں، آپ نے مشرق و مغرب کا سفر کر کے کبار علماء سے ملاقات کی اور خوب استفادہ کیا۔ ثقہ اور مامون تھے، خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ فریبی علماء کبار میں سے ہیں، مشرق و مغرب کی خاک چھان کر نابغہ روزگار علماء سے ملاقات کی، ثقہ اور حجت تھے۔ ۲۰۷ھ [۲۳-۸۲۲ء] میں پیدا ہوئے، اور ۳۰۱ھ ماہ محرم الحرام [۹۱۳ء] میں وفات پائی، انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی قبر تیار کر لی تھی۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۶۳-۶۱۔ [۲/۳۷-۲۳۶، نور]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۵۹-۱۵۹۔ [۳/۱۴۹، نور]

☆ حافظ حسن بن علی۔

مناسب تھا کہ سنن میں کوئی کتاب مستقل تصنیف فرماتے نہ کہ بخاری کے تابع ہو کر صرف ان کے مرویات اور اسانید کے بیان پر اکتفا کرتے۔^(۱)

راقم الحروف کہتا ہے کہ اس مستخرج کے علاوہ اسماعیلی کی اور بھی تصانیف ہیں، چنانچہ مسند کبیر جو نہایت ضخیم قریب ایک سو جلد کے ہے، وہ اور ایک مجتم بھی انہیں کی تصنیف کردہ ہیں، البتہ یہ مسند مشہور نہیں ہوا،^(۲) آغاز ماہ صفر ۳۳ھ [۶۹۸] میں اس دارفانی سے انتقال فرمایا۔^(۳)

صحیح ابن حبان ☆^(۴)

اس کو تقاسیم اور انواع بھی کہتے ہیں اس کی ترتیب نئی طرح کی ہے، نہ مبوب بہ ابواب ہی ہے اور نہ مثل مسانید صحابہ و معاجم شیوخ ہے۔ اول اقسام کو ذکر کرتے ہیں اور ان اقسام میں انواع بیان کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ النوع السادس والأربعون من القسم الثاني في النواهي یعنی دوسری قسم کی چھالیسویں نوع نواہی کے بیان میں ہے۔ علی ہذا، سب اقسام اسی طرح پر ہیں۔ اس کتاب میں خطبہ طویل لکھا ہوا ہے اور اس کے بعض فقرات نہایت دلچسپ ہیں۔ چنانچہ اس خطبہ کی حمد و ثنا نقل کی جاتی ہے۔

الحمد لله المستحق الحمد لآلائه، المتوحد بعزه و كبريائه،
القريب من خلقه في اعلى علوه، البعيد منهم في أدنى دنوه،

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱۵۹/۳ - [۱۵۰/۳، نور] امام ذہبی نے اس پر تعلیقاً لکھا ہے کہ یہ اسماعیلی کی شان تھی کہ انہوں نے صحیح بخاری کی قدر پہچانی اور اسی پر قناعت کی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۶/۲۹۴۔
(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۲۹۳۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱۵۹/۳ - [۱۵۱/۳، نور]؛ لیکن سیر اعلام النبلاء میں اس کا تذکرہ نہیں ملا، نور] سیر اعلام النبلاء میں اوائل صفر کے بجائے اوائل رجب مذکور ہے۔ ۱۶/۲۹۶۔

(۴) اس کو امیر علماء الدین علی بن بلبان بن عبد اللہ فارسی مصری حنفی، متوفی ۳۹۷ھ [۳۹-۱۳۳۸ء] نے ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے اور اس کا نام "الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان" رکھا ہے۔

☆ ایک عمدہ نسخہ قریب میں دو سال قبل ۱۳۳۳ھ قطر کی وزارت اوقاف نے محمد علی سوغز اور خالص آمی دمیر کی تحقیق کے ساتھ ایک عمدہ نسخہ دار ابن حزم بیروت سے شائع کیا ہے۔

العالم بكنين مكنون النجوى، [☆] والمطلع على افكار السر وأخفى، وما استجن تحت عناصر الثرى، وما جال فيه خواطر الورى، الذى ابتدع الأشياء بقدرته، وذراً الأنام بمشيته من غير أصل عليه أفتعل ولا رسم مرسوم أمثل، ثم جعل العقول مسلكاً لذوي الحجا، وملجأ في مسالك اولى النهى، وجعل أسباب الوصول الى كيفية العقول، ماشق لهم من الأسماع والأبصار والتكلف للبحث والاعتبار فأحكم لطيف مادبر وأتقن جميع ما قدر.

ثم فضل بأنواع الخطاب أهل التميز والألباب، ثم اختار طائفة لصفوته، وهداهم لزوم طاعته، من اتباع سبل الأبرار فى لزوم السنن والآثار، فزين قلوبهم بالإيمان، وانطق ألسنتهم بالبيان، من كشف أعلام دينه واتباع سنن نبيه صلى الله عليه وسلم بالثؤوب فى الرحل والأسفار وفراق الأهل والأوطان فى جمع السنن ورفض الأهواء، والتفقه فيها بترك الآراء، فتجرد القوم للحديث وطلبوه، ورحلوا فيه وكتبوه، وسألوا عنه وأحكموه، وذاكروا به ونشروه، وتفقهوا فيه وأصلوه وفرعوا عليه وما بدّلوه، وبينوا المرسل من المتصل والموقوف من المنفصل، والناسخ من المنسوخ والمحكم من المفسوخ والمفسر من المجمل والمستعمل من المهمل والمختصر من المتقصى والملزوق من المتقصى والعموم من النصوص، والدليل من المنصوص والمباح من المزجور، والغريب من المشهور والفرض من الإرشاد، والحثم من الإيعاد، والعدول من المجروحين والضعفاء من المتروكين،

☆ العالم بكنين مكنون النجوى. تصحيح از صحيح ابن حبان ١/١٦١ [وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية

دولة قطر ١٤٣٣هـ]

وكيفية المعمول والكشف عن المجهول، وما حرف عن
 المخدول وقلب من المنحول، من مخايل التدليس وما فيه من
 التليس حتى حفظ الله بهم الدين على المسلمين، وصانه عن ثلب
 القادحين، وجعلهم عند التنازع أئمة الهدى، وفي النوارل مصابيح
 الدجى، فهم ورثة الأنبياء ومأنس الأصفياء وملجأ الأتقياء ومركز
 الأولياء فله الحمد على قدره وقضائه وتفضله بعطائه وبره ونعمائه
 ومنه والائه. ☆(۱)

تمام محامد اس خدا کے لئے ہیں جو اپنے احسانات کی وجہ سے حمد کا مستحق ہے، جو اپنی
 عزت اور کبریائی میں یگانہ ہے، اور جو باوجود ہر قسم کی بلندی اور برتری کے اپنی مخلوق
 سے بہت زیادہ نزدیک ہے اور جو باوجود زیادہ سے زیادہ نزدیک ہونے کے پھر ان
 سے دور ہے، اور جو پوشیدہ سرگوشیوں پر مطلع ہے اور جو ہر قسم کے اسرار اور چھپے ہوئے
 افکار سے آگاہ ہے۔ وہ چیزیں بھی اس کے سامنے حاضر ہیں جو تحت اثری میں چھپی
 ہوئی ہیں، اور وہ بھی جو لوگوں کے دلوں میں گزرتی رہتی ہیں۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے
 تمام اشیاء کو محض اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا، اور ساری کائنات کو محض اپنی مشیت
 سے پھیلا دیا، بغیر کسی ایسے نمونہ کے کہ جس پر یہ عمارت بنائی جائے، اور بغیر کسی ایسے
 نقشہ کے کہ جو تیار شدہ ہوتا، پھر اس خدا نے دانش مندوں کے لئے راستہ بنایا اور
 عقلمندوں کے راستوں کی جائے پناہ اور اس خدا نے ایسے اسباب پیدا کئے جن کے
 ذریعہ سے عقول کی کیفیات تک ہم پہنچ سکیں اور اسی خدا نے بشرۃ انسانی کو شق کر کے

(۱) صحیح ابن حبان ۱/۲۵-۲۶۔

☆ حوالہ مندرجہ ترجمہ عربی، مرتبہ ڈاکٹر اکرم ندوی۔

صحیح ابن حبان کی جدید طباعت، مرتبہ: دکتور محمد علی سون مز، ترکی

:خالص آئی دیمیر ترکی

[مطبوعہ وزارت الاوقاف، قطر: ۱۳۳۳ھ-۲۰۱۲ء] کے ص: ۶۲-۶۱ پر آئی ہے۔ یہی نسخہ ہمارے سامنے ہے۔ نور

کان اور آنکھیں پیدا کیں اور بحث اور اعتبار کا متحمل بنایا، پھر اپنی تدبیرات لطیفہ کو محکم کیا اور جملہ ان چیزوں کو جو مقدور تھیں مضبوطی کے ساتھ قائم رکھا، بعدہ ہوشمندوں اور عاقلوں کو خاص طرح کے خطابات کے ساتھ ممتاز فرمایا، پھر ان میں سے بھی ایک برگزیدہ جماعت کو چن لیا، اور ان کو اپنی طاعت پر پابند رہنے کی ہدایت کی، یعنی یہ کہ وہ نیک بندوں کے راستہ کا اتباع کریں، اور سنن^(۱) و آثار^(۲) کو لازم سمجھیں، پس خدا نے ہی ان کے قلوب کو ایمان سے مزین فرمایا اور ان کی زبانوں کو بیانات کے ساتھ گویا کیا، تاکہ وہ دین کے نشانات کو ظاہر کر سکیں، اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع کریں، احادیث کے جمع کرنے اور خواہشات کے چھوڑنے اور آراء کو ترک کر کے فقیہ بننے کے لئے اپنے اہل و عیال اور جملہ حاجات سے علاحدہ ہو کر سفر اور راہ پیمائی میں اپنے کو گھلادیں تو ایک قوم خاص حدیث کے لئے علیحدہ ہوئی، اس نے حدیث کو تلاش کیا اس کے لئے سفر کئے، کتابیں لکھیں، لوگوں سے معلومات کیں اس فن کو مضبوط کیا، اس میں مذاکرے جاری رہے، اس کو پھیلایا، فقیہ بنے اس کے اصول و فروع کو قائم کیا اور ذرا سی بھی اس میں تبدیلی نہیں کی، مرسل^(۳) اور متصل^(۴) موقوف^(۵) اور منفصل^(۶)، ناسخ اور منسوخ مفسر اور مجمل، مستعمل اور مہمل مختصر اور متقصی، ملزوق^(۷) اور متقصی^(۸) عموم اور خصوص دلیل^(۹) اور منصوص،^(۱۰) مباح

(۱) اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲) اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم۔

(۳) وہ حدیث جو تابعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے کہ آپ نے ایسا فرمایا یا ایسا کیا، یعنی صحابی کا ذکر نہ کرے۔

(۴) وہ حدیث ہے جس کی سند برابر ملی ہوئی ہو، کوئی راوی چھوٹا نہ ہو۔

(۵) وہ قول و فعل جو کسی صحابی سے روایت کیا جائے، خواہ سند متصل ہو، خواہ کوئی راوی چھوٹا گیا ہو۔

(۶) مراد حدیث منقطع ہے، یعنی جس کے اسناد برابر نہ ہوں، شروع میں ہے، خواہ بیچ میں سے خواہ اوپر سے کوئی راوی چھوٹا گیا ہو مگر اکثر اس حدیث کو کہتے ہیں جو تبع تابعی صحابی سے روایت کرے۔

(۷) لغوی معنی تو چمٹائے ہوئے کے ہیں، مراد یہاں پر بتائی ہوئی حدیث۔

(۸) لغوی معنی چھوٹے والے کے ہیں، مراد یہاں پر یگانہ۔

(۹) مفہوم مخالفت (۱۰) منطوق

اور منہی، غریب^(۱) اور مشہور^(۲)، فرض اور ارشاد حتم^(۳) اور ایعاد کو الگ الگ کیا، اور رواۃ ثقات کو مجروحین سے اور ضعفاء کو متروکین سے جدا کیا، معلول کی کیفیت بیان کی، مجہول کی جہالت سے پردہ اٹھایا اور مجہول و مخول^(۴) کی تدلیس^(۵) و تلبیس^(۶) کے مواقع بتائے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دین کی حفاظت ان کے ذریعہ کرائی اور رخنہ ڈالنے والوں کے رخنہ سے بچایا، اور جھگڑوں کے وقت ان لوگوں کو ہدایت کا امام مقرر کیا اور پیش آنے والی باتوں میں ان سے چراغ ہدایت کا کام لیا تو حقیقت میں یہی لوگ انبیاء کے وارث اور اتقیا کی جائے پناہ اور اصفیاء کے انس کا سبب اور اولیاء کے مرکز ہیں، پس اسی خدا کے لئے ہے حمد اس کی قضا و قدر پر، اس کے انعام پر، اس کی عطاؤں پر، اس کے حسن سلوک پر، اس کی نعمتوں پر، اس کے تمام احسانات اور بخششوں پر۔

ان کی کنیت ابو حاتم ہے، اور نام محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد ہے، نسب ان کا زید مناة بن تمیم تک پہنچتا ہے، اس وجہ سے وہ تمیمی ہیں، اور بستی بھی کہلاتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ سیستان میں جو شہر بستی ہے اس کے رہنے والے تھے۔ نسائی کے شاگرد ہیں۔^(۷) ابو یعلیٰ موصلی حسن بن سفیان اور ابو بکر بن خزیمہ سے بھی جو صاحب صحیح ہیں تلمذ حاصل کیا اور خراسان سے مصر تک سیر کر کے ہر عالم کے فیض سے مستفیض ہوئے،^(۸) علم حدیث کے علاوہ دوسرے علوم بھی جانتے

(۱) وہ حدیث صحیح ہے جس کا راوی کسی جگہ روایت میں اکیلا ہو، اور اگر ہر زمانے میں ایک ہو تو وہ فرد ہے۔

(۲) وہ حدیث ہے کہ خاص اہل حدیث کے نزدیک شائع ہو۔ یعنی اس کو بہت سے راویوں نے ہر زمانے میں روایت کیا ہو۔

(۳) واجب (۴) منقح

(۵) تدلیس اس فعل کو کہتے ہیں کہ راوی جس شخص سے روایت کرے اس سے ملاقات کی ہو یا ان کا ہم عصر ہو مگر اس سے اس روایت کو نہ سنا ہو، اور ایسے لفظوں سے بیان کرے جس سے یہ وہم ہو کہ سنا ہوا کہتا ہے۔

(۶) طبع سازی [یہاں تک کی تمام تشریحات مصطلحات مترجم مولانا عبد السمیع صاحب کے قلم سے ہیں۔]

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۱۳۳/۳۔ [نور] ۱۲۵/۳۔ سیر اعلام النبلاء ۹۲/۱۶۔ [نور] ۹۲-۹۳/۱۶۔

(۸) تذکرۃ الحفاظ ۱۳۴/۳۔ [نور] ۱۲۵/۳۔ سیر اعلام النبلاء ۹۳/۱۶۔

تھے، فقہ لغت، طب اور نجوم میں کامل مہارت رکھتے تھے، حاکم نے بھی ان کی شاگردی اختیار کر کے ان سے علم کو حاصل کیا ہے۔^(۱) خود ابن حبان نے اسی کتاب الانواع میں یہ بیان کیا ہے کہ ”لعلنا کتبنا عن اکثر من ألفی شیخ“^(۲) یعنی یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم نے دو ہزار شیوخ سے علم حدیث کو لکھا ہے۔

فائدہ: یہ جاننا چاہئے کہ چونکہ ابن حبان نے اپنی بعض کتابوں میں یہ بیان کیا ہے کہ ”النبوة العلم والعمل“ یعنی نبوت علم و عمل کا نام ہے، اس وجہ سے وہ سخت مصیبت میں مبتلا ہوئے، اُس زمانہ کے آدمیوں نے اس کا انکار کیا اور ان کو زندیق بتایا۔ ان سے روایت حدیث اور ملاقات ترک کر دی، خلیفہ وقت تک بھی قصہ پہنچایا گیا اور خلیفہ نے تحقیق کر کے ان کے قتل کا حکم دیدیا، نبوت بہ ایں جا رسید کہ بعض ثقات محدثین بھی ان کے حق میں یہ کہنے لگے کہ ”ذکک نفس فلسفی“^(۳) یہ فلسفی ہے، لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ ان کا یہ کلام عقائد حقہ سے چنداں دور نہیں ہے کیونکہ ان کی مراد یہ نہیں تھی کہ نبوت ایک کسی چیز ہے، اس کو علم و عمل کی ریاضت سے حاصل کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کے لئے ایسا نفس ناطقہ چاہئے جو علم و عمل میں بین زیادتی رکھتا ہو، اس کے بعد وہی طریق سے اس کو نبوت عطا ہوتی ہے، چنانچہ کلام مجید کی اس آیت میں بھی اسی طرف اشارہ ہے: اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ^(۴) یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رسالت اور پیغمبری جس کو دیتا ہے اس کو خوب جانتا ہے ورنہ یہ اعتقاد کس کا ہو سکتا ہے کہ انبیاء قوت علمیہ و عملیہ میں سب افراد کے برابر ہو جاتے ہیں اور ان افراد متساویہ میں سے کسی ایک کو زبردستی سے نبوت کے ساتھ سرفراز کر دیا جاتا ہے۔ یہ بات ہرگز شریعت اور دین سے ثابت نہیں ہوتی، اور یا اس کلام کا یہ مطلب ہے کہ انبیاء کو نبوت کے ملنے کے بعد علم و عمل کے ہر دونوں جانب میں تفوق حاصل ہو جاتا ہے، اور اسی وجہ سے وہ خطا و گناہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور جمیع اہل اسلام کا ان معنی پر اتفاق ہے، چنانچہ ذہبی نے تذکرہ میں بیان کیا ہے:

هذا له محمل حسن ولم يرد حصر المبتدأ في الخبر، ومثله: الحج

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۹۴۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱۳۴/۳۔ [۲۶/۳-۱۲۵، نور]

(۳) سورۃ الانعام: ۱۲۴۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۱۳۵/۳۔ [۱۲۶/۳، نور]

عرفة فمعلوم أن الرجل لا يصير حاجا بمجرد الوقوف بعرفة، وإنما
 ذكر مهم الحج. (۱)

یعنی اس کلام کا یہ عمدہ محمل ہے کیونکہ ان کا یہ خیال نہیں ہے کہ مبتدا کا خبر میں حصر
 ہو رہا ہے بلکہ یہ قول تو ”الحج عرفة“ کی طرح ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مجرد وقوف عرفہ
 سے کوئی شخص حاجی نہیں ہو جاتا، بلکہ اس کے مہتمم بالشان ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

آپ کی وفات ۲۲ شوال ۳۵۴ھ (۲) [۹۶۵ء] کو جمعہ کے روز ہوئی، بہت سی تصانیف ان کی یادگار
 میں مشہور ہیں، من جملہ ان کے کتاب تاریخ الثقات ہے جو رائج ہے اور کثرت سے ملتی ہے، اور اس کے
 حوالے بھی نقل کر لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح کتاب الضعفاء بھی متداول ہے۔

ازاں جملہ علل حدیث الزہری، علل حدیث مالک، ما انفرادہ اهل المدينة من
 الشاميين، ما انفرادہ به المكيون، ما انفرادہ به اهل العراق، ما انفرادہ به اهل خراسان، اور ایک معجم
 ہے جو شہروں کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے اور ایک کتاب مناقب امام مالک میں، اور ایک مناقب امام
 شافعی میں اور کتاب ہے جو انواع العلوم وأوصافها کے نام سے موسوم ہے۔ اور اس کی تین جلدیں
 ہیں اور ایک کتاب ہے جو ”الهدایہ الی علم السنن“ کے نام سے موسوم ہے، ان کے علاوہ اور بھی
 تصانیف ہیں۔ (۳)

صحیح حاکم ☆

اسی کو مستدرک حاکم بھی کہتے ہیں، یہ کتاب مشہور و معروف ہے، اس کتاب کے خطبہ میں اس کی
 تالیف کا سبب اس طرح بیان کیا ہے:

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱۳۵/۳ - [۱۲۷/۳، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱۳۵/۳ - [تذکرہ میں ۲۲ شوال کی صراحت موجود نہیں ہے۔ ۱۲۷/۳، نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۹۵/۱۶ -

☆ مستدرک حاکم ۳۳۴ھ میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی، [تاریخ التراث العربی علوم الحدیث جلد اول،
 جزء اول، ص: ۴۵۵] بعد ازاں دار المعرفۃ بیروت نے بھی اس کی طباعت کا بیڑہ اٹھایا جس کی پہلی جلد ۱۳۳۵ھ
 اواخر جمادی الثانیہ میں چھپی۔

وقد نبغ في عصرنا هذا جماعة من المبتدعة يشمتون برواة الآثار بأن جميع ما يصح عندكم من الحديث لا يبلغ عشرة آلاف حديث، وهذه الأسانيد المجموعة المشتملة على ألف جزء أو أقل أو أكثر منه كلها سقيمة غير صحيحة.

[وقد] سألتني جماعة من أعيان أهل العلم بهذه المدينة وغيرها أن أجمع كتابا يشتمل على الأحاديث المروية بأسانيد يحتج محمد بن إسماعيل ومسلم بن الحجاج بمثلها ا ذ لا سبيل إلى إخراج مالا علة له، فإنهما رحمهما الله لم يدعيا ذلك لأنفسهما.

[وقد خرج] جماعة من علماء عصرهما ومن بعدهما عليهما أحاديث قد أخرجها وهي معلولة، وقد جهدت في الذب عنهما في المدخل ا لى الصحيح بمرضيه أهل الصنعة وأنا أستعين الله تعالى على إخراج أحاديث رواها ثقات قد احتج بمثلها الشيخان رضي الله عنهما أو أحدهما هذا شرط الصحيح عند كافة فقهاء أهل الاسلام^(۱) إن الزيادة في الأسانيد والمتون من الثقات مقبولة. والله المعين على ما قصده وهو حسبي ونعم الوكيل.

اور ہمارے اس زمانے میں مبتدعین کی ایک اور جماعت پیدا ہوئی ہے جو حدیث کے راویوں پر یہ کہہ کر سب و شتم کرتی ہے کہ کل وہ حدیثیں جو تمہارے نزدیک صحت کو پہنچ چکی ہیں وہ دس ہزار سے زیادہ نہیں ہیں اور یہ اسانید جمع کی گئی ہیں اور ہزاروں جزویاً کم بیش پر مشتمل ہیں وہ سب سقیم اور غیر صحیح ہیں۔ اور مجھ سے اس شہر کے عالموں کی ایک ممتاز جماعت نے یہ خواہش کی کہ میں ایک ایسی جامع کتاب لکھوں

(۱) مستدرک ۳/۱۔ إن الزيادة سے ونعم الوكيل تک کی عبارت ڈاکٹر محمد اکرم ندوی کے نسخہ میں نہیں ہے، جب کہ یہ عبارت فارسی کے اصل نسخہ اور اردو نسخوں میں موجود ہے، فارسی نسخہ ص: ۲۱، اردو نسخہ ص: ۷۰، نوید]

کہ جس میں وہ حدیثیں جمع کی جائیں جن کی سی سندوں سے امام بخاری اور امام مسلم نے استدلال کیا ہو، اس وجہ سے کہ جو سند علت قادحہ سے خالی ہو اس کے نکال ڈالنے کی کوئی صورت نہیں، کیونکہ ان دونوں بزرگوں نے اپنے متعلق یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا۔ ادھر ان دونوں کے معاصرین اور ان کے بعد آنے والے علماء کی ایک جماعت نے چند ایسی احادیث کی تخریج کی تھی جن کا اخراج ان دونوں نے کیا تھا، اس وجہ سے وہ حدیثیں معلول تھیں، تو میں نے ایسی احادیث کی جانب سے مدافعت کرنے میں اپنی اس کتاب کے اندر جس کا نام ”المدخل إلى الصحيح بمارضیہ أهل الصنعة“ ہے پوری کوشش کی، اور میں اللہ سے ایسی احادیث کے اخراج پر جن کے رواۃ ایسے ثقہ ہوں جن سے شیخین بھی استدلال کر سکتے ہوں، امداد کا طالب ہوں، اور تمام فقہائے اسلام کے نزدیک اسانید و متون میں ثقات کی زیادتی مقبول ہے، اور اللہ ہی اس چیز پر مددگار ہے جس کا میں نے قصد کیا ہے اور وہ کافی ہے اور اچھا وکیل ہے۔

اس کے بعد کتاب الایمان سے آخری ابواب تک حدیث کو اپنی سند سے بیان کیا ہے، لیکن خطیب بغدادی نے ان کے حال میں لکھا ہے ”کان الحاکم ثقة و کان یمیل الی التشیع“^(۱) یعنی حاکم ثقہ تھے اور تشیع کی جانب میلان رکھتے تھے، اور بعض علماء نے ان کے تشیع کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فضیلت دیتے تھے، اور اسلاف میں سے بھی ایک جماعت کا یہ مذہب تھا، مستدرک کی بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں جن کو انہوں نے ایسا صحیح بتایا ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیثیں، مگر بڑے بڑے عالموں نے ان کا تخطیہ کر کے اس کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ منجملہ ان کے حدیث الطیر^(۲) ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں مشہور و معروف ہے۔^(۳) اور اسی واسطے ذہبی نے فرمایا ہے کہ جب تک میری تعقیبات و تلخیصات کو نہ دیکھے، اُس وقت تک کسی کو جائز

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲۴۳/۳ - [۲۳۰/۳، نور]

(۲) المستدرک ۲۱/۲ - ۱۲۰ وقال الذهبی: طلحة [راو فی اسنادہ] لیس بعمدة.

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۲۴۵/۳ - [۲۳۱/۳، نور]

نہیں کہ حاکم کی تصحیح پر مغرور ہو جائے، اور یہ بھی فرمایا کہ مستدرک میں بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں جو شرط صحت پر نہیں ہیں۔ بلکہ بعض احادیث موضوعہ بھی درج ہیں جن کی وجہ سے تمام مستدرک معیوب ہو گئی۔ البتہ حدیث الطیر کے بہت طرق ہیں جن کو ذہبی نے ایک جدار سالہ میں جمع کیا ہے ان تمام طرق سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ فی الجملہ حدیث کی کچھ اصلیت ہے۔^(۱)

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حاکم کے زمانے میں چار شخص مملکت اسلام میں چوٹی کے محدثین شمار ہوتے تھے، دارقطنی بغداد میں، حاکم نیشاپور میں، ابو عبد اللہ بن مندہ^(۲) اصفہان میں، اور عبد الغنی^(۳) مصر میں۔ محققین اہل حدیث نے ان چاروں میں یہ نسبت بیان کی کہ دارقطنی معرفت علل حدیث میں ممتاز اور مستثنیٰ تھے۔ اور حاکم کو فن تصنیف اور ترتیب میں دخل تام حاصل تھا،^(۴) اور ابن مندہ کثرت حدیث اور معرفت واسعہ میں فضیلت رکھتے تھے، اور عبد الغنی کو اسباب کی معرفت میں تبحر حاصل تھا۔ حاکم کی

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۴۵- [۳/۲۳۱، نور]

(۲) ابو عبد اللہ بن مندہ: ابو عبد اللہ محمد بن ابو یعقوب اسحاق بن حافظ ابو عبد اللہ محمد بن ابو زکریا یحییٰ بن مندہ آپ کا پورا نام ہے۔ ۳۱۰ھ [۲۳-۹۲۲ء] میں ان کی ولادت ہوئی، اپنے والد، ابو سعید بن اعرابی، ابو العباس اصم سے شرف تلمذ حاصل کیا، حاکم، ابو نعیم اصفہانی، تمام بن محمد رازی وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے سترہ سو شیوخ سے استفادہ کیا ہے، ان کی وفات آخر ماہ ذی قعدہ ۳۹۵ھ [۱۰۰۵ء] میں ہوئی۔ ابو نعیم اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ابن مندہ حافظ حدیث ہیں اور محدثین کی اولاد میں سے ہیں، لیکن آخری عمر میں ان کو اختلاط ہو گیا تھا۔ تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۹-۲۳۵۔ [۳/۲۴-۲۲۰، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۸-۴۳۔ شذرات الذهب ۳/۱۴۶۔

(۳) عبد الغنی بن سعید: عبد الغنی بن سعید بن علی بن سعید بن بشر بن مروان ازدی مصری، آپ کا نام ہے۔ آپ کی پیدائش ۳۳۲ھ [۴۴-۹۲۳ء] میں ہوئی۔ عثمان بن محمد سمرقندی، احمد سیرانی اور ابو الحسن دارقطنی سے آپ نے حدیثیں اخذ کیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حافظ محمد بن علی صوری، اور قاضی ابو عبد اللہ قضاہی وغیرہ ہیں۔ آپ حافظ حدیث تھے۔ عتقی کہتے ہیں کہ عبد الغنی اپنے زمانہ میں علم حدیث اور حفظ حدیث میں منصب امامت پر فائز تھے۔ انہوں نے ان کو ثقہ اور مامون کہا ہے۔ برقانی کہتے ہیں کہ جب دارقطنی مصر سے لوٹے تو میں نے ان سے پوچھا کہ راستہ میں کوئی اہل علم ملا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس لیے سفر میں صرف ایک نوجوان مصر میں ملا، جس کا نام عبد الغنی تھا۔ گویا کہ وہ آگ کا شعلہ تھا، پھر اس کی تعریف کے پل باندھنے لگے۔ ۷ صفر ۴۰۹ھ [۱۰۱۸ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۳/۵۱-۲۵۰۔ [۳/۳۸-۲۳۵، نور] سیر اعلام النبلاء

۱۷/۲۶۸-۷۳۔ وفيات الاعیان ۳/۲۴-۲۲۳۔ [۲/۷-۲۰۶، نور] شذرات الذهب ۳/۱۸۸-۸۹۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۴۷۔ [۳/۲۳۳، نور] طبقات الشافعیۃ الكبرى ۴/۱۵۹-۶۰۔

[۲/۴۴۶۔ تحقیق شدہ: مصطفیٰ عبدالقادر احمد عطا، مطبع: دارالکتب العلمیۃ بیروت: لبنان]

تصانیف اس قدر زیادہ ہیں کہ تقریباً ہزار جزؤ تک پہنچتی ہیں، ان سب میں عمدہ ”معرفة علوم الحدیث“ ہے، یہ کتاب نافع اور مفید ہے۔ اور اس کتاب کی نوع عالی میں جو سب سے اول نوع ہے یہ بیان کیا ہے۔

وأقرب ما يصح لأقراننا من الأسانيد بعدد الرجال ما حدثونا عن أحمد بن شيبان الرملي وغيره قالوا حدثنا سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن ابن عمرو، عن الزهري عن أنس بن مالك، وعن عبيد الله بن أبي يزيد عن ابن عباس، وعن عبد الله بن دينار عن ابن عمر، وعن زياد بن علاقة عن جرير، فهذه الأسانيد لابن عيينة صحيحة ومن رسول الله صلى الله عليه وسلم قريبة.

اور ہمارے معصروں کی جو سندیں رجال کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریب ہیں وہ یہ ہیں: احمد بن شیبان رملی وغیرہ، سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ [۱] عمر بن دینار سے اور وہ حضرت ابن عمر سے [۲] سفیان بن عیینہ زہری سے اور وہ حضرت انس بن مالک سے [۳] سفیان بن عیینہ عبید اللہ بن ابی یزید سے اور وہ حضرت ابن عباس سے [۴] سفیان بن عیینہ عبد اللہ بن دینار سے اور وہ حضرت ابن عمر سے [۵] سفیان بن عیینہ زیاد بن علاقہ سے اور وہ حضرت جریر بجلی سے۔ سفیان بن عیینہ کی یہ سب سندیں صحیح ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہیں۔

ان کی تصانیف میں سے تاریخ نیشاپور، کتاب مزکی الأخبار اور کتاب المدخل لی عد الصحیح ہیں، ایک کتاب، الا کلیل ہے، یہ کتاب بھی بہت مفید ہے اور مفسر کو اس کی سخت ضرورت ہے، ان کی ایک کتاب امام شافعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل میں بھی ہے۔^(۱) تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ ان کی تصانیف ایک ہزار پانچ سو جزو کے قریب پہنچی ہیں۔^(۲) وہ اگرچہ دوسرے علوم

(۲) وفیات الاعیان ۴/۲۸۰- [۲/۳۶۴، نور]

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۷۰-

میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ مگر علم حدیث میں زیادہ مشغول رکھنے کی وجہ سے اسی فن میں زیادہ مشہور ہو گئے تھے۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور نام و نسب یہ ہے: محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمد بن نعیم الضحیٰ اور ان کو طہمانی بھی کہتے تھے۔ یہ نسبت جدی ہے یعنی اجداد میں سے کسی کا نام طہمان تھا اس کی طرف نسبت کی گئی ہے، یہ نیشاپور کے رہنے والے ہیں۔ اپنے زمانہ میں ابن ابی عمیر کے ساتھ مشہور تھے۔^(۱)

لفظ بیع باء۔ کے زبر او یا مشدودہ کے زیر سے ہے، ہندی لغت میں بیع بیوپاری کو کہتے ہیں ان کی پیدائش ۳۲۱ھ [۹۳۳ء] ماہ ربیع الثانی[☆] میں ہوئی۔^(۲)

ان کے باپ اور ماموں کی تاکید بھی ان فن کی تحصیل کے لئے زیادہ تھی، اور وہ اہتمام کے ساتھ اس فن کی طرف ان کو ترغیب دیتے تھے۔

چنانچہ انہوں نے خراسان اور ماوراء النہر اور دیگر بلاد اسلام میں گشت کر کے دو ہزار شیوخ سے حدیث کی سند حاصل کیا۔ ان کے والد امام مسلم کے دیکھنے والوں میں تھے،^(۳) اور وہ خود اپنے باپ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم، ابو عبد اللہ بن یعقوب بن الاخرم^(۴)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/۳ - [۲۲۷/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۶۲ - [۱۷/۱۶۳، نور] وفيات الاعیان ۴/۲۸۰ - [۲/۳۶۴، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۴۴۲ - [تذکرہ میں بیع کے اعراب کی وضاحت نہیں ہے، نیز ماہ ولادت ربیع الاول ہے۔ ۲۲۷/۳، نور] وفيات الاعیان ۴/۲۸۰ - [۲/۳۶۴، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۴۴۲ - [۲۲۷/۳، نور]

(۴) ابو عبد اللہ الاخرم: ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب بن یوسف شیبانی، نیشاپوری، آپہ ابن اخرم کے نام سے مشہور ہیں، پہلے ابن کرمانی کے نام سے مشہور تھے۔ ۲۵۰ھ [۶۵-۸۶۳ء] میں پیدا ہوئے۔ اور جمادی الاخریٰ ۳۳۳ھ [۵۶-۹۵۵ء] میں وفات پائی، یحییٰ بن محمد زہلی، محمد بن عبد الوہاب فراء، محمد بن نصر مروزی وغیرہ سے حدیثیں سنیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ابو عبد اللہ ابن مندہ، حاکم، حسان بن محمد وغیرہ ہیں، وہ اس فن کے امام تھے، انہوں نے صحیحین پر مستخرج تصنیف کی، علل اور رجال کی بحثوں میں انہوں نے عمدہ کلام کیا ہے، حاکم کہتے ہیں کہ ابن شرقی کے بعد موصوف ہی ہمارے شہر میں اہل حدیث کے سرخیل تھے۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۳/۸۱-۸۲ - [۷۸-۷۶، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۷۰-۷۶ - شذرات الذهب ۲/۳۶۸۔

☆ صحیح ربیع الاول ہے۔

ابوالعباس بن محبوب^(۱) ابو عمرو عثمان بن سماک اور ابو علی حافظ نیشاپوری^(۲) جو اپنے زمانہ کے حافظ حدیث تھے۔ اور ان کے ماسوا اس فن کے بڑے بڑے عالموں سے اس فن کو حاصل کیا۔^(۳) اور دارقطنی و ابو ذر ہروی^(۴) (جو بخاری کے راویوں میں ہیں) ابو یعلیٰ خلیلی، ابو القاسم قشیری، اور بیہقی اور اس صفت کے ساتھ جو دوسرے استاد متصف ہیں ان سے روایت کرتے ہیں۔^(۵) چونکہ وہ عہدہ قضا پر مامور تھے، اس وجہ سے ان کا لقب حاکم پڑ گیا تھا،^(۶) ان کی وفات عجیب طور پر واقع ہوئی، ایک روز حمام میں غسل کی

(۱) ابوالعباس بن محبوب: ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب بن فضیل مجبونی، مروزی۔ امام ترمذی کی جامع کے خود ان سے راوی ہیں۔ انہوں نے سعید بن مسعود، فضل بن عبد الجبار باہلی، وغیرہ سے حدیثیں سماعت کیں ان سے احادیث روایت کرنے والوں میں ابو عبد اللہ ابن مندہ، حاکم، عبد الجبار وغیرہ ہیں۔ ۲۶۵ھ [۷۹-۸۷۸ء] میں سولہ سال کی عمر ہی سے امام ترمذی کی صحبت میں رہے۔ ان کی وفات رمضان ۳۳۶ھ [۹۵۷ء] میں ہوئی۔ حاکم بیان کرتے ہیں کہ ان کی سماعت صحیح ہے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۵/۵۳۷- شذرات الذهب ۲/۳۷۳۔

(۲) ابو علی نیشاپوری: ابو علی حسین بن علی نیشاپوری حدیث کے بڑے عالموں میں سے ایک ہیں۔ ابن خزیمہ، حسن بن سفیان، نسائی، ابو یعلیٰ موصلی، وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ابن مندہ، حاکم، ابو طاهر محمش وغیرہ ہیں۔ ان کی پیدائش ۲۷۷ھ [۸۹۰-۹۱ء] میں ہوئی، اور وفات جمادی الاولیٰ ۳۳۹ھ [۹۶۰ء] میں ہوئی۔ حاکم کہتے ہیں کہ حفظ، اتقان، ورع اور تصنیف و تالیف وغیرہ میں اپنے زمانہ کے یگانہ تھے۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۱۹/۳-۱۱۷- [۱۳/۳-۱۱۰، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۵۹-۵۱۔ تاریخ بغداد ۸/۷۲-۷۱۔ شذرات الذهب ۲/۳۸۰۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۴۲- [۳/۲۲۷، نور]

(۴) ابو ذر ہروی: ابو ذر ہروی امام و حافظ حدیث تھے، ان کا نام عبد بن احمد بن محمد بن عبد اللہ انصاری ماکی تھا۔ شیخ الحرم تھے، صحیح بخاری کو مستملی، جموی اور کشمینی تینوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ابو الحسن دارقطنی، ابو الفضل محمد بن عبد اللہ بن حمیدویہ اور بشر بن محمد مزنی سے حدیثیں سماعت کیں۔ ان سے حدیث بیان کرنے والوں میں قاضی ابوالولید باجی، عبد اللہ بن حسن تینسی وغیرہ ہیں۔ مکہ میں اپنے شیوخ کی ایک مجتم تالیف کی۔ ان کی کئی تصانیف ہیں۔ ان کی ولادت تقریباً ۳۵۵ھ [۹۶۵ء] میں ہوئی۔ خطیب کہتے ہیں کہ وہ ثقہ دیندار اور تام الضبط تھے۔ شوال ۳۳۳ھ [۱۰۴۳ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰۳-۳۰۱- [۳/۸۸-۲۸۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۶۳-۵۵۴۔ تاریخ بغداد ۱۱/۱۴۱- شذرات الذهب ۳/۲۵۴۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۴۳- [۳/۲۲۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۶۵۔

(۶) وفيات الاعیان ۴/۲۸۱- [۲/۳۶۴، نور]

غرض سے تشریف لے گئے، فراغت کے بعد وہاں سے نکلے تو ایک آہ کھینچی اور جاں بحق ہو گئے، [اس وقت صرف] تہ بند بندھا ہوا تھا، کپڑے بھی نہیں پہنے تھے، یہ واقعہ ماہ صفر ۴۰۵ھ [۱۰۱۴ء] میں ہوا۔
 (۱) انتقال کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا تو یہ فرما رہے تھے کہ میں نے نجات پائی، دیکھنے والے نے دریافت کیا کہ کس سبب سے؟ تو جواب دیا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر سے۔ ذہبی نے تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ابوسعید مالینی [☆](۲) نے ان کی کتاب کے بارے میں حد سے زیادہ تجاوز کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ میں نے مستدرک اول سے آخر تک تک دیکھا ہے، مگر ایک حدیث بھی بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق، نہ پائی، مگر انصاف یہ ہے کہ بہت سی حدیثیں ان دونوں بزرگوں یا دونوں میں سے ایک کی شرط کے مطابق پائی جاتی ہیں۔ بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ بقدر نصف کتاب کے اس قسم سے ہو اور چوتھائی کے بقدر ایسی ہو کہ بظاہر اس کا اسناد درست ہے، لیکن ان دونوں کی شرط کے مطابق نہیں ہے، اور باقی ربع کے بقدر واہیات اور منکرات بلکہ محض موضوعات سے پر ہے۔ ^(۳) چنانچہ میں نے تلخیص ذہبی میں جو اسی کتاب کے اختصار میں ہے لوگوں کو اس پر مطلع کر دیا ہے۔

اسی وجہ سے علماء حدیث نے بیان کر دیا ہے کہ حاکم کی مستدرک پر، تلخیص ذہبی کے دیکھے بغیر اعتماد

نہ کرنا چاہئے۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۴۸ - سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۷۳ - طبقات الشافعیۃ الكبرى ۴/۱۶۱ -

[۲/۴۴۷، نور]

(۲) ابوسعید مالینی: ابوسعید احمد بن محمد بن احمد انصاری، ہروی، مالینی، صوفی، طاؤس الفقراء کے نام سے جانے جاتے ہیں، اکابر صوفیاء میں ان کا شمار ہوتا ہے، ۴۰۹ھ [۱۹-۱۰۱۸ء] میں ان کی وفات ہوئی، اسماعیل بن نجید، ابوالشیخ، ابوبکر قطعی، فضل بن جعفر تمیمی وغیرہ سے حدیثیں بیان کی ہیں۔ انہوں نے مسانید کبار سے خوب استفادہ کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں بیہقی، خطیب، اور ابوعبداللہ قضاوی وغیرہ ہیں۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۷۱ - [۳/۵۷-۲۵۶، نور] سیر اعلام النبلاء

۱۷/۳۰۳-۳۰۱ - تاریخ بغداد ۴/۳۷۱-۷۲ - طبقات الشافعیۃ الكبرى ۴/۶۰-۵۹ - [۲/۳۸۱، نور]

شذرات الذهب ۳/۱۹۵ - سن وفات ۱۲۴ صحیح ہے اور یہی شذرات میں مذکور ہے۔ نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۷۵ - طبقات الشافعیۃ الكبرى ۴/۱۶۵ - [۲/۵۰-۴۹، نور]

☆ صحیح لفظ ابوسعید مالینی ہے۔

کتاب مستخرج

☆ علی صحیح مسلم لابی نعیم الاصفہانی

اس کے شروع میں کتاب الایمان ہے اور اول میں یہ حدیث جبرئیل ہے:

حدثنا أحمد بن يوسف خلاد قال، حدثنا الحارث بن أبي أسامة قال:

حدثنا أبو عبد الرحمن بن يزيد المقرئ وحدثنا أبو علي بن الصواف قال:

حدثنا بشر بن موسى قال: حدثنا أبو عبد الرحمن المقرئ قال: حدثنا

كهمس بن الحسن عن عبد الله بن بريدة الأسلمي عن يحيى بن عمر

القرشي قال: كان من أول من قال بالقدر، معبد الجهني بالبصرة

فانطلقت أنا وحميد بن عبد الرحمن الحميري حجاجا إلى آخر الحديث

المذكور في أوائل صحيح مسلم. (۱)

عبداللہ بن بریدہ سلمی بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن یحییٰ بن یحییٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ

سب سے پہلے مقام بصرہ میں معبد جہنی نے قدر کے بارے میں کچھ کہا تھا، اس کو سن

کر میں اور حمید بن عبد الرحمن حمیری حجاج کے پاس گئے۔ اس کے بعد وہ حدیث پوری

نقل کی جو صحیح مسلم کے شروع میں ہے۔

ان کا نام و نسب یہ ہے:

احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن (وائل بن) مہران اصفہانی، صوفی۔ (۲)

یہ ۳۳۶ھ [۲۸-۹۴۷ء] میں پیدا ہوئے۔ (۳) چھ سال کی عمر میں مشائخ عمدہ نے بطریق تبرک

(۱) دیکھئے: المستخرج علی صحیح مسلم، ص: ۹۹، مسلم نے کتاب الایمان کے شروع میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

(۲) وفيات الاعيان ۹۱/۱- [۵۴/۱، نور] تذكرة الحفاظ ۲۹۱/۳- [۲۷۵/۳، نور] سير اعلام النبلاء

۴۵۳/۱۷- [۵۴/۱۷-۴۵۳، نور]

(۳) تذكرة الحفاظ ۲۹۱/۳- [۲۷۵/۳، نور]

☆ یہ کتاب محمد حسن محمد حسن (محمد فارس) کی تحقیق سے دارالکتب العلمیہ بیروت سے ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء میں سنائی ہوئی۔

☆ اصل فارسی میں ”شش و صدی و شش“ ہے۔

ان کو حدیث کی اجازت دے دی، جن مشائخ نے ان کو اجازت دی تھی ان میں سے ابو العباس اصم، خیشمہ بن سلیمان طرابلسی، (۱) جعفر خلدی (۲) اور شیخ عبداللہ بن عمر بن شوذب (۳) بھی ہیں۔ اور یہ ابو نعیم اس خصوصیت کے ساتھ متفرد ہیں۔ (۴) اس کے بعد جب جوان ہو گئے تو بڑے بڑے مشائخ سے سماع کیا۔ اور جو تخم ان کی زمین استعداد میں لڑکپن سے ڈالا گیا تھا وہ جم کر بار آور ہوا،۔ نیز طبرانی، ابوشیخ، جعابی، (۵)

(۱) خیشمہ بن سلیمان: خیشمہ بن سلیمان بن حیدرہ قرشی، طرابلسی ان کا نام اور کنیت ابو الحسن تھی۔ انہوں نے عراق حجاز اور یمن کا سفر کر کے حدیثیں جمع کیں اور کتابیں لکھیں۔ ۲۵۰ھ [۶۵-۸۶۳ء] میں ان کی ولادت ہوئی، ابو عتبہ احمد بن فرج حجازی، صاحب بقیہ ابن عیینہ کے شاگرد محمد بن عیسیٰ بن حبان مدائنی، ابراہیم بن عبداللہ قصار اور محمد بن عوف طائی کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ تمام رازی اور ابو عبداللہ بن مندہ ان سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ اور آخری شخص جنہوں نے ان سے بلا جازہ روایت کی وہ حافظ ابو نعیم ہیں۔ خطیب بغدادی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ انہوں نے صحابہ کے فضائل و مناقب جمع کئے تھے۔ ۳۳۳ھ [۹۵۵ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۴/ ۷۶-۷۵۔ [۳/ ۷۲-۷۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/ ۱۶-۱۲۔ شذرات الذهب ۲/ ۳۶۵۔

(۲) جعفر خلدی: ابو محمد جعفر بن محمد بن نصیر بغدادی، خلدی، امام و محدث اور مشائخ صوفیہ میں سے ہیں، انہوں نے حارث بن ابواسامہ، ابو مسلم کجی وغیرہ سے کسب فیض کیا، اور ابو الحسنین نوری اور جنید کی صحبت میں رہے، ان سے روایت کرنے والوں میں حاکم، حسین غھزاری اور ابو علی بن شاذان وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات ۳۳۸ھ [۶۰-۹۵۹ء] میں ہوئی۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۱۵/ ۶۰-۵۵۸۔ تاریخ بغداد ۷/ ۳۱-۲۲۶۔ شذرات الذهب ۲/ ۳۷۸۔

(۳) عبداللہ بن عمر بن شوذب: ابو محمد عبداللہ بن عمر بن احمد بن علی بن شوذب واسطی محدث و مقبری تھے، آپ نے شعیب بن ایوب، محمد بن عبداللہ دیقی، صالح بن یثم جیسے کبار علماء کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے، ان سے روایت کرنے والوں میں منصور بن عبداللہ، ابوبکر بن لال، ابو عبداللہ بن مندہ، ابن جمیع صیداوی، اور کئی لوگ ہیں۔ ۲۲۹ھ [۶۲-۸۶۳ء] میں آپ پیدا ہوئے، اور ۳۳۲ھ [۹۵۳-۵۴ء] میں دارفانی سے دار ابدی کی طرف کوچ کر گئے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۱۵/ ۴۶۶۔ العبر ۲/ ۲۵۹۔ [۲/ ۶۴، نور] شذرات الذهب ۲/ ۳۶۲۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۲۹۱۔ [۳/ ۲۷۵، نور]

(۵) ابوبکر جعابی: حافظ ابوبکر محمد بن عمر بن تمیمی، بغدادی، ابن جعی، موصل کے قاضی تھے، صفر ۲۸۴ھ [۸۹۷ء] میں پیدا ہوئے، محمد بن یحییٰ مروزی، ابو خلیفہ، فضل بن حباب اور جعفر محمد بن فریابی، سے انہوں نے حدیثیں سنیں۔ ابو علی نیشاپوری بیان کرتے ہیں کہ ہمارے مشائخ میں ابن عبدان اور ہمارے ساتھیوں میں ابوبکر جعابی سے اچھا حافظ حدیث میں نے نہیں دیکھا، ابو الحسن دارقطنی، ابن مندہ، حاکم، قاضی ابو عمر ہاشمی بصری، کے علاوہ کئی لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ جن میں حافظ ابو نعیم نے سب سے اخیر میں وفات پائی۔ رجب ۳۵۵ھ [۹۱۲ء] میں بغداد میں رحلت فرمائی۔ تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۴۱-۱۳۹۔ [۳/ ۳۳-۱۳۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/ ۸۸-۹۲۔ تاریخ بغداد ۳/ ۲۶-۳۱۔ شذرات الذهب ۳/ ۱۷۔

ابوعلیٰ ☆ بن صواف، (۱) ابوبکر آجری (۲) ابن خلاد نصیبی (۳) اور فاروق بن عبدالکریم خطابی ☆ (۴) سے استفادہ تامہ کیا۔ (۵) اس کے بعد شیخوخت اور افادہ کے مرتبہ کو پہنچے تو فن حدیث کے حفاظ عجز و نیاز کے ساتھ در دولت پر حاضر ہو کر فائدہ حاصل کر کے مرتبہ علیا پر پہنچ گئے، ان کے اسانید بلند ہونے اور وفور حفظ

(۱) ابوعلیٰ صواف: محمد بن احمد بن حسن بغدادی، محدث تھے، محمد بن اسماعیل ترمذی، اسحاق حربی، عبداللہ بن احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ اور جعفر فریبانی وغیرہ سے انہوں نے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں برقانی، حافظ ابو نعیم وغیرہ ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں میں نے ان جیسا عالم نہیں دیکھا۔ شعبان ۳۵۹ھ [۶۷۰ء] میں وفات پائی، ۸۹ سال کی عمر تھی۔

سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۸۴-۸۶-۱۔ تاریخ بغداد ۱/۲۸۹۔ شذرات الذهب ۳/۲۸۔

(۲) ابوبکر آجری: ان کا پورا نام ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ بغدادی آجری ہے، انہوں نے ابو مسلم کجی، محمد بن یحییٰ مروزی، جعفر بن محمد فریبانی، موسیٰ بن ہارون، القاسم بغوی، ابن ابی داؤد اور ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت سے کسب فیض کیا۔ ابوالحسین بن بشران، مقرئ ابو حسن حمادی اور حافظ ابو نعیم نے ان سے روایت کی ہے، ان کی کئی تصنیفات ہیں جن میں سے الشریعة فی السنة، الرؤیة، الغرباء، الأربعین وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات مکہ میں ۳۶۰ھ [۶۷۰ء] ماہ محرم میں ہوئی۔ یہ بہت نیک، پارسا اور قبیح سنت تھے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۳۳-۳۶۔ تاریخ بغداد ۲/۲۴۳۔ شذرات الذهب ۳/۳۵۔

(۳) ابن خلاد نصیبی: احمد بن یوسف بن خلاد نصیبی، بغداد میں عطر فروش تھے۔ انہوں نے محمد بن فرج ازرق، حارث بن ابواسامہ، ابراہیم بن حربی اور کئی علم و فن کے ماہرین سے استفادہ تامہ کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں دارقطنی، ابوعلیٰ بن شاذان، ابو نعیم حافظ اور کئی دوسرے رواۃ ہیں، ابو نعیم اور ابوالفتح بن ابوالفوارس نے ان کو ثقہ کہا ہے لیکن حدیث کا ان کو خاصا علم نہ تھا، البتہ خطیب کے بقول ان کی سماعت صحیح تھی، ۳۵۹ھ [۶۷۹ء] ماہ صفر میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۶/۶۹-۷۰۔ تاریخ بغداد ۵/۲۱-۲۲۰۔ شذرات الذهب ۳/۲۸۔

(۴) ابن عبدالکبیر خطابی: فاروق بن عبدالکبیر بن عمر خطابی، بصری۔ ابو حفص ان کی کنیت ہے۔ انہوں نے ہشام بن علی سیرانی، ابو مسلم کجی کے علاوہ کئی لوگوں سے کسب فیض کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوبکر، محمد بن ابوعلیٰ ذکوانی، احمد بن محمد بن سقر بغدادی اور حافظ ابو نعیم کے علاوہ کئی رواۃ ہیں۔ اپنے زمانہ کی عبقری شخصیت تھے، ان کی طرف لوگ اقصائے عالم سے رخت سفر باندھ کے آتے تھے۔ سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۰-۴۱۔ العبر ۲/۳۵۷۔ شذرات الذهب ۳/۷۴۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۹۲، [۲۷۵/۳، نور]

☆ سیر میں بن صواف اور شذرات الذهب میں ابوعلیٰ صواف ہے۔ جیسا کہ فارسی نسخہ کی پہلی طباعت میں مذکور ہے۔

☆ صحیح عبدالکریم کے بجائے عبدالکبیر ہے، فارسی کی طباعت میں یہی لکھا ہے۔

اور فضیلت علم کی وجہ سے ان لوگوں کی رغبت ایک عرصہ تک ان کی جناب میں رہی۔ خطیب بغدادی ان کے خاص الخاص شاگردوں میں سے ہیں۔ ابوسعید مالینی [☆](۱) ابوصالح مؤذن ^(۲) ابوعلی حسن بن احمد حداد ^(۳) ابوسعید [☆] محمد بن محمد بن المطرز ^(۴) ابومنصور محمد بن عبداللہ شروطی اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے محدثین کو ان کی شاگردی کا فخر حاصل ہے، ^(۵) ان کی نادر و عجیب کتابوں میں سے کتاب حلیۃ الاولیاء ایسی نادر کتاب ہے جس کی نظیر اسلام میں نصیب نہیں ہوئی۔ اگرچہ صبح سے ظہر تک ان کے یہاں حدیث کا درس ہوا کرتا تھا، لیکن جب مجلس افادہ سے اٹھ کر مکان میں تشریف لے جاتے تھے تو راستہ میں بھی بقدر ایک جزء کے، آدمی ان سے پڑھ لیا کرتے تھے۔ باایں ہمہ ہرگز ملول اور تنگ دل نہ ہوتے تھے، علم حدیث میں مشغولی کی نوبت اس درجہ پر پہنچ گئی تھی کہ گویا کتابوں کا تصنیف کرنا اور حدیث کا پڑھانا ان کی غذا میں داخل ہو گیا تھا۔ ^(۶)

(۱) ان کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔

(۲) ابوصالح المؤذن: ابوصالح احمد بن عبدالملک بن علی بن احمد نیشاپوری، آپ خراسان کے محدث تھے۔ طریقت، افادے اور احادیث جمع کرنے میں اپنے زمانہ کے یکتائے روزگار تھے۔ انہوں نے کئی لوگوں سے حدیثیں سماعت کیں، عبدالقادر بن اسماعیل نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابوصالح مؤذن، بڑے محدث اور صوفی تھے، ان جیسا حافظ قرآن میں نے نہیں دیکھا، کئی علماء حدیث سے حدیثیں سنیں اور شیوخ و ابواب کی ترتیب پر جمع کیں، اور کئی سالوں تک ثواب کی نیت سے اذان دیتے رہے۔ رمضان ۴۷۰ھ [۱۰۷۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ ۳/۵۷-۳۵۰۔ [۳۸/۳-۳۳۵، نور]

(۳) ابوعلی حداد: حسن بن احمد بن حسن بن محمد بن علی اصہبانی، آپ کا نام ہے، ان کی تاریخ پیدائش شعبان ۳۱۹ھ [۱۰۲۸ء] ہے۔ انہوں نے حافظ ابو نعیم، ابوسعید صفار اور محمد بن عبدالرزاق بن ابوالشیخ سے حدیثیں سنیں، ان سے حدیثیں روایت کرنے والوں میں سلفی، ابو موسیٰ مدینی وغیرہ ہیں، سمعانی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ اور صدوق تھے، اہل علم، اہل قرآن اور اہل دین میں ان کا شمار ہوتا ہے امام مقرئ، مجود، محدث تھے۔ ۵۱۵ھ [۱۱۲۲ء] میں مالک حقیقی سے جا ملے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۹/۳۰۳-۰۷۔ شذرات الذهب ۴/۴۷۔

(۴) ابوسعید مطرز: ابوسعید محمد بن احمد اصہبانی، مطرز اصہبان کے صاحب مسند تھے۔ انہوں نے حافظ ابو نعیم اور کئی لوگوں سے روایت سنی اور علم حاصل کیا ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابوطاہر سلفی کے علاوہ کئی لوگ ہیں۔ سمعانی نے انہیں ثقہ اور صالح کہا ہے۔ ۳۱۱ھ [۱۰۲۰-۲۱ء] میں ان کی ولادت ہوئی، اور ۵۰۳ھ [۱۱۱۰ء] میں انتقال کر گئے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۹/۵۵-۲۵۴۔ العبر ۴/۷۔ [۳۸۵/۲، نور] شذرات الذهب ۴/۷۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۹۲- [۲۷۶/۳، نور]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۹۲- [۲۷۶/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۴۵۹۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ

۲۱/۴- [۳۵۷/۲، نور]

☆ صحیح ابوسعید ہے۔

☆ صحیح ابوسعید مالینی ہے۔

کتاب حلیۃ الاولیاء نے ان کی زندگی میں ہی اس قدر شہرت اور رواج حاصل کیا تھا کہ نیشاپور میں اس کا ایک نسخہ چار سو دینار میں خریدا گیا تھا،^(۱) اول وہ شخص جو ان کے اجداد میں سے شرف اسلام سے مشرف ہوئے مہراں تھے۔ اور وہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے غلام تھے۔^(۲) اصفہان و اصبہان کو جو سپاہان کا معرب ہے، عجم کے بعض بادشاہوں نے اپنے لشکر کے لئے تیار کر کے شہر سپاہان کے نام سے موسوم کیا تھا۔^(۳) اور بالفعل وہ عراق اور عجم کی دارالسلطنت اور اس کے مشہور شہروں میں ہے۔ ابو نعیم کی تصانیف بہت ہیں۔ منجملہ ان کے کتاب معرفة الصحابة دو جلدوں میں کتاب، دلائل النبوة کتاب، المستخرج علی البخاری، کتاب، المستخرج علی مسلم، کتاب، تاریخ اصفہان، کتاب، صفة الجنة، کتاب، الطب، کتاب، فضائل الصحابة اور کتاب، المعتقد ہیں، ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے بہت سے رسالے ان کی تصنیفات میں سے ہیں۔^(۴) بیس محرم ۳۳۰ھ [اکتوبر ۱۳۰۸ء] میں اس دارفانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔^(۵) کل چورانوے سال کی عمر ہوئی۔^(۶) اسی سال عبدالملک بن بشر^{*} بغدادی^(۶) نے جو عراق کے مستند محدث

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲۹۳/۳- [۲۷۶/۳، نور]

(۲) وفيات الاعیان ۹۱/۱- [۵۴/۱، نور]

(۳) الأنساب ۲۸۴/۱- [۷۵/۱، تقدیم و تعلیق: عبداللہ عمر البارودی، دارالبحران، بیروت: ۱۴۰۸ھ- ۱۹۸۸ء، نور]

وفیات الاعیان ۹۲/۱- [۵۴/۱، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۲۹۵/۳-

(۵) وفيات الاعیان ۹۲/۱- [۵۴/۱، نور] فارسی نسخہ میں ”ہفتاد و چہار“ (۷۴) سال مذکور ہے۔

(۶) عبدالملک بن بشران: ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بغدادی۔ عراق کے محدث اور واعظ تھے، بشران

بنو امیہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کی پیدائش شوال ۳۳۹ھ [۵۱-۹۵۰ء] میں ہوئی۔ یہ ابوبکر نجاد، ابوبکر شافعی، اور ابوبکر آجری

سے حدیثیں روایت کرتے ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں خطیب اور کتانی جیسے نامور محدثین ہیں۔ ثقہ ہیں۔ خطیب

بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ان سے حدیثیں لی ہیں، وہ ثقہ ثبت اور صالح تھے۔ ربیع الآخر ۳۳۰ھ [۳۹-۱۰۳۸ء] میں ان کی

وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۵۱/۱۷- ۵۰- ۴۵۰- [۵۲/۱۷- ۵۰، نور] تاریخ بغداد ۳۳/۱- ۴۳۲-

شذرات الذهب ۲۴۶/۳-

☆ فارسی میں ”چہار صد و سہ ہشتم محرم“ ۸ محرم مذکور ہے۔

☆ صحیح بشران ہے۔

تھے، انتقال فرمایا اور مشہور مفسر ابو عبد الرحمن اسماعیل بن احمد الحیر ی نے بھی اسی سال وفات پائی۔ ابوبکر خطیب نے ان سے بھی علم حاصل کیا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری کو تمامہ تین مجلسوں میں ان کے سامنے پڑھا۔ ابو عمران فارسی^(۱) محدث دیار مغرب بھی اسی سال واصل بحق ہوئے۔^(۲) انا لله وانا اليه راجعون۔

☆ مسند داری

یہ اصطلاح کے خلاف، مسند کے ساتھ مشہور ہو گئی۔ اس مسند کی ثلاثیات میں سب سے پہلے باب

البول فی المسجد میں یہ حدیث ہے:

أخبرنا جعفر بن عون قال أخبرنا يحيى بن سعيد عن أنس قال جاء
أعرابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم فلما قام بال في ناحية المسجد
قال فصاح به أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فكفهم عنه، ثم
دعا بدلو من ماء فصبه على بوله.^(۳)

(۱) ابو عمران فاسی: ابو عمران موسیٰ بن عیسیٰ فاسی، مالکی، کبار علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے ابوالحسن قابسی سے علم فقہ حاصل کیا، عبدالوارث بن سفیان اور سعید بن نصر وغیرہ سے اپنی علمی پیاس بجھائی، حاتم بن محمد کا بیان ہے کہ ابو عمران علم و حفظ حدیث میں لوگوں کے سب سے بڑے عالم تھے، حفظ فقہ کے ساتھ حدیث اور اس کے معانی سے بھی واقف تھے، فن قرأت کے ماہر تھے، کئی قرأتوں میں قرآن پڑھتے تھے، رجال اور جرح و تعدیل کے علم میں بھی دسترس رکھتے تھے، مغربی ممالک کے لوگوں نے ان سے خوب استفادہ کیا، کثرت روایات اور وسعت علمی میں ان سے فائق کسی عالم سے ملاقات نہیں کی، ۳۳۰ھ [۳۹-۱۰۳۸ء] میں ان کا وصال ہوا۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۷/۵۷-۵۴۵-۴۸/۱۷-۵۴۵-۵۴۵، نور [جلد ۱] المقتبس ص: ۳۸۸- [۳۳۸، نور] ترتیب المدارك ۶/۶-۷۰۲۔ شذرات الذهب ۳/۲۴۷-۴۸۔

(۲) تذكرة الحفاظ ۳/۹۶-۲۹۵- [۲۷۹/۳، نور]

(۳) سنن الدارمی ۱/۲۰۰۔ [سنن داری، تحقیق: فواد احمد زمری، خالد السبع العلمي، مکتبہ دارالایمان سہارنپور: ۲۰۵/۱، نور] اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد میں ذکر کیا ہے۔
☆ صحیح فاسی ہے۔

☆ یہ مسند سب سے پہلے مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۹۳ھ میں پتھر پر چھپی [تاریخ التراث العربی علوم الحدیث جلد اول جزء اول ص: ۲۲۰] شیخ محمد عبدالعزیز خالذی کی تخریج آیات واحادیث کے ساتھ دارالکتب العلمیہ بیروت نے ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۶ء میں شائع کیا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص دیہات کا رہنے والا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور جب وہ کھڑا ہوا تو مسجد کی ایک جانب میں پیشاب کرنے لگا، انس فرماتے ہیں کہ اس کی یہ حرکت ناگوار خلاف آداب مسجد دیکھ کر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شور و شغب مچانا شروع کیا اور اس پر لے دے کرنے لگے، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو برا بھلا کہنے سے روک دیا اور پانی کا ڈول اس پر ڈلوا کر مسجد کو پاک کروا دیا۔

ان بزرگ کا نام و نسب: عبد اللہ بن عبد الرحمن بن الفضل بن بہرام بن عبد الصمد تمیمی، داری، سمرقندی ہے، (ان کی کنیت ابو محمد ہے)، کثرت سے سفر میں رہتے تھے، اکثر بلاد اسلام کا سفر کر کے دور دراز شہروں میں گشت کر کے علم حدیث کو جمع کیا۔^(۱) مسلم بن حجاج قشیری صاحب صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، عبد اللہ، امام احمد بن حنبل کے بیٹے اور محمد بن یحییٰ ذہلی ان سے روایت کرتے ہیں۔^(۲)

عبد اللہ پسر امام احمد بن حنبل اپنے والد بزرگوار سے یہ نقل کرتے ہیں کہ خراسان میں علم حدیث کے حافظ چار شخص تھے۔ ابوزرعہ رازی، محمد بن اسماعیل بخاری، عبد اللہ بن عبد الرحمن داری سمرقندی، اور حسن بن شجاع^(۳) بلخی^(۴) جس وقت داری کی وفات کی خبر محمد بن اسماعیل بخاری کو پہنچی تو (انتہائی صدمہ سے) سر جھکا لیا، اور اشک جاری کرتے ہوئے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ پڑھنے لگے اور بے ساختہ آپ کی

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۵/۲ - [۱۰۵/۲، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۶/۲ - [۱۰۵/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۲۵/۱۲ -

(۳) حسن بن شجاع: ابو علی حسن بن شجاع بن رجاہ بلخی، انہوں نے بلخ میں مکی بن ابراہیم سے اور پھر عبد اللہ بن موسیٰ، ابو نعیم، ابوالولید طرابلسی، یحییٰ بن یحییٰ، علی بن مدینی، ابن راہویہ اور ان کے طبقے کے علماء کی شاگردی اختیار کی، انہوں نے اکثر بلاد اسلام کا سفر کر کے خوب علم حاصل کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں امام بخاری اور ابوزرعہ رازی وغیرہ ہیں، حاکم کہتے ہیں کہ ابن شجاع ائمہ حدیث میں ہیں، انہوں نے خوب اسفار کئے، اور حدیثیں جمع کیں۔ شوال ۲۲۳ھ [۸۵۹ء] میں ۳۹ سال کی عمر میں رب حقیقی سے جا ملے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۲/۹۰ - ۱۸۷ - العبر ۱/۴۴۲ - [۳۴۸/۱، نور] تہذیب

التہذیب ۲/۸۴ - ۲۸۲ - شذرات الذهب ۲/۱۰۴ - [۱۰۵/۲، نور]

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۸۸ - [۸۹/۱۲، نور]

زبان سے یہ (حسرت آمیز) شعر نکل گیا، حالانکہ بجز ان اشعار کے جو حدیث میں روایت کئے گئے ہیں آپ کبھی کوئی شعر نہیں پڑھتے تھے۔

☆ إن تبق فجمع بالأحبة كلها

وفناء نفسك لا أبالك أفجع (۱)

اگر تو زندہ رہے گا تو تمام دوستوں کی مفارقت کا درد تجھ ہی کو اٹھانا پڑے گا، مگر تیری موت کا سانحہ ان سب سے دردناک ہے۔

دارمی کی ولادت ۱۸۱ھ [۹۸-۹۷ء] (۲) میں اور وفات پنجشنبہ کو عرفہ کے روز ۲۵۵ھ [۸۶۹ء]

میں ہوئی۔ جمعہ کے روز جو یوم النحر واقع ہوا تھا دفن کئے گئے (۳) اور یہی سال عبداللہ بن المبارک کی وفات کا ہے۔ ☆ نسخہ ابوالوقت (۴) مسند دارمی میں تین ہزار پانچ سو ستاون حدیثیں مندرج ہیں، یہ حدیثیں ایک ہزار چار سو آٹھ باب میں متفرق طور پر جمع کی گئی ہیں۔

(۱) سیر اعلام النبلاء ۲۲۹/۱۲۔ تہذیب التہذیب ۲۹۶/۵۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۵/۲۔ [۱۰۵/۲، نور]۔ (۳) تہذیب التہذیب ۲۹۵/۵۔

(۴) ابوالوقت: عبدالاول بن محدث ابو عبداللہ عیسیٰ بن شعیب بن ابراہیم بن اسحاق سجزی، ہردی، مالینی آپ کا نام و نسب ہے، ۲۵۸ھ [۶۶-۱۰۶۵ء] میں ولادت ہوئی۔ عبدالرحمن بن محمد داؤدی سے ”صحیح“ اور دارمی کی کتاب کی سماعت کی۔ حصول علم کے لئے ابو عاصم، فضیل بن یحییٰ اور محمد بن ابو مسعود فارسی کی طرف رخت سفر باندھا، اور ان سے خوشہ چینی کی۔ ابن عساکر، سمعانی، ابن جوزی، عمر بن طبرز وغیرہ جیسے کبار محدثین نے ان کی شاگردی اختیار کی تھی، سمعانی کا بیان ہے کہ ابوالوقت سلیم الفطرت، متواضع، خوش اخلاق و محبت کرنے والے تھے، تواضع، صلاح، ذکر و شغل، تہجد اور خوف خدا میں نمونہ اسلاف تھے۔ شوال ۵۱۲ھ میں مالین میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۱/۲۰-۳۰۳۔ وفيات الاعیان ۲۷/۳-۲۲۶۔ [۸/۲-۱۰۷، نور] شذرات الذهب ۱۶۶/۴۔

☆ کلہم صحیح ہے جیسا کہ فارسی نسخہ میں ہے۔

☆ ترجمہ میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔ یوں ہونا چاہئے، دارمی کی ولادت ۱۸۱ھ میں ہوئی، اور یہی سال عبداللہ بن مبارک کی وفات کا ہے۔ فارسی میں ان کی وفات بروز جمعرات عرفہ کے روز اور تدفین بروز جمعہ یوم النحر کے روز لکھا ہے، شاید مصنف سے تسامح ہوا ہے، اس لئے کہ مصادر میں ان کی وفات یوم الترویہ (۸ رزی الحج) اور تدفین یوم عرفہ کے دن لکھا ہے: دیکھئے: تہذیب التہذیب ۲۹۵/۵۔ تذکرۃ الحفاظ ۱۱۵/۲ [۱۰۵/۲] تذکرہ میں کسی خاص دن کا ذکر نہیں ہے، نور]

☆ سنن دارقطنی

ان کی مسند کو بلند کرنے والی سند خماسی ہے۔ اس کتاب کے چند نسخے ہیں۔ بروایت ابن بشران^(۱) از دارقطنی، اور بروایت ابوطاہر کاتب از دارقطنی، اور بروایت توقانی، اور ان تینوں نسخوں میں بھی اختلاف اور تفاوت موجود ہے، لیکن یہ اختلاف صرف بعض راویوں کے نسب اور نسبت کی کمی اور زیادتی میں ہے، اور بعض جگہ بعض الفاظ بھی مختلف ہیں۔ اصل حدیث میں کچھ اختلاف نہیں ہے، ہر نسخہ میں حدیثیں بالاستیعاب مذکور ہیں، البتہ ”کتاب السبق بین النخیل“ ابن عبدالرحیم کے روایت کردہ نسخہ میں موجود نہیں ہے۔ اور اس کے اول سنن میں جو حدیث قلمتین موجود ہے، اس حدیث کی سندوں کے طریقوں کو کثرت اور بیحد مبالغہ سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ چون سندیں اس حدیث کی ذکر کی ہیں۔ ازاں جملہ نو سندوں میں ان الفاظ سے منقول ہے۔ ”اذا كان الماء أربعين قلنا واران میں سے اول جابر بن عبداللہ سے مروی ہے۔“^(۲) اور ان کی تضعیف بھی کی گئی ہے۔ اور باقی ابن عمر^(۳) رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

(۱) ابن بشران: ابوبکر محمد بن ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بغدادی۔ سنن دارقطنی مصنف ہی سے انہوں نے روایت کی ہے۔ انہوں نے محمد بن مظفر، ابوبکر بن شاذان وغیرہ سے حدیثیں سماعت کیں۔ ثقہ راوی ہیں، مکثرین میں شمار ہوتا ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابوبکر خطیب، ابوعلی بردانی، اور عبدالرحمن بن احمد جو سنن کے راوی ہیں۔ جمادی الاخریٰ ۳۷۳ھ [۹۳۸ء] میں پیدائش اور جمادی الاولیٰ ۴۲۸ھ [۱۰۵۶ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۶۔ [۶۱/۱۸-۶۰، نور] تاریخ بغداد ۲/۳۴۸-۴۹۔ شذرات الذهب ۲۷۸؟۔ [دار ابن کثیر دمشق۔ ط، اولیٰ ۱۴۱۰ھ-۱۹۸۹ء] [۲۷۸/۳، نور]

(۲) سنن دارقطنی ۱/۱۹۔ [بتان کے تمام نسخوں میں اسی طرح لکھا ہوا ہے، مگر سنن دارقطنی کے قدیم ہندوستانی طباعت، مرتبہ مولانا شمس الحق ڈیالوی ص: ۱۰ [مطبع فاروقی، دہلی: ۱۳۱۵ھ] اور نسخہ محققہ، مجدی بن منصور بن الشوری۔ قدم علیہ عبدالفتاح ابوعدہ۔ کے ص: ۱۹، ج: ۱، پر اس روایت کے الفاظ: اذا بلغ الماء قلتین ہے۔ اذا كان الماء کے الفاظ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں آئے ہیں، نور]

(۳) مطبوعہ سنن دارقطنی میں عبداللہ بن عمرو ہے۔ فارسی میں ابن عمر لکھا ہے، عمرو ہونا چاہئے۔
☆ ۱۳۱۰ھ میں مطبع فاروقی دہلی سے یہ کتاب شائع ہوئی۔ مجدی بن منصور بن سید الشوری کی تعلق و تخریج سے دارالکتب العلمیہ بیروت نے ۱۴۱۷ھ میں شائع کیا۔

مروی ہیں۔^(۱) اور ان میں بھی بعض روایت میں تو ”لم ینجس“ واقع ہے اور بعض میں ”لم ینجسه شیء“ آیا ہے۔ رہے دوسرے ۴۵ طرق جن میں ایک ابو ہریرہؓ بھی ہیں۔ وہ اس حدیث کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ ”ما بلغ^(۲) من الماء قلتین فمافوق ذلك لم ینجسه شیء“^(۳) اور دوسرا ابن عباس سے مروی ہے۔ یہ اس حدیث کو ان الفاظ سے ذکر کرتے ہیں ”إذا كان الماء قلتین فصاعداً لم ینجسه شیء“^(۴) اور باقی ابن عمر سے مروی ہیں جن میں بعض روایت میں تو اس طرح پر ہے، ”عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ اور بعض میں ”عن ابن عمر عن ابیہ“ اور دونوں میں یہی لفظ ہیں ”إذا كان الماء قلتین“^(۵) حاصل یہ ہے کہ یہ سب امور ان کی قوت حافظہ اور استیفاء پر دلالت کرتے ہیں۔

دارقطنی کا نام و نسب یہ ہے: علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان بن دینار بن عبداللہ، اور کنیت ابوالحسن ہے، شافعی اہل مذہب تھے اور بغداد میں جو دارقطن ہے، وہاں رہتے تھے،^(۶) یہ قاف کے ضمہ سے ہے اور بغداد کے ایک بڑے محلہ کا نام ہے۔^(۷) آپ ۳۰۶ھ [۱۹-۹۱۸ء] میں پیدا ہوئے،^(۸) ابوالقاسم بغوی^(۹)

(۱) سنن دارقطنی ۱/۲۱-۲۰۔

(۲) یعنی جب پانی بقدر دو قلوں یا اس سے زیادہ کو پہنچ جائے تو اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ [ع]

(۳) سنن دارقطنی ۱/۱۶۔ دارقطنی کے الفاظ یہ ہیں: ما بلغ الماء الخ۔

(۴) سنن دارقطنی ۱/۱۸۔ (۵) سنن دارقطنی ۱/۱۸-۹۔

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۹۹۔ [۱۸۶/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۴۹۔

(۷) وفيات الاعیان ۳/۲۹۸۔ [۱۴۲/۲، نور] (۸) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۹۹۔ [۱۸۶/۳، نور]

(۹) ابوالقاسم بغوی: ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بن مرزبان بغوی، بغدادی، اصلاً بغا کے رہنے والے تھے، لیکن بغداد کو وطن ثانی اختیار کیا تھا۔ احمد بن منبج کے نواسے ہیں۔ تاریخ پیدائش رمضان ۲۱۳ھ [۸۲۹ء] ہے، صفر سنی ہی سے اپنے چچا علی بن عبدالعزیز کے شوق دلانے سے حدیثیں سننے لگے، خوب حدیثیں لکھیں اور جدیدیات کے اجزاء بھی، احادیث کا التزام کرنے والے سبھی حضرات نے انہیں قابل احتجاج سمجھا ہے، جیسے کہ اسماعیلی برقانی، دارقطنی وغیرہ، دارقطنی فرماتے ہیں کہ بغوی ثقہ امام اور علمی رسوخ میں مثل پہاڑ کے ہیں، سب سے کم غلطی کرنے والے مشائخ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ مجتم صحابہ کی تصنیف کی، ایک سو تین سال کی عمر پائی۔ عید الفطر کی رات ۳۱۶ھ [۹۲۸ء] میں فات ہوئی۔

دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۲/۳۰۲-۰۴۔ [۷۶/۲-۲۷۳، نور]

ابوبکر بن ابی داؤد^(۱) ابن صاعد^(۲) حسین بن محاملی اور نیز دوسرے بہت سے عالموں سے حدیث کی سماعت کی^(۳) اور علاوہ بغداد کے کوفہ، بصرہ، شام، واسط، مصر اور دوسرے اسلامی شہروں کی سیر و سیاحت کی،^(۴) حاکم، عبدالغنی منذری صاحب ترغیب و ترہیب، تمام رازی صاحب فوائد مشہورہ اور ابو نعیم اصفہانی صاحب خلیۃ الاولیاء یہ سب محدثین ان کے شاگرد ہیں۔^(۵) (علم نحو و فن تجوید میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے، فن معرفت علل حدیث و اسماء الرجال میں بے نظیر اور اپنے وقت کے یگانہ تھے، چنانچہ خطیب اور حاکم اور اس فن کے دوسرے اماموں نے ان کی فضیلت کی شہادت دی ہے۔^(۶) نیز مذاہب فقہاء سے بھی باخبر تھے۔ علم ادب و شعر سے بھی خوب باخبر تھے، بیان کیا جاتا ہے کہ بہت سے شاعروں کے دیوان از بر یاد تھے۔^(۷) جوانی کے زمانہ میں اسماعیل صفار^(۸) کی مجلس میں نشست رہا کرتی تھی، ایک دن صفار

(۱) ابوبکر بن داؤد: ابوبکر عبداللہ بن ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی۔ ۲۳۰ھ [۴۵-۸۴۴ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ خلال کہتے ہیں کہ حفظ میں ابن ابی داؤد اپنے والد سے بھی بہتر ہیں۔ دارقطنی نے انہیں ثقہ کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ان سے حدیث پر کلام کرنے میں بہت تسامح ہوا ہے۔ ذی الحجہ ۳۱۶ھ [۹۲۹ء] میں وفات پائی۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۳۲۸-۳۲۔

(۲) ابن صاعد: ابو محمد یحییٰ بن محمد بن صاعد بن کاتب ہاشمی، بغدادی۔ حافظ مجود اور عراق کے محدث تھے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کے آزاد کردہ غلام تھے۔ طلب علم میں بہت ہی زیادہ سفر کرتے تھے، علل و رجال کے ماہر تھے، ۲۲۸ھ [۴۳-۸۴۲ء] میں پیدا ہوئے، احمد بن منیع، یعقوب دورق، محمد بن بشار، حسن بن عرفہ، بکار بن قتیبہ، اور امام بخاری سے فیض حدیث حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں جعی، ابن عدی کے علاوہ بہت سارے لوگ ہیں۔ کوفہ میں ذی قعدہ ۳۱۸ھ [۹۳۰ء] میں وفات پائی، خلیلی نے انہیں ثقہ کہا ہے اور حفظ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت دی ہے۔ دارقطنی نے انہیں ثقہ ثبت اور حافظ کہا ہے۔ سیر اعلام النبلاء ۱/۱۴-۵۰۷-۵۰۶۔ تاریخ بغداد ۱/۲۳۱-۳۴۔ شذرات الذهب ۲/۲۸۰۔

(۳-۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۹۹- [۸۷/۳-۱۸۶، نور]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۹۹- [۱۸۷/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱/۱۶-۴۵۱۔

(۶-۷) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۰۰- [۱۸۷/۳، نور]

(۸) اسماعیل صفار: ابوعلی اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بغدادی صفار۔ آپ عراق کے صاحب مسند تھے، ان کی ولادت ۲۲۷ھ [۶۲-۸۶۱ء] میں ہوئی۔ آپ نے حسن بن عرفہ اور محمد بن عبید اللہ بن منادی سے حدیثیں سنیں، اور ابو العباس مبرد کی صحبت میں رکھے، ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں دارقطنی، ابن مندہ، محمد بن حسین بن فضل قطان وغیرہ ہیں، دارقطنی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں۔ سخت تتبع سنت تھے، حاکم ایک راوی کے واسطے سے ان سے روایت کرتے ہیں، علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ ان کی سند عالی تھی۔ عربی ادب میں بھی مہارت حاصل تھی، شعری ذوق رکھتے تھے۔ چودہ محرم ۳۳۲ھ [۹۵۲ء] کو وفات پائی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱/۱۵-۴۴۰-۴۱۔ تاریخ بغداد ۲/۳۰۲-۰۴۔ شذرات الذهب ۲/۳۵۸۔

مذکور ان کو حدیثیں لکھوار ہے تھے، جب ایک جزو کے قریب لکھوا چکے تو صفار نے یہ کہا کہ تمہارا سماع صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ تم لکھنے میں ایسے مشغول رہتے ہو کہ حدیث کو اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ تو دارقطنی نے ان کے جواب میں یہ عرض کیا کہ جناب کو یاد ہے کہ اس وقت تک مجھ کو کتنی حدیثیں لکھوائی ہیں۔ صفار نے کہا کہ مجھے تو یاد نہیں۔ دارقطنی نے عرض کیا کہ اس وقت تک اٹھارہ حدیثیں لکھوائی ہیں، اول حدیث فلاں از فلاں تا آخر سند، علی ہذا ثانی حدیث از فلاں از فلاں الخ، اسی طرح سب حدیثوں کی سندوں کے راویوں کے نام اول سے آخر تک مع متن حدیث ان کو حفظ پڑھ کر سنائے، تمام اہل مجلس کو ان کی قوت حافظہ پر تعجب ہوا،^(۱) ایک روز دارقطنی سے یہ دریافت کیا گیا کہ تم نے اپنا جیسا بھی کوئی دوسرا شخص دیکھا ہے تو خاموش ہو رہے، اور کچھ جواب نہ دیا، صرف یہ آیت پڑھی، ”فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ“^(۲) دارقطنی کے لطائف و ظرائف میں سے یہ واقعہ ہے کہ ایک دن ابوالحسن بیضاوی^(۳) کسی ایسے شخص کو جو دور دراز سے حدیث کی طلب میں آیا تھا، ان کے پاس لائے اور یہ کہا کہ یہ شخص غریب دور دراز سے سفر کر کے آیا ہے آپ اس کو کچھ حدیثیں لکھوادیتے، تو آپ نے لطائف الخلیل سے ٹالنے کے لئے یہ جواب دیا کہ مجھ کو فرصت نہیں، جب ابوالحسن بیضاوی نے بہت اصرار کیا تو اس کو بیس سندیں ایسی لکھوائیں جن کا متن یہ تھا، ”نعم الشيء الهدية الام الحاجة“^(۴) دوسرے دن وہ مرد غریب کوئی مناسب ہدیہ لے کر حاضر ہوا تو اس کو سترہ سندیں لکھوائیں اور ان سب کا متن یہ تھا ”إذا“^(۵) اتاكم كريم قوم فأكرموه“^(۶) منجملہ

(۱) تاریخ بغداد ۳۶/۱۲۔ تذکرۃ الحفاظ ۲۰۰/۳ [۲۰۰/۳-۸۸-۱۸۷، نور] سیر اعلام النبلاء ۴۵۳/۱۶۔

(۲) تاریخ بغداد ۳۵/۱۲۔ تذکرۃ الحفاظ ۲۰۰/۳ [۲۰۰/۳-۱۸۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۴۵۳/۱۶۔

(۳) ابوالحسن بیضاوی: محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد ابوالحسن بن قاضی ابوعبداللہ بیضاوی، آپ کا پورا اسم گرامی ہے، انہوں نے ابوالحسن بن جندی اور اسماعیل بن حسن صصری وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ربع کرخ میں قضاء کے عہدے پر فائز تھے، صدوق ہیں، مسلک شافعی کے فقیہ تھے، ۲۸۸ھ [۱۰۹۵ء] میں ۷۶ سال کی عمر میں وفات پائی،

دیکھئے: تاریخ بغداد ۲۳۹/۳۔ طبقات الشافعیۃ الكبرى ۱۹۶/۴ [۱۹۶-۴۲/۲-۴۴۱، نور]

(۴) اپنی حاجت ظاہر کرنے سے قبل کچھ ہدیہ پیش کرنا بہت اچھا ادب ہے۔ [ع] [بہترین چیز کسی چیز کی ضرورت کے ہوتے ہوئے اس کو ہبہ کرنا ہے۔]

(۵) جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی توقیر کیا کرو۔ [ع]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۲۰۱/۳-۲۰۱ [۲۰۱-۸۹/۳-۱۸۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۴۵۶/۱۶۔

اور لطائف کے ایک یہ لطیفہ بھی ان کا مشہور ہے ایک روز نوافل ادا کر رہے تھے اور ایک دوسرا شخص اُن کے متصل بیٹھا ہوا کسی حدیث کا کوئی نسخہ پڑھ رہا تھا، اس نسخہ کے راویوں کے ناموں میں ایک نام نسیر آیا، جونون اور سین مہملہ اور یاء تصغیر سے ہے۔ اس پڑھنے والے نے بشیر باء موحدہ اور شین معجمہ سے پڑھا، تو دارقطنی نے اس کو اس غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے نماز میں ہی سبحان اللہ کہا، پڑھنے والے نے دوسری مرتبہ یسیر بضم یاء تحتانی پڑھا، جب دارقطنی نے خیال کیا کہ صحیح لفظ پر متنبہ نہیں ہوا، پھر دارقطنی نے سبحان اللہ کہا، مگر وہ نہ سمجھا تو آپ نے یہ آیت پڑھی، ”ن والقلم وما یسطرون“ تاکہ وہ سمجھ جائے کہ اس راوی کا نام نون کے ساتھ ہے۔^(۱)

(ف) نماز میں اس طرح تلقین کرنا شوافع کے ہاں جائز ہے مگر ابوحنیفہ کے نزدیک درست نہیں۔ مترجم۔)

اسی طرح ایک دن پھر نفل ادا کر رہے تھے، ایک پڑھنے والے نے حدیث عمرو بن شعیب کو عمرو بن سعید پڑھا تو دارقطنی نے سبحان اللہ کہا، پڑھنے والے نے پھر سند کا اعادہ کیا اور اس نام پر رک گیا تو دارقطنی نے یہ آیت تلاوت کی، ”یا شعیب أصلوتک تامرک“ وہ سمجھ گئے، اور بجائے سعید کے شعیب پڑھنے لگے،^(۱) دارقطنی کی وفات آٹھویں ذی قعدہ ۳۸۵ھ [نومبر ۹۹۵ء] میں جمعرات کے روز ہوئی،^(۲) حافظ ابونصر بن ماکولا^(۳) کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ گویا دارقطنی کا حال فرشتوں سے دریافت کرتا ہوں، اور پوچھتا ہوں کہ آخرت میں دارقطنی کے ساتھ کیا معاملہ گزرا؟ تو فرشتوں نے یہ جواب دیا کہ جنت میں ان کا لقب امام ہے۔^(۴)

(۱) تاریخ بغداد ۳۹/۱۲۔ تذکرۃ الحفاظ ۲۰۲/۳۔ [۱۹۰/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۴۵۵/۱۶۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۲۰۲/۳ [۱۹۰/۳، نور]

(۳) ابن ماکولا: ابونصر علی بن ہبۃ اللہ بغدادی، ابن ماکولا کے نام سے مشہور ہیں، ”الإکمال“ اور دوسری کتابوں کے مصنف ہیں۔ شعبان ۴۲۲ھ [۱۰۳۱ء] میں پیدا ہوئے اور ۴۷۰ھ [۱۰۷۸ء] کے بعد جرجان میں شہادت پائی۔ حمیدی کہتے ہیں میں جب جب خطیب سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کرتا تو مجھے کتاب سے رجوع کراتے، لیکن میں نے جب بھی ابن ماکولا سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے مجھے ایسے جواب دیا گویا کہ وہ کتاب دیکھ کر پڑھ رہے ہیں۔ مجود، شاعر، نحوی، اور فصیح اللسان تھے، دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۶۲/۴۔ [۷/۴-۲، نور]

(۴) تاریخ بغداد ۴۰/۱۲۔ تذکرۃ الحفاظ ۲۰۳/۳۔ [۱۹۰/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۴۵۷/۱۶۔

سنن ابی مسلم الکشی

اس کتاب میں ثلاثیات بہت ہیں، ان کو کوشی بفتح کاف عجمی اور کچی بھی کہتے ہیں۔ ان کی ثلاثیات کی پہلی حدیث باب فضل الصدقہ میں یہ ہے:

حدثنا عمرو بن محمد العثماني قال: حدثنا عبد الله بن نافع الأنصاري أنه أخبر عن جابر بن عبد الله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أحيأ أرضاً ميتة فله منها أجر، وما أكلت العافية منها فهو له صدقة. (۱)

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو خراب زمین کو آباد کرے گا تو اس کے لئے اُس میں سے اجر ہے اور اس میں سے جو کچھ جانوروں نے کھایا ہے، وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔

ان کی کنیت ابو مسلم ہے اور نام ابراہیم ہے۔ عبد اللہ کے بیٹے ہیں اور بصرہ کے رہنے والے ہیں، ان کی یہی کتاب مشہور ہے۔ (۲) مسلم کشی نے جب اس سنن کے جمع کرنے، استاد کو سنانے اور محدثین کو دکھلانے سے فراغت پائی تو اس نعمت کے شکرانہ میں ہزار درہم مفلسوں کو صدقہ میں دیے، اور جو علم حدیث کا مشغلہ رکھنے والے تھے ان میں سے ایک کثیر التعداد جماعت اور دیگر امراء ملک کی دعوت کر کے پر تکلف کھانے پکوا کر کھلائے، غرض ہزار دینار اس دعوت میں صرف کئے۔ (۳) جس روز مسلم کشی بغداد میں آئے تو بہت سے آدمی ان سے سند حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے، رجبہ غسان جو بغداد کے فراخ ترین مکانوں میں سے تھا مکان جلوس قرار پایا، چونکہ چاروں طرف کثرت سے آدمیوں کا ہجوم تھا، اس لئے سات آدمی ان کی آواز کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے متعین ہوئے، تاکہ دور دست کے آدمیوں کو بھی نفع حاصل

(۱) داری نے اپنی سنن میں "کتاب البیوع باب من أحيأ أرضاً ميتة فهي له" میں جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے، ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب الأحکام، باب ما ذکر فی إحياء أرض الموات، میں سعید بن زید اور جابر بن عبد اللہ دونوں سے روایت کیا ہے۔

(۲) تذکرة الحفاظ ۱۹۵/۲ - [۱۷۶/۲، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۳/۴۲۳۔

(۳) تذکرة الحفاظ ۱۹۵/۲ - [۱۷۷/۲، نور]

ہو۔ فارغ ہونے کے بعد جب اس مجلس کے آدمیوں کو شمار کیا گیا تو علاوہ دیگر سامعین و ناظرین کے تقریباً ایک ہزار چالیس آدمی صاحب دوات و قلم وہاں موجود تھے۔ ☆ جوان کے فرمودہ کو لکھ رہے تھے، خطیب بغدادی نے بھی اس واقعہ کو تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے۔ (۱) ۲۶۲ھ [۷۶-۸۷ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ (۲)

☆ سنن سعید بن منصور

اس کتاب میں بھی ثلاثیات بہت ہیں۔ چنانچہ ابتدائے سنن کے باب الأذان میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

حدثنا هشيم بن بشير قال: حدثنا حصين بن عبدالرحمن قال: أخبرنا عبدالرحمن بن أبي ليلي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم اهتم للصلاة كيف يجمع الناس لها قال: لقد هممت أن أبعث رجلاً فيقوم كل رجل منهم على أطم من أطام المدينة فيؤذن كل رجل منهم من يليه فلم يعجبه ذلك، فذكروا لنا قوس فلم يعجبه ذلك، فانصرف عبد الله بن زيد مهتما لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأرى الأذان في منامه، فلما أصبح غداً فقال: يا رسول الله رأيت رجلاً على سقف المسجد عليه ثوبان أخضران، ينادى بالأذان، فزعم انه أذن مشى مشى الأذان كله، فلما فرغ قعد قعدة ثم دعا فقال: مثل قوله الأول فلما بلغ حيّ على الصلاة حيّ على الفلاح قال قد

(۱) تاریخ بغداد ۲۲/۵-۱۲۱- [۶/۲۴-۱۲۰، نور] تذکرة الحفاظ ۲/۱۹۶- [۲/۱۷۷، نور]

(۲) مصنف سے یہاں تسامح ہوا ہے، ان کی وفات ۲۹۲ھ [۹۰۳ء] میں ہوئی، جیسا کہ امام ذہبی نے لکھا ہے۔ سیر اعلام

النبلہ ۱۳/۴۲۵- [ذہبی نے تذکرہ میں بھی ۵۲۹۲ ہی لکھا ہے، ۲/۱۷۷، نور]

☆ تاریخ بغداد اور تذکرة الحفاظ میں چالیس ہزار سے زائد کا ذکر ہے۔

☆ دارالکتب العلمیہ سے شیخ حبیب الرحمن کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی تھی، لقمان ص: ۷۴ پھر اس کے بعد شیخ سعید حمید کی تحقیق سے دراللمعی ریاض نے ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں شائع کی، جس کی چوتھی طباعت ۱۴۳۳ھ ۲۰۱۲ء میں مکمل ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔

قامت الصلوة قد قامت الصلوة الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله، فقام
عمر بن الخطاب فقال: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا قد
أطاف بي الليلة مثل الذي أطاف به، فقال ما منعك أن تخبرنا فقال:
سبقني عبد الله بن زيد فاستحييت، فأعجب بذلك المسلمون فكانت
سنة بعد وأمر بلال فأذن. (۱)

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے
متفکر ہوئے (یعنی آپ کو یہ فکر ہوا کہ) نماز کے لئے لوگوں کو کس طرح پر جمع کیا جائے
آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس امر کا قصد کیا تھا کہ چند لوگوں کو بھیج دوں اور ان
میں سے ہر ایک شخص مدینہ کے ٹیلوں میں سے کسی کسی ٹیلہ پر کھڑا ہو جائے اور ہر آدمی
اس شخص کو مطلع کر دیا کرے جو اس کے قریب ہے، مگر آپ نے اس کو پسند نہ کیا
تو لوگوں نے ناقوس بجانے کی رائے پیش کی، آپ نے اس کو بھی ناپسند کیا، عبد اللہ بن
زید واپس ہوئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فکر کی وجہ سے خود بھی فکر مند تھے، اللہ
تعالیٰ نے اذان کا طریقہ اور کیفیت ان کو خواب میں دکھلانی، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے ایک شخص کو مسجد کی چھت
پر دیکھا وہ دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے، اور اذان کہہ رہا تھا، اور یہ بھی کہا کہ اس نے اذان
کے کل کلموں کو دو دو مرتبہ کہا، اور جب فارغ ہو گیا تو وہ بیٹھ گیا اور دعا مانگی، پھر اول کی طرح
انہیں کلمات کو کہا اور جب حیّ علی الصلوة اور حیّ علی الفلاح کہا تو اس کے بعد
قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة، اللہ أكبر اللہ أكبر لا إله إلا الله کہا، یہ سن
کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ میں نے بھی
ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا کہ انہوں نے، آپ نے فرمایا کہ تم کو کیا چیز مانع ہوئی جو تم

(۱) امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الصلوة باب بدء الاذان، میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے، ابن ماجہ نے بھی اپنی
سنن میں کتاب الاذان والسنة فیہا، باب بدء الاذان میں اسے روایت کیا ہے۔

نے ہم کو خبر نہ کی تو یہ عرض کیا کہ عبداللہ بن زید جب مجھ سے سابق ہوئے تو مجھ کو شرم و امنگی ہوئی، تمام مسلمان اس سے خوش ہوئے اور اس کے بعد سے یہ طریقہ جاری ہو گیا، اور بلال اذان دینے کے لئے مامور ہوئے۔

ان کی کنیت ابو عثمان ہے، اور نام سعید بن منصور بن شعبہ مروزی ہے، بیان کیا جاتا ہے، یہ دراصل طالقانی ہیں، مگر بلخ میں رہنے لگے تھے، اور آخر عمر میں مکہ معظمہ کو اپنا مسکن بنا لیا تھا، اور اسی جگہ ماہ رمضان المبارک ۲۲۹ھ [۲۲۳-۸۲۳ء] میں انتقال ہوا۔ تقریباً اسی نوے سال کے درمیان عمر پائی۔ (۱)

امام مالک سے موطا اور دوسری حدیثوں کی سماعت حاصل کی، علاوہ ازیں لیث بن سعد، ابو عوانہ (۲) فلیح بن سلیمان (۳) اور اس طبقہ کے دوسرے محدثین سے استفادہ فرمایا، (۴) اور امام احمد اور مسلم اور ابوداؤد وغیرہ بہت سے لوگ ان سے روایت کرتے ہیں۔ (۵) امام احمد ان کی بہت تعظیم اور

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۵/۲۔ بستان کے فارسی اردو، دونوں نسخوں میں یہ سن وفات ۲۲۹ھ درج ہے، جو صحیح نہیں ہے، اصل ماخذ، تذکرۃ الحفاظ میں ۲۲۷ھ ہے، یہی صحیح ہے۔ [نور]

(۲) ابو عوانہ: وضاح بن عبداللہ ان کا نام ہے، یزید بن عطاء، یشگری کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ۹۰ھ [۶۰۹ء] کے بعد ان کی ولادت ہوئی۔ حکم بن عتبہ، زیاد بن علاقہ، قتادہ، سماک بن حرب، عمرو بن دینار، منصور بن معتمر وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا، ان سے کسب فیض کرنے والوں میں ابن مبارک، ابن مہدی، عفان بن مسلم، سعید بن منصور، قتیبہ بن سعید، ابوالولید طیلسی، یحییٰ بن یحییٰ اور یحییٰ بن سعید قطان جیسے کبار محدثین ہیں۔ ثقہ ہیں۔ بعض نے فلیح بن سلیمان سے ان کو اوثق کہا ہے، چونکہ ان سے تسامح بھی ہوا ہے اس لئے امام بخاری و مسلم نے ان کی روایات لینے سے گریز کیا ہے۔ ربیع الاول ۱۷۷ھ [۷۹۳ء] میں واصل بحق ہوئے۔ سیر أعلام النبلاء ۲۱۷/۸-۲۲۔ الجرح والتعديل ۴۰/۹۔ [۴۱/۹-۴۰، نور] تارخ بغداد ۴۶۵/۳- [۴۹۰/۱۳، نور] تہذیب التہذیب ۱۸/۱۱- [۲۰/۱۱-۱۱۶، نور]

(۳) فلیح بن سلیمان: ابویحییٰ فلیح بن سلیمان عدوی مدنی۔ بعضوں نے ان کا نام عبدالملک بتایا ہے۔ ولاء کے اعتبار سے عدوی ہیں۔ نافع، زہری، عباس بن سہل ساعدی وغیرہ سے انہوں نے حدیث بیان کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوداؤد طیلسی، سعید بن منصور، شریح بن نعمان وغیرہ قابل ذکر ہیں، امام بخاری و مسلم نے ان کو قابل احتجاج سمجھا ہے۔ مدینہ منورہ میں ۱۶۸ھ [۸۵-۸۴ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کی مرویات حسن درجہ کی ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۲- [۲/۲، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۵/۲۔ سیر أعلام النبلاء ۵۸۶/۱۰- [۵۸۶-۸۷/۱۰، نور]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۵/۲۔

بے حد تعریف و توصیف کیا کرتے تھے۔ قوی الحفظ تھے، اپنی یاد سے دس ہزار احادیث کے قریب لکھوایا کرتے تھے، ابو حاتم نے بھی ان کی توثیق و تعدیل کی ہے۔^(۱)

☆ مصنف عبدالرزاق

اس کی اکثر حدیثیں ثلاثی ہیں، عجیب بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مصنف کو شمال پر ختم کیا ہے اور شمال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے ذکر پر تمام کیا۔ چنانچہ اس کے آخر میں یہ حدیث ہے:

حدثنا معمر عن ثابت عن انس قال: كان شعر النبي إلى أنصاف أذنيه. (۲)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک آپ کے کانوں کے نصف حصے تک پہنچتے تھے۔

ان کی کنیت ابو بکر ہے، اور نام و نسب یہ ہے: عبدالرزاق بن ہمام بن نافع، اور ولاء کے اعتبار سے حمیری ہیں، صنعاء کے رہنے والے ہیں،^(۳) جو یمن کا دار السلطنت ہے۔ عبید اللہ بن عمر (بن حفص) عمری^(۴) سے بہت کم اور ابن جریج، اوزاعی اور ثوری سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔^(۵)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۵/۲- [۱/۳۳۱، نور] (۲) مصنف عبدالرزاق ۱۱/۴۷۱۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۳۳- [۱/۳۳۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۵۶۴- [۹/۶۲-۵۶۳، نور] وفيات الاعیان ۳/۲۱۶۔

(۴) عبید اللہ بن عمر: عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب مقررشی، عدوی سے [۶۹۰ء] کے بعد ان کی پیدائش ہوئی۔ ام خالد بنت خالد صحابیہ کے پاس گئے اور ان سے علم حدیث کا فیض حاصل کیا، سالم بن عبد اللہ، قاسم بن محمد، نافع، سعید مقبری، عطاء بن ابی رباح، عمرو بن شعیب، زہری، ثابت بنانی، عمرو بن دینار وغیرہ عباقرہ سے کسب فیض کیا۔ ابن جریج، معمر، شعبہ، سفیان، حماد بن سلمہ، زائدہ، ابن مبارک، اور عبدالرزاق کے علاوہ بہت سارے لوگوں کو ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہے، علم و فضل، حفظ و اتقان اور شرافت و عبادت میں قریش کے سربراہ آوردہ لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ [۸۶۳ء] میں ان کی وفات ہوئی، امرائے مدینہ میں تھے، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۶/۴۰۴-۳۰۷۔ الجرح

والتعدیل ۵/۳۲۶۔ تہذیب التہذیب ۷/۳۸- [۸/۴۰-۳۸، نور] شذرات الذهب ۱/۲۱۹۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۳۴- [۱/۳۳۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۵۶۴۔

☆ مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی تحقیق سے یہ کتاب گیارہ جلدوں میں مجلس علمی نے ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں شائع کی۔

امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور یحییٰ بن معین ان کے شاگرد ہیں۔^(۱) آپ معمر^(۲) کے ممتاز اور بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔ سات سال تک ان کی صحبت میں رہے اور اسی وجہ سے معمر کی حدیثوں کو یاد رکھنے میں مشہور اور ممتاز ہیں۔ صحاح ستہ میں بھی ان کی روایت موجود ہے۔^(۳) کسی نے ان میں کوئی عیب بیان نہیں کیا۔ مگر فی الجملہ تشیع تھا، البتہ زیادہ غلو نہ تھا، اور باوجود اس وصف تشیع کے یہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو یہ جرأت نہیں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امیر المؤمنین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر ترجیح دوں۔^(۴) اور میرا دل یاری نہیں کرتا کہ ان کے تقاضل کو ثابت کروں کیونکہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بتواتر ثابت ہے،^(۵) اور یقین کی حد تک پہنچ گیا ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے ”مجھ کو ان دونوں حضرات پر فضیلت مت دو“ پس امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودہ سے تجاوز کرنا کارِ شیعہ نہیں ہے۔ نصف ماہ شوال ۲۱۱ھ [۸۲۷ء] میں رحلت فرمائی۔ عمر طویل پائی، یعنی پچاسی سال زندہ رہے۔^(۶)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۳۴۔ [نور، ۳۳۱/۱] سیر اعلام النبلاء ۹/۵۶۴۔

(۲) معمر بن راشد: معمر بن راشد ازدی۔ اصلاً بصرہ کے رہنے والے تھے، لیکن یمن میں سکونت اختیار کی تھی۔ ولاء کے اعتبار سے ازدی ہیں۔ ۹۵ھ [۱۲-۱۳] [۶۷۱-۶۷۲] [۱۵-۱۶] میں پیدا ہوئے، انہیں قتادہ، زہری، عمرو بن دینار، حمام بن مدبہ، ابواسحاق سبعمی، ثابت بنانی، یحییٰ بن ابوکثیر، منصور بن معتمر، سلیمان اعمش، ایوب سختیانی، عبداللہ بن مبارک، عبدالرزاق بن ہمام اور محمد بن منکر جیسے جہا بذہ علماء سے خوشہ چینی کا موقع ملا، ان سے روایت کرنے والوں میں سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور محمد بن ثور وغیرہ ہیں۔ رمضان ۱۵۳ھ [۷۷۰ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ احمد عجلی کہتے ہیں کہ جب معمر نے نعاء کا سفر کیا تو ان کے علم و فضل کی وجہ سے وہاں کے رہنے والوں کو ان کا واپس لوٹنا ناگوار ہوا، چنانچہ ایک آدمی نے رائے دی کہ انہیں قید کر دو۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے ان کی شادی صنعاء ہی کے کسی گھرانے میں کرادی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۸/۱۸-۵۔

[۷/۱۸-۵ نور] تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۲-۱۷۱۔ [نور، ۷۸-۷۹/۱] الجرح والتعلیل

۸/۲۵۵-۵۷۔ تہذیب التہذیب ۱۰/۴۶-۲۴۳۔ شذرات الذهب ۱/۲۳۵۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۳۴۔ [نور، ۳۳۱/۱]

(۴) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۳۳۴۔ [نور، ۳۳۱/۱] سیر اعلام النبلاء ۹/۵۷۳۔

(۵) سیر اعلام النبلاء: ۹/۵۷۴۔

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۳۴۔ [نور، ۳۳۱/۱] سیر اعلام النبلاء ۹/۵۸۰۔

☆ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ

اس کے شروع میں کتاب الطہارۃ ہے۔ اور اس کے اول یہ ہے باب ما یقول الرجل اذا دخل الخلاء (جب کوئی شخص پاخانہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو کوئی دعا پڑھے) اور اس باب میں یہ حدیث بیان کی ہے۔

حدثنا هشیم بن بشیر^(۱) عن عبدالعزیز بن ابی صہیب^(۲) عن أنس بن مالك قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل الخلاء قال أعوذ بالله من الخبث والخبائث.^(۳)

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ میں داخل ہوتے تو آپ یہ فرمایا کرتے تھے، اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے۔

ان کی کنیت ابو بکر ہے اور نام و نسب یہ ہے: عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی، یعنی ابن عبس کے (عین مہملہ کے بعد باء موحده ساکنہ) موالی میں سے ہیں۔^(۴) اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حدیث کی کتابوں میں اس طرح کی تین صورتیں باہم ملتبس و مشتبه ہیں۔ ان تینوں میں امتیازی علامت یہ ہے کہ اگر وہ ساکن بصرہ ہیں تو عیشی، یا تے تحتانی اور شین معجمہ سے۔ اور کوفہ کے رہنے والے ہیں، تو عبسی باء موحده اور سین مہملہ سے پڑھنا چاہئے۔ اور اگر شام کے باشندے ہیں تو عنسی نون اور سین مہملہ سے پڑھنا چاہئے۔ ابو بکر کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ اس مصنف کے

(۱) مطبوعہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہشیم عن بشیر ہے، جو کہ غلط ہے۔ ۱۱/۱ [ڈاکٹر ندوی کا ماخذ نسخہ دائرۃ المعارف حیدرآباد: ۱۳۸۸ھ-۱۹۶۸ء تحقیق عبدالخالق افغانی ہے۔ نور]

(۲) مطبوعہ مصنف ابن ابی شیبہ میں عبدالعزیز بن ابی صہیب ہے جو کہ غلط ہے۔ ۱۱/۱۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/۱۔ یہ تینوں حاشیے مصنف ابن ابی شیبہ، تحقیق شیخ محمد عوامہ [مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، پاکستان] ۲۰/۱-۲۱۹ سن ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء پر ہیں۔ [نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۲۰/۲- [۱۸/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۱/۱۲۲۔

☆ ۱۳۸۸ھ میں حیدرآباد دکن سے پہلی بار منظر عام پر آئی تھی، پھر محمد عوامہ کی تحقیق کے ساتھ کراچی سے ۱۴۲۸ھ میں چھپیں جلدوں میں شائع ہوئی۔

علاوہ ان کا ایک مسند اور بعض تصانیف اور بھی ہیں۔^(۱) انہوں نے شریک بن عبداللہ قاضی کوفہ،^(۲) ابوالاحوص،^(۳) عبداللہ بن المبارک، سفیان بن عیینہ اور جریر بن عبد الحمید^(۴) اور ان کے ہم عصروں سے علم حدیث کو حاصل کیا ہے۔^(۵) ابوزرعہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دوسرے بہت سے عالموں نے ابوبکر سے استفادہ کیا ہے۔^(۶) ابوبکر بن حدیث کے امام ہیں۔ ابوزرعہ رازی کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں چار شخصوں پر نظر پڑتی تھی۔ اور علم حدیث کا منتہا ان ہی کو خیال کرتے تھے، اول ابوبکر بن ابی شیبہ جو حدیث کے بیان کرنے میں یکتا تھے۔ دوسرے احمد بن حنبل جو فقہ اور حدیث کے سمجھنے میں مستثنیٰ خیال کئے جاتے تھے، تیسرے ابن معین جو جمع و تشریح حدیث میں ممتاز تھے۔ چوتھے علی بن المدینی جو مخرج حدیث اور اس کے علل کے علم میں یگانہ اور بے نظیر تھے۔^(۷) لیکن مذاکرہ کے وقت ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے ہم

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۱/۱۲۲۔

(۲) شریک: ابوعبداللہ شریک بن عبداللہ نخعی، کوفی کبار علماء میں سے ہیں۔ ابوعبداللہ ان کی کنیت تھی، جامع بن شداد، زیاد بن علاقہ، سماک بن حرب وغیرہ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں، ان سے حدیثیں روایت کرنے والوں میں محمد بن اسحاق، قتیبہ بن ابی شیبہ، اور بہت سارے لوگ ہیں۔ ان کی وفات ذی قعدہ ۹۳ھ [۹۳-۹۴ء] کو بیاسی سال کی عمر میں ہوئی۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ شریک امام، فقیہ، محدث اور مکثرین راویوں میں ہیں۔ نسائی نے ان کے بارے میں لابسہ کہا ہے۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۱۰۔ [۱/۲۱۴، نور]

(۳) ابوالاحوص: سلام بن سلیم کوفی ان کی کنیت ابوالاحوص تھی۔ بنو ثقیف کے مولیٰ تھے۔ زیادہ بن علاقہ، سماک بن حرب، منصور بن معتمر اور کئی محدثین سے انہوں نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں مسدد، قتیبہ اور ابن ابی شیبہ ہیں۔ ۹۹ھ [۹۶-۹۷ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ اور متقن کہا ہے۔ چار ہزار سے زائد ان کی روایات ہیں، دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۲۶۔ [۱/۲۳۰، نور]

(۴) جریر بن عبد الحمید: ابوعبداللہ جریر بن عبد الحمید ضعی، کوفی۔ حافظ حدیث اور حجت تھے۔ ۱۱۰ھ [۲۹-۳۰ء] میں ان کی پیدائش ہوئی۔ انہوں نے منصور بن معتمر، حسین بن عبدالرحمن، اعمش اور کئی لوگوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں علی بن مدینی، قتیبہ اور ابن حنبل کے علاوہ بہت سارے لوگ ہیں۔ ان کی ثقاہت، حفظ اور تبحر علمی کو دیکھ کر محدثین ان کی طرف رخت سفر باندھا کرتے تھے۔ جریر کی وفات ۱۸۸ھ [۴-۸۰۳ء] میں رے میں ہوئی۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۴۷۔ [۱/۲۵۰، نور]

(۵-۶) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰۔ [۲/۱۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۱/۱۲۳۔

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰۔ [۲/۱۹، نور]

عصروں میں حافظ ترین بتائے جاتے تھے۔ ترتیب اور تہذیب کے اعتبار سے بھی یہ کتاب ان کے ہم عصروں سے امتیاز تام رکھتی ہے۔^(۱) ماہ محرم ۱۲۳۵ھ [۸۴۹ء] میں اس خاکدان عالم سے دارالقرار کو رحلت فرمائی۔^(۲)

☆ کتاب الاشراف فی مسائل الخلاف لابن المنذر

یہ کتاب نہایت نفیس ہے اس میں علماء کا اختلاف معہ دلائل ذکر کیا گیا ہے، اور احادیث کو بھی اس طرز سے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ اجتہاد و استنباط آسان ہو جائے، اس کتاب کی ابتداء یوں کی ہے:

ذکر فرض الطهارة أوجب الله تعالى الطهارة للصلوة في كتابه فقال جل ثناؤه "يا أيها الذين آمنوا إذا قمتم إلى الصلوة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق وامسحوا برؤوسكم وأرجلكم إلى الكعبين"^(۳) وقال: يا أيها الذين آمنوا لا تقربوا الصلوة وأنتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون ولا جنباً إلا عابري سبيل حتى تغتسلوا^(۴) ودلت الأخبار الثابتة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم على وجوب فرض الطهارة للصلوة واتفق علماء الأمة على أن الصلاة لا يجوز إلا بها إذا وجد السبيل إليها حدثنا الربيع بن سليمان قال: حدثنا عبد الله بن وهب قال: أخبرنا سليمان قال حدثني كثير بن زيد عن الوليد بن رباح عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يقبل الله صلوة بغير طهور ولا صدقة من غلول.^(۵)

(۱) تذكرة الحفاظ ۲/۲۰ - [۱۹/۲، نور]

(۲) تذكرة الحفاظ ۲/۲۰ - [۱۹/۲، نور] سير أعلام النبلاء ۱۱/۱۲۷ -

(۳) سورة المائدة: ۶ - (۴) سورة النساء ۴۳ -

(۵) مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں کتاب الطہارۃ، باب وجوب الطہارۃ للصلوة میں ذکر کیا ہے۔ نسائی نے بھی

اپنی سنن میں کتاب الطہارۃ، باب فرض الوضوء میں اسے ذکر کیا ہے۔

☆ ادارہ احیاء التراث اسلامی قطر نے اسے شائع کیا ہے، بقمان ص: ۷۷

طہارت یعنی وضو کی فرضیت کا ذکر، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز کے لئے طہارت کو واجب کیا ہے۔ (چنانچہ ایک جگہ اس طرح فرمایا) کہ اے ایمان والو! جب تم نماز کے ادا کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے تمام منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور پیروں کو ٹخنوں سمیت دھولو، اور اپنے سر کا مسح کر لو (اور ایک مقام پر یہ ارشاد فرمایا) کہ اے ایمان والو! جب تم کونشہ ہو تو نماز کے نزدیک (بھی) مت ہو، یہاں تک کہ تم جو کہتے ہو اس کو سمجھنے لگو، اور نہ اس وقت کہ جب جنابت کی حالت ہو، یہاں تک کہ غسل کر لو البتہ راہ چلنے کی حالت میں (سو وہ مجبوری ہے)۔ علی ہذا احادیث مرفوعہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز کے لئے وضو فرض ہے، اور علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جب تک وضو کر سکتا ہے اور کوئی عذر و مانع موجود نہ ہو تو بغیر وضو کے نماز جائز نہ ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نماز، بغیر وضو کے قبول نہیں فرماتا، اور مال غنیمت سے خیانت کر کے جو صدقہ ادا کیا جاتا ہے اس کو بھی حق تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔

ان کی کنیت ابو بکر ہے، اور نام محمد ہے، ابراہیم بن المنذر نیشاپوری کے بیٹے ہیں۔ چونکہ ابو بکر کو حرم محترم کی مجاورت حاصل تھی، اور اسی متبرک زمین میں رہ کر تعلیم علم حدیث میں مشغول رہے، اس وجہ سے ان کو شیخ الحرم بھی کہتے ہیں۔^(۱) اور چونکہ ان سے پہلے اسلام میں ان کے مثل کوئی مصنف نہیں گزرا، اس وجہ سے ان کی کتابیں نادر الوقت سمجھی جاتی تھیں، منجملہ اور کتابوں کے ایک کتاب تو یہی ہے۔ اس کے علاوہ کتاب المبسوط فقہ میں، کتاب الا جماع، کتاب التفسیر اور کتاب السنن وغیرہ بھی ان کی نادر کتابوں میں سے ہیں۔^(۲) ان کی سب تصنیفات مایہ اجتهاد و تحقیق ہیں۔ علم فقہ اور معرفت اختلافات علماء

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۵/۳۔ [نور] ۴/۳۔ سیر اعلام النبلاء ۵۹۰/۱۴۔ [نور] ۴۹۰/۱۴۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۵/۳۔ [نور] ۴/۳۔

اور ان کے ماخذ و دلیل کے شناخت کرنے میں بہت ماہر تھے۔ (۱) اگرچہ شیخ ابواسحاق (۲) نے اپنے طبقات میں ان کو زمرہ فقہاء شافعیہ میں لکھا ہے جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام شافعی اور ان کے اجتہاد میں کثرت سے تو وارد تھا۔ نیز ان کا قیاس اکثر امام شافعی کے قیاس کے مطابق ہوتا تھا۔ لیکن درحقیقت وہ کسی کے مقلد نہ تھے، شیخ ابواسحاق نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تمام علماء کو خواہ وہ ان کے مذہب کے موافق ہوں یا مخالف، ابن المذکر کی تصنیفوں کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ وہ آئین استنباط اور طریق اجتہاد کو بتاتے اور سکھاتے ہیں۔ (۳) مسلم حدیث میں محمد بن میمون، (۴) ربیع بن سلیمان، محمد بن اسماعیل صالح (۵) محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم، (۶) ان کے علاوہ اور بزرگ و افضل ترین محدثین کے شاگرد ہیں۔ (۷) اور محمد بن یحییٰ

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۵/۳۔

(۲) ابواسحاق شیرازی: ابراہیم بن علی بن یوسف فیروز آبادی، شیرازی۔ ابواسحاق ان کی کنیت ہے۔ ان کی ولادت ۳۹۳ھ [۱۰۰۲-۳] میں ہوئی، اور ۲۱ جمادی الاخریٰ ۴۷۰ھ [۷۸-۷۹] میں وفات پائی، فصاحت و بلاغت اور مناظرے میں بے نظیر بلکہ ضرب المثل تھے۔ مشرق و مغرب سے طلبہ ان کے پاس حصول علم کے شوق میں آتے تھے، دور دراز علاقوں سے استفاءات آتے، مستجاب الدعوات بھی تھے۔ التبیہ، المہذب فی الفقہ، النکت فی الخلاف، التبصرۃ فی اصول الفقہ اور طبقات الفقہاء ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: طبقات الشافعیۃ الكبرى ۴/۲۲۹-۲۱۵۔ [۲/۵۰۹-۴۸۰، نور]

(۳) طبقات الفقہاء ص: ۱۰۸ [طبقات الفقہاء، تصحیح و ترتیب خلیل الہیس، مدیر از ہر لبنان، ناشر دار القلم بیروت، ص: ۲۰۱] (۴) محمد بن میمون: ابو عبد اللہ محمد بن میمون خیاط مکی، آپ عیینہ، ولید بن مسلم، منزل بن اسماعیل وغیرہ کے شاگرد ہیں، ان سے احادیث روایت کرنے والوں میں ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اور دوسرے مشائخ ہیں۔ اصلاً بغداد کے تھے، مکہ میں سکونت اختیار کی تھی، دولابی کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۲۵۲ھ [۸۹۶ء] میں ہوئی۔ تہذیب التہذیب ۹/۴۸۵۔

(۵) محمد بن اسماعیل صالح: ابو جعفر محمد بن اسماعیل صالح مکہ مکرمہ کے محدث تھے، ابواسامہ، شبابہ اور ان دونوں کے طبقے کے علماء سے سماعت حدیث کی ہے۔ ان کا انتقال ۲۷۶ھ [۹۰-۸۸۹ء] میں ہوا تقریباً ۹۰ سال کی عمر پائی۔ مشہور الذهب ۲/۱۷۰ (۶) محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم: ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم بن اعین بن لیث مصری۔ انہوں نے اپنے والد، ابن وہب، شافعی اور قعنبنی کے علاوہ کئی اعلیٰ ترین محدثین سے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں نسائی، ابو حاتم، ابن خزیمہ، ابن صاعد اور کئی بلند پایہ محدثین ہیں، نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور ایک مرتبہ ان کے متعلق کہا ہے کہ یہ صدوق ہیں۔ ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ایک مرتبہ یوں کہا کہ جھوٹ اور جھوٹوں کے معیار سے وہ بلند ہیں۔ ۱۸۲ھ [۹۹-۹۸ء] میں پیدا ہوئے، اور ذی قعدہ ۲۶۸ھ [۸۸۳ء] میں وفات پائی۔ تہذیب التہذیب ۹/۶۱-۲۶۰ [۹/۶۲-۲۶۰، نور]

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۵/۳۔ سیر اعلام النبلاء ۱۴/۴۹۰۔

بن عمار دمیاطی^(۱) اور ابوبکر ابن المقری^(۲) اور دیگر محدثین خود ان کے اعلیٰ اور عمدہ شاگردوں میں سے ہیں۔^(۳) ۳۱۸ھ [۹۳۰ء] میں وفات پائی۔^(۴)

☆ سنن کبریٰ

یہ کتاب بیہی کی تصنیف ہے، جو مختصر مزنی کی ترتیب کے مطابق مرتب کی گئی ہے، اس کتاب کے دو سو دو جز ہیں۔ اس کے آخر میں یہ باب ہے: باب عدة أم الولد[☆]، إذا توفي عنها سیدھا أخبرنا أبو عبد الله قال: أخبرنا أبو الوليد قال: حدثنا محمد بن أحمد بن زهير قال: حدثنا عبد الله هو ابن هاشم عن وكيع عن مسعر وسفيان عن عبد الكريم عن مجاهد قال: ثلاثة أشهر (وعن وكيع) عن سعيد عن الحكم عن إبراهيم قال: ثلاثة أشهر (ورويانا) عن عطاء وطاؤوس وعمر بن عبد العزيز وأبي قلابة رحمهم الله تعالى.^(۵)

(۱) محمد بن عیسیٰ دمیاطی: ابوبکر محمد بن یحییٰ بن عمار دمیاطی۔ انہوں نے محمد بن زبّان سے لیث کی کتاب اور ابوبکر بن منذر سے "الاشراف" کی سماعت کی، محمد بن ابراہیم دمیاطی سے بھی علم حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابو عمر احمد بن محمد ظلمتکی، یحییٰ بن علی طحان اور بصرہ کے محدثین ہیں۔ ۳۸۲ھ [۹۵-۹۹۴ء] میں واصل بحق ہوئے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۶/۵۰۴۔

(۲) ابوبکر بن مقری: ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی بن عاصم بن زاذان اصفہانی۔ یہ ابن مقری کے نام سے مشہور ہیں، "المعجم الکبیر" اور "الأربعین" کے مصنف ہیں۔ انہوں نے مسند ابی حنیفہ تصنیف کی، ابن مردویہ نے انہیں ثقہ، مامون اور صاحب اصول کہا ہے۔ ابن مقری خود کہتے ہیں کہ اصول میں میرا مسلک احمد بن حنبل اور ابو زرعد رازی کا مسلک ہے۔ ۹۶ سال کی عمر

پائی، شوال ۳۸۱ھ [۹۹۱ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ تذکرة الحفاظ ۳/۱۸۴-۸۵۔

(۳) تذکرة الحفاظ ۳/۵۔ سیر اعلام النبلاء ۲۴/۴۹۰۔

(۴) تذکرة الحفاظ ۳/۵۔ سیر اعلام النبلاء ۱۴/۴۹۲۔

(۵) السنن الكبرى ۱۰/۵۸۵-۸۶۔ [سنن کبریٰ مع ذیل جوہر نقی، دار الفکر بیروت ۱۰/۳۵۰، نور]

☆ یہ کتاب سب سے پہلے دائرۃ المعارف حیدرآباد نے شائع کی تھی ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹۹۹ء میں عبدالقادر عطا کی تحقیق سے دارالکتب العلمیہ بیروت نے شائع کیا ہے۔

☆ اس باب میں ام ولد کی عدت کا بیان ہے، جبکہ اس کے سید کا انتقال ہو جائے تو اس کو کس قدر عدت کرنی چاہئے۔

مجاہد سے منقول ہے کہ اس کی عدت تین مہینے ہے۔

کتاب معرفۃ السنن والآثار ☆

یہ کتاب بھی بیہتی کی تصنیف ہے، علماء نے بیان کیا ہے کہ اس نام کے معنی ہیں ”معرفۃ الشافعی بالسنن والآثار“^(۱) اسی لئے تاج الدین سبکی^(۲) فرماتے ہیں کہ شافعی فقیہ کو اس کتاب کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔^(۳) بغیر اس کتاب کے اس کو چارہ نہیں ہے۔ اس کتاب کی چار جلدیں ہیں اور سنن کبریٰ دس جلدوں میں مجلد ہے۔^(۴) اس کتاب یعنی معرفۃ السنن میں یہ حدیث ہے:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال أخبرنا الزبير بن عبد الواحد الحافظ قال:

حدثني حمزة بن علي العطار بمصر قال: حدثني الربيع بن سليمان قال:

سئل الشافعي رحمة الله عليه عن القدر، فأنشأ يقول.

یعنی حضرت امام شافعیؒ سے تقدیر کے بارہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے یہ اشعار پڑھے:

إذا شئت كان وإن لم أشأ وما شئت إن لم تشاء لم يكن

اے اللہ جس چیز کو تو چاہتا ہے وہ ہو جاتی ہے، اگرچہ میری خواہش نہ ہو اور جس چیز کو

آپ نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتی گو میری خواہش ہو۔

☆ خلق العباد علی ما علمت ففی العلم یجری الغنی والمنن ☆

(۱) طبقات الشافعية ۹/۴ - [۳۴۹/۲، نور]

(۲) تاج الدین سبکی: ابونصر تاج الدین عبدالوہاب بن علی سبکی۔ ان کی ولادت ۶۷۲ھ [۲۶۶-۱۳۲۵ء] میں ہوئی، ابن شحنہ اور یونس دبوسی نے ان کو روایت کرنے کی اجازت دی تھی، انہوں نے مزری اور ذہبی کی شاگردی اختیار کی، فقہ، اصولیات اور فن ادب میں ہمہ تن مشغول رہنے کے باوجود کئی اجزاء اور طبقات تصنیف کیں، نظم و نثر اور خطاطی کے ماہر تھے، ان کی تصنیفات انہی کی زندگی میں ہاتھوں ہاتھ لی گئیں، شام میں قضاء کے عہدہ پر فائز ہونے کے علاوہ اور دوسرے مناصب پر بھی فائز تھے۔ جمعہ کے دن خطبہ دیا۔ بعض دشمنوں نے سینچر کی رات ان پر نیزے سے حملہ کیا، منگل کی رات سات ذی الحجہ ۷۶۶ھ [۱۳۷۰ء] میں زخموں کی تاب نہ لا کر جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ دیکھئے: الدر الکامنه ۲۸/۲ - ۴۲۵۔

(۳) طبقات الشافعية ۹/۴ - [۳۴۹/۲، نور]

(۴) تذكرة الحفاظ ۳/۳۲۸، [۳۱۰/۳، نور]

☆ سید کسروی حسن کی تحقیق سے دارالکتب العلمیہ نے ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء میں شائع کیا۔ ☆ الفتی والمن

اپنے علم کے موافق بندوں کو آپ نے پیدا کیا، اس کے علم کے موافق ہی غنی اور احسانات جاری ہوتے ہیں۔

علی ذامننت وهذا ذللت [☆] وهذا أعنت و ذالم تعن

اس پر آپ نے احسان کیا اور اس کو ذلیل، اس کی امداد کی اور اس کی نہ کی

فمنهم شقی ومنهم سعید ومنهم قبیح ومنهم حسن ^(۱)

پس ان میں سے بعض بد بخت ہیں اور بعض نیک بخت، بعض بد صورت ہیں اور بعض خوبصورت۔

ان کی کنیت ابو بکر ہے اور نام احمد بن الحسین ہے۔ ^(۲) (احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن

موسیٰ) بیہقی کی نسبت بیہق کی طرف ہے۔ اور بیہق چند گاؤں کا نام ہے جو باہم متصل ہیں اور نیشاپور سے

تیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہیں اور یہ ایسا ہے جیسا نواح دہلی میں بارہہ و ہریانہ، ان دیہات میں سب

سے بڑا گاؤں خسرو جرد ہے جیم کے کسرہ کے ساتھ جہاں بیہقی کی قبر ہے۔ ^(۳) ماہ شعبان ۳۸۴ھ [۹۹۳ء]

میں پیدا ہوئے۔ ^(۴) حاکم، ابوطاہر، ^(۵) ابن نورک متکلم اصولی، ^(۶) ابوعلی روزباری صوفی ^(۷) اور ابو عبدالرحمن

(۱) معرفة السنن والآثار ۱/۱۱۰۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۸- [۲۰۹/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸۴/۱۶۴- [۶۵/۱۸-۱۶۴، نور]

(۳) وفيات الاعیان ۱/۷۶- [۴۶/۱، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۸- [۳۰۹/۳، نور]

(۵) ابوطاہر بن محمد بن محمد بن علی بن داؤد بن ایوب زیادی پورا نام ہے، مستند علماء نیشاپور میں ہیں۔ وہاں ان کی

مسند درس لگتی تھی، جہاں وہ احادیث املا کراتے تھے اور درس دیتے تھے، مسلک شافعی کے فقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان کی

ولادت ۳۱۰ھ [۳۰-۹۲۹ء] میں ہوئی، ابو حامد بن بلال، اور محمد بن حسین قطان کی صحبت میں رہ کر مستفید ہوئے۔ قناعت پسند

اور پاکدامن تھے، علم شروط میں ان کی تصنیف ہے۔ ابن سمعی کے بقول زیادی ان کے آباء واجداد میں سے کسی ایک کی طرف

نسبت ہے، اسی نام سے وہ مشہور ہوئے۔ حاکم نے ان کی خوب تعریف و توصیف کی ہے اور ان سے روایت بھی کرتے ہیں۔

۳۱۰ھ [۲۰-۱۰۱۹ء] میں واصل بحق ہوئے۔ دیکھئے: نشرات الذهب ۳/۱۹۳، [۱۹۲/۳، نور]

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

☆ خلدت

سلمیٰ صوفی (۱) سے علوم کو حاصل کیا۔ (۲) اور بغداد، خراسان، کوفہ، حجاز اور دوسری اسلامی آبادیوں میں گشت کیا، (۳) اور باوجود اس تبحر علمی و علو اسناد کے جو ان کو حاصل تھا، سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ ان کے پاس موجود نہ تھے۔ (۴) اور ان تینوں کتابوں کی حدیثوں پر کما بینغی ان کو اطلاع بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں بڑی برکت اور فہم میں کامل قوت عطا فرمائی تھی، ان کی یادگار میں ایسی عجیب عجیب تصانیف موجود ہیں جو ان سے پہلے لوگوں سے ظاہر نہیں ہوئیں۔ (۵) ان کی چیدہ اور نافع تصانیف میں سے کتاب الأسماء والصفات ہے، یہ کتاب دو جلدوں میں مجلد ہے، سبکی کہتے ہیں کہ [لا أعرف له نظيراً] مجھ کو اس کتاب کی نظیر نہیں ملتی۔ (۶) کملی ہذا "دلائل النبوة" تین جلدوں میں مجلد ہے۔ مناقب الشافعی اور کتاب دعوات الکبیر کی صرف ایک ایک جلد ہے۔ سبکی کہتے ہیں کہ میں قسم کھا کر بیان

بقیہ حاشیہ گذشتہ

(۶) ابن فورک: امام ابو بکر محمد بن حسن بن فورک اصفہانی۔ متکلم تھے، اصولیات اور دوسرے علوم میں آپ کی کئی تصانیف ہیں، جن کی تعداد تقریباً سو تک پہنچتی ہے۔ عابد و زاہد تھے، علم کلام، ادب، نحو اور وعظ میں غیر معمولی ملکہ تھا۔ ہندوستان کے شہر غزنہ میں ان کو دعوت دی گئی تھی، اسی مدت قیام میں دوسرے فرقوں کے ساتھ کئی مناظرے ہوئے، جب یہاں سے واپس نیشاپور لوٹے تو راستہ ہی میں ان کو زہر دے دیا گیا اور زہر بھی سم قاتل ثابت ہوا۔ نیشاپور ہی میں سپرد خاک کئے گئے۔ یہ ۴۰۶ھ [۱۰۱۵ء] کی بات ہے۔

شذرات الذهب ۱۸۱/۳-۸۲

(۷) ابو علی روزباری: ابو علی احمد بن قاسم بن شہریار روزباری۔ فقیہ و محدث اور صوفیا کے اماموں میں ہیں۔ انہوں نے جنید بغدادی کی صحبت میں رہ کر باطنی کمال و جمال حاصل کیا، علم فقہ ابن سرتج سے، نحو ثعلب سے، اور حدیث ابراہیم حربی سے حاصل کی، ان مشائخ کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کرنا وہ اپنے لئے قابل افتخار سمجھتے تھے۔ قاسم قشیری کہتے ہیں کہ علم طریقت کے سب سے بڑے عالم روزباری ہیں، ان کی وفات ۳۲۲ھ [۹۳۳-۳۳۲ء] یا ۳۲۳ھ [۹۳۴-۳۲۵ء] میں ہوئی۔ طبقات الشافعیہ ۴۸/۳۔

[۲/۴۱-۳۶ تحقیق شدہ: مصطفیٰ عبدالقادر احمد عطادار لکتب بیروت، لبنان، نور]

(۱) ابو عبدالرحمن سلمیٰ: ابو عبدالرحمن محمد بن حسین بن موسیٰ سلمیٰ، نیشاپوری، صوفی۔ انہوں نے اپنے دادا عمر بن نجید کی صحبت اختیار کی اور اصم اور ان کے طبقے کے علماء سے کسب فیض کیا۔ ان کی شاگردی کا فخر حاصل کرنے والوں میں ابو القاسم قشیری، بیہقی وغیرہ ہیں، تفسیر و تاریخ کے علاوہ کئی علوم میں ان کی تالیفات ہیں، ان کی تصانیف کی تعداد سو تک پہنچتی ہے، شعبان ۴۱۲ھ [۱۰۲۱ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ حافظ حدیث ہونے کے ساتھ زاہد اور دنیا سے بے رغبت تھے۔ دیکھئے: شذرات الذهب ۱۹۶/۳۔

(۲-۳) تذکرۃ الحفاظ ۳۲۸/۳-۳۱۰/۳، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۳۲۸/۳-۳۱۰/۳، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۸۵/۱۸۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۲۲۸/۳-۳۱۰/۳، نور] (۶) طبقات الشافعیہ ۹/۲-۴۳۹/۲، نور]

کر سکتا ہوں کہ دنیا میں یہ پانچوں کتابیں بے مثل ہیں۔^(۱) اور ان کی نظیر عالم میں موجود نہیں۔ [سنن صغریٰ دو جلدوں میں] ☆ کتاب الزہد، کتاب البعث والنشور اور ترغیب وترہیب کی بھی ایک ایک جلد ہے۔ ہاں کتاب الخلافیات بھی دو جلدوں میں ہے، اربعین کبریٰ، اربعین صغریٰ، کتاب الاسرار ☆ ان کے علاوہ اور بہت سی تصانیف بھی ہیں، ان کی تمام تالیفات ہزار جزء کے قریب ہوں گی،^(۲) تورع اور زہد میں وہی خصائل رکھتے تھے جو علماء ربانیین میں ہونی چاہئے۔^(۳) امام الحرمین^(۴) نے ان کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ دنیا میں سوائے بیہتی کے اور کسی شافعی کا احسان امام شافعی کی گردن پر نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ بیہتی نے اپنی تمام تصانیف میں امام شافعی کے مذہب کی نصرت و تائید کی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس مذہب کا رواج دوبالا ہو گیا۔^(۵) امام شافعی کے فقہ اور فن حدیث و علل حدیث میں پوری مہارت رکھتے تھے، خدا تعالیٰ نے ان کو احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کا اچھا ملکہ عطا فرمایا تھا۔^(۶) جب کتاب، معرفة السنن کی تصنیف شروع کی ہے تو صلحاء و راستبازوں میں سے کسی نے امام شافعی کو خواب میں دیکھا کہ وہ کسی مقام پر موجود ہیں اور اس کتاب کے چند جزو ان کے ہاتھ میں ہیں۔ اور یہ فرماتے ہیں کہ آج فقیہ احمد کی کتاب سے میں نے سات جزو پڑھے ہیں۔^(۷) ایک دوسرے فقیہ نے امام شافعی کو خواب میں

(۱-۲) طبقات الشافعية ۹/۲- [۳۴۹/۲، نور]

(۳) تذكرة الحفاظ ۳/۳۲۹- [۳۱۰/۳، نور]

(۴) امام الحرمین: ابوالعالی عبدالملک بن ابو محمد عبداللہ بن ابو یعقوب یوسف جوینی۔ آپ امام الحرمین کے نام سے معروف و مشہور ہیں، متاخرین شوافع میں سب سے بڑے عالم تھے، جن کی امامت کے سب قائل اور جن کی علوم و فنون میں تبحر علم پر سب متفق ہیں۔ انہوں نے تقریباً ہر فن میں خامہ فرسائی کی ہے، ۱۸ محرم الحرام ۳۱۹ھ [جنوری ۱۰۲۸ء] ان کی تاریخ پیدائش ہے اور ۸۷۸ھ [۱۰۸۵ء] تاریخ وفات۔ ان کے انتقال کے دن بازار بند کر دیئے گئے تھے۔ لوگوں نے غم و حزن کی وجہ سے جامع مسجد میں ان کا منبر توڑ دیا تھا، اس دن ان کے تلامذہ کی تعداد تقریباً چار سو تھی۔ دیکھئے: وفيات الاعیان ۳/۷۰-۱۶۷ [۸۱/۲، نور]

(۵) تذكرة الحفاظ ۳/۳۲۶- [۳۱۰/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۶۸- وفيات الاعیان ۱/۷۶- [۳۶/۱، نور]

(۶) تذكرة الحفاظ ۳/۳۲۹- [۳۱۰/۳، نور]

(۷) تذكرة الحفاظ ۳/۳۲۹- [۳۱۱/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۶۸

☆ ہدیة العارفين میں کتاب الاسرار، سیر اعلام النبلاء میں کتاب الاسرار اور طبقات الشافعية میں کتاب الاسری لکھا ہے۔

☆ اردو ترجمہ کے دوسرے ایڈیشن میں ساقط ہو گیا ہے۔

دیکھا کہ جامع مسجد میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے۔[☆] فرماتے ہیں کہ آج میں نے کتاب فقہ احمد یعنی بیہقی سے فلاں فلاں حدیث کا استفادہ کیا ہے۔^(۱) محمد بن عبدالعزیز مروزی جو مشہور فقیہ ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صندوق زمین سے آسمان کی طرف اڑا جا رہا ہے، اور اس کے گرد گرد ایک ایسا چمکتا ہوا نور ہے جو آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا چیز ہے، تو فرشتوں نے جواب دیا کہ بیہقی کی تصنیفات کا یہ صندوق ہے جو بارگاہ کبریا میں مقبول ہو گیا ہے۔^(۲) دسویں جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ [۱۰۶۶ء] کو شہر نیشاپور میں بیہقی کا انتقال ہوا۔ ان کو تابوت میں رکھ کر بیہق لائے، اور خسرو جرد میں دفن کیا۔^(۳) کبھی کبھی شعر و اشعار کی طرف بھی طبیعت کا میلان ہوتا تھا۔ چنانچہ یہ چند بیت بھی انہیں کے ہیں:

من اعتز بالمولی فذاک جلیل
ومن رام عزاً عن سواہ ذلیل
جس شخص کو خدا تعالیٰ نے عزت دی تو وہ بزرگ۔ مہ، اور خدا کے سوا اگر کسی دوسرے سے عزت کا طالب ہو تو وہ ذلیل ہے۔

ولو أن نفسی مذبراً ہا ملیکھا
مضی عمرها فی سجدة لقلیل
میرے نفس کی جیسے اس کو اس کے مالک نے پیدا کیا ہے اگر تمام عمر سجدہ (عبادت) میں گزر جائے تو نہایت قلیل ہے۔

أحب مناجاة الحبيب بأوجه
ولکن لسان المذنبین کلیل^(۴)
میں اپنے حبیب کی مناجات کو عمدہ طریقہ سے پسند کرتا ہوں لیکن گنہگاروں کی زبان گونگی ہے۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۹- [۳/۳۱۱، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۰- [۳/۳۱۱، نور]

(۳) طبقات الشافعیۃ الكبرى ۴/۱۲-۱۱- [۲/۳۵۱، نور]

(۴) طبقات الشافعیۃ الكبرى ۴/۱۱-۱۲ [یہ اشعار تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملے، بیہقی کے پورے تذکرے بلکہ

فہرس الابیات میں بھی اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جس نسخے کا حوالہ دیا وہی نسخہ پیش نظر ہے۔]

☆ ”ترجمہ میں یہ عبارت چھوٹ گئی ہے، فارسی نسخہ سے یہاں ہج کی گئی“

☆ شرح السنۃ للبعغوی

اس کتاب کے شروع میں یہ حدیث ہے ”إنما الأعمال بالنیات“ اس روایت کے راوی حضرت عمرؓ ہیں۔ اور غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس واسطوں سے اور کبھی آٹھ و نو واسطوں سے بھی بعغوی تک پہنچی ہے۔^(۱) ان کی کنیت ابو محمد ہے، اور نام حسین بن مسعود، ان کو فراء و ابن الفراء بھی کہتے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے آبا و اجداد میں سے کوئی پوسٹین سی کر فروخت کرتا تھا، لغت عرب میں پوسٹین کو فرد کہتے ہیں۔ ”بعغ“ جو ان کا وطن ہے اس کی طرف نسبت ہے،^(۲) ”بعغ“ کی اصل بعغشور ہے جو باغ کور کا معرب ہے، اور یہ ایک معمور آباد شہر ہے جو ہرات اور مرو کے درمیان واقع ہے۔ شور کو حذف کر کے بعغ کی طرف نسبت کی تو بعغوی ہو گیا، یہ لفظ ثنائی ہے مگر زیادت واؤ کی وجہ سے ثلاثی ہو گیا ہے۔ ان کو تین فنون میں مہارت حاصل تھی، اور ہر ایک فن کو معراج کمال پر پہنچایا ہے۔ بے نظیر محدث اور بے عدیل مفسر تھے، فقیہ بھی تھے، شافعی مذہب رکھتے تھے۔ تمام عمر تصنیف اور حدیث و تفسیر وفقہ کے درس میں مشغول رہے، ہمیشہ با وضو درس دیتے تھے۔^(۳) فقہ میں قاضی حسین (بن محمد)^(۴) کے شاگرد ہیں جو صاحب تعلیقہ اور اجل شواہح میں سے ہیں۔ اور حدیث میں ابوالحسن داؤدی^(۵) کے شاگرد ہیں جن کا نام عبدالرحمن بن محمد ہے، جو

(۱) شرح السنہ ۵/۱ (۲) وفیات الاعیان ۱۳۶/۲-۳۷- [۱/۲۵۹، نور]

(۳) وفیات الاعیان ۱۳۶/۲- [۱/۲۵۹، نور] طبقات الشافعیۃ ۷۵/۷- [۴/۴۷، نور]

(۴) قاضی حسین: ابوعلی حسین بن محمد بن احمد مروزی، آپ ابو نعیم عبدالملک اسفرائینی سے حدیث روایت کرتے ہیں ان سے روایت کرنے والوں میں عبدالرزاق منبج اور امام بعغوی وغیرہ ہیں۔ التعلیقہ ان کی مشہور کتاب ہے۔ رافعی کہتے ہیں کہ ان کو حیا الامۃ کہا جاتا ہے۔ کبار علماء میں سے ایک بڑی تعداد نے آپ سے علمی سیرابی پائی۔ جن میں سرفہرست امام الحرمین اور محی السنۃ بعغوی وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات شعبان ۳۶۲ھ [۱۰۷۰ء] میں ہوئی۔ طبقات الشافعیۃ ۴/۵۸- [۳/۳۶-۳۰، نور]

(۵) ابوالحسن داؤدی: ابوالحسن عبدالرحمن بن محمد بن مظفر داؤدی، بوشخی، خراسان کے عالم و فاضل اور عالی سند شیخ تھے، انہوں نے ابو محمد بن حمویہ سے کثرت سے روایات کی ہیں۔ قتال مروزی، ابوطیب صعلو کی، اور ابو حامد اسفرائینی سے علم فقہ پڑھا۔ شواہح ۳۶۶ھ [۱۰۷۵ء] میں چونتیس سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: نشذرات الذهب ۳/۳۲۷- اللباب ۱/۸۷ [۱/۱۲۹، تحقیق: عبداللطیف حسن عبدالرحمن، دارالکتب العلمیۃ بیروت: ۲۲۰ھ-۲۰۰۰ء، نور]

☆ شعیب ارناؤوط اور زہیر شادیش کی تحقیق سے المکتب الاسلامی بیروت سے شائع ہوئی۔ ۱۴۱۲ھ-۱۴۱۳ھ میں شیخ علی محمد مغوض اور عادل احمد عبدالوجود کی تحقیق سے دارالکتب العلمیۃ بیروت نے بھی شائع کیا ہے۔

زمرہ محدثین میں داخل ہیں اور یعقوب بن احمد صیرفی (۱) علی بن یوسف جوینی (۲) اور نیز دیگر محدثین سے فوائد بے شمار حاصل کئے۔ (۳) قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ زہد و قناعت میں زندگی گزارتے تھے۔ افطار کے وقت خشک روٹی کے ٹکڑے پر اکتفا فرماتے تھے۔ جب لوگوں نے بے حد اصرار کے ساتھ یہ عرض کیا کہ خشک روٹی کھانے سے دماغ میں خشکی ہو جائے گی تو بطور ناخوش (سالن) کے روغن زیتون مقرر کیا۔ (۴) ۵۱۶ھ [۱۱۲۲ء] میں بمقام شہر مروڑ و ذانتقال ہوا اور اپنے استاد قاضی حسین کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ (۵)

☆ معاجم ثلاثہ طبرانی

ان معاجم میں سے ایک کبیر، دوسرا اوسط اور تیسرا صغیر ہے، جاننا چاہئے کہ مسند معجم کبیر کو مرویات صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے، چونکہ یہ مد نظر تھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسندات کو جدا مرتب کریں، اس وجہ سے ان کی مرویات میں سے کسی روایت کو اس میں بیان نہیں کیا گیا ہے لیکن اس کا ان کو موقع نہ مل سکا اور اگر موقع ملا تو اس کو شہرت نصیب نہ ہوئی۔ معجم اوسط کی چھ جلدیں ہیں۔ ہر جلد ایک ضخیم کتاب ہے اور بہ ترتیب اسماء شیوخ مرتب ہے۔ ان کے شیوخ کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے۔ اپنے ہر شیخ سے جو عجائب و غرائب سنے تھے، ان کو اس میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب دارقطنی کی کتاب الأفراد کی

(۱) یعقوب بن احمد صیرفی: ابوبکر یعقوب بن احمد صیرفی، نيسابوری، یہ ابو محمد مخلصی، خفاف وغیرہ سے روایات بیان کرتے ہیں، ان کی وفات ربیع الاول ۳۶۶ھ [۱۰۷۳ء] میں ہوئی۔ شذرات الذهب ۳/۳۲۵۔

(۲) علی بن یوسف جوینی: ابوالحسن علی بن یوسف جوینی (امام الحرمین کے چچا تھے) شیخ الحجاز کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ انہوں نے سیر و سیاحت کے ذریعہ اساطین امت سے بھرپور استفادہ کیا، اور کبار شیوخ سے سماعت حدیث کی، خراسان میں ان کی مجلس الملاء لگتی تھی، ان پر تصوف کا غلبہ ہو گیا تھا انہوں نے تصوف میں ایک بہترین کتاب ”کتاب السلوہ“ کے نام سے تصنیف کی۔ ذیقعدہ ۳۶۳ھ [۱۰۷۱ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ شذرات الذهب ۳/۲۶۲۔ [۳/۶۲-۲۶۱، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۴/۵۴۔ [۴/۵۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۹/۴۴۰۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۴/۵۴۔ [۴/۵۲، نور]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۴/۵۴۔ [۴/۵۳-۵۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۹/۴۴۲۔

☆ معجم کبیر طبرانی ۱۳۰۳ھ تا ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء-۱۹۹۳ء میں حمیدی عبدالحمید سلفی کی تحقیق سے شائع ہوئی، دار احیاء التراث العربی بیروت نے اسے طبع کیا۔ معجم اوسط، محمد حسن محمد حسن اسماعیل شافعی کی تحقیق سے ۱۹۹۹ء میں دار الفکر عمان سے شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ معجم صغیر طبرانی کو مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ نے ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔

مانند ہے۔^(۱) اصطلاح محدثین میں افراد و غرائب ان حدیثوں کو کہتے ہیں جو اپنے شیخ کے سوا اور کسی کے پاس نہ ہوں۔ طبرانی اس کتاب کی نسبت یہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری جان ہے۔^(۲) اور فی الواقع علم حدیث میں ان کی فضیلت علمی اور وسعت روایت کا پتہ اسی سے چلتا ہے لیکن محققین اہل حدیث نے فرمایا ہے کہ اس میں منکرات بہت ہیں۔^(۳) اس کا منشاء یہ ہے کہ غرابت اسی کو مقتضی ہے۔ اور تفر دثقہ کا جس کو اصطلاح میں غریب صحیح بھی کہتے ہیں، ایک باب ہے۔ معجم صغیر بھی شیوخ ہی کی ترتیب پر مرتب ہے۔ اور اس کتاب میں ان شیوخ کا بھی ذکر کیا ہے، جن سے صرف ایک ایک حدیث کا استفادہ کیا۔ معجم کبیر کے آخر میں حدیث حلب العنز کے سلسلہ میں یہ حدیث بیان کی ہے۔

حدثنا عبيد بن عنان قال حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا وكيع عن الأعمش عن أبي إسحاق عن عبد الرحمن بن زيد الفايشي عن بنت خباب قالت: خرج أبي في غزاة في عهد النبي صلى الله عليه وسلم وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتعاهدنا فيحلب عنزانا وكان يحلبها في جفنة فتمتلئ، فلما قدم خباب كان يحلبها فعاد حلابها الأول.^(۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لایا کرتے تھے، اور ہماری بکری کا دودھ نکالا کرتے تھے، اس کو کثیرے (لکڑی کا بڑا برتن) میں دوہتے تھے، تو وہ بھر جاتا تھا، پھر خباب آتے اور وہ دوہنے لگتے تو دودھ اپنی اصلی مقدار پر لوٹ آتا۔
معجم صغیر کے آخر میں فضیلت نساء کے بارے میں یہ حدیث منقول ہے:

حدثنا سمانة بنت محمد بن موسى بن بنت الوضاح بن حسان الأنبارية بالأنبار قالت: حدثنا أبي محمد بن موسى قال: حدثنا محمد بن عقبة

(۱-۲) تذكرة الحفاظ ۱۲۶/۳۔ [نور، ۱۱۹/۳]۔ سير اعلام النبلاء ۱۶۶/۱۲۲۔ [دار قطنی کی کتاب الافراد کے مانند ہونے کا ذکر سیر میں نہیں ہے، نور]

(۳) تذكرة الحفاظ ۱۲۶/۳۔ [نور، ۱۱۹/۳]

(۴) المعجم الكبير ۱۸۷/۲۵۔ [۹۵/۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۸ھ/۲۰۰۷ء، نور]

السلوسی قال: حدثنا محمد بن حمران قال: حدثنا عطية الدعاء عن الحكم بن الحارث السلمي رضي الله تعالى عنهم قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من أخذ من طريق المسلمين شبرا طوقه الله يوم القيامة عن سبع أرضين وسمعت صليحة بنت أبي نعيم الفضل بن دكين تقول سمعت أبي يقول: القرآن كلام الله تعالى غير مخلوق. (۱)

حکم بن حارث سلمی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص مسلمانوں کے راستے میں سے ایک بالشت زمین کو بھی دبائے گا تو قیامت کے روز ساتوں زمینوں سے اسی قدر لے کر طوق بنا کر اس کی گردن میں ڈالا جائے گا، اور صلیحہ بنت فضل بن دکین فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے وہ یہ کہتے تھے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ مخلوق (حادث) نہیں ہے۔

طبرانی کی کنیت ابوالقاسم ہے اور نام سلیمان ہے۔ احمد بن ایوب بن مطیر نخعی طبرانی کے بیٹے ہیں۔ (۲) ملک شام کے شہر عکہ میں بمابہ صفر ۲۶۰ھ [۸۷۳ء] میں پیدا ہوئے، (۳) اور ۳۷۳ھ [۸۸۶ء] میں آپ نے طالب علمی شروع کی۔ ملک شام کے اکثر شہروں اور حریم شریفین اور یمن، مصر، بغداد، کوفہ بصرہ، اصفہان، جزیرہ اور اسلام کی دوسری آبادیوں میں سیروسیاحت کی۔ (۴) کھلی بن عبدالعزیز بغوی، (۵)

(۱) المعجم الصغير ۱۵۳/۲۔

(۲) تذكرة الحفاظ ۱۲۶/۳۔ [۱۱۸/۳، نور] سير اعلام النبلاء ۱۱۹/۱۶۔

(۳) تذكرة الحفاظ ۱۲۶/۳۔ [ملک شام اور مکہ کی صراحت تذکرہ میں نہیں ہے، ۱۱۸/۳، نور]

سير اعلام النبلاء ۱۱۹/۱۶۔

(۴) تذكرة الحفاظ ۱۲۶/۳۔ [۱۱۸/۳، نور]

(۵) علی بن عبدالعزیز بغوی: ابوالحسن علی بن عبدالعزیز بن مرزبان بن ساہور بغوی۔ ۱۹۰ھ [۸۰۶ء] کے بعد ان کی پیدائش ہوئی، ابو نعیم، عفان، مسلم بن ابراہیم، علی بن جعد وغیرہ سے حدیثیں سنیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں عبدالمومن بن خلف نسفی، ابوالحسن قطان اور طبرانی وغیرہ ہیں۔ مکہ مکرمہ میں انہوں نے سکونت اختیار کر لی تھی، دارقطنی نے انہیں ثقہ، مامون اور ابن حاتم نے صدوق کہا ہے۔ ۲۸۶ھ [۸۹۹ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے: سير اعلام النبلاء ۱۳/۳۴۸-۴۹۔

الجرح والتعديل ۱۹۶/۶۔ شذرات الذهب ۱۹۳/۲۔

بشر بن موسیٰ، (۱) اور یس عطاء، ابو زرعہ دمشقی (۲) اور ان کے ہم عصروں سے حدیث شریف کی سماعت حاصل کی۔ (۳) طبرانی کے والد بزرگوار ان کو علم حدیث طلب کرنے کی بے حد ترغیب دیا کرتے تھے۔ اور خود ان کو اپنے ہمراہ لے کر شہر بہ شہر پھرتے ہوئے استادوں کی خدمت میں پہنچاتے تھے۔ (۴) ان تینوں مجموعوں کے علاوہ جن کا ابھی ذکر ہوا ہے اور بھی بہت سی تصنیفات ان کی موجود ہیں۔

☆ کتاب الدعاء للطبرانی

اس کے شروع میں ذیل کی حدیث کو نقل کیا ہے اور اسی کتاب سے صاحب حصین نے بھی نقل

کیا ہے۔

(۱) بشر بن موسیٰ: بشر بن موسیٰ بن صالح اسدی، بغدادی۔ ان کا نام ہے، اور کنیت ابو علی ہے۔ ۱۹۰ھ [۶-۸۰۵ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ روح بن عبادہ، ابو عبد الرحمن مقری، ابو نعیم، سعید بن منصور اور حمیدی وغیرہ آپ کے اساتذہ میں ہیں۔ بشر بن موسیٰ سے روایت کرنے والوں میں اسماعیل صفار، ابو بکر شافعی اور ابو القاسم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ دارقطنی نے ان کو ثقہ کہا ہے، امام احمد ان کا بہت اکرام کیا کرتے تھے، ان کے لئے امام احمد نے ایک سفارشی خط بھی حمیدی کو لکھا تھا۔ ۲۶ ربیع الاول ۲۸۸ھ [۹۰۱ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۳/۳۵۲-۵۴۔ الجرح والتعديل ۲/۳۶۷۔ شذرات الذهب ۲/۱۹۶۔

(۲) ابو زرعہ دمشقی: تذکرۃ الحفاظ میں صرف ثقفی درج ہے، یہی بستان کے اصل فارسی نسخہ میں ہے مگر اردو اور عربی دونوں ترجموں میں صرف دمشقی لکھا ہے، ثقفی نہیں، دونوں صحیح ہیں۔ نور [ابو زرعہ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن صفوان دمشقی ۲۰۰ھ [۸۱۵ء] سے پہلے ان کی ولادت ہوئی۔ انہوں نے ابو نعیم فضل بن دین، ہوذہ بن خلیفہ، سلیمان بن حرب، ابو الیمان حکم بن نافع، حمیدی، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین وغیرہ سے حدیث شریف کی سماعت کی، اور ان سے روایت بھی کرتے ہیں۔ انہوں نے احادیث کو جمع کیا اور حفاظ حدیث کے پاس جا کر ان کو دہرایا، اور صحیح و سقیم کو چھاننا، ان کو علوسند اور معرفت حدیث میں اپنے ہم عصروں پر فوقہ حاصل تھی، ان سے روایت کرنے والوں میں ابو داؤد، ابو بکر بن ابی داؤد، یحییٰ بن صاعد، ابو العباس اصم، ابو جعفر طحاوی اور ابو القاسم طبرانی جیسے کبار محدثین ہیں۔ ابن ابی حاتم نے انہیں ثقہ اور صدوق کہا ہے، شام کے مستند محدث تھے۔ ۲۸۱ھ [۸۹۳ء] میں ان کا وصال ہوا۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۳/۶-۳۱۱۔ الجرح والتعديل ۵/۲۶۷۔ شذرات الذهب ۲/۱۷۷۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۲۶- [۱۱۹/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۲۰۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۲۶- [۱۱۹/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۱۹۔

☆ سامی انور شاہین کی تحقیق سے دار الحدیث قاہرہ نے ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء میں شائع کی ہے۔

☆ فارسی میں یہ عبارت ہے ”تصانیف بسیار دارد، این سہ مجسم کہ حال آں مذکور شد و کتاب الدعاء للطبرانی کہ صاحب حصین از اں نقل ہی کند“

☆ ڈاکٹر محمد اکرم ندوی صاحب نے ”کتاب الدعاء للطبرانی“ عنوان کو حذف کر دیا ہے جب کہ فارسی کے اصل نسخے میں اور دیگر نسخ فارسی وارو میں یہ عنوان موجود ہے [نور]

قال الحافظ أبو القاسم هذا كتاب ألفتہ جامعاً لأدعية رسول الله صلى الله عليه وسلم جرّاني عليه أني رأيت كثيراً من الناس قد تمسكوا بأدعية سجّع وأدعية وضعت علي عدد الأيام مما ألفها الوراقون لا يروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا عن أحد من أصحابه رضي الله تعالى عنهم ولا عن أحد من التابعين لهم بإحسان مع ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من الكراهة للسجّع في الدعاء والتعدّي فيه فألفت هذا الكتاب بالأسانيد المأثورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وبدأت بفضائل الدعاء وادابيه ثم رتبت أبوابه على الأحوال التي كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعو فيها فجعلت كل دعاء في موضعه يستعمله السامع له ومن بلغه علي ما رتبناه ان شاء الله تعالى.

حافظ ابو القاسم نے فرمایا اس کتاب میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب دعاؤں کو جمع کیا ہے (چونکہ) میں نے بہت سے آدمیوں کو دیکھا کہ انہوں نے ایسی دعاؤں سے تمسک کیا ہے جو مقفی ہیں اور نیز ایسی دعا ہیں جو ہر دن کے لئے وضع کی گئی ہیں، جن کو وراقوں یعنی واعظین وغیرہم نے بلا تحقیق جمع کر دیا ہے، حالانکہ وہ نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور نہ صحابہ، اور نہ ان لوگوں سے جو احسان کے ساتھ ان کے پیرو ہیں یعنی تابعین سے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ منقول ہے کہ دعا میں قافیہ بندی اور تعدی نہ کرو، لہذا مجھ کو ان امور نے ایک ایسی کتاب کے جمع کرنے کی جرأت دلائی کہ جس میں وہ اسانید ہوں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، میں نے اس کتاب کی ابتدا فضائل دعا اور اس کے آداب سے کی ہے اور جس حال میں جو دعا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اس کے لئے علیحدہ علیحدہ باب کر کے اس کتاب کو مرتب کیا، اور ہر ایک دعا کو اس

کے موقعہ پر لکھ دیا تاکہ وہ لوگ جو اس کو سنیں یا جن کو یہ پہنچے اس کی ترتیب کے موافق
خدا کی توفیق سے استعمال کریں جس طرح ہم نے مرتب کیا ہے۔

باب تاویل قول اللہ تعالیٰ 'أستجب لكم إن الذين يستكبرون عن عبادتي

سیدخلون جہنم داخرین۔^(۱)

حدثنا عبد الله محمد بن سعيد بن مریم قال: حدثنا محمد بن يوسف

الفریابی ح وحدثنا علی بن عبدالعزیز قال: حدثنا أبو حذیفه قال: حدثنا

سفیان عن منصور عن ذر بن عبد الله (الهمدانی) المرهبي عن یسيع

الحضرمي عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: العبادۃ هی الدعاء ثم قرأ أدعوني

أستجب لكم.^(۲)

(اس کے بعد ایک باب قائم کیا جس میں اس آیت 'أستجب لكم الخ کی تفسیر فرمائی

اور اس میں ایک حدیث اس کے مناسب بیان کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:)

نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عبادت

دعا ہی ہے۔ پھر آپ نے اس کے استشہاد میں وہی آیت پڑھی جس کا ترجمہ الباب

منعقد کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا، اور جو لوگ

میری عبادت (دعا) سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت و خواری کے ساتھ جہنم میں

داخل ہوں گے۔

اس کتاب کی بھی بڑی ضخامت ہے، کتاب المسالك، کتاب عشرة النساء اور کتاب

دلائل النبوة یہ سب کتابیں انہیں کی تصنیف کردہ ہیں، تفسیر میں بھی ایک بہت بڑی کتاب تالیف فرمائی

(۱) سورة الغافر: ۶۰

(۲) کتاب الدعاء للطبرانی ۸۶/۲-۷۸۵- [جزء اول ص: ۲۳، تحقیق: سامی النور جاہن، دار الحدیث قاہرہ:

۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷ء، نور]

ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی ایسی تصانیف بھی ہیں جو اس زمانہ میں نہیں پائی جاتیں۔^(۱) چنانچہ حافظ یحییٰ بن مندہ^(۲) نے ان سب کا ذکر کیا ہے۔^(۳) طبرانی نے علم حدیث کی طلب میں بہت محنت اور مشقت اٹھائی ہے، اپنی راحت و آرام کو بالائے طاق رکھ کر تیس برس تک بوریہ پر سوتے رہے ہیں^(۴) استاد بن العمید^(۵) جو مشہور و معروف وزیر اور علم عربیت و اشعار و لغت میں اپنے وقت کے سردار ہیں، اور دولت دیا لمہ میں کوئی وزیر اس قابلیت اور لیاقت کا نہیں گزرا ہے، اور صاحب بن عباد^(۶) جو مجملہ وزیران دولت دیا لمہ کے ایک وزیر ہیں، طبرانی کے شاگرد اور انہی کے تربیت یافتہ ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ (ابن العمید سے اس طرح منقول ہے) میرا خیال یہ تھا کہ دنیا میں کوئی مرتبہ اور کوئی منصب وزارت کے برابر نہیں ہے، اور مجھ کو جولذت اور ذائقہ اس مرتبہ میں حاصل ہوا، وہ دنیا کی لذیذ چیزوں میں سے کسی چیز میں بھی میں نے

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱۲۷/۳ - [۱۲۰/۳، نور]

(۲) یحییٰ بن مندہ: ابوزکریا یحییٰ بن ابوعمر و عبدالوہاب بن ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہ عبدی، اصہبانی، آپ شوال ۲۳۳ھ [۱۰۴۳ء] میں پیدا ہوئے۔ احمد بن محمود ثقفی، ابوبکر بیہقی، محمد بن علی بصاص وغیرہ سے سماعت حدیث کی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں عبدالوہاب انماطی، ابوطاہر سلفی، اور ابوموسیٰ مدینی وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات ذی الحجہ ۵۱۱ھ [۱۱۱۸ء] میں ہوئی۔ کثیر تصانیف، مکتب الحدیث، ثقہ اور حافظ تھے، نیک و صالح، حسن سیرت و کردار اور بے تکلف شخصیت کے مالک تھے، اپنے زمانہ میں یکتائے روزگار اور یگانہ تھے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۹۶/۱۹ - ۳۹۵ - وفيات الاعیان ۶/۷۱ - ۱۶۸۔

[۸۶-۸۷/۳، نور] شذرات الذهب ۲۳۲/۴ - [۳۲/۴، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱۲۷/۳ - [۱۲۰/۳، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۱۲۷/۳ - [۱۲۱/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۲۲۔

(۵) ابن عمید: ان کا نام ابوالفضل محمد بن حسین بن محمد تھا۔ بادشاہ رکن الدولہ حسن بن بویہ دیلمی کے وزیر تھے، بلاغت اور انشاء پر دازی میں اپنی نظیر آپ تھے، فصاحت و بلاغت میں ان کی مثال دی جاتی تھی۔ ۳۶۰ھ [۹۷۱ء] میں ان کی وفات ہوئی، دیکھئے: وفيات الاعیان ۵/۱۳ - ۱۰۳ - [۵۳-۵۸/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۳۷ - ۳۸ - شذرات الذهب ۳/۳۱ - ۳۴۔

(۶) صاحب بن عباد: یہ دیلمی بادشاہ موزید الدولہ بن رکن الدولہ کا وزیر تھا، ابن عمید کی صحبت اختیار کر کے ان کے علوم سے مستفید ہوا تھا اور صاحب کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس نے ابو محمد بن فارس سے اصہبان میں اور قاضی احمد بن کامل سے کسب فیض کیا، صاحب بن عباد عقیدہ شیعہ، معتزلی، اور عملاً بدعتی اور ظالم و جابر تھا، یہ فصیح اللسان بھی تھا اور اپنی تقاریر میں غیر مناسب الفاظ بکتا تھا، اور مناظرہ کے دوران غصہ ہوتا اور بھڑکتا تھا، ۳۸۵ھ [۹۹۵ء] ماہ صفر میں اس کا انتقال ہوا۔ دیکھئے: وفيات الاعیان ۱/۲۲۸ - ۲۲۵/۱ - [۱۲۲-۲۵/۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۵۱۱ - ۱۴ - شذرات الذهب ۳/۶ - ۱۱۳۔

نہیں پایا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ میں اس وقت مرجع خلافت تھا اور ہر طرح کے آدمی مجھ کو اپنا بلجا و ماویٰ سمجھتے تھے۔ میں اسی گمان اور خیال میں مست رہتا تھا۔ ایک دن میرے روبرو مشہور محدث ابو بکر جعابی اور ابوالقاسم طبرانی کے مابین مذاکرہ حدیث واقع ہوا۔ کبھی طبرانی اپنی کثرت محفوظات کے باعث ان پر غالب آتے تھے اور کبھی ابو بکر اپنی فطانت اور ذکاوت کے سبب سے ان پر سبقت لے جاتے تھے، یہی قصہ دیر تک ہوتا رہا، نوبت بایں جا رسید کہ طرفین سے آوازیں بلند ہوئیں اور جوش و خروش پھیل گیا۔ ابو بکر جعابی نے کہا ”حدثنا أبو خلیفة قال حدثنا سلیمان بن ایوب“ ابوالقاسم طبرانی نے اسی وقت کہا کہ میں ہی سلیمان بن ایوب ہوں، اور ابو خلیفہ میرا ہی شاگرد ہے، اور وہ مجھ سے ہی حدیث کی روایت کرتا ہے پس تم کو مناسب ہے کہ خود مجھ سے اس حدیث کی سند حاصل کرو، تا کہ تم کو علو اسناد حاصل ہو، ابن العمید کہتے ہیں کہ اس وقت ابو بکر جعابی شرم سے پانی پانی ہو گئے، اور جو خجالت ان کو اس وقت حاصل ہوئی دنیا میں کسی کو نہ ہوئی ہوگی، میں اپنے دل میں یہ کہتا تھا کہ کاش میں طبرانی ہوتا اور جو فرحت و غلبہ طبرانی کو حاصل ہوا ہے وہ مجھ کو ہوتا،^(۱) میں وزیر ہو کر اس قسم کے تحصیل و فضائل اور اسباب جاہ سے محروم ہوں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ ابن العمید کی اس تمنا کا سبب اس کی ریاست اور وزارت تھی، ورنہ علماء عربانین کو ایسے غلبوں کے سبب سے نہ کوئی تغیر پیش آتا ہے، اور نہ ان کے نفوس کو کسی قسم کی کوئی جنبش ہوتی ہے۔ لیکن المرء یقیس علی نفسه۔^(۲) غرض یہ ہے کہ طبرانی علم حدیث میں کامل وسعت رکھتے تھے اور کثرت روایت میں مستثنیٰ اور ممتاز تھے۔ ابوالعباس احمد بن منصور شیرازی^(۳) فرماتے ہیں کہ میں نے طبرانی سے تین لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔^(۴)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱۲۹/۳۔ [۱۲۱/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۶۴۔

(۲) انسان اپنے نفس پر دوسروں کو بھی قیاس کرتا ہے۔ [ع]

(۳) ابوالعباس احمد بن منصور شیرازی: ابوالعباس احمد بن منصور بن ثابت شیرازی، آپ ابوالقاسم طبرانی ابو محمد رامہرمزی اور ایک بڑی جماعت محدثین سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ ابونصر بن اسماعیل، حاکم اور تمام رازی وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ انہوں نے سب سے زیادہ حدیثیں جمع کیں۔ شیراز میں انہیں مقبولیت تامہ حاصل ہوئی حتیٰ کہ ضرب المثل بن گئے۔ ۳۸۲ھ [۹۳-۹۹۲ء] میں دارفانی سے دارابدی کی طرف کوچ کر گئے۔ سیر اعلام النبلاء ۷۳/۱۶-۴۷۲۔ شذرات الذهب ۳/۹۶۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۱۳۰/۳۔ [۱۲۲/۳، نور]

زنادقہ یعنی فرقہ قرامطہ اسماعیلیہ نے جو اُس زمانہ میں اہل سنت کے دشمن تھے طبرانی پران کی آخر عمر میں اس وجہ سے سحر کرا دیا تھا کہ وہ احادیث سے ان کے مذہب کو روکرتے تھے، اسی وجہ سے ان کی بصارت ظاہری جاتی رہی تھی۔^(۱) آپ نے ماہ ذی قعدہ ۳۶۰ھ [۷۷۱-۷۷۰ء] میں وفات پائی۔ جنازہ کی نماز حافظ ابو نعیم اصبہانی صاحب حلیۃ الاولیاء نے پڑھائی۔ دو ماہ[☆] اور ایک سو سال کی عمر ہوئی۔^(۲)

معجم اسماعیلی[☆]

صحیح اسماعیلی میں جو مستخرج بر بخاری ہے ان کا احوال مفصل لکھا گیا ہے، اب ان کے معجم کے ابتدائی چند فقرے لکھے جاتے ہیں، تاکہ ان کی اس کتاب کا حال بھی روشن ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں:

الحمد لله حمداً كما ينبغي لكرم وجهه وعز جلاله وكما يقتضيه تتابع نعمه وأفضاله، وصلى الله على نبيه محمد نبي الرحمة والرسالة وعلى آله وسلم كثيراً. أما بعد! فإني استخرت الله تعالى في حصر أسامي شيوخه الذين سمعت عنهم وكتبت عنهم وقرأت عليهم الحديث وتخریجها على الحروف المعجمة ليسهل على الطالب تناولها وليرجع إليه في اسم أن التبس أو أشكل والاقتصار منهم لكل واحد على حديث واحد يستغرب أو يستفاد أو يستحسن وحكاية.

فينضاف إلى ما أردت من (ذالك) جمع أحاديث تكون فوائد في نفسها وأبين حال من ذممت طريقه في الحديث بظهور كذبه أو اتهامه به أو خروجه عن جملة أهل الحديث للجهل به والذهاب عنه فمن كان عندي منهم ظاهر الحال لم أخرجها فيما صفت من حديثي وأثبت

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۲۷۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۲۹-۱۲۸۔ [حافظ اصبہانی کا نماز جنازہ پڑھانا سیر میں مذکور نہیں ہے، نور]

☆ صحیح دس ماہ ہے۔ لیکن فارسی نسخہ کی پہلی طباعت میں دو ہی ماہ لکھا ہے۔

☆ یہ معجم دکتور زیاد محمد منصور کی تحقیق سے مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ نے ۱۴۱۰ھ۔ مطابق ۱۹۹۰ء شائع کی ہے۔

اسامی من کتبت عنه فی صغری أملاه بخطی سنة ثلاث وثمانین ومائتین وأنا یومئذ ابن ست سنین فضبطه ضبط مثلی من یدرکه المتأمل له من خطی ذلك علی أنى لم أخرج من هذه البابة شیئا فیما صنفت من السنن وأحادیث الشیوخ واللہ أسأل التوفیق لاستتمامه فی خیر وعافیة وأن ینفعی به وغیری وافتحت ذلك بأحمد لیكون مفتحة باسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم تيمناً به ویصح لی به الابتداء بالألف من الحروف المعجمة، وإذا كان محمد وأحمد یرجعان إلى اسم واحد فان اللہ عزوجل قال فی کتابه فی بشارة عیسی ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمه أحمد^(۱) كما قال محمد رسول اللہ^(۲) وما محمد ا لا رسول^(۳) وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لی أسماء أنا محمد وأنا أحمد وقد كان أبو محمد عبد اللہ بن محمد بن ناجیة یقول حدثنا أحمد بن الولید بن السری فأقول محمد أيها الشیخ فیقول محمد وأحمد واحد وابتدأت بهذا الجمع فی الجمادی الأولى من سنة إحدى وستین وثلاث مائة عصمنا اللہ من الزلل فی القول والعمل.^(۴)

اللہ تعالیٰ کے لئے ہر قسم کی تمام ایسی تعریفیں ہیں جو اس بزرگ ذات اور عزت و بدران کے لائق ہیں اور جیسا کہ اس کی مسلسل نعمتیں اور مہربانیاں تقاضا کرتی ہیں، اس نبی رحمت و رسالت پر جن کا نام محمد ہے، اللہ تعالیٰ رحمت کاملہ نازل فرمائے اور (نیز) ان کی اولاد پر اللہ کی رحمت و سلام کثرت سے نازل ہوتے رہیں۔ اس کے بعد (یہ عرض

(۱) سورة الصف: ۶۔

(۲) سورة الفتح: ۲۹۔

(۳) سورة آل عمران: ۱۴۴۔

(۴) کتاب المعجم ۱/۱۰-۳۰۹۔

(ہے) کہ میں نے اللہ پاک سے اپنے اُن شیوخ کے ناموں اور ان کے تخریج کے احاطہ کرنے میں استخارہ کیا۔ جن سے میں نے کسی حدیث کو سنا اور لکھا اور سنایا تھا، اور ان کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق اس وجہ سے دی گئی کہ طالبین کو اس کے حاصل کرنے میں آسانی ہو، اور اگر کسی نام میں کوئی التباس یا اشکال واقع ہو تو اس کی طرف رجوع کر کے اپنا اطمینان کر لیں۔ میں نے ہر ایک شخص سے فقط ایک ایک حدیث ایسی لے لی ہے جو غریب سمجھی جاتی ہو، یا جس سے جدید فائدہ حاصل ہوتا ہو، یا اچھی سمجھی گئی اور اس کی کوئی حکایت یا قصہ بھی درج کیا تاکہ میں نے اپنے شیوخ کے ناموں کے احاطہ کرنے کا جو ارادہ کیا ہے اس کے ساتھ ایسی احادیث بھی جمع ہو جائیں جن میں فی نفسہا کوئی فائدہ ہے، اور میں نے اس کا حال بھی بیان کر دیا ہے جس کے طریق فی الحدیث کو میں نے ناپسند کیا، خواہ اس کے کذب کے ظہور کی وجہ سے، خواہ اس کے مقیم ہونے کے سبب یا محدثین کے زمرہ میں سے نکل جانے کی وجہ سے، جہالت فی الحدیث کے باعث، یا ذہول ہو جانے کے سبب سے، اور جو ان میں سے میرے نزدیک ظاہر الحال تھے، ان کی حدیث کی تخریج میں نے اپنی تصنیف میں نہیں کی۔ ۲۸۳ھ [۹۷-۸۹۶ء] میں جب کہ میری صغریٰ سن کی حالت تھی اور میری عمر چھ سال کی تھی، ان کے نام بھی لکھ دیتا ہوں اور میں ان لوگوں کے نام کو یاد رکھتا ہوں، جیسا کہ مجھ جیسا صغیر السن یاد رکھ سکتا ہے اور وہ لوگ ہیں جن کو غور کرنے والا میرے اس خط سے پہچان سکتا ہے، اس کے علاوہ جو کتابیں سنن و احادیث شیوخ سے میں نے تالیف کی ہیں ان میں کسی شے کو میں نے اس باب سے نہیں لکھا، اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ خیر و عافیت سے اس کتاب کی تکمیل کی توفیق عنایت فرمائے، اور مجھ کو اور دوسروں کو اس سے نفع پہنچائے، میں نے تین وجہ سے اس کتاب کو احمد کے نام سے شروع کیا اول تو یہ کہ کتاب کا افتتاح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

سے ہو کر موجب برکت ہو، دوسرے یہ کہ حروف معجمہ میں سے الف کے ساتھ میرا شروع کرنا صحیح ہو جائے، تیسرے یہ کہ محمد اور احمد کا مال ایک ہی نام ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جیسے ”محمد رسول اللہ“ اور ”مامحمد الا رسول“ فرمایا ہے، ایسے ہی حضرت عیسیٰ کی بشارت میں ”ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد“ ہے۔ اور (اسی طرح) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے چند نام ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں۔ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن ناجیہ فرمایا کرتے تھے ”حدثنا أحمد بن الولید بن السری“ میں کہتا تھا، اے شیخ محمد (کہو) تو وہ کہتے تھے کہ محمد اور احمد ایک ہی ہیں۔ میں نے اس کتاب کو جمع کرنے کی ابتداء جمادی الاولیٰ ۱۳۱ھ سے کی ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو قول و عمل میں لغزشوں سے بچائے۔ آمین

باب محدثین میں، ترجمہ ابو بکر محمد بن صالح بن شعیب نمار کے تحت میں یہ بیان کرتے ہیں، چونکہ یہ سند جو ذیل میں درج ہے ان کے اعلیٰ اسنادوں میں سے ہے۔ اسی وجہ سے اس کو اس موقع پر لکھا جاتا ہے:

حدثنا ابن صالح بن شعیب ۱ ملاء أ بالبصرة حدثنا نصر بن علی عن یزید بن ہارون عن عاصم الأحول قال: دخلنا علی أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعزیه علی ابن له فقلنا: یا أبا حمزة! انا لنرجو له النعم قال: وأكثر من ذلك سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الموت کفارة لكل مؤمن. (۱)

عاصم احول فرماتے ہیں کہ ہم انس بن مالک کے پاس ان کے فرزند کی تعزیت کی غرض سے گئے اور ہم نے کہا کہ اے ابا حمزہ! ہم اس کے لئے جنت کی امید کرتے ہیں، تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اس سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا ہوں (یعنی آپ یہ فرماتے تھے) کہ موت ہر مؤمن کے گناہ کا کفارہ ہوتی ہے۔

☆ کتاب الزہد والرقائق

یہ کتاب عبداللہ بن المبارک کی تصنیف ہے، جو کتاب اس وقت اس نام سے رائج و مشہور ہے، وہ اس کا انتخاب ہے جس کو حافظ ضیاء الدین ابو عبداللہ بن محمد بن عثمان بن سلیمان صوفی زرازی نے کیا تھا، جو عوام و خواص کی نظروں میں مقبول ہے۔ دراصل یہ کتاب بروایت حسین بن مروزی^(۱) رائج اور مشہور ہے، اور ان سے ان کے شاگرد ابو محمد بن یحییٰ محمد بن صاعد نے روایت کیا ہے، بہت سے زیادات واقع ہیں، ان میں سے بعض زیادات وہ ہیں جن کو مروزی نے غیر ابن مبارک سے روایت کیا ہے، اور بعض وہ ہیں جن کو ابن صاعد نے اپنے شیوخ سے کیا ہے۔ بہر حال اس وقت کتاب الزہد والرقائق کا منتخب شدہ نسخہ ہے جو اجازت و سماعت میں کارآمد ہے، اس کی پہلی حدیث یہ ہے:

قال الإمام الجليل الحافظ أبو عبد الرحمن عبد الله بن المبارك الحنظلي المروزي أخبرنا يونس عن الزهري قال أخبرنا السائب بن يزيد أن شريح الحضرمي ذكر عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ذلك رجل لا يتوسد القرآن.^(۲)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ شریح حضرمی کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ آدمی ہے جو قرآن کو تکیہ نہیں لگاتا۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ اس کلمہ کے معنوں میں علماء حدیث کا کافی اختلاف ہے۔ میں نے اپنے شیخ سے جو کچھ سنا ہے اور جو مجھ کو یاد ہے وہ یہ ہے کہ توسد کے معنی ہیں نیند میں تکیہ لگانا، غرض اس سے یہ ہے کہ

(۱) حسین بن حسن مروزی: ابو عبداللہ حسین بن حسن بن حرب سلمی مروزی، آپ عبداللہ بن مبارک کے خاص تلامذہ میں ہیں۔ مکہ میں حرم کی مجاورت اختیار کی تھی، عبداللہ بن مبارک سے انہوں نے بکثرت روایتیں کی ہیں، ان کے علاوہ سفیان بن عیینہ، معتمر بن سلیمان، ہشام بن بشیر وغیرہ سے بھی آپ نے روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں ترمذی، ابن ماجہ، قحی بن مخلد، اور یحییٰ بن صاعد وغیرہ ہیں۔ ابو حاتم نے کہا ہے کہ ان کی وفات ۲۳۶ھ [۶۸۶-۶۹۱] میں ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۹۰-۹۱۔ الجرح والتعديل ۳/۴۹۔ تہذیب التہذیب ۴/۳۳۴۔ شذرات الذهب ۲/۱۱۱۔

(۲) کتاب الزہد، ص: ۴۲۶۔

☆ یہ کتاب مجلس احیاء المعارف مالیکاؤں سے ۱۳۸۵ھ میں مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی۔ جس میں اس کتاب کا نام کتاب الزہد والرقائق ہی لکھا ہے، جب کہ اصل فارسی میں الرقاق درج ہے۔

چونکہ قوت حافظہ سر میں ہوتی ہے، اور قرآن محفوظ بمنزلہ تکیہ کے ہے جو زیر سر رہتا ہے، پس انسان کو مناسب نہیں ہے کہ تہجد کو ترک کرے اور قرآن کو گویا تکیہ بنا کر سو جائے۔ واللہ اعلم

اگرچہ ابن المبارک اس تعریف سے جو اس مختصر میں ان کی کی جائے مثل ائمہ اربعہ برتر ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ ان بزرگوں کے احوال ذکر کرنے سے کنارہ کیا گیا ہے، مگر چونکہ ان بزرگ (ابن المبارک) کے مذہب کا باوجود اس جلالت و فضیلت کے رواج نہیں ہے، اور نہ ان کے تابع و مقلد موجود ہیں کہ لوگ ان کے احوال پر مطلع ہوتے، اس وجہ سے ان کے حالات کا کچھ حصہ لکھا جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے، نام عبد اللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی، باعتبار ولادہ^(۱) کے، مرد کے رہنے والے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کو مروزی کہتے ہیں۔^(۲) ان کے والد بزرگوار شہر حران^(۳) کے ایک ترک تاجر کے غلام اور مملوک تھے، اور وہ تاجر بنی حنظلہ میں سے تھا جو بنی تمیم کا ایک قبیلہ ہے۔^(۴) تاریخ عامری میں مذکور ہے کہ ان کے والد مبارک بہت متقی اور پرہیزگار تھے۔ ان کے مالک نے اپنے باغ کا داروغہ ان کو مقرر کیا تھا، ایک دن اس نے یہ کہا کہ اے مبارک! باغ سے ایک ترش^(۵) انار لے آؤ، وہ گئے اور ایک انار لائے جو شیریں نکلا، مالک نے کہا میں نے تم کو ترش انار لانے کے لئے کہا تھا، مبارک نے جواب دیا کہ میں کس طرح معلوم کر سکتا ہوں کہ کون سے درخت سے انار شیریں اترتے ہیں اور کون سے درخت سے ترش؟ جس کسی نے ان درختوں سے کھایا ہے وہ جانتا ہے، مالک نے کہا کہ تم نے اب تک کوئی انار نہیں کھایا؟ مبارک نے کہا کہ آپ نے میرے ذمہ اس باغ کی حفاظت اور نگہبانی لازم کی ہے، کھانے اور چکھنے کی اجازت نہیں دی، میرے ذمہ جو خدمت لازم ہے اس کو بجالاتا ہوں۔ مالک ان کی اس دیانت اور امانت سے بہت خوش ہوا، اور کہا کہ تم اس قابل ہو کہ میری مجلس میں رہو اور باغبانی کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دی۔ ایک روز مالک نے اپنی نوجوان دختر کے نکاح کے بارے میں ان سے مشورہ کیا، تو مبارک نے کہا کہ جاہلیت کے عرب تو اپنی لڑکی کا نکاح حسب و نسب کے اعتبار سے کرتے تھے، یہود مال کے عاشق ہیں، نصاریٰ جمال پر فریفتہ

(۱) یعنی اپنے آقا کے وطن کی نسبت سے۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۸/۳۷۸۔ [۷۹/۸-۷۸، نور] و فیات الاعیان ۳/۳۲۔

(۳) فارسی کے نسخہ میں ہمدان ہے اور یہی صحیح ہے، سیر اعلام النبلاء ۸/۳۸۱، سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ [نور]

(۴) سیر اعلام النبلاء ۸/۳۷۱۔ [۳۸۱/۸، نور]

(۵) بنیادی مراجع میں شیریں [حلو] لکھا ہے۔ مگر بستان کے تمام نسخوں اور ترجموں میں ترش تحریر ہے، بظاہر اول صحیح ہے۔ [نور]

ہوتے ہیں، مگر اسلام میں دین کا اعتبار ہے، ان چاروں میں سے جو پسند خاطر ہو اس پر عمل کرنا چاہئے، مالک کو ان کی یہ عاقلانہ بات بہت پسند آئی، گھر جا کر اس مشورہ کو اپنی بیوی سے بیان کیا، اور کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح مبارک سے کر دوں، اگرچہ غلام ہے، مگر پرہیزگاری، تقویٰ اور دینداری کے اعتبار سے وہ اپنے زمانہ کا سردار ہے۔ دختر کی ماں نے بھی اس کو پسند کیا، تو اس کا نکاح ان سے کر دیا۔ اسی لڑکی سے یہ عبداللہ پیدا ہوئے، اس تاجر کی وراثت سے بہت سامان ان کو ملا۔^(۱) عبداللہ کا سال ولادت ۱۱۸ھ [۶۳۶ء-۶۳۷ء] یا ۱۱۹ھ [۶۳۷ء-۶۳۸ء] ہے،^(۲) عبداللہ کی ساری زندگی سفر میں گزری، کبھی حج کے لئے جاتے تھے، کبھی جہاد اور تجارت کے لئے۔^(۳) اسی طرح اسلامی ممالک میں گشت کرتے رہے، امام مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ہشام بن عروہ،^(۴) عاصم احول،^(۵) سلیمان تیمی^(۶) حمید طویل، خالد حذاء^(۷) اور دوسرے

(۱) دیکھئے: مرآة الجنان ۱/۳۷۹۔ [۲۹۲/۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۱۷ھ، نور] تھوڑے فرق کے ساتھ۔ وفيات الاعیان ۳/۳۲۔ [۱۶/۲، نور] ابن خلکان کہتے ہیں کہ میں نے بعض کتب تاریخ میں کہ یہ قصہ ابراہیم بن ادہم کی طرف منسوب پایا ہے۔

(۲-۳) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۰- [۲۵۳/۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۸/۳۷۹

(۴) ہشام بن عروہ: ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام قرشی، اسدی۔ ان کی کنیت ابوالمزہر تھی۔ ۱۱۸ھ [۶۸۰-۸۱] میں پیدا ہوئے، اپنے والد، چچا اور عمرو بن شعیب سے کسب فیض کیا، اپنی چچا زاد بہن (منذر کی دختر نیک اختر) اسماء سے ان کا نکاح ہوا، ان سے روایت کرنے والوں میں طبقات ائمہ محدثین میں سے مالک، شعبہ، ثوری وغیرہ ہیں، ان کی وفات ۱۲۶ھ [۶۴۳ء] بغداد میں ہوئی، نماز جنازہ ابو جعفر منصور نے پڑھائی، ابو حاتم رازی نے انہیں ثقہ اور حدیث کا امام کہا ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ جس طرح معمر سے عراقیوں کی روایت کردہ احادیث میں اوہام کا احتمال پایا جاتا ہے، اسی طرح ہشام سے عراقیوں کی روایت کردہ احادیث میں بھی اوہام کا احتمال ہے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۶/۴۷-۴۸۔ تساریخ بغداد ۱/۴۷۔

[۳۲/۱۳-۳۷، نور] وفيات الاعیان ۶/۵۸۰۔ [۲۴۶-۲۷/۳، نور] تہذیب التہذیب ۱۱/۴۸- [۵۱/۱۱-۴۸، نور] (۵) عاصم احول: ابو عبد الرحمن عاصم بن سلیمان بصری احول۔ بصرہ کے محدث اور مدائن کے محاسب تھے۔ انہوں نے عبداللہ بن سرجس، انس بن مالک، رفیع ابو العالیہ، ابو قلابہ، حسن اور ابن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں قتادہ، سلیمان تیمی، شعبہ، معمر، ہشیم، جریر بن عبد الحمید، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، یزید بن ہارون وغیرہ ہیں۔ ثوری کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں میں چار بڑے حفاظ حدیث دیکھے، اسماعیل بن ابو خالد، عاصم احول، یحییٰ بن سعید، اور غالباً ہشام دستوائی، ۱۲۱ھ [۵۹-۵۸ء] یا ۱۲۲ھ [۶۰-۵۹ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۶/۵-۱۳۔ الجرح والتعديل ۶/۳۴۳۔ تہذیب التہذیب ۵/۴۲- [۴۳/۵-۴۲، نور] شذرات الذهب ۱/۲۱۰۔

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

علماء تبع تابعین اور صغار تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین سے علم حدیث کو حاصل کیا۔^(۱) طبقات عمدہ محدثین میں سے مثل عبدالرحمن بن مہدی،^(۲) یحییٰ بن معین، ابوبکر و عثمان^(۳) پسران ابی شیبہ، امام احمد بن

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۶) سلیمان بن طرخان: ابوالمعتز سلیمان بن طرخان تیمی، بصری۔ بنو تیم میں رہنے کی وجہ سے ان کو تیمی کہا گیا ہے۔ انہوں نے انس بن مالک، طاؤس، حسن اور ثابت وغیرہ سے اکتساب فیض کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے فرزند معتز، شعبہ، سفیان، حماد بن سلمہ، ابن مبارک، جریر بن عبدالحمید، یحییٰ قطان اور یزید بن ہارون جیسے ائمہ حدیث ہیں، علم و عمل کے جامع تھے، جب یہ حدیث سناتے تھے، تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ حماد بن سلمہ کہتے ہیں جب بھی ہم سلیمان تیمی کے پاس عبادت کے وقت میں گئے تو ہم نے ان کو اس وقت خدا کے حکم پر عمل پیرا پایا، ہمارا گمان تھا کہ معصیت الہی سے وہ آشنا ہی نہ تھے، بصرہ میں ۱۴۳ھ [۶۱-۶۰ء] میں وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۲/۲۰۲-۱۹۵- [۶/۲۰۲-۱۹۵، نور] الطبقات ۱۸/۷- [۷/۱۸۸، نور] الجرح والتعديل ۱۲۵/۴-۱۲۴- شذرات الذهب ۱/۲۱۲۔

(۷) خالد حذاء: ابوالمنازل خالد بن مہران بصری حذاء کے نام سے مشہور ہیں، حافظ حدیث اور ثقہ ہیں، انس بن مالک کو انہوں نے دیکھا ہے، ابو عثمان مہدی، عبداللہ بن شفیق، ابن سیرین اور ابوالعالیہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ابواسحاق فزاری، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، سفیان بن عیینہ، شعبہ اور معتز بن سلیمان وغیرہ ہیں۔ احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور دیگر حضرات نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ صحاح میں ان کی حدیثیں ہیں۔ ۱۴۱ھ [۵۹-۵۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۶/۹۳-۱۹۰۔ الطبقات ۲۳/۷- [۷/۱۹۲، نور] الجرح والتعديل ۲/۵۳-۳۵۲- [۳/۵۳-۳۵۲، نور] شذرات الذهب ۱/۲۱۰۔

حاشیہ صفحہ ہذا

(۱) سیر اعلام النبلاء ۸/۳۷۹- [۸/۸۰-۳۷۹، نور] (۲) عبدالرحمن بن مہدی: ابوسعید عبدالرحمن بن مہدی بن حبان [ذہبی نے تذکرہ میں حبان کے بجائے حسان لکھا ہے، نور] بن عبدالرحمن غزیری، بصری۔ ناقد مجود، سید الحفظ اور ائمہ حدیث میں ہیں۔ ۱۳۵ھ [۵۲-۵۳ء] ان کا سال ولادت ہے، ہشام دستوائی، سفیان، شعبہ، حماد بن سلمہ، مالک اور ابن مبارک سے علم حدیث حاصل کیا، ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں علی، یحییٰ، احمد، اسحاق ابن ابی شیبہ، بندار، ابوخیثمہ اور ابو ثور وغیرہ ہیں، امام اور حجت تھے اور علم و عمل میں نمونہ سلف تھے۔ امام شافعی نے ان کے تعلق فرمایا کہ علم حدیث میں یہ عدیم المثال تھے، احمد بن حنبل نے عبدالرحمن کو، یحییٰ قطان سے افقہ کہا ہے، ایک مرتبہ عبدالرحمن بن مہدی سے پوچھا گیا کہ تم جھوٹوں کو کیسے پہنچانتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ڈاکٹر جس طرح مجنوں کو پہچان لیتا ہے، اسی طرح میں بھی جھوٹوں کو پہچان لیتا ہوں۔ ۱۹۸ھ [۸۱۳ء] جمادی الاخریٰ میں ان کی وفات ہوئی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۹/۲۰۹-۱۹۵۔ [۹/۲۰۹-۱۹۲، نور] الطبقات ۷/۲۹۷- تاریخ بغداد ۱۰/۲۴۰- شذرات الذهب ۱/۳۵۵۔

(۳) عثمان ابن ابی شیبہ: عثمان بن محمد بن ابوشیبہ ابراہیم کوئی آپ کا نام ہے، ولاء کے اعتبار سے عیسیٰ تھے، حافظ حدیث صاحب تصانیف ہونے کے علاوہ مفسر بھی تھے، ۱۶۰ھ [۷۷-۷۷ء] میں عید کے دن تولد ہوئے، انہوں نے شریک، جریر بن عبدالحمید، ہشیم، ابن عیینہ اور عبداللہ بن مبارک سے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں شیخین، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ ہیں۔ احمد بن حنبل سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ان کی تعریف کی اور کہا کہ وہ سراپا خیر ہیں، میں نے ان میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ ۲۳۹ھ [۸۵۳ء] کو ان کی وفات ہوئی دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۱/۵۳-۱۵۱- [۱۱/۵۴-۱۵۱، نور] الجرح والتعديل ۶/۱۶۶-۶۷- تہذیب التہذیب ۷/۱۴۹-۵۱- شذرات الذهب ۲/۹۲۔

حنبل اور حسن بن عرفہ^(۱) ان کے شاگرد ہیں۔^(۲) عجیب تر بات یہ ہے کہ سفیان ثوری نے بھی جوان کے بزرگ ترین شیوخ میں سے ہیں، ان سے کچھ باتیں اخذ کی ہیں۔^(۳) سفیان ثوری باوجود اس کمال کے جس کو اہل کمال ہی سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے بہت کوشش کی کہ ایک سال ہی شب و روز ابن المبارک کی وضع پر گزار دوں۔ مگر نہ ہوسکا۔ کبھی کبھی یہ بھی فرماتے تھے کہ کاش میری تمام عمر ابن المبارک کے تین شبانہ روز کے برابر ہوتی۔^(۴) ابن المبارک کو حق تعالیٰ نے وہ مرتبہ عنایت فرمایا تھا کہ چیدہ چیدہ بزرگ ان کی محبت سے تقرب الہی کے متلاشی رہتے تھے۔ ذہبی جو حدیث کے مشہور مشائخ میں سے ہیں اور بہت بزرگ ہیں کہتے ہیں کہ مجھ کو ابن المبارک تک ازراہ اجازت چھ واسطے بہم پہنچے ہیں، اور یہ میری انتہائی اونچی سند ہے۔ اس کے بعد یہ کہا ہے کہ

والله انى لأحبه لله وأرجو الخير بحبه لما منحه من التقوى والعبادة
والإخلاص والجهاد وسعة العلم والإتقان والمؤاساة والفتوة والصفات
الحميدة.^(۵)

چونکہ ابن مبارک تقویٰ، عبادت، اخلاص، جہاد، وسعت علم، دین کی مضبوطی، غم خواری، جواں مردی، اور نیز تمام صفات حمیدہ سے متصف تھے، اس وجہ سے قسم اللہ کی ان کو اللہ

(۱) حسن بن عرفہ: ابوعلی حسن بن عرفہ بن یزید بغدادی۔ مؤدب اور اپنے زمانے کے صاحب مسند تھے، ثقہ ہیں۔ ۱۵۰ھ [۶۷۷ء] میں ولادت ہوئی۔ ہشیم بن بشیر، عبداللہ بن مبارک، جریر بن عبدالحمید، معتمر بن سلیمان وغیرہ آپ کے اجل شیوخ میں ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ترمذی، ابن ماجہ اور زکریا کے علاوہ ابویعلیٰ، ابن صاعد، اور ابن ابوحاتم بھی ہیں۔ ۲۵۰ھ [۸۷۰ء] میں وفات پائی، تبع سنت تھے، علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ۳۵ھ [۳۳۲-۳۳۳ء] میں ان کی سند عالی سند تھی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱/۵۱-۵۴۷۔ الجرح والتعديل ۳/۳۲-۳۱۔ تاریخ بغداد ۷/۹۶-۳۹۴۔ شذرات الذهب ۲/۱۳۶۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۰۔ [نور، ۲۵۳/۱] صحیح بات یہ ہے کہ احمد بن حنبل کی ملاقات ابن مبارک سے نہیں ہوئی ہے جیسا کہ ذہبی نے بھی ذکر کیا ہے، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۸/۴۱۸۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۸/۳۸۰۔

(۴) تاریخ بغداد ۱۰/۱۶۲- [نور، ۱۶۱/۱۰] سیر اعلام النبلاء ۸/۳۸۹۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۰- [نور، ۲۵۴/۲]

کے واسطے دوست رکھتا ہوں اور ان کی محبت سے مجھ کو بھلائی کی امید ہے۔

قتیبہ بن سعد بلخی بغلانی جو اصحاب ستہ کے شیخ ہیں۔^(۱) فرمایا کرتے تھے کہ ”خیر اہل زماننا ابن

المبارک، ثم أحمد بن حنبل“ ہمارے زمانے کے بہتر ابن المبارک ہیں، اور پھر احمد بن حنبل۔^(۲)

ثقافت کی تاریخ میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ بزرگوں کی ایک جماعت ایک مقام پر مجتمع ہوئی، اور علم فقہ، ادب،

نحو، لغت، زہد، شعر گوئی، فصاحت، شب بیداری، تہجد گزاری، عبادت، حج، جہاد، شہ سواری، ہتھیار بندی،

بے فائدہ باتوں سے اجتناب، انصاف کی پابندی، اپنے احباب سے حسن صحبت اور ان کی مخالفت سے

احتراز کرنا، ان سب صفات حمیدہ میں اپنے زمانہ کا سردار ابن المبارک کو تسلیم کیا، اور ان باب ہائے مذکورہ

سے ہر باب میں ان کے تفوق اور بے نظیر ہونے کا اقرار کیا۔^(۳) ابن المبارک فرمایا کرتے تھے کہ میں نے

چار ہزار شیوخ سے علم کو جمع کیا ہے۔ لیکن روایت صرف ایک ہزار شیوخ سے کرتا ہوں۔^(۴) علی بن حسن

بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ابن المبارک کے ہمراہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر باہر آیا، ابن المبارک

اپنے مکان کو جانا چاہتے تھے۔ رات سخت جاڑوں کی تھی، جب ہم مسجد کے دروازے پر پہنچے، تو میں نے ان

سے ایک حدیث کا ذکر کیا، انہوں نے جواب دینا شروع کیا تو اسی مقام پر کھڑے کھڑے صبح ہو گئی

اور مؤذن نے آ کر فجر کی اذان دی۔^(۵) فضیل بن عیاض تو ابن المبارک کے بارے میں یہ فرمایا کرتے

تھے کہ ”و ربّ هذا البيت مارات عینای مثل ابن المبارک“^(۶) (اس بیت اللہ کی قسم میری نظروں

نے تو ابن المبارک جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا) ایک روز چند اشخاص ابن المبارک کی خدمت میں بغرض

طلب علم حدیث آئے اور یہ کہا کہ ”یا عالم المشرق حدثنا“ یعنی اے مشرق کے عالم ہم کو حدیث

(۱) سوائے ابن ماجہ کے اصحاب صحاح نے ان سے روایت کی ہے، ابن ماجہ نے محمد بن یحییٰ ذہلی کے واسطے ان سے روایت کی ہے۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۱/۱۹۵۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۱۔ [۱/۲۵۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۸/۳۹۷۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۲۔ [۱/۲۵۵، نور]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۲۔ [۱/۲۵۵، نور]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۲۔ [۱/۲۵۵، نور]

سنايے۔ سفیان ثوری اس جگہ تشریف فرماتے، انہوں نے فرمایا کہ ”و یحکم عالم المشرق
 والمغرب وما بینہما ان کنتم تعقلون“^(۱) (افسوس ہے تم پر کیا کہتے ہو؟ وہ تو مشرق اور مغرب
 اور ان کے مابین کے عالم ہیں اگر تم جانتے اور سمجھتے) ایک دن ابن المبارک شہر رقہ میں تشریف لے
 گئے، ہارون رشید خلیفہ عباسی بھی وہاں موجود تھے۔ تمام شہر میں شور اور غلغلہ بلند ہوا، آدمی دوڑ دوڑ کر
 آرہے تھے، ہارون رشید کی خواص عورتوں میں سے ایک عورت (کنیز) نے بالا خانہ پر سے یہ شور و غوغا
 سن کر دریافت کیا کہ یہ کیا غلج رہا ہے، اور کس لئے، لوگوں نے کہا کہ خراسان کے ایک عالم تشریف
 لائے ہیں، عبداللہ بن المبارک ان کا نام ہے، ان کی زیارت کے لئے مخلوق کھینچی چلی آرہی ہے۔ تو اس
 نے کہا درحقیقت بادشاہت یہی ہے جو اس شخص کے پاس ہے، نہ کہ ہارون رشید کے پاس جو بزور
 چابک اور چوب دستی لوگوں کو جمع کرتا ہے۔^(۲) ابو بکر خطیب فرماتے ہیں کہ فن حدیث کے عجائبات
 میں سے یہ ہے کہ معمر بن راشد اور حسین بن داؤد ان دونوں نے ابن المبارک سے حدیث کو روایت
 کیا ہے، حالانکہ ان دونوں کی وفات کے مابین ایک سو بتیس سال کی مدت ہے۔^(۳) ایک دفعہ ابن
 المبارک کے والد نے پچاس ہزار درہم دے کر کہا کہ اس روپیہ سے تجارت کرو، ابن المبارک ان
 درہموں کو لے کر چلے گئے اور سب کو علم حدیث کی طلب میں صرف کر کے واپس آگئے، جب والد
 بزرگوار نے دریافت کیا کہ ان درہموں سے کیا جنس لائے اور کس قدر کمایا تو ابن المبارک نے اس
 مدت میں جس قدر دفتروں کو جمع کیا تھا، وہ باپ کے سامنے پیش کر کے کہا کہ میں یہ جنس لایا ہوں
 اور میں نے ایسی تجارت کی ہے جس سے دارین کا نفع حاصل ہو، باپ بہت خوش ہوئے، گھر میں لے
 جا کر تیس ہزار درہم اور دیئے اور یہ کہا کہ ان کو بھی اسی جنس میں صرف کر کے اپنی تجارت کو کامل کر لو۔
 ابن المبارک کے طلب علم کا سبب اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جوانی کے ایام میں نبیذ پیا کرتے

(۱) تاریخ بغداد ۱۰/۲۶۲ - [۱۰/۱۶۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۸/۳۸۹ - [ان کنتم تعقلون کا اضافہ

سیر میں نہیں ہے، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۸/۳۸۴ - تاریخ بغداد ۱۰/۱۵۶ - [۱۰/۵۷-۱۵۶، نور] و فیات الاعیان ۳/۳۳ - [۱۶/۲، نور]

(۳) السابق واللاحق، ص: ۲۵۲ - [ص: ۲۳۷، تحقیق: محمد بن مطرز ہرانی، دارالاصمعی ریاض: ۱۳۲۱ھ - ۲۰۰۰ء، نور]

تھے، اور سرود، صحبت یاراں اور جو کچھ اس مشغل کے لوازم ہیں، ان کو بھی پوری طرح پر کیا کرتے تھے، ایک دفعہ جب سیب پکنے کا موسم آیا تو باغ میں تشریف لے گئے اور سب یار دوستوں کو وہاں بلا کر مکلف طعام اور اعلیٰ شراب سے ان کی دعوت کی، کھانا کھانے اور شراب نوشی سے فارغ ہو کر لہو و لعب اور سرود طرب میں ایسے مشغول ہوئے کہ نشہ غالب ہوا اور بیہوش ہو کر گر پڑے، جب صبح کے وقت بیدار ہوئے تو چنگ ہاتھ میں لے کر بجانا چاہا، مگر اس سے آواز نہ نکلی، چونکہ اس فن میں بھی مہارت کامل رکھتے تھے، اس کے تاروں کو ٹھیک کر کے دوبارہ بجانا چاہا، تو پھر بھی کوئی صدا اس سے برآمد نہ ہوئی، یہاں تک کہ چنگ انسان کی طرح قدرت خداوندی سے گویا ہوا اور یہ آیت پڑھنے لگا۔ ”ألم یأمن اللذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذكر اللہ“ (کیا وقت نہیں پہنچا ایمان والوں کو کہ اللہ کی یاد سے ان کے دل خوف کھائیں) یہ سنتے ہی ایسے متنبہ ہوئے کہ چنگ کو توڑ دیا، شراب بہادی، وہ ریشمیں اور گونا گوں نقش و نگار سے منقش کپڑے جو زیب تن تھے، ان سب کو پھاڑ ڈالا، اور طلب علم و عبادت الہی میں مشغول ہو گئے۔ ابو عبد اللہ بن حماد نے تو تاریخ مختصر المدارک میں اس حکایت کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ مگر طبقات کفوی میں دوسری طرح مذکور ہے، وہ باغ اور شراب نوشی اور سکر کا قصہ ذکر کرنے کے بعد یہ لکھتے ہیں کہ ابن المبارک نے یہ خواب دیکھا کہ ایک جانور خوش الحان ایک درخت پر جوان کے قریب تھا، یہ آیت تلاوت کر رہا ہے۔ ان دونوں واقعات میں اس طرح تطبیق کی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے حق تعالیٰ نے اول خواب میں کسی پرندہ کی آواز سے ان کو باخبر کیا ہو اور پھر بیداری میں چنگ کے ذریعہ سے اس کی تاکید کی گئی ہو، بہر حال وہ اس مشغل میں اپنے اصل مدعا کو پہنچ گئے۔^(۱) سب سے پہلے امام اعظمؒ کے شاگرد ہوئے، اور ان سے طریق تفسیر کو حاصل کیا۔^(۲) جب امام اعظمؒ کی وفات ہو گئی تو مدینہ منورہ میں امام مالکؒ کی خدمت میں رہ کر علم کی تکمیل کی، اسی وجہ سے ان کا اجتہاد بہیت مجموعی دو طریق پر ہے، یہی وجہ ہے کہ حنفیہ ان کو اپنی جماعت میں شمار کرتے ہیں اور مالکیہ اپنے طبقات میں ان کو لکھتے ہیں۔ آخر حیات تک اس طریق پر قائم رہے کہ ایک سال حج کو تشریف لے جاتے تھے اور ایک سال جہاد میں مصروف رہتے تھے۔ یہ دو شعرا کثر پڑھا کرتے تھے۔

(۱) تاریخ دمشق الكبير ۳۲/۴۰۶ - [۲۸۰/۳۴، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۸/۴۰۹ -

وا ذا صاحب☆ فاصحب ماجداً☆ ذاعفاف وحياء وكرم☆

جب تو کسی کو دوست بنائے تو ایسے شریف کو دوست بنا جو پاکدامن اور باحیا اور صاحب کرم ہو۔

قوله لشي لا، ان قلت لا واذا قلت نعم، قال نعم^(۱)

(ایسا کہ) اگر تو کسی چیز کے بارے میں نہیں کہے تو وہ نہیں کہے، اور جب تو ہاں کہے تو وہ (بھی) ہاں کہے۔

ابن المبارک کے نصیحت آمیز کلمات یہ ہیں کہ طالب علم کی نیت صحیح ہونی چاہئے، استادوں کے حروف اور کلمات کو کامل توجہ سے سننا چاہئے، اور پھر اس میں غور و فکر کرنا ضروری ہے، اس کے بعد ان کو محفوظ کرنا اور مشہور شاگردوں میں پھیلانا چاہئے، جو کوئی ان پانچ شرطوں میں سے ایک کو بھی نظر انداز کرے گا اس کا علم ناقص رہے گا۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چار ہزار حدیثوں میں سے یہ چار باتیں منتخب کی ہیں، اول یہ کہ مال دنیا پر مغرور نہ ہونا چاہئے، دوسرے یہ کہ اپنے شکم میں ایسی چیز کو داخل نہ کرنا چاہئے جس کا وہ کما اور کیفاً متحمل نہ ہو، تیسرے یہ کہ علم سے اسی قدر حاصل کرنا چاہئے جس قدر کہ وہ نافع ہو، چوتھے یہ کہ کسی چیز میں عورت پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے، ابن المبارک کے تقوے اور پرہیزگاری کی بھی عجیب عجیب حکایات منقول ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ملک شام میں کسی سے قلم عاریتاً لیا تھا اس کو دینا یاد نہ رہا، اپنے ہمراہ وطن مرو میں لے آئے، جب یاد آیا تو پھر ملک شام میں اس کے دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک شک و شبہ کا ایک درہم واپس کر دینا لاکھ درہم راہ خدا میں صرف کرنے سے بہتر ہے۔ جب قریب المرگ ہوئے، موت کے آثار نمایاں ہونے لگے تو اپنے غلام نصر سے جو حدیث کے معتبر راویوں میں سے ہے یہ فرمایا کہ مجھ کو فرشتے سے اٹھا کر خاک پر ڈال دو، اس پر غلام رونے لگا تو فرمایا کیوں روتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ اس غربت اور مسافرت اور بے کسی کی حالت کو دیکھ کر آپ کی ثروت اور نعمت و دولت کا زمانہ یاد کر کے روتا ہوں۔ فرمایا خاموش رہو، میں اپنے خدا سے ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ میری زندگی مثل دولت مندوں کے اور میرا امر ناخاکساروں کی طرح ہو۔ ابن المبارک کی وفات

(۱) الجواهر المضية ۱/۲۸۱۔

غربت اور مسافرت میں ہوئی، جہاد سے واپسی کے وقت راستہ میں جب مقام قصبہ ہیبت متصل شہر موصل میں پہنچے تو بیمار ہوئے، اور اپنی جان کو خدا کے سپرد کیا۔ ماہ رمضان المبارک ۱۸۱ھ [۷۹۷ء] آپ کی وفات کا سال ہے۔^(۱) انتقال کے بعد صلحاء میں سے کسی نے خواب میں دیکھا کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ ابن المبارک فردوسِ اعلیٰ میں پہنچ گئے۔^(۲) ابن المبارک گاہ گاہ شعر بھی تصنیف کیا کرتے تھے، چنانچہ یہ چند اشعار انہیں کے تصنیف کردہ ہیں۔

أرى أناسا بادنى الدين قد قنعوا ولا أراهم رضوا فى العيش بالدون

لوگوں کی یہ حالت دیکھتا ہوں کہ دین کی باتوں میں تھوڑے سے پر قناعت کر لی ہے اور کبھی نہیں دیکھتا کہ اسبابِ معشیت میں بھی ادنیٰ درجہ پر راضی ہو گئے ہوں۔

فاستغن بالله عن دين الملوك كما استغنى الملوك بدنياهم عن الدين

جیسا کہ بادشاہ اپنی دنیا کے سبب دین سے مستغنی ہو گئے، تو بھی اللہ سے لوگا کر ان کے دین سے مستغنی ہو جا۔

ابن المبارک کے ہم عصر شاعروں نے ان کی تعریف و توصیف میں بہت قصیدے لکھے ہیں۔ چنانچہ ایک قصیدہ کے دو شعر اس جگہ بھی لکھے جاتے ہیں۔

إذا سار عبداللہ من مرو ليلة فقد سار عنها نورها وجمالها

جب ایک رات عبداللہ مرو سے چلے، تو (گویا) اس سے اس کا نور و جمال رخصت ہو گیا۔

إذا ذكر الأخيار فى كل بلدة فهم أنجم فىها وأنت هلالها

جب شہروں میں علماء کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ ستاروں کی مانند ہیں، اور آپ ان میں مثل

چاند کے۔

جب حج کو تشریف لے جاتے اور بہت سے لوگ آپ کی معیت اور رفاقت میں اس مبارک سفر کا ارادہ کر کے اپنے ہمراہ نقد اور جنس لا کر آپ کے سپرد کر دیتے، تا کہ شرکت میں صرف کی جائے، تو ہر شخص کی

(۱) سیر اعلام النبلاء ۸/۴۱۸۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۸/۴۱۹۔

چیز کو لے کر ایک فہرست پر اس لانے والے کا نام مع اس مقدار کے جو لایا تھا لکھ لیا کرتے تھے، اور جس وقت سفر سے مراجعت فرماتے تو ہر ایک مالک کو اس کی وہ چیز لوٹا دیتے تھے۔^(۱) جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں اول ہی ان کو واپس کر دوں تو وہ سب لوگ میری مرافقت کو ترک کر دیں گے اور اس مبارک سفر سے محروم رہیں گے، وہ لوگ یہ خیال کر کے کہ ہم اپنے خرچہ سے کھاتے ہیں، کسی پر بار نہیں ہے، اس سعادت کو حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کے طفیل سے میں بھی اپنا بہت سا مال اللہ کی راہ میں صرف کر دیتا ہوں، اور یہ لوگ میرے سبب سے اس سعادت کو حاصل کر لیتے ہیں، اگر اول ہی ان کے نفقات کو واپس کر دوں تو میں بھی عمل خیر سے محروم رہوں، اور ان لوگوں کو بھی حج (کی سعادت) نصیب نہ ہو۔ جب حج سے فارغ ہو کر مراجعت فرماتے تو اپنے ہمراہیوں اور احباب کے لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے ہدایا اور تحفے کثرت سے لاتے تھے۔ اس میں بھی زر کثیر صرف ہوتا تھا جو اپنی تجارت کے مال میں سے صرف فرمایا کرتے تھے۔

☆ فردوس اللدیمی

یہ کتاب مشارق، تنبیہات اور جامع صغیر کے طرز پر ہے، یعنی احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے۔^(۲) چنانچہ حروف اللام فصل لہا میں اس طرح مرقوم ہے:

لما خلق الله الجنة، حفها بالريحان، وحفف الريحان بالحناء، وما خلق

(۱) سیر اعلام النبلاء ۸/۳۸۵-۸۶۔ سیر اعلام النبلاء میں یہاں بیان کردہ باتوں کے علاوہ بھی کئی باتیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۲) محمد بن جعفر کتانی کہتے ہیں کہ اس کتاب میں مصنف نے چھوٹی چھوٹی دس ہزار حدیثیں ذکر کی ہیں، اور بیس حروف تہجی پر مرتب کیا ہے، جس میں سند ذکر نہیں کی گئی ہے، اس کا نام "فردوس الآثار بما ثور الخطاب المنخرج علی کتاب الشہاب" رکھا ہے، کتاب الشہاب سے مراد قضای کی شہاب الاخبار ہے، ان کے فرزند نے چار جلدوں میں ان احادیث کی اسانید بیان کیں ہیں ہر حدیث کے تحت اس کی سند بیان کی ہے، اور اس کا نام "إبانة الشہب فی معرفة کیفیة الوقوف علی مافی کتاب الفردوس من علامة الحروف رکھا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس کو مختصر کیا ہے، جس کا نام

تسويد القوس فی مختصر مسند الفردوس رکھا ہے۔ الرسالة المستطرفه، ص: ۷۵-۷۶

☆ دارالکتب العلمیہ بیروت نے ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں یہ کتاب شائع کی تھی۔

اللہ شجرة أحب إليه من الحناء إلى آخر الحديث عن عبد الله بن عمر (۱)
 جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو ریحان سے اس کو ڈھانپا اور ریحان کو حنا سے،
 اللہ تعالیٰ نے کوئی درخت ایسا پیدا نہیں کیا جو اس کو حنا سے زیادہ محبوب ہو۔
 اور اسی فصل میں دوسری حدیث بھی بیان کرتے ہیں:

لما أسرى بي أتيت على قوم يزرعون في يوم ويحصدون في يوم، كلما
 حصدوا عاد كما كان، قلت لجبرئيل: من هؤلاء، قال هؤلاء
 المجاهدون في سبيل الله إلى آخر الحديث عن أبي هريرة.

جب مجھ کو معراج کی شب میں آسمانوں پر لے گئے تو میرا گزر ایک ایسی جماعت پر
 ہوا جو اسی روز بوتے ہیں اور کاٹ لیتے ہیں، اور جب کاٹ لیتے ہیں تو کھیتی پھر اسی
 طرح تیار ہو جاتی ہے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو کہا یہ اللہ کی راہ
 میں جہاد کرنے والے ہیں۔

یہ حدیث بہت طویل اور دراز ہے، جیسا کہ معراج کے قصے میں پوری مذکور ہے، فردوس کو دیلمی کے
 بیٹے نے حروف تہجی پر مرتب کیا ہے، اور اس کتاب کی وہی سند لکھی ہے جس کو حدیث کے شروع میں بیان
 کیا ہے، اور انہیں حروف کی ترتیب سے نہ کہ بترتیب اسمائے صحابہ۔ کتاب فردوس کے مصنف کا نام حافظ
 شیرویہ (۲) ہے، جو شہر دار بن شیرویہ کے بیٹے ہیں، اور ہمدان کے رہنے والے ہیں۔ تاریخ ہمدان کے
 مصنف بھی یہی ہیں۔ (۳) یوسف بن محمد بن یوسف مستملی، سفیان بن الحسن بن فنجویہ، عبد الحمید بن الحسن
 القفای، عبد الوہاب بن مندہ، احمد بن عیسیٰ دینوری، ابوالقاسم بن البسری اور دوسرے بے شمار علماء سے علم
 حدیث کو حاصل کیا۔ ہمدان، اصفہان، بغداد، قزوین اور دوسرے اسلامی شہروں میں سیر و سیاحت کی، (۴) حافظ
 یحییٰ بن مندہ ان کے یہ اوصاف بیان کرتے ہیں کہ وہ نہایت شکیل جوان، خلیق اور مذہب سنت میں

(۱) کتاب الفردوس ۴۲۳/۳۔ (۲) کنیت ابو شجاع ہے۔ ولادت: ۲۲۵ھ [۵۴-۶۱۰۵۳] [ع]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۵۵/۴ [۵۳/۴، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۵۵/۴۔ [۵۳/۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۹۴/۱۹

متصلب (سخت) اعتزال سے دور، کم گو اور دل کے دلیر تھے،^(۱) مگر اتقان معرفت اور علم میں کچھ قصور تھا، ستیم اور صحیح حدیث میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے۔ اسی لئے ان کی اس کتاب میں کثرت سے موضوعات اور واہیات درج ہیں۔ ان کے بیٹے شہر دار دیلمی، حافظ ابو موسیٰ ابن المدینی، اور حافظ ابو العلاء حسن بن احمد عطار، یہ سب ان سے روایت کرتے ہیں۔^(۲) ۹ رجب ۵۰۹ھ [۱۱۱۵ء] میں ان کی وفات ہوئی۔^(۳) ان کے بیٹے شہر دار بن شیر و یہ دیلمی جن کی کنیت ابو منصور ہے،^(۴) علم حدیث کی معرفت اور اس کے سمجھنے میں اپنے والد سے بہتر تھے، چنانچہ سمعانی بھی ان کی فہم اور معرفت کی شہادت دیتے ہیں۔^(۵) نیز علم ادب اچھا جانتے تھے۔ پاکباز اور عابد تھے زیادہ تر اپنی مسجد میں رہتے تھے۔ اکثر اوقات سماع حدیث اور اس کے لکھنے میں مشغول رہتے تھے۔ طلب علم میں اپنے والد کے شریک رہے۔ ۵۰۵ھ [۱۱۱۱-۱۲ء] میں جب انہوں نے اصفہان کا سفر کیا تو یہ بھی ہمراہ تھے۔^(۶) اور ۵۳۳ھ [۱۱۴۲-۴۳ء] میں خود تنہا بغداد گئے اور اپنے والد کی وفات کے بعد بہت سے استادوں سے علم کو حاصل کیا۔ منجملہ ان کے مکی ابن منصور الکرخی، ابو محمد نووی، اور ابو بکر احمد بن محمد بن زنجویہ بھی ہیں، اور بعض دوسرے محدثین سے اجازت حاصل کی ہے۔^(۷) کتاب فردوس کی ترتیب اس وضع پر انہوں نے کی، اور سندوں کو بڑی محنت سے فراہم کیا۔ جب یہ سنخ اور مہذب ہو چکی تو ان کے بیٹے ابو مسلم احمد بن شہر دار دیلمی اور ان کے بہت سے شاگردوں نے ان سے روایت کی۔^(۸) ۵۵۸ھ [۱۱۶۲-۶۳ء] میں شہر دار دیلمی کا انتقال ہو گیا۔^(۹) اس خاندان کا نسب فیروز دیلمی تک پہنچتا ہے، جو

(۱) سیر اعلام النبلاء ۲۹۵/۱۹۔ [ترجمہ بستان میں اسی طرح ہے مگر غالباً صحیح ترجمہ یہ ہونا چاہئے، اگرچہ معرفت

حدیث میں بہتر تھے مگر دوسرے لوگ اس فن میں ان سے ممتاز تھے۔ ۵۴/۴، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۵۶/۴۔ سیر اعلام النبلاء ۲۹۵/۱۹۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۲۹۵/۱۹۔ (۴) سیر اعلام النبلاء ۳۷۵/۲۰۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۳۷۶/۲۰۔ (۶) سیر اعلام النبلاء ۳۷۶/۲۰۔

(۷) تاریخ الاسلام، ص: ۲۵۰۔ [۵۵۱ھ تا ۵۶۱ھ] [۴۳/۱۱-۶۴۲ (۵۱۱-۵۷۰) تحقیق مصطفیٰ

عبد القادر عطا، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۲۰۰۵ء، نور] سیر اعلام النبلاء ۳۷۶/۲۰۔

(۸) تاریخ الاسلام، ص: ۲۵۰۔ [۵۵۱ھ تا ۵۶۱ھ] [۴۳/۱۱-۶۴۳ (۵۱۱-۵۷۰) نور]

(۹) سیر اعلام النبلاء ۳۷۶/۲۰۔ ☆ صحیح ۱۹ رجب ہے۔

صحابی اور اسود عسی (کذاب) کے قاتل تھے۔ ان کے بارے میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ”فاز فیروز“ (فیروز کامیاب ہوئے) فرمایا تھا۔^(۱)

☆ نوادر الاصول

اس کے مصنف حکیم ترمذی اُن ابو عیسیٰ ترمذی کے علاوہ ہیں جن کی کتاب صحاح ستہ میں شمار کی جاتی ہے۔ نوادر الاصول میں اکثر حدیثیں غیر معتبر ہیں، اکثر جاہلوں کو چونکہ معلوم نہیں ہے اس وجہ سے حکیم ترمذی کو وہی ترمذی خیال کر کے ان کی واہیات کو ابو عیسیٰ ترمذی کی طرف منسوب کر کے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ترمذی میں اس طرح ہے، اس لئے ان ہردو میں فرق کرنا نہایت ضروری ہے۔

أهل ما يقال في السجود بسجدة القرآن في اس طرح بیان کیا ہے:

ما يقال في سجدة سورة الأعراف عند قوله تعالى إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسَبَّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ.^(۲)

طابت لهم منازل القربة عندك فتطهروا عن الاستكبار وأذعنوا لك خضوعاً بما عاينوا من كبريائك، وعزيز جبروتك في الملكوت فلقوا عظمتك بالتسبيح واستكانوا بالسجود لك خشوعاً هؤلأء بديع حكمتك، ونحن ولد بديع فطرتك وصنيع يدك وأمة حبيبتك الممدوحون في التوراة والموصوفون في الإنجيل، بما منحتنا من منتك وفضلك وأهديت الى المنحبتين منا هداياك وكراماتك تحننا ورأفة سجدنا لك بحظنا من رأفتك ورحمتك، وألقينا بأيدينا

(۱) دیکھئے: الاصابه ۱۱/۳ - ۲۱۰ - الاستيعاب على هامش الاصابة ۸/۳ - ۲۰۴۔

(۲) سورة الاعراف: ۲۰۶۔

☆ یہ کتاب ۱۲۹۳ھ - ۱۲۹۴ھ میں دار صادر بیروت سے مرقاة الوصول کے ساتھ طبع ہو کر منظر عام پر آئی۔ پھر توفیق محمد تکلہ کی تحقیق سے دار النوادر نے ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء میں شائع کیا۔

سَلْمًا نَرْجُو مَرَادَكَ وَسَبِيلَكَ وَمَعْرُوفَكَ يَا مَعْرُوفًا بِالْعَطَايَا الْجَزِيلَةَ،
وَمَحْمُودًا عَلَى صَنَائِعِكَ الْجَمِيلَةَ.

وہ دعا جو سورہ اعراف کے سجدہ میں پڑھی جاتی ہے، جو اِنَّ الَّذِيْنَ السَّخِطَ عَلَيْهِمْ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ اَشْفَاكًا يَمْشَوْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لَمْ يَلْمِزُوْا اَحَدًا وَلَا نَجَبُوْا اَحَدًا مِّنْهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (ترجمہ آیہ: جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں) تیرے نزدیک ان کو عمدہ منازلِ قربت نصیب ہوئے تو وہ تکبر و غرور سے پاک ہو گئے، ان لوگوں نے ملکوت میں تیری بڑائی اور غلبہء جبروت کا معائنہ کر کے عجز و انکساری کرتے ہوئے تیرا یقین کر لیا۔ تیری عظمت کو معلوم کر کے تسبیح و تقدیس میں مشغول ہوئے، اور گڑگڑا کر خشوع قلب سے تیرے لئے سجدہ میں گر پڑے۔ یہ لوگ تیری نادر حکمت کا نمونہ ہیں۔ اور ہم تیری نادر فطرت کی اولاد ہیں، تیرے ہاتھ کے بنائے ہوئے اور تیری حبیب کی وہ امت ہیں جن کی تورات میں مدح کی گئی ہے، اور جو انجیل میں ان صفات سے متصف کئے گئے ہیں جن کو اپنے فضل اور احسان سے تو نے ہم کو عطا فرمایا۔ اور ہم میں سے جو بہت عاجزی کرنے والے ہیں ان کو تو نے اپنی مہربانی و شفقت سے اپنے ہدیوں اور کرامتوں کا تحفہ عنایت فرمایا (چونکہ) ہم تیری رافت اور رحمت سے بہرہ یاب ہوئے (اس لئے) ہم (بھی) تیرے لئے سجدہ کرتے ہیں اور تیرے مطیع اور فرمانبردار بندے بنتے ہیں۔ اے وہ (پاک ذات) جو کثیر عطاؤں کے ساتھ معروف اور عمدہ صفتوں سے محمود ہے، ہم تیری عطاء اور تیری مراد اور تیرے راستے کی (تجھ سے) امید کرتے ہیں۔

ان کی کنیت ابو عبد اللہ اور نام محمد ہے۔ نسب کا سلسلہ اس طرح ہے۔ محمد بن علی بن الحسین (حسن) ابن شیر (بشر) المؤمن حکیم ترمذی لقب ہے۔ اپنے زمانہ کے زاہدوں کے رئیس تھے، ان کی تصنیفات

بکثرت ہیں۔^(۱) اپنے والد علی بن الحسین، قتیبہ بن سعید بلخی، صالح بن عبداللہ ترمذی،^(۲) اور ان کے ہمعصروں سے روایت کرتے ہیں۔^(۳) علماء نیشاپور اور قاضی یحییٰ بن منصور^(۴) خود ان سے روایت کرتے ہیں۔ جب ترمذ کے لوگوں نے ان کو شہر بدر کیا تو ۲۸۵ھ [۸۹۸ء] میں نیشاپور تشریف لائے۔^(۵) اخراج کا سبب یہ ہوا تھا کہ جب انہوں نے ختم الولاہیت اور کتاب علل الشریعہ تصنیف کی اور وہ ظاہر بینوں کی نظروں سے گذریں تو انہوں نے ان کتابوں سے یہ استنباط کیا کہ یہ تفصیل ولایت بر نبوت کا مذہب رکھتے ہیں۔ یعنی اولیاء کو انبیاء پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور ان کا احتجاج بھی ان معنی کی طرف کچھ مشیر تھا، اس لئے کہ انہوں نے ”یغبطہم النبون والشہداء“ سے یہ تمسک کیا تھا کہ اگر بعض اولیاء انبیاء و شہداء سے افضل نہ ہوتے تو انبیاء ان پر کیوں غبطہ (رشک) کرتے۔ ان کے اس وحشتناک عقیدہ کی وجہ سے لوگوں نے ان کو ترمذ سے نکال دیا۔ وہاں سے بلخ پہنچے۔ اہل بلخ نے ان کو اپنے یہاں جگہ دی۔^(۶) آپ نے اہل بلخ سے اپنے کلام کا مطلب اور عذر بیان فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ میری غرض تفصیل اولیاء بر انبیاء ہرگز نہیں

- (۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۱۸- [۱۹۷/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۴۳۹- [۱۳/۴۰-۴۳۹، نور]
- (۲) صالح بن عبداللہ ترمذی: ابو عبداللہ صالح بن عبداللہ بن ذکوان باہلی، ترمذی۔ انہوں نے بغداد کو مسکن اختیار کیا تھا۔ مالک، شریک، ابو عوانہ وغیرہ سے فیض علم حدیث حاصل کیا۔ ان سے فیض حدیث پانے والوں میں ابو عیسیٰ ترمذی، ابو زرعد رازی، ابن ابی الدنیا، صالح جزرة اور ابو یعلیٰ وغیرہ ہیں۔ ابو حاتم نے انہیں صدوق کہا ہے۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ صاحب حدیث و تتبع سنت تھے۔ انہوں نے حدیثیں لکھی، اور جمع کی ہیں۔ ۲۳۹ھ [۵۳-۸۵۳ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۱/۳۹-۵۳۸۔ تاریخ بغداد ۹/۱۶-۳۱۵۔ الجرح والتعدیل ۴/۴۰۷۔
- (۳) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۱۸- [۱۹۷/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۴۴۰۔
- (۴) یحییٰ بن منصور: ابو محمد یحییٰ بن منصور بن یحییٰ بن عبدالملک آپ نیشاپور کے قاضی تھے۔ آپ نے علی بن عبدالعزیز بغوی، ابو مسلم کجی اور احمد بن سلمہ سے حدیث روایت کی ہے۔ علم حدیث کے بحر ذار تھے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حاکم، یحییٰ مزکی، ابو سعید عبدالملک بن ابو عثمان وغیرہ ہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ انہوں نے دس سے زیادہ سالوں تک قضاء کا عہدہ سنبھالا، ۲۳۹ھ [۵۱-۹۵۰ء] میں قضاء کے منصب سے معزول کئے گئے۔ اپنے عہد کے نیشاپور کے بڑے محدث تھے، [۳۵ھ [۹۶۲ء] میں وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۶/۲۸- العبر ۲/۲۵۳- [۸۹/۲، نور] شذرات الذهب ۳/۹۔
- (۵) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۱۸- [۱۹۷/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۴۴۰۔
- (۶) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۱۸- [۱۹۷/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۴۴۱۔ طبقات الشافعیۃ الكبرى ۲/۲۴۵- [۴۴۹/۱، نور]

ہے۔ میرا تو وہی عقیدہ ہے جو تمہارا۔ [☆] یہ بھی جاننا چاہئے کہ ان کی تصانیف میں احادیث غیر معتبرہ اور موضوعات کثرت سے درج ہیں۔ اس حادثہ کا سبب خود انہوں نے بیان کیا ہے۔ طبقات شعراوی میں مذکور ہے وہ یہ کہتے تھے کہ میں نے تصنیف سے پہلے کبھی تفکر و تدبر اور تامل نہیں کیا۔ اور نہ میری یہ غرض تھی کہ کوئی شخص ان مولفات کی نسبت میری طرف کرے گا۔ بلکہ جب کبھی مجھ کو کبیدگی پیدا ہوتی تو میں اپنی تسلی اور تسکین تالیف و تصنیف میں سمجھتا تھا۔ ^(۱) اور جو کچھ میرے دل میں آتا اس کو لکھ لیا کرتا تھا۔

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اکثر تصانیف از قبیل مسودات ہیں جو نظر ثانی و تہذیب و تنقیح کی محتاج ہیں، اور ان میں حذف و اصلاح کی ضرورت ہے۔ ان کے لطائف میں سے یہ ہے کہ وہ کہا کرتے تھے، پانچ شخصوں کے لئے پانچ جگہ سے بہتر کوئی مقام نہیں ہے۔ لڑکے کے لئے مکتب، جوان کے لئے مکان طلب علم، بوڑھے کے لئے مسجد۔ عورت کے لئے گھر، اور موذی کے لئے قید خانہ۔ ^(۲)

☆ کتاب الدعاء لابن ابی الدنیا

یہ نہایت عمدہ اور نفیس کتاب ہے۔ اس کے اول میں اللہ پاک کے ننانوے نام درج ہیں، جو بروایت ابن سیرین از ابی ہریرہ مروی ہیں۔ پھر چہل اسم اور ایسی ہے جس کی سند حسن بصریؒ پر موقوف ہے، اس کے بعد اسم اعظم ہے۔ اس کے بعد دعاء الفرج ہے۔ علی ہذا القیاس اسی سلسلہ میں ان کی ایک دوسری کتاب بھی ہے جس کا نام کتاب مجاب الدعوة ہے اس کے شروع میں یہ حدیث ہے:

لم يتكلم في المهد إلا ثلاثة عيسى بن مريم وصاحب جريج العابد
والصبي الذي مر بأمه راكب دابة فارهة وشارة حسنة وهي ترضعه

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۴۴۱. [۴۲/۳-۴۴۱، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۴۴۱۔ طبقات الصوفیہ، ص: ۲۱۹۔ [ص: ۱۷۷، تالیف: ابو عبد الرحمن محمد بن حسین

سلمی متوفی ۴۱۲ھ، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطاء دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان: ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸ء، نور]

☆ اہل بلخ سے عذر بیان کرنے کی بات مصادر میں نہیں ملی، بلکہ یوں لکھا ہے کہ اہل بلخ نے اپنے ہم عقیدہ ہونے کی وجہ سے ان کا اکرام کیا۔

☆ ابن ابی الدنیا کے رسائل کا مجموعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت نے ۱۴۱۳ھ-۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں شائع کیا جس میں یہ رسالہ بھی شامل ہے۔

فقالت: اللهم اجعل ابني مثل هذا ا لى اخر الحديث (۱)

تین شخصوں کے سوا گہوارے (یعنی دودھ پینے کی حالت میں) کسی نے کلام نہیں کیا، اول عیسیٰ بن مریم نے دوسرے اس لڑکے نے جس کی نسبت جرتج عابد کی طرف کی گئی تھی، تیسرے اس لڑکے نے جب کہ اس کو اس کی ماں دودھ پلا رہی تھی اور اس کے پاس سے ایک سوار تیز اور عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر گزرا تو اس نے یہ دعا کہ اے اللہ میرے لڑکے کو اس شہسوار جیسا کر دے الخ۔

(ف: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شیر خواری کی حالت میں کلام کرنا تو مشہور قصہ ہے۔ جرتج

نہایت عابد و زاہد تھے۔ جنگل میں ایک چھوٹا سا حجرہ تھا، اس میں رہ کر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے حجرہ میں نوافل ادا کر رہے تھے، ان کی والدہ آئیں اور ان کو پکارنے لگیں مگر چونکہ جرتج نماز میں مصروف تھے جواب نہ دے سکے۔ والدہ کو غصہ آیا اور ان کو بددعا دے کر واپس ہوئیں۔ حق تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا۔ اسی وقت اس کا یہ اثر ہوا کہ تمام گاؤں والے جرتج پر چڑھ آئے اور یہ تہمت لگائی کہ تو نے ہماری باندی سے زنا کیا ہے اور یہ لڑکا تیرے نطفہ سے ہے، اسی وجہ سے ان کے حجرہ کو بھی گرا دیا۔ اور طرح طرح سے ان کو ذلیل و خوار کیا، حضرت جرتج سمجھ گئے کہ یہ میری والدہ کی بددعا کا اثر ہے۔ مگر یہ بھی خیال کرتے تھے کہ میں چونکہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ کو ضرور خلاصی اور نجات دے گا۔ اس پر آپ نے یہ فرمایا کہ اگر یہ شیر خوار بچہ جو آج ہی پیدا ہوا ہے، یہ بتا دے کہ کس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے تب تو تم لوگوں کو یقین آجائے گا؟ سب نے تسلیم کر لیا۔ آپ نے اس لڑکے کے شکم پر انگلی رکھ کر فرمایا کہ اے بچے تو کس کا ہے؟ وہ فوراً قدرت خدا سے گویا ہوا، اور یہ کہنے لگا کہ میری والدہ نے فلاں چرواہے سے زنا کیا تھا، میں اس کا ہوں۔ یہ کرامت دیکھ کر لوگ معتقد ہو گئے، اور کہنے لگے کہ آپ فرمائیں تو آپ کا حجرہ سونے چاندی کا بنوایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں مٹی ہی کا بنوادو۔ دوسرا واقعہ اس طرح پر ہے کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو دودھ پلا رہی تھی، اس کے سامنے ایک سوار کا گزر ہوا، وہ یہ سمجھ کر کہ یہ تو نگر اور مالدار باعزت شخص ہے یہ دعا کرنے لگی کہ یا اللہ میرے اس بیٹے کو بھی اسی سوار کے مانند کیجئے تو لڑکے نے دودھ چھوڑ کر کہا کہ اے اللہ مجھ کو ایسا نہ کیجئے۔)

(۱) رسائل ابن ابی دنیا، کتاب مجابی الدعوة ۴/ ۱۳-۱۲۔ [۵/ ۹۲-۳۹۱، تحقیق احمد فرید مزیدی،

دارالکتب العلمیہ بیروت: ۲۰۱۰ء، نور]

ان کی کنیت ابو بکر ہے، نام عبداللہ اور نسب یہ ہے: عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن قیس المعروف بابن ابی الدنیا۔ ابو بکر کو قرشی اور اموی بھی کہتے تھے۔ اس وجہ سے کہ ان کے والد بنی امیہ کے موالی میں سے تھے۔ آپ کا مولد اور مسکن بغداد تھا۔^(۱) ۲۰۸ھ [۲۳-۸۲۳ء] میں پیدا ہوئے۔^(۲) علی بن الجعد، خلف بن ہشام^(۳) سعید بن سلیمان^(۴) اور دوسرے عمدہ محدثین سے علم کو حاصل کیا۔^(۵) خود ان سے ابو بکر شافعی صاحب غیلانیات اور حارث بن ابی اسامہ صاحب مسند (باوجودیکہ وہ ان سے مقدم ہیں) اور ابو بکر^(۶) نجاہی

(۱-۲) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۴۸- [۲/۲۲۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۳۹۷۔

(۳) خلف بن ہشام: ابو محمد خلف بن ہشام بن ثعلب بغدادی، مقری۔ ان کی پیدائش کا سال ۱۵۰ھ [۶۷۷ء] ہے۔ ان کو مالک بن انس، حماد بن زید، ابو عوانہ، قاضی شریک وغیرہ سے شاگردی کا شرف حاصل ہے، اور خود ان کے شاگردوں میں ابو زرعد، ابو حاتم، ابو یعلیٰ موصلی، ابو قاسم بغوی ہیں، مسلم نے بھی اپنی صحیح میں اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں ان سے روایت کی ہے۔ ان کی وفات ۷ جمادی الاخریٰ ۲۲۹ھ [۸۴۳ء] کو ہوئی، یحییٰ بن معین اور نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۰/۸۰-۵۷۶۔ طبقات ۷/۳۴۸- [۷/۲۴۹، نور] الجرح والتعديل ۲/۳۷۲۔ شذرات الذهب ۲/۶۷۔

(۴) سعید بن سلیمان: ابو عثمان سعید بن سلیمان ضعی، واسطی۔ سعدویہ ان کا لقب تھا۔ ان کی ولادت ۱۲۰ھ [۷۳۸ء] کے بعد ہوئی، انہوں نے بغداد میں سکونت اختیار کی تھی، اور وہیں سے ان کے علم کا فیضان جاری ہوا، ۱۵۰ھ [۷۶۷ء] کے بعد فریضہ حج ادا کیا۔ آپ مبارک بن فضالہ، حماد بن سلمہ، لیث بن سعد وغیرہ کے شاگرد اور امام بخاری، ابو داؤد، محمد بن یحییٰ ذہلی، ابراہیم حربی، ابو بکر بن ابی الدنیا جیسے چوٹی کے علماء کے استاد اور شیخ ہیں، ابو حاتم، ان کو ثقہ اور مامون کہتے تھے۔ اور ثقاہت میں ان کو عقان پر فوقیت دیتے تھے۔ احمد بن حنبل ان سے حدیثیں نہیں لیتے تھے، اس لئے کہ انہوں نے فتنہ خلق قرآن کے مسئلہ میں تقیہ سے کام لیا تھا، احمد بن عبداللہ عجلی کہتے ہیں جب سعدویہ آزمائش میں ہمت ہار گئے تو ان سے پوچھا گیا کہ تم نے کیا کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا ہم نے کفر کیا اور دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ بغداد میں ۴۲۵ھ [۸۴۰ء] میں انہوں نے وفات پائی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۰/۸۳-۴۸۱۔ الطبقات ۷/۳۴۰- [۷/۴۵-۲۴۴، نور] الجرح والتعديل ۴/۲۶۔ شذرات الذهب ۲/۵۶۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۴۸- [۲/۲۲۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۳۹۷۔

(۶) ابو بکر نجاہی: ابو بکر احمد بن سلیمان بن حسن بن اسرائیل بغدادی، حنبلی نجاہی۔ ۲۵۳ھ [۸۶۷ء] میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ علم حدیث میں داؤد سجستانی ابو بکر بن ابی داؤد، ابراہیم حربی، حارث بن ابی اسامہ وغیرہ کے شاگرد ہیں، آپ نے سنن کا ایک بڑا رجسٹر ترتیب دیا تھا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابو بکر قطیبی، دارقطنی، ابن مندہ، ابو سلیمان خطابی وغیرہ ہیں، ابو اسحاق طبری کہتے ہیں کہ نجاہی صوم دہر کے پابند تھے، اور ہر روز ایک سوکھی روٹی پر افطار کرتے تھے، ان کا معمول تھا کہ ہر دن ایک لقمہ چھوڑ دیتے تھے اور جب جمعہ کی رات ہوتی تو روٹی صدقہ کر کے ان لقموں پر اکتفا کیا کرتے تھے۔ ذی الحجہ ۳۳۸ھ [۹۶۰ء] میں ان کی وفات ہوئی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴-۵۰۲- [۱۵/۵-۵۰۲، نور] تاریخ بغداد ۴/۹۲-۱۸۹۔ شذرات الذهب:

☆ صحیح نجاہی ہے۔

۳۷۶/۲

احمد بن خزیمہ^(۱) اور ان کے علاوہ دوسرے اسی شان کے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے علم حدیث کا استفادہ کیا۔^(۲) آپ المعتضد عباسی^(۳) کے (جو مشہور خلیفہ ہے) اتالیق اور مؤدب تھے۔ ان سے پہلے بھی چند خلفاء کی اتالیقی کر چکے تھے۔^(۴) ابن ابی حاتم^(۵) کہتے ہیں کہ میں نے اور میرے والد نے ابو بکر سے ہی حدیثوں کو لکھا ہے اور وہ نہایت سچے آدمی تھے۔^(۶) کہا گیا ہے کہ ابن ابی الدنیا کو حق تعالیٰ نے یہ تصرف مرحمت فرمایا تھا کہ اگر چاہتے تھے تو ایک کلمہ میں ہنسا دیتے تھے، اور پھر دوبارہ اس کو رُلا دیتے تھے، یہ سب کچھ ان کے وسعت علم اور توسیع اخبار اور قدرت و تصرف فی الکلام کی بنا پر تھا۔^(۷) جمادی الاول ۲۸۱ھ [۸۹۴ء] میں انتقال ہوا۔

(۱) احمد بن خزیمہ: ابوعلی احمد بن فضل بن عباس بن خزیمہ بغدادی۔ آپ نے ابو قلابہ رقاشی، عبداللہ بن روح مدائنی، محمد بن اسماعیل سلمی اور ان کے طبقے کے علماء سے بغداد میں علم حاصل کیا تھا۔ حصول علم کے خاطر انہوں نے کبھی ترک وطن نہیں کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں دارقطنی اور حاکم وغیرہ ہیں۔ آپ ۲۶۳ھ [۸۷۶-۷۷ء] میں پیدا ہوئے، اور صفر ۳۳۲ھ [۹۵۸ء] میں وفات پائی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۵/۱۶-۵۱۵۔ تاریخ بغداد ۴۸/۴-۳۴۷۔ شذرات الذهب ۲/۳۷۴۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۴۹۔ [۲/۲۲۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۳۹۹۔

(۳) معتضد: ابوالعباس احمد بن موفق باللہ، یہ متوکل کا ولی عہد تھا، اپنے دادا کے دور حکومت میں ۲۴۳ھ [۵۸-۸۵۷ء] میں پیدا ہوا اور اپنے چچا معتضد کے بعد خلیفہ بنا۔ بہادر، بارعب اور سخت گیر اور علم دوست تھا، بہادری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ تن تنہا شیر کا مقابلہ کرتا تھا۔ ۲۹۸ھ [۹۰۲ء] میں ان کی وفات ہوئی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۳/۷۹-۶۳۔ تاریخ الطبری ۱۰/۲۲-۲۰۔ [۵/۶۷۴، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۴۹۔ [۲/۲۲۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۴۰۰۔ تاریخ بغداد ۱۰/۸۹۔

(۵) ابن ابی حاتم: ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی۔ ان کی ولادت ۲۴۰ھ [۵۵-۸۵۳ء] میں ہوئی۔ حسن بن عرفہ، زعفرانی، یونس بن عبدالاعلیٰ، ابو زرعہ، ابن وارہ وغیرہ سے انہوں نے علم حاصل کیا، ان سے کسب فیض کرنے والوں میں ابن عدی، ابوالشیخ بن حبان، ابوالاحمد حاکم وغیرہ ہیں، ابویعلیٰ خلیلی کہتے ہیں کہ ابو محمد نے اپنے والد اور ابو زرعہ دونوں کا علم حاصل کیا ہے، مختلف علوم اور معرفت رجال میں تبحر تھے، انہوں نے فقہ میں اور صحابہ، تابعین اور علماء کے اختلاف میں کتابیں لکھیں ہیں۔ ابن ابی حاتم بڑے زاہد تھے، ابدال میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں جرح و تعدیل میں ان کی ایک بہترین کتاب ہے جو چار جلدوں میں ہے، ابی حاتم کہتے ہیں کہ عبدالرحمن جیسی عبادت کرنے پر کون قادر ہو سکتا ہے، ان سے کسی بھی گناہ کا ارتکاب ہوا، ہو یہ میرے علم میں نہیں ہے۔ محرم ۳۲۷ھ [۹۳۸ء] میں خاکدان عالم سے دارالقراری کی طرف رحلت کی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/۶۹-۶۳۔

[۱۳/۲۶۹-۲۶۳، نور] وفيات الاعیان ۲/۸۸-۲۸۷۔ [ابن ابی حاتم کا تذکرہ مستقلاً وفيات میں نہیں ہے، تاہم یعقوب حضری کے تذکرہ کے ذیل میں قدرے مذکور ہے۔] شذرات الذهب ۲/۹-۲۰۸۔ [۲/۳۰۸، نور]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۴۹۔ [۲/۲۲۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۴۰۰۔

(۷) تذکرۃ الحفاظ [۲/۲۲۵، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۴۰۰۔

☆ کتاب الاعتقاد والهدیۃ الی سبیل الرشاد

یہ کتاب (امام ابو بکر) بیہتی کی تصنیف ہے۔ اس کے شروع میں وہ دلائل ذکر کئے گئے ہیں جن سے عالم کا حادث ہونا ثابت ہوتا ہے، اور نیز یہ کہ اس کا موجد اور مدبر وہی ایک ذات واحد ہے، اس کو اجازت میں پڑھتے ہیں، اور بعض صرف باب استخلاف علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آخر کتاب تک بھی پڑھتے ہیں۔ یہ کتاب نہایت نفیس ہے، اس میں یہ حدیث بھی ہے۔

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال: حدثنا أبو النضر الفقيه قال: حدثنا عثمان بن سعيد الدارمي حدثنا علي ابن المديني حدثنا مروان بن معاوية حدثنا أبو مالك الأشجعي عن ربعي بن حراش عن حذيفة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: **إن الله يصنع كل صانع وصنعه** (۱)
حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر صانع کا خالق ہے اور اس کی صنعت کا بھی۔

☆ کتاب اقتضاء العلم والعمل

یہ خطیب کی تصنیف ہے، اپنے موضوع پر بہت عمدہ کتاب ہے، بعض مجددین نے اس کا انتخاب بھی کیا ہے، جو ملک عرب میں مشہور ہے۔ چنانچہ اکثر مقامات میں تحصیل اجازت کے وقت اس منتخب کو پڑھاتے ہیں، اس منتخب کے شروع میں ابو بزرہ اسلمی کی یہ حدیث ہے: لا تزول قدما عبد يوم القيامة الخ لیکن اصل کتاب کے اول میں یہ حدیث نہیں ہے۔ خطیب کا قول ہے:

أخبرنا القاضي أبو بكر أحمد بن الحسن بن أحمد الحرشي نيسابور قال

حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم قال: حدثنا محمد بن إسحاق

(۱) کتاب الاعتقاد والهدیۃ الی سبیل الرشاد، ص: ۶۱۔ [ص: ۱۴۹، تحقیق: فریح بن صالح بہلال، رتاتہ ادارہ
الجموٹ العلمیہ والافتاء ریاض ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۳ء، نور]

☆ مطبع عربیہ لاہور سے احمد محمد مرسی کی تحقیق سے یہ کتاب منظر عام پر آئی ہے۔ لقمان ص: ۹۷

☆ المکتب الاسلامی بیروت سے شیخ البانی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ جس کی تیسری طباعت ۱۳۸۹ھ میں ہوئی، لقمان، ص: ۹۸۔

الصنعاني قال: حدثنا الأسود بن عامر قال: أخبرنا أبو بكر بن عياش عن الأعمش عن سعيد بن عبد الله بن أبي برزة الأسلمي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسئل عن أربع عن عمره في ما أفناه وعن عمله ما ذا عمل فيه وعن ماله من أين اكتسبه وفيما أنفقه وعن جسمه فيما أبلاه. (۱)

ابو برزہ اسلمی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب تک بندہ سے چار باتوں کا سوال قیامت کے دن نہ ہو لے گا اس وقت تک اس کے قدم اپنی جگہ سے نہ ہٹ سکیں گے، اول اس نے عمر کس چیز میں فنا کی۔ دوسرے کیا کام کیا۔ تیسرے مال کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا۔ چوتھے جسم کو کس کام میں بوڑھا کیا۔

اس منتخب کے آخر میں یہ اشعار ہیں حدثنا الحسن بن أبي بكر قال أنا عثمان بن أحمد

الدقاق قال: حدثنا إسحاق بن إبراهيم بن سنين قال أنشدني عمر بن أحمد بن محمد:

أنت في غفلة الأمل لست تدري متى الأجل

تو امیدوں کی غفلت میں پڑا ہوا ہے، موت کی تجھ کو خبر نہیں ہے۔

لا تنفرك صيحة فهي من أوجع العليل

تجھ کو صحت دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اس لئے کہ وہ تمام بیماریوں سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔

كل نفس ليومها صيحة تقطع الأمل

ہر نفس پر ایک ایسا دن آنے والا ہے کہ جس کی صبح امیدوں کو کاٹ دے گی۔

فاعمل الخير واجتهد قبل أن يمنع ☆ العمل (۲)

مرنے اور اعمال کے منقطع ہونے سے پہلے کوشش کر کے عمل خیر کر لے۔

(۱) کتاب اقتضاء العلم والعمل، ص: ۱۷-۱۶ [ص: ۲۰، تحقیق: ناصر الدین البانی، مکتبۃ العارف للنشر والتوزيع

ریاض، ۱۳۲۲ھ-۲۰۰۲ء، نور]

☆ تمنع

(۲) کتاب اقتضاء العلم والعمل، ص: ۱۱۱ [ص: ۱۰۸، نور]

تاریخ یحییٰ بن معین فی احوال الرجال ☆

اس کتاب کی ترتیب حروف تہجی پر ہے، اس کے شروع میں یہ حدیث ہے:

قال الحافظ الناقد يحيى بن معين حدثنا ابن أبي مريم حدثنا ابن لهيعة عن أبي الأسود عن عروة بن الزبير عن المسور بن مخرمة عن أبيه قال: لقد أظهر رسول الله صلى الله عليه وسلم الإسلام فأسلم أهل مكة كلها وذلك قبل أن تفرض الصلوة حتى ان كان ليقرأ السجدة فيسجد^(۱) وما يستطيع بعضهم أن يسجد من الزحام وضيق المقام لكثرة الناس حتى قدم رؤوس قریش الوليد بن المغيرة وأبوجهل وغيرهما، وكانوا بالطائف في أراضيمهم فقالوا: أتدعون دينكم ودين آبائكم فكفروا.^(۲)

مسور بن مخرمہ اپنے والد سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو ظاہر فرمایا تو کل (اکثر) اہل مکہ اسلام لے آئے، اور یہ واقعہ نماز کی فرض ہونے سے پہلے کا ہے، یہاں تک کہ آپ جب آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتے اور مسلمان بھی سجدہ کرتے تو کثرت و ہجوم اور مقام کی تنگی کی وجہ سے بعض لوگ سجدہ نہ کر سکتے تھے، (یہی حالت رہی) یہاں تک کہ ولید بن مغیرہ، ابو جہل اور ان کے علاوہ دوسرے سرداران قریش جو مقام طائف میں اپنی کھیتی باڑی کے کام میں مصروف تھے، مکہ میں آگئے اور لوگوں سے یہ کہا کہ کیا تم اپنے دین اور اپنے آباء و اجداد کے دین کو چھوڑتے ہو پس وہ کافر ہو گئے۔

اس تاریخ کے آخر میں یہ ہے:

(۲) کتاب التاريخ ۱/۳۲۸-۲۹۔

(۱) "فیسجد" مطبوعہ نسخہ میں موجود نہیں ہے۔

☆ ڈاکٹر احمد محمد نور سیف کی تحقیق و ترتیب سے مرکز البعثات علمی مکہ مکرمہ نے ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹ء میں اس کتاب کو یورطبع سے آراستہ کیا تھا۔

عن الجرجسي عن بقية بن الوليد عن الزبيدي عن الزهري عن سالم عن
أبيه رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه سلم تسليمه.
رسول الله صلى الله عليه وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ایک سلام پھیر کر (سجدہ کیا)۔

ان کی کنیت ابوزکریا ہے۔ چونکہ یہ بنی مرہ کے موالی میں تھے، اس وجہ سے ولاء کے اعتبار سے ان کو
مری بھی کہتے ہیں۔ بغداد کے رہنے والے ہیں۔^(۱) ۱۵۸ھ [۷۴۴-۷۴۵ء] میں پیدا ہوئے،^(۲) ان
کے والد ماجد (معین) دفتر کے عمدہ منشیوں میں سے تھے، انشاء میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ یہ بھی بیان
کیا گیا ہے کہ یحییٰ بن معین کو اپنے والد کے ورثہ میں سے ایک لاکھ درہم ملے تھے، اور اسی وجہ سے وہ کامل
ثروت رکھتے تھے۔^(۳) ان کو ہشیم،^(۴) ابن المبارک، معتمر بن سلیمان بن طرخان^(۵) اور ان کے
ہمعصروں سے سماع حاصل تھا۔^(۶) امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابو داؤد نے ان سے استفادہ
کیا ہے۔^(۷) وہ بھی گویا اس علم کے ائمہ میں سے ہیں۔ ابوزکریا تنقید روایات اور احوال رجال کی معرفت میں
امام تھے، وسعت معلومات اور محفوظات کی کثرت میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ خود ان سے یہ منقول

(۱) کوفیات الاعیان ۱۳۹/۶- [۲۷۴/۳، نور] تذکرۃ الحفاظ ۱۷/۲- [۱۶/۲، نور] سیر أعلام النبلاء ۷۱/۱- [۷۲/۱۱-۷۱، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱۷/۲- [۱۶/۲، نور] سیر أعلام النبلاء ۷۲/۱۱- [۷۲/۱۱، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱۷/۲- [۱۶/۲، نور] سیر أعلام النبلاء ۷۷/۱۱- [۷۷/۱۱، نور]

(۴) ہشیم: ابو معاویہ ہشیم بن بشیر بن قاسم سلمی واسطی ان کا پورا نام ہے۔ آپ اپنے والد، حمید طویل، ایوب بن غنیانی اور بہت

سارے لوگوں سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں شعبہ مالک، ثوری اور بہت سارے رواۃ حدیث ہیں، ابن

مہدی کہتے ہیں کہ ہشیم حفظ حدیث میں سفیان ثوری سے فائق تھے۔ ابن سعد نے انہیں مثبت اور مکثر کہا ہے۔ لیکن تدلیس بہت

کرتے تھے، ۱۰۲ھ [۷۲۳-۷۲۴ء] میں پیدا ہوئے، اور ۱۸۳ھ [۸۰۰-۸۰۱ء] میں وفات پائی، دیکھئے: تاریخ بغداد ۸۵/۱۴- [۸۵/۱۴، نور]

تذکرۃ الحفاظ ۲۴۸/۱- [۲۲۹/۲، نور] طبقات الحفاظ، ص: ۱۰۵۔ شذرات الذهب ۳۰۳/۱- [۳۰۳/۱، نور]

(۵) معتمر: معتمر بن سلیمان بن طرخان تمیمی، بصری۔ انہوں نے اپنے والد سلیمان بن طرخان اور خالد حذاء سے روایت کی

ہے۔ احمد، اسحاق، ابن مدینی، قعنی، وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا ۱۸۷ھ [۸۰۳ء] بصرہ میں انتقال ہوا۔ تذکرۃ

الحفاظ ۲۶۶/۱- [۲۴۶/۲، نور] طبقات الحفاظ، ص: ۱۱۴- [۱۱۴/۱، نور]

(۷-۶) تذکرۃ الحفاظ ۱۷/۲- [۱۶/۲، نور] سیر أعلام النبلاء ۷۲/۱۱- [۷۲/۱۱، نور]

ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔^(۱) مرنے کے بعد ان کو کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا تو آپ نے یہ جواب دیا کہ مجھ کو بہت سی عطایا اور بخششیں مرحمت فرمائیں، منجملہ ان کے یہ ہے کہ تین سو حور عین سے میرا نکاح کر دیا۔^(۲)

۲۳۳ھ [۸۴۸ء] میں بغداد سے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اول مدینہ منورہ میں پہنچے، وہاں کی زیارت سے فارغ ہو کر خانہ کعبہ کا قصد کیا، اول منزل میں جو نیند آئی، تو ہاتھ غیبی نے ندا دی کہ اے ابو زکریا! ہماری ہمسائیگی چھوڑ کر کہاں جاتے ہو، سمجھ گئے کہ یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک تھی کہ ان کو اس خلعت فاخرہ کے ساتھ مشرف کیا، فوراً واپس ہو کر مدینہ منورہ میں اقامت فرمائی، اور تین دن کے بعد انتقال ہو گیا۔ ان کی سعادت ایک یہ بھی ہے کہ جس تختہ پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا اس پر ان کو بھی غسل دیا گیا۔^(۳) شعر و سخن کی جانب بھی طبیعت کا میلان تھا، چنانچہ یہ چند اشعار جو ان کے تصنیف کردہ ہیں، تحریر کئے جاتے ہیں۔

المال ینفد^(۴) حله و حزامه یوما^(۵) ویبقی^(۶) فی غدِ آثامه
مال تو خواہ حلال ہو یا حرام ایک روز ختم ہو جائے گا، اور کل (قیامت) کے لئے اس کے گناہ باقی رہیں گے۔

لیس التقی بمتقی فی دینہ^(۷) حتی یطیب شرابہ و طعامہ
اپنے دین کے امور میں متقی کا تقویٰ اس وقت تک کامل نہیں ہوتا، جب تک اس کا کھانا پینا پاک نہ ہو۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱۸/۲- [۱۷/۲، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱۸/۲- [۱۷/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۹۱/۱۱-

(۳) سیر اعلام النبلاء ۹۰/۱۱- تھوڑے سے فرق کے ساتھ۔

(۴) یلہب (۵) طرا

(۶) تبقی (۷) لالہ

ويطيب ما يحوى ويكسب أهله^(۱) ويطيب^(۲) فى حسن الحديث كلامه
جس کو وہ جمع کرتا ہے اور جس کو اس کے گھر والے کماتے ہیں وہ پاک ہو، اور اس کی
گفتگو دل پسند ہو۔

نطق النبي لنا به عن ربه فعلى النبي صلواته وسلامه^(۳)
یہ باتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی جانب سے ہم کو فرمائی
ہیں، درود و سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہے۔

فائدہ: یہ جاننا چاہئے کہ جاہلوں اور کم فہموں نے قدماء اہل حدیث کو عموماً اور یحییٰ بن معین کو خصوصاً
اس طرح پر مطعون کیا ہے کہ محدثین نے اور بالخصوص یحییٰ بن معین نے خلق اللہ کے بارے میں بہت
زبان درازیاں کی ہیں، کسی کو دروغ گو اور کسی کو ملبس و جعلی اور کسی کو افترا پرداز و بہتان طراز کہتے ہیں۔ یہ
لوگ غیبت محرمہ کو اپنا علم اور اپنی عبادت خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی معاملہ میں بکر بن حماد شاعر مغربی نے
یحییٰ بن معین کی ہجو کی، بلکہ علم حدیث پر طعنہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے:

أرى الخير فى الدنيا يقل كثيره وينقص نقصا والحديث يزيد
میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا میں خیر کا بڑا حصہ کم ہو رہا ہے، اور گھٹتا جاتا ہے حالانکہ حدیث
روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

فلو كان خيرا كان الخير^(۴) كله ولكن شيطان الحديث مرید
اگر علم حدیث اچھا ہوتا تو سب کا سب اچھا ہوتا، لیکن شیطان حدیث کا سرکش ہے۔
ولا بن معین فى الرجال مقالة سيسئل عنها والمليك شهيد
ابن معین نے رجال میں گفتگو کی ہے۔ عنقریب اس کی اس گفتگو پر سوال کیا جائے گا
اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔

(۱) تکسب کفہ (۲) یکون

(۳) تاریخ بغداد ۱۴/۱۸۵۔ وفيات الاعيان ۶/۱۴۱۔ [۳/۲۷۴، نور] سير اعلام النبلاء ۱۱/۹۴۔

(۴) قل كالحير [ع]

فان يك حقا فهي في الحكم غيبة (۱) وان يك زورا فالقصاص شديد

اگر وہ صحیح ہے تو غیبت کے حکم میں ہے۔ اور اگر وہ جھوٹ ہے تو اس کا بدلہ سخت ہے۔

لیکن ان جاہلوں اور مثل ان کے دوسرے نا فہموں نے یہ نہ سمجھا کہ ان (یحییٰ بن معین) کا رجال پر یہ طعن و جرح کرنا محض شریعت غرا اور دین متین کی حفاظت کی غرض سے تھا، گویا یہ از قبیل قتال کفار یا یا خوارج یا اہل بدعت یا سیاست و تعزیر اہل انکار میں داخل ہے، جو بہترین عبادت ہے اور ہرگز غیبت محرمہ میں متصور نہیں ہے۔ مذکورہ بالا ناپسندیدہ اشعار کا جواب ابو عبد اللہ محمد بن قنوح حمیدی صاحب الجمع بین الصحیحین نے ایک طویل قصیدہ میں دیا ہے، چنانچہ اس شاعر کو خطاب کر کے کہتے ہیں:

وانی اسی ابطال قولك قاصد ولي من شهادات النصوص جنود

پیشک میں تیرے قول کو رد کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، اور میرے پاس گواہی کیلئے نصوص

اور آیتوں کے لشکر موجود ہیں۔

إذا لم يكن خيراً كلام نينا لسديك، فإن الخير منك بعيد

جب کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تیرے نزدیک بہتر نہ ہوگا، تو بے شک خیر

اور بھلائی تجھ سے دور ہے۔

وأقبح شيء إن جعلت لما أتى عن الله شيطاناً وذاك شديد

جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہے اس کو شیطان کہنا بہت برا ہے، اور یہ

بات بہت سخت ہے۔

اس کے بعد ابن معین کے اوصاف اس طرح بیان کرتے ہیں:

وما هو الا واحد من جماعة وكلهم فيما حكاہ شهود

اور ابن معین تو جماعت ہی کا ایک فرد ہے۔ اور جو کچھ اس نے بیان کیا ہے اس میں کل

جماعت اس کی گواہ ہے۔

(۱) فان يك حقا قوله فهي غيبة. [ع]

فان صد عن حكم الشهادة حامل فان كتاب الله فيه عتيد
اگر کوئی حامل شہادت گواہی سے باز رہے، تو اللہ کی کتاب اس کے لئے تیار ہے۔

ولولا رواة الدين ضاعت وأصبحت معاملة في الآخرين تبيد
اور اگر دین کے راوی نہ ہوتے تو آنے والی نسلوں کا معاملہ ضائع اور برباد ہو جاتا۔

هم حفظوا الآثار عن كل شبهة وغيرهم عما اقتنوه رقود
ان لوگوں نے احادیث کو ہر شبہ سے بچایا۔ جب کہ ان کے جمع کئے ہوئے ذخیرہ سے
غافل سوتے تھے۔

وهم هاجروا في جمعها وتبادروا إلى كل أفق والمرام كؤود
انہیں نے احادیث کے جمع کرنے میں ہجرت کی (وطن و اقارب کو چھوڑا) عالم کے ہر
گوشہ زمین کے ہر چپہ پر دوڑے باوجود یہ کہ مقصود سخت مشکل تھا۔

وقاموا بتعديل الرواة وجرحهم قيام صحيح النقل وهو حديد
راویوں کی تعدیل و جرح کے لئے کمر بستہ ہوئے، صحیح نقل کرنے والے کی طرح
اگرچہ یہ کام سخت مشکل ہے۔

بتبليغهم صحت شرائع ديننا حدود تحروا حفظها وعهود
انہیں کی تبلیغ سے ہمارے دین کے طریقے درست ہوئے، یہ وہ حدود ہیں جن کی
حفاظت کا انہوں نے ارادہ اور عہد کیا۔

وصح لأهل النقل منها احتجاجهم فلم يبق إلا عاند وحقود
پس اہل نقل کے لئے ان احادیث سے احتجاج صحیح ہو گیا، پس کوئی منکر باقی نہیں رہا،
سوائے کینہ و مخالف کے (جس کی بات تعصب سے خالی نہیں ہو سکتی۔)

وحسبهم أن الصحابة بلغوا وعنهم رورا لا استطاع جحود
اور ان کے لئے یہی کافی ہے کہ صحابہ نے تبلیغ کی ہے، اور انہیں سے روایت کی ہے
جس کا انکار ہو ہی نہیں سکتا۔

فمن حاد عن هذا اليقين فخارق مرید لإظهار الشكوك مرید
پس اب جو اس یقینی بات سے پھرے وہ اجماع کا مخالف، سرکش ہے، شکوک پیدا
کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

ولكن إذا جاء الهدى ودليله فليس لموجود الضلال وجود
لیکن جب کہ ہدایت اپنی دلیل کے ساتھ اٹھے گی، تو گمراہی موجودہ کا وجود بھی باقی
نہیں رہے گا۔

وان رام أعداء الديانة كيدها فكيدهم بالمخزيات مكيد
اور اگر دیانت کے دشمن کید کا قصد کریں تو ان کا کید ذلیل کرنے والی چیزوں سے
مٹا دیا جائے گا۔

عبدالسلام بن یزید بن غیاث الاشبیلی نے بھی اس طویل قصیدہ میں ان ابیات کا جواب دیا ہے۔
ولا بن معين في الذي قال أسوة ورأي مصيب للصواب سديد
جو بات ابن معین کہے قابل پیروی ہے، اور ان کی رائے حق کا پتہ دینے والی اور درست
ہے۔

وأجرمه يعلى الإله محله وينزله في الخلد حيث يرید
اور یقینی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرے، اور ان کو جنت میں حسب دل
خواہ جگہ دے۔

يناضل عن قول النبي وصحبه ويطرد^(۱) عن أحواضه ويزود
وہ قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کے کلام کو بچاتے ہیں، اور (غیروں کو)
ان کے حوضوں سے ہٹا کر دور کرتے ہیں۔

وجملة أهل العلم قالوا بقوله وما هو في شيء أتاه فرید

(۱) يطرد الأباطيل [ع]

اور بڑے بڑے اہل علم نے ان کے موافق کہا ہے، وہ اپنی بیان کی ہوئی بات میں تنہا نہیں ہیں۔

ولولم یقم اهل الحدیث بدیننا فمن کان یروی علمہ ویفید
اگر ہمارے دین کی سنبھال کے لئے اہل حدیث نہ کھڑے ہوتے، تو آج کون ہوتا جو
علم کی روایت کرتا اور فائدہ دیتا۔

ہم ورثوا علم النبوة واحتوا من الفضل ما عنہ الأنام رقاد
وہی علم نبوت کے وارث ہوئے، اور وہ فضل حاصل کیا جس سے مخلوق غافل ہے۔

وہم کمصابیح الدجی یہتدی بہم ونارہم بعد الممات وقود^(۱)
وہ اندھیری رات کے چراغوں کی طرح ہیں کہ ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے،
اور ان کی آگ مرنے کے بعد بھی شعلہ زن ہے۔

علیک ابن غیاث لزوم سیلہم فحالہم عند الإلہ حمید
اے ابن غیاث! تو ان کے طریق کو اختیار کر، کیونکہ ان کا حال اللہ کے نزدیک
اچھا ہے۔

نیز احمد بن عمر بن عصفور نے ایات مذکورہ ذیل سے اس کا جواب دیا ہے:

ایا قادیحالی العلم زید^(۲) عماء ہ رویداً بماتبدی بسہ وتبید
اے علم حدیث پر اعتراض کرنے والے تیری کوری زیادہ ہو، رہنے دے جس کو تو ظاہر
کرتا ہے اور بار بار کہتا ہے۔

جعلت شیاطین الحدیث مریدة ألا إن شیطان الضلال مرید
تو نے حدیث والوں کو سرکش شیطان ٹھہرایا، (لیکن) یاد رکھ گمراہی کا شیطان دراصل
سرکش ہے۔

(۱) کو مالہم [ع]

(۲) زید [ع]

و جرحت بالتكذيب من كان صادقا فقولك مردود وانت عتيد
 تو نے سچے پر تکذیب کے آوازے کسے، پس تیرا ہی قول مردود ہے اور تو ہی متعصب ہے۔
 وذو العلم في الدنيا نجوم هداية إذا غاب^(۱) نجم لاح بعد جديد
 اہل علم دنیا میں ہدایت کے ستارے ہیں، جب ایک تارا چھپ جاتا ہے تو دوسرا روشن
 ہو جاتا ہے۔

بهم عز دين الله طرا وهم له معاقل من أعدائه و جنود
 ان ہی کے طفیل اللہ کے دین کی عزت پوری پوری قائم ہے اور وہ بزرگ دین کی جائے
 پناہ اور اللہ کے لشکر ہیں۔

کتاب الکنی والاسامی للنسائی

اس کتاب کا بھی انتخاب کیا گیا ہے، اور اس کا نام منقہ رکھا گیا ہے، منقہ کے آخر میں یہ حدیث ہے:

”باب من یکنی أبا عمران“ قال الحافظ أحمد بن شعيب النسائي أخبرنا
 قتيبة بن سعيد قال: حدثنا الليث عن يزيد بن أبي حبيب عن أبي عمران
 أسلم عن عقبه بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: اتبعت رسول الله
 صلى الله عليه وسلم وهو راكب فقلت: أقرئني سورة هود وسورة
 يوسف فقال: لن تقرأ شيئاً أبلغ عند الله من قل أعوذ برب الفلق.^(۲)
 ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار
 تھے، اور میں آپ کے پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ مجھے
 سورہ ہود اور سورہ یوسف پڑھا دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسی سورت نہیں پڑھو
 گے جو قل أعوذ برب الفلق سے زیادہ بلیغ ہو۔^(۳)

(۱) غار [ع] (۲) نسائی نے ”المجتبیٰ“ کتاب الاستعاذہ میں اسے ذکر کیا ہے۔

(۳) فارسی نسخہ میں اس کے بعد یہ عبارت بھی ہے: ”وأحوال نسائی ان شاء اللہ در ذکر اصحاب صحاح ستہ خواہد آمد“ نسائی کے حالات
 ان شاء اللہ اصحاب ستہ کے تذکرہ کے تحت درج کئے جائیں گے۔

☆ کتاب تاریخ الثقات لابن حبان

ان کی کنیت ابو حاتم اور نام محمد بن حبان تھی ہے، صحیح ابن حبان میں ان کا حال گزر چکا ہے۔ اس تاریخ کے اول ابواب میں یہ باب ہے:

باب ذكر الحث على لزوم سنن المصطفى صلى الله عليه وسلم أخبرنا أحمد بن مكرم خالد البري قال حدثنا علي ابن المديني ثنا الوليد بن مسلم حدثنا (ثور) بن يزيد ثنا خالد بن معدان قال: حدثنا عبد الرحمن بن عمرو السلمي وحجر بن حجر الكلاعي قال أتينا العرباض بن سارية وهو ممن نزل فيه، ولا على الذين إذا ما أتوك لتحملهم قلت لا أجد ما أحملكم عليه فسلمنا عليه وقلنا: أتياك زائرین وعائدين ومقتبسين فقال العرباض صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح ذات يوم ثم أقبل علينا، فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال قائل: يا رسول الله! كأن هذه موعظة مودع فماذا تعهد إلينا قال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن [كان] عبداً حبشياً مجدعاً فإنه من يعش منكم (بعدي) فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين فتمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة. (۱)

عبدالرحمن بن عمرو السلمي اور حجر بن حجر الكلاعي کہتے ہیں کہ ہم دونوں حضرت عرباض بن ساریہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور یہ وہی صحابی ہیں جن کے بارے میں یہ

(۱) تاریخ الثقات ۱/۴- [۸/۱، حثی: ابراہیم شمس الدین اور ترکی فرحان مصطفیٰ، مطبع دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۳۱۹ھ-۱۹۹۸ء،] اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ میں ذکر کیا ہے، ترمذی نے بھی اپنی جامع میں کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنۃ میں، اور ابن ماجہ نے بھی اپنی سنن کے مقدمہ میں اس کو روایت کیا ہے۔
☆ دارالکتب العلمیہ بیروت نے ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۹۹۸ء میں ابراہیم شمس الدین اور ترکی فرحان مصطفیٰ کے حواشی کے ساتھ شائع کی ہے۔

آیت نازل ہوئی تھی ”ولا علی الذین إذا ما أتوك لتحملهم قلت لا أجد ما أحملکم علیہ“ ہم نے ان کو سلام کیا اور عرض کیا کہ ہم لوگ زیارت، عیادت اور استفادہ کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے، اور اس قدر بلیغ و عظیم فرمایا کہ روتے روتے لوگوں کی آنکھیں بہہ پڑیں، دل دہشت زدہ ہو کر کانپ اٹھے، اس پر کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج کی نصیحت تو آپ کی نصائح میں ایسی ہے جیسے کسی رخصت کرنے والے کی، تو ہمارے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، میں تم کو اس کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہو، اور اپنے امیر کی باتوں کو سنو اور اس کی اطاعت کرو، اگرچہ وہ ایک حبشی کان کٹا ہوا غلام ہی کیوں نہ ہو، تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا، اس وقت میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اس کو زانتوں (مضبوطی) سے پکڑ لو، نئی تراشی ہوئی باتوں سے بچتے رہو، کیونکہ دین میں ہرزکالی ہوئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

☆ ارشاد، ابو یعلیٰ

راویوں کے حالات میں یہ نہایت عمدہ اور عجیب و غریب کتاب ہے، یہ وہ ابو یعلیٰ نہیں ہیں، جن کا معجم مسند سابق میں ذکر ہو چکا ہے، وہ موصلی ہیں اور یہ قزوینی۔ ان کا نام خلیل بن عبد اللہ بن احمد ہے، قزوین کے رہنے والے ہیں۔^(۱) منجملہ اور تصنیفات کے یہی ایک کتاب ارشاد فی معرفة المحدثین ان کی یادگار باقی رہ گئی ہے، جو شخص اس کتاب کو دیکھتا ہے تو ان کی جلالت و بزرگی کا جوان کو اس فن میں حاصل تھی اقرار کر لیتا ہے۔^(۲) لیکن اہل تحقیق نے یہ لکھا ہے کہ اس کتاب میں اوہام بہت ہیں۔ جب تک دوسری

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۱۹- [۳/۳۰۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۶۶۶۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۰- [۳/۳۰۱، نور]

۶۶ مکتبۃ الرشد ریاض نے ۱۴۰۹ھ- ۱۹۸۹ء دکتور محمد سعید بن عمر ادیس کی تحقیق و تخریج سے شائع کیا۔

کتابوں کی شہادت نہ مل جائے اس پر اعتماد نہ کرنا چاہئے، (۱) اس کے باوجود ان کو علل حدیث اور رجال پر اطلاع تام تھی، اور اپنے زمانے میں علو اسناد حاصل تھا۔ (۲) علی بن احمد بن صالح قزوینی، ابو حفص کتابی، حاکم اور اس کے طبقہ کے دوسرے بزرگوں سے سماع رکھتے تھے۔ ابو حفص بن شاہین اور ابو بکر مقمری سے ان کو اجازت حاصل ہے۔ (۳) ابو بکر بن لال بھی (جو ان کے استاد و شیخ ہیں) ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے بیٹے ابو یعلیٰ ابوزید بن ابو یعلیٰ حدیث کے عالم اور ان ہی کے شاگرد تھے۔ (۴) ۲۲۶ھ [۱۰۵۲ء] میں ابو یعلیٰ کا انتقال ہوا۔ (۵)

☆ حلیۃ الاولیاء ☆

یہ حافظ ابو نعیم اصفہانی کی تصنیف ہے، ان کا ذکر بھی ان کے مستخرج میں گزر چکا ہے، نیز وہ حکایات جو امام مالک کے احوال میں کتاب حلیۃ الاولیاء سے نقل کی گئی تھیں پہلے لکھی جا چکی ہیں۔

☆ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب

یہ ابو عمر ابن عبدالبر کی مشہور و معروف کتاب ہے، اس کتاب کے دیباچہ میں ابن سیرین سے نقل کیا گیا ہے کہ "السابقون الاولون من المهاجرین والأنصار الذین صلّو القبلیتین" اور سفیان سے اس طرح منقول ہے کہ "ہم الذین بايعوا بيعة الرضوان" (۶) یعنی ابن سیرین تو یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت "السابقون الاولون من المهاجرین والأنصار" کے مصداق وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیت المقدس اور مکہ معظمہ دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہے۔ اور سفیان کہتے ہیں کہ وہ ہیں جنہوں نے

(۱) ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ ابو یعلیٰ خلیل کی "ارشاد" میں بہت ساری غلطیاں ہیں۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۷/۶۶۶۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۰۔ [۳/۳۰۲، نور]

(۳-۴-۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۱۹۔ [۳/۳۰۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۶۶۶۔ [حاشیہ: ۵، ص: ۶۶۷ پر ہے، نور]

(۶) الاستیعاب علی هامش الاصابہ ۲/۱۔

☆ دارالکتب العربیہ بیروت سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ جس کا تیسرا ایڈیشن ۱۴۰۰ھ۔ ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا تھا۔

☆ سب سے پہلے الاصابہ فی تمییز الصحابہ کے ذیل میں چھاپی گئی۔ شیخ علی محمد معوض اور شیخ عادل احمد عبدالموجود کی

تحقیق و تعلق سے دارالکتب العلمیہ بیروت نے ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۲ء میں اسے شائع کیا ہے۔

☆ یہ قول سفیان کا نہیں بلکہ شععی کا ہے، دیکھئے: الاستیعاب علی هامش الاصابہ۔

بیعت رضوان کی تھی۔ یہ مغرب کے چیدہ اور منتخب علماء میں سے تھے، ان کا نام یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم نمری، قرطبی ہے۔^(۱) جمعہ کے روز ماہ ربیع الاول ۳۶۸ھ [۶۷۸ء] میں جس وقت امام خطبہ دے رہا تھا، پیدا ہوئے۔ اگرچہ خطیب بغدادی ان کے معاصر ہیں، مگر ان کا علم حدیث کو طلب کرنا خطیب کی پیدائش سے پہلے تھا۔^(۲) خلف بن القاسم، عبدالوارث بن سفیان، ابوسعید نصر، عبداللہ بن محمد بن عبدالمؤمن اور ان کے ہم عصروں سے علم کو حاصل کیا، دور دراز شہروں کے رہنے والے علماء نے بھی ان کو اجازت نامے لکھے، چنانچہ حافظ عبدالغنی منذری صاحب ترغیب و ترہیب نے مصر سے اور ابوالقاسم عبداللہ بن السقطی نے مکہ معظمہ سے۔^(۳)

حافظ ابن عبدالبر حفظ و اتقان میں اپنے زمانہ کے سردار تھے۔^(۴) فقہ حدیث میں ان کی تالیف کتاب التمهید نادر روزگار اور زبردست و روشن ضمیر مجتہدوں کے لئے سرمایہ بصیرت ہے۔^(۵) ان کی تصانیف میں سے یہی ایک کتاب مذہب مالکی میں کافی^(۶) ہے، جس کی پندرہ جلدیں ہیں۔^(۷) بلاد مغرب میں بہت پھرے مگر اکثر قیام اندلس میں رہتا تھا۔ بعض مورخین نے یہ لکھا ہے کہ اندلس سے باہر نہیں گئے، سوائے ان ستر عالموں کے جو اس زمانہ میں یکتا تھے اور کسی کو نہیں دیکھا، اور نہ ان کے سوا کسی اور سے علم حاصل کیا۔ اس کے باوجود ان کا علم خطیب، بیہقی اور ابن حزم سے کسی طرح کم تر نہیں ہے، بلکہ بعض چیزیں ان کے پاس ایسی تھیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہیں۔ صدق، دیانت، حسن اعتقاد اور اتباع سنت^(۸) جو ان کو حاصل تھا،

(۱) وفیات الاعیان ۶۶/۷ - [نور] تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۴ - [نور] ۳/۳۰۶ - سیر اعلام النبلاء ۱۵۳/۱۸ - [سیر میں صرف تاریخ پیدائش مذکور ہے، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۴ - [نور] ۳/۳۰۶ - سیر اعلام النبلاء ۱۵۴/۱۸ -

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۴ - [نور] ۳/۳۰۶ - (۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۴ - [نور] ۳/۳۰۶ -

(۵) ابن حزم کہتے ہیں کہ فقہ حدیث میں یہ کتاب بے نظیر و عدیم المثال ہے۔ وفیات الاعیان ۶۷/۷ - [نور] ۳/۴۴۶ -

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۵ ترجمہ میں غالباً کچھ سہوا ہے، امام ذہبی نے جو فرمایا وہ یہ ہے: ولہاتو الیف لا مثل لها فی جمع معانیہا منها الکافی، علی مذہب مالک، خمسة عشر مجلداً جس کا ترجمہ اس طرح ہونا چاہئے: ان کی متعدد تصنیفات ہیں، جس کی جمع معانی و مباحث میں کوئی نظیر نہیں، ان ہی کتابوں میں سے الکافی ہے، جو امام مالکی کے مذہب میں پندرہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ [نور] ۳/۷ - ۲۰۶ -

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۵ - (۸) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۶ - [نور] ۳/۲۰۸ - سیر اعلام النبلاء ۱۵۷/۱۸ -

☆ ترجمے میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔ یوں ہونا چاہئے، ان کی تصانیف میں ایک کتاب الکافی ہے جو فقہ مالکی سے متعلق ہے۔

علماء میں سے بہت کم کو نصیب ہوتا ہے۔ ان کی عوامی اسناد سے سنن ابی داؤد ہے جس کو وہ عبداللہ بن محمد بن عبدالمؤمن سے روایت کرتے ہیں۔ اور وہ ابن داسہ سے اور وہ اس کے مصنف ابو داؤد سے۔^(۱) ابتدائی عمر میں اصحاب ظواہر میں سے تھے، پھر مالکی ہوئے۔ اس کے باوجود فقہ شافعی کی طرف بھی میلان تھا۔^(۲) ان کی کتاب الاستذکار موطا کی بہترین شروح میں سے ہے، اور موطا کی تنسیق ابواب میں استادی دکھلائی ہے، یہ کتاب نہایت ضخیم ہے، اگر بخط جلی تحریر کی جائے تو تیس جلدیں ہوتی ہیں۔ اگر بخط خفی لکھا جائے تو پندرہ جلدیں ہوتی ہیں۔

ایک کتاب علم ادب و روایت کی فضیلت میں بھی لکھی ہے جو بہت نافع ہے، کتاب الدرر فی اختصار المغازی والسير، کتاب العقل والعقلاء وما جاء فی اوصافہم، کتاب جمهرة الأنساب اور کتاب بهجة المجالس بھی انہی کی ہیں۔ اور ان کے علاوہ دیگر تصانیف بھی ہیں۔^(۳) ماہ ربیع الآخر ۳۶۳ھ [۷۱-۱۰۷۰ء] میں بمقام شاطبہ ان کا انتقال ہوا۔ خطیب بغدادی کی وفات بھی اسی سال ہوئی۔^(۴) شعرو سخن کی طرف بھی میلان تھا۔ ان کے تصنیف کردہ چندہ اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

تذکرت من یسکی علی مداوماً فلم أر (۵) إلا العلم بالدين والخبر
میں نے ان چیزوں کو یاد کیا جو مجھ پر ہمیشہ بکا کرتی ہیں، تو میں نے علم دین اور حدیث
کے سوا کسی اور چیز کو نہ پایا۔

علوم کتاب اللہ والسنن التي أتت عن رسول اللہ مع (۶) صحة الأثر
یعنی اللہ کی کتاب اور ان حدیثوں کے علوم جو صحت نقل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے منقول ہو کر (ہم تک) پہنچے ہیں۔

(۱) تذکرة الحفاظ ۳/۳۲۶- [۲۰۸/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸۴/۱۵۴۔

(۲) تذکرة الحفاظ ۳/۳۲۶- [۲۰۸/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸۴/۱۵۷۔

(۳) وفيات الاعیان ۷/۶۷- [۴۶/۳، نور] ۴۴۵۔

(۴) تذکرة الحفاظ ۳/۳۲۶- [۲۰۸/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸۴/۱۵۹۔

(۶) فی [ع]

(۵) لم انف

وعلم الأولى من ناقدیه وفهمنا لما اختلفوا فی العلم بالرأی والنظر (۱)☆
 اور علم ان لوگوں کا جو اس کے پرکھنے والے ہیں، اور ہماری سمجھ اس علم میں جس میں
 انہوں نے اپنی رائے اور نظر سے اختلاف کیا۔
 اور یہ بھی کہتے ہیں:

مقالة ذی نصح وذات فوائد إذا من ذوی الألباب کان استماعها
 نصیحت والی اور فائدہ مند گفتگو (مان لو) جب کہ عقل مندوں سے اس کو سنا ہو۔

علیکم بآثار النبیؐ فإنه من أفضل أعمال الرشد اتباعها (۲)
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اپنے لئے لازم کر لو، کیونکہ آپ کی اتباع
 رشد کے اعمال میں سب سے افضل ہے۔

مغرب کے شہروں میں مشہور شہر اشبیلیہ ہے، جب یوسف وہاں تشریف لے گئے اور وہاں کے لوگوں
 میں وہ خاطر و مدارات اور حسن سلوک جو مناسب تھا نہ دیکھا تو یہ چند اشعار کہے:

تنگر من کناسر بقربہ وصار عاقا☆ بعد ما کان سلسلا
 جن کا قرب ہمارے خیال میں باعث مسرت سمجھا جاتا تھا وہ اجنبی ہو گئے، اور خوشگوار
 شیریں پانی ہونے کے بعد وہ گدلا اور کھاری ہو گئے۔

وحق لجار لم یوافقہ جارہ ولا لایمتہ☆ الدار أن یتحو لا
 (اگر) کسی ہمسایہ کا پڑوسی اس کی موافقت نہ کرے، اور نہ گھر اس کا موافق ہو تو اس
 کے لئے وہاں سے کوچ کرنا مناسب ہے۔

بلیت بحمص والمقام ببلدة طویلا لعمری من خلق یورث البلی
 میں حمص اور اس شہر میں اتنی لمبی مدت کے ساتھ قیام میں مبتلا ہوا، جو میری عمر کو پرانا

(۲) نفع الطیب ۶/۱۸- [۴/۲۲۷، نور]

(۱) نفع الطیب ۶/۱۷- [۴/۳۲۷، نور]

له اختلفوا فی العلم بالرأی والنظر

☆ و علم الأولى من ناقدیه وفهم ما

☆ لاء متہ

☆ عادز عاقا

کرنے والی اور مجھ میں کہنگی پیدا کرنے والی ہے۔

إذا هان حرّ عند قوم أتاہم ولم ینأ عنہم کان أعمی وأجہلا
جب کوئی شریف کسی قوم کے پاس آ کر ذلیل ہوا، اور پھر ان سے دور نہ ہوا، تو وہ اندھا
اور جاہل تر ہے۔

ولم تضرب الأمثال إلا لعالم وماعوتب الإنسان إلا ليعقلا^(۱)
کہاوت اور مثالیں جاننے والے کے لئے ہی بیان کی جاتی ہیں، اور انسان کو سزا اسی
لئے دی جاتی ہے کہ اس کو عقل آئے۔

☆ تاریخ بغداد

یہ خطیب بغدادی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے جزو ثانی کے شروع میں بغداد کی تعریف اور اس شہر
مبارک بنیاد کی بزرگی اور نیز ساکنان شہر کے جو محاسن اخلاق منقول تھے ان سب کو لکھا ہے۔ اس کے بعد
بغداد کے دو دریاؤں و جلہ اور فرات کا ذکر کیا ہے۔ امام بخاری کا پورا حال بھی اس میں مرقوم ہے۔ محمد بن
عبدالرحمن بن ابی ذئب کے تذکرہ تک پہنچ کر کتاب کا تقریباً چوتھائی حصہ ختم ہوتا ہے، اس تاریخ کے اول
میں جو سند ذکر کی گئی وہ یہ ہے:

قال الحافظ أبو بکر: أخبرنا عبدالعزیز بن أبی الحسن القرمیسینی قال:
سمعت عمر بن أحمد بن عثمان يقول: سمعت أبا بکر النسیابوری
يقول: سمعت یونس بن عبدالأعلیٰ يقول: قال لی الشافعی یایونس!
دخلت بغداد؟ قال: لا، قال: ما رأیت الدنیا.^(۲)

امام شافعی نے کہا اے یونس آپ (کبھی) بغداد گئے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ
نہیں (اس پر) امام شافعی نے کہا کہ تم نے دنیا کو نہیں دیکھا۔

(۱) نفع الطیب ۵/۱۳۲۔ [۴/۳۰، نور] (۲) تاریخ بغداد ۱/۳-۴۔

☆ یہ کتاب دارالکتب العلمیہ بیروت سے شائع ہوئی ہے۔ مصطفیٰ عبدالقادر عطا نے اس کی تحقیق کی ہے۔ ۱۴۱۷ھ
مطابق ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی۔

قال الخطيب و أنشدنا (القاضي أبو القاسم علي بن المحسن) التوخي قال:

أنشدنا أبو سعد محمد بن علي بن محمد بن خلف الهمداني لنفسه.

فدى لك يا بغداد كل قبيلة من الأرض حتى خطى وديارها

اے بغداد تجھ پر زمین کا ہر قبیلہ نثار ہو، یہاں تک کہ میرا خطہ اور میرے دیار (بھی)۔

فقد طفت في شرق البلاد و غربها وسيّرت رحلي بينها وركابيا

میں مشرق اور مغرب کے شہروں میں پھرا ہوں، اور اپنے کجاوے اور سواریوں کو ان

میں چلایا ہے۔

فإنم أرفيها مثل بغداد منزلا ولم أرفيها مثل دجلة واديا

میں نے تو بغداد کی مانند کوئی جگہ نہیں دیکھی، نہ دجلہ کے مثل کوئی میدان دیکھا۔

ولا مثل أهلها أرق شمائلها وأعذب ألفاظاً وأحلى معانها

اور نہ مثل اس کے باشندوں کے نرم خوئی، شیرینی گفتار اور حلاوت معنی میں کسی کو پایا۔

وكم قائل لو كان ودك صادقا لبغداد لم ترحل فكان جوابيا

بہت سے کہنے والے کہتے ہیں اگر تیری محبت بغداد کے ساتھ سچی ہوتی تو وہاں سے

علیحدہ نہ ہوتا میرا جواب ان کے لئے یہ ہے۔

يقيم الرجال الأغنياء بارضهم وترمي النوى بالمقترين المراميا (۱)

مالدار آدمی اپنے وطنوں میں اقامت کرتے ہیں، اور مفلسوں کو ہلاکت پہاڑوں

اور میدانوں میں پھینک دیتی ہے۔

خطیب کی کنیت ابو بکر ہے۔ نام و نسب یہ ہے: احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی (۲) ۲۳۴ھ رزی قعدہ

۳۹۲ھ [۱۰۰۲ء] کو جمعرات کے روز پیدا ہوئے، (۳) ان کے والد کو بھی علم حدیث سے مناسبت تھی، اسی

(۱) تاریخ بغداد ۱/۵۲۔ [یہ اشعار و فیات میں موجود نہیں ہے، نور]

(۲) وفیات الاعیان ۱/۹۲۔ تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۱۔ [نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۷۰۔

(۳) وفیات الاعیان میں رزی قعدہ کے بجائے جمادی الاخریٰ ہے، ۱/۹۲ [نور] تذکرہ میں یوم جمعرات مذکور نہیں ہے۔

وجہ سے اس شریف فن کے طلب کرنے میں ان کو تحریض و رغبت دلاتے تھے۔ ابھی گیارہ سال کے تھے کہ طلب علم اور سماع شروع کیا۔^(۱) اس کے بعد بصرہ، کوفہ، نیشاپور، اصفہان، دینور، ہمدان، ری، اور حجاز شریف کا سفر اختیار کیا۔

حافظ ابو نعیم صاحب حلیۃ الاولیاء، ابو سعید مالینی، ابوالحسن بن بشران اور ان کے علاوہ دوسرے علماء سے علم کا استفادہ کیا۔^(۲)

ابن ماکولا جو مشہور محدث ہیں ان ہی کے شاگرد ہیں، محمد بن مرزوق زعفرانی اور اس فن کے دوسرے بزرگ ان ہی کی ترغیب سے سرسبز ہوئے۔^(۳) مکہ معظمہ میں صحیح بخاری کو سنی کریمہ (بنت احمد المرزویہ) سے جو بخاری کے مشہور راویوں میں سے ہیں صرف پانچ یوم میں ختم کیا۔^(۴) علی ہذا، ابو عبد الرحمن اسماعیل بن احمد الضریر الحیری نیشاپوری کی خدمت میں رہ کر تین مجلس میں صحیح بخاری کو ختم کیا، اور کشمینی سے بھی بخاری کا سماع کیا ہے۔ مغرب کے وقت سے بخاری کا پڑھنا شروع کرتے تھے اور نماز فجر تک بس کرتے تھے، دورات اسی طرح پر کیا، تیسرے دن چاشت کے وقت سے مغرب تک اور مغرب کے وقت سے صبح تک بخاری کو پڑھ کر ختم کیا۔^(۵) ذہبی نے بیان کیا ہے کہ دماغ کی یہ قوت اور قرأت میں یہ مہارت نادرات میں سے ہے۔^(۶) سفروں سے فراغت پانے کے بعد بغداد میں مقیم رہے،^{*} اور مرتے وقت تک روایت حدیث اور تصنیف و تالیف میں اپنے وقت کو مشغول رکھا۔ ان کی تصنیف کردہ کتابیں کچھ اوپر ساٹھ ہیں۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: جامع^(۷)، تاریخ بغداد، کفایۃ^(۸)، شرف أصحاب

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۱- [نور، ۳۱۳/۳] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۷۱۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۷۱-۷۳ (۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۲ [نور، ۳۱۳/۳] سیر اعلام

النبلاء ۱۸/۲۷۳۔ (۴) المنتظم ۸/۲۶۵- [۱۶۶/۱۲۹ تحقیق: محمد عبدالقادر عطاء، مصطفیٰ عبدالقادر

عطاء، دارالکتب العلمیۃ بیروت، نور] تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۳- [نور، ۳۱۵/۳] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۷۷۔

(۵) تاریخ بغداد ۶/۳۱۴۔ سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۷۹۔ [۸۰/۱۸-۲۸۹، نور] اصل فارسی میں خطیب کے

کشمینی سے پڑھنے کا تذکرہ ہے، مصنف علیہ الرحمۃ کو اس میں سہو ہوا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ خطیب کے استاد ضریر ہیں جنہوں نے

کشمینی سے سنا ہے۔ واللہ اعلم

(۶) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۰۔

(۸) الکفایۃ فی آداب الروایۃ- [ع]

(۷) جامع لآداب الراوی والسماع [ع]

* فارسی کی عبارت ہے: "در بغداد حل اقامت انداخت"

الحديث، السابق واللاحق، المتفق والمفترق، الموتلف، (۱) تلخیص المشابه، کتاب الرواة عن مالك، غنية المقتبس في الملتبس، تمييز المتصل الأسانيد، رواية الابناء عن الآباء [وغير ذلك من التصانيف المفيدة التي هي بضاعة المحدثين و ثروتهم في فهمهم] (ان کے علاوہ اور بہت سی مفید تصانیف ہیں جو محدثین کے لئے سرمایہ معلومات کا کام دیتی ہیں) حافظ ابوطاہر سلفی نے ان کی تصانیف کے بارے میں لکھا ہے:

تصانيف ابن ثابت الخطيب ألد من الجنى ☆ الغض الرطيب
ابن ثابت خطیب کی تصنیفات، میوہ تر و تازہ سے زیادہ لذیذ ہیں۔

يراهن إذا رواها من حواها رياضاً لفتى اليقظ الليب
جب ان کو جمع کرنے والا ان کی روایت کرے گا، تو ان کو عقلمند بیدار جوان کے لئے مثل باغ کے پائے گا۔

ويأخذ حسن ما قد ضاع ☆ منها بقلب الحافظ الفطن الأريب
اور خوشبوان تصنیفات سے مہکی ہے، اس کا حسن، حافظ سمجھدار دانشمند کے دل کو گرویدہ کر لے گا۔

فأية راحة ونعيم عيش يوازي عيشها ☆ بل أي طيب (۲)
پس کونسی راحت اور کونسی زندگی کی نعمت بلکہ کونسی خوشبوان کی برابری کا دم بھر سکتی ہے۔
سفر حج میں ہر روز ترتیل و تجوید و قرأت سے ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے، جس کو تمام لوگ لفظ بلفظ سنتے تھے۔ (۳) سفر کی تھکان کے باوجود ان کا یہ ورد ناغہ نہ ہوتا، حق تعالیٰ نے ثروت ظاہری بھی بہت عنایت فرمائی تھی۔ اسے علم شریف کے طلبہ پر صدقات و خیرات کیا کرتے تھے۔ حج کے موقع پر جب چاہہ زمزم پر گئے تو چونکہ اس وقت کی دعا مستجاب ہوتی ہے، تین مرتبہ اس مبارک پانی سے سیراب ہو کر خدا تعالیٰ سے

(۱) الموتلف والمختلف۔ [ع]

(۲) تذكرة الحفاظ ۳/۳۳۵۔ [۳/۳۱۷، نور] سير اعلام النبلاء ۱۸/۲۹۳۔

(۳) تذكرة الحفاظ ۳/۳۳۴۔ [۳/۳۱۶، نور] سير اعلام النبلاء ۱۸/۲۷۹۔ طبقات الشافعية ۴/۳۴۔ [۲/۳۶۶، نور]

تین چیزوں کی دعا مانگی، اول یہ کہ تاریخ بغداد ایسی مقبول ہو کہ لوگ اس کی روایت کریں، دوسرے یہ کہ میں جامع منصور میں جو کہ بغداد کی بہترین جگہ ہے تعلیم حدیث اور اس کے املاء میں مشغول رہوں، تیسرے یہ کہ میری قبر بشرحانی کے متصل ہو۔ سوا محمد اللہ ان کی یہ دعا مقبول ہوئی، اور تینوں حاجتیں پوری ہوئیں۔^(۱) بغداد میں ان کو اس قدر عروج ہوا کہ بادشاہ وقت کا یہ حکم ہو گیا تھا کہ کوئی واعظ، کوئی خطیب اور کوئی عالم کسی حدیث کو اس وقت تک نہ ذکر کریں جب تک اس کو خطیب پر پیش کر کے اجازت نہ حاصل کر لیں۔^(۲) ایک دفعہ بعض یہودیوں نے جو خیبر میں رہتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں وہاں سے اٹھ کر ملک شام کے اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئے تھے، خلیفہ کے روبرو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خط پیش کیا، جو حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر اس پر ثبت تھی، اور کئی ایک صحابہ کی شہادت بھی اس پر درج تھی، خط کا مضمون یہ تھا کہ یہود (اہل خیبر) کے فلاں فلاں قبیلہ سے ہم نے جزیہ کو معاف اور ساقط کر دیا۔ خلیفہ نے اس خط کو خطیب کے پاس بھیجا، خطیب نے غور کے بعد کہا کہ یہ بالکل مکر اور جعل سازی ہے، اس لئے کہ اس میں معاویہ اور سعد بن معاذ کی گواہی بھی مثبت ہے، حالانکہ جس وقت خیبر فتح ہوا ہے، معاویہ اس وقت تک نہ مسلمان ہوئے تھے اور نہ شرف صحبت ان کو حاصل ہوا تھا، اور سعد بن معاذ کے غزوہ خندق میں تیر کا زخم لگا اور غزوہ قریظہ کے متصل زمانہ میں ان کا انتقال ہو گیا، یعنی وہ بھی فتح خیبر کے وقت زندہ نہ تھے۔^(۳)

خطیب جس وقت بیمار ہوئے تو بادشاہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ میرا کوئی وارث نہیں ہے، میرے مرنے کے بعد میرا مال بیت المال کو پہنچتا ہے، اگر بادشاہ کی اجازت ہو تو میں بطور خود اس کو راہ خدا میں صرف کروں، اس پر خلیفہ نے فرمایا کہ بہت مبارک ہے۔^(۴) آپ نے اپنی تمام کتابوں کو وقف کر دیا، اور ہر قسم کے مال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں صرف کر دیا۔^(۵) سات ذی الحجہ ۳۶۳ھ [۷۰-۷۱ء] میں انتقال ہو گیا۔^(۶)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۴- [۱۶/۳-۳۱۵] نور [سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۷۹- طبقات الشافعیة ۴/۳۵- [۲/۳۶۶] نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۶- [۳/۳۱۷] نور [سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۰-]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۶- [۳/۳۱۷] نور [سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۰- المنتظم ۸/۲۶۵- [۶/۱۲۹] نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۸- [۳/۲۰-۳۱۹] نور [تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۹- [۳/۳۲۰] نور]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۹- [۳/۳۲۰] نور [سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۶-]

شیخ ابواسحاق شیرازی نے جو شوافع کے مشہور مشائخ میں سے نیز علم ظاہر و باطن کے جامع ہیں، ان کے جنازے کو کاندھے پر اٹھایا۔^(۱) وفات کے بعد بغداد کے صالحین میں سے کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ ”أنا في روح وريحان وجنة نعيم“ (میں راحت و آرام اور نعمتوں کی جنت میں ہوں)^(۲)

نیز اس زمانہ کے بزرگوں میں سے کسی نے یہ بیان کیا کہ میں نے ایک دن یہ خواب دیکھا کہ گویا بغداد میں ہم خطیب کی خدمت میں حاضر ہیں، اور حسب عادت تاریخ بغداد کو ان کے روبرو پڑھنا چاہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ان کے دائیں جانب شیخ نصر بن ابراہیم مقدسی تشریف رکھتے ہیں، اور بائیں طرف ایک اور باہیت و جلال بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں، جن کے جمال سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں، میں نے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں؟ تو کہا گیا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس تاریخ کو سننے کی غرض سے تشریف لائے ہیں، یہ نہایت اعلیٰ درجہ کا شرف ہے جو خطیب کو حاصل ہوا۔^(۳) خطیب کو شعر و اشعار سے بھی الفت تھی، چنانچہ ان کے اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ قطعہ

إن كنت تبغى الرشاد محضا لأمر دنياك والمعاد

اگر تم اپنے دنیا و آخرت کے کام میں خالص ہدایت چاہتے ہو۔

فخالف النفس في هواها إن الهواء جامع الفساد^(۴)

تو نفس امارہ کی خواہشات کے خلاف کرو، اس لئے کہ خواہش نفس ہر قسم کی برائی اپنے

اندر رکھتی ہے۔

ولہ

الشمس تشبهه والبدر يحكيه والدر يضحك والمرجان من فيه

(۱) تذكرة الحفاظ ۳/۳۳۹- [۳/۳۲۰، نور] سير اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۷-

(۲) سير اعلام النبلاء ۱۸/۸۸-۲۸۷-

(۳) تذكرة الحفاظ ۳/۳۴۰- [۳/۳۲۱، نور] سير اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۸-

(۴) تذكرة الحفاظ ۳/۳۴۰- [۳/۳۲۱، نور] سير اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۸- [۱۸/۹۶-۲۹۵، نور]

میرا مدوح ایسا جلیل القدر شخص ہے کہ آفتاب اس سے مشابہ ہو کر اور چاند اس کی نقل کر کے خوبصورت بنتا ہے، اور دانتوں کی صفائی کی وجہ سے گویا وہ موتی اور مرجان اپنے منہ میں رکھ کر ہنستا ہے۔

ومن سری وظلام الليل معتكر فوجهه عن ضياء البدر يغنيه
اور جو رات کو ایسے وقت سفر کرے کہ تاریکی تہ بہ تہ ہو گئی ہو، تو میرے مدوح کا چہرہ اس کو چاند کی روشنی سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔

دیگر

تغيب الخلق عن عيني سوى قمرٍ حسبي من الخلق طراً ذلك القمر
میری نظر سے ساری مخلوق اوجھل ہو گئی ہے سوائے ایک ایسے چاند کے، جو مجھے تمام مخلوق کے عوض کافی ہے۔

محلہ فی فؤادی قد تملکہ وجارٌ روحی ومالی☆ عنہ مصطبر
اس کی جگہ میرے دل میں ہے اور وہ اس کا مالک بن بیٹھا ہے، وہ میری روح کا پڑوسی ہے اس لئے کہ مجھے بغیر اس کے چین نہیں آتا۔

فالشمس☆ أقرب منه فی تناولها وغایة الحظ منها☆ للوری النظر☆
پس آفتاب کا ملنا بہ نسبت اس کے آسان ہے، اور اس کو صرف دیکھ لینا مخلوق کے لئے سب سے بڑی خوش نصیبی ہے۔

وددت☆ تقیله یوما مخالسة☆ فصار من خاطری فی خده اثر
ایک روز میں نے غفلت میں اس کا بوسہ لینا چاہا، تو میرے صرف ارادے سے ان کے نازک رخسار میں دھبہ پڑ گیا۔

☆منہ

☆والشمس

☆لمالی

☆جاز

☆مخالسة

☆اردت

☆نظر

وكم حكيم ☆ رآه ظنه ملكا ورود ☆ الفكر فيه أنه بشر (۱)
 بہت سے عقلاء کو ان کے گمان نے دھوکہ میں ڈالا کہ وہ فرشتہ ہے، مگر فکر و تامل نے
 تلاش سے معلوم کر لیا کہ وہ بشر ہی ہے۔

دیگر

لا تغبطن أحوال الدنيا لزخرفها ولا للذة وقت عجلت فرحا

دنیا دار کی رنگ رلیوں پر فریفتہ نہ ہو، نہ اس لذت پر رشک کر جو فوری خوشی دیتی ہے۔

فالدهر أسرع شيء في قلبه وفعله بين للخلق قد وضحاً

کہ زمانہ اپنے انقلاب میں سب چیزوں سے زیادہ تیز ہے، اور اس کا فعل خلق پر واضح

اور ظاہر ہو گیا ہے۔

كم شارب علالا ☆ فيه منيته وكم تقلد سيفاً من به ذبحاً (۲)

کتنے پینے والے ہیں کہ اسی پینے میں ان کی موت مقدر ہے، اور کتنے تلوار لٹکانے

والے ہیں کہ اسی تلوار سے وہ ذبح ہوئے۔

امالی محاطی ☆

یہ ایک مختصر کتاب ہے جو تقریباً سولہ اجزاء پر مشتمل ہے، اس کے اول میں یہ حدیث ہے:

حدثنا السري ثنا محمد يعني ابن جعفر ثنا شعبة عن الحكم عن ابراهيم

عن علقمة عن عبد الله بن النبي صلى الله عليه وسلم انه صلى الظهر

خمسة فسجد سجدتين بعد ما سلم قال شعبة وسمعت حمادا

وسليمان يحدثان أن ابراهيم كان لا يدري ثلاثاً صلى أو خمساً. (۳)

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۹۵۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۹۶۔ البداية والنهاية ۱۲/۱۰۳۔

(۳) صحيح البخاری، کتاب السهو، باب اذا صلى خمساً.

☆ حلیم تدریس - راجع ☆ عسلاً

☆ حلق کر سالتہ بجامعۃ الإمام محمد بن سعود الإسلامیہ فی قسم السنۃ وعلومہا. لقمان: ۱۱۱

[جامعہ امام محمد بن سعود اسلامیہ کے شعبہ السنۃ وعلومہا میں اس کی تحقیق ہوئی ہے]

حضرت عبداللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے نماز ظہر کی پانچ رکعتیں ادا فرمائیں اس کے بعد سلام پھیرا، اور دو سجدے کئے۔ شعبہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے حماد اور سلیمان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابراہیم کو یاد نہیں رہا کہ آنجناب [صلی اللہ علیہ وسلم] نے تین رکعتیں ادا فرمائی تھیں یا پانچ رکعتیں۔

محالی بغداد کے محدثین اور اس مبارک بنیاد شہر کے مشائخ میں ہیں، ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے، نام حسین بن اسماعیل بن محمد طیبی (۱) بغدادی ہے۔ چونکہ ساٹھ سال تک کوفہ کے قاضی رہ چکے ہیں، اس وجہ سے ان کو قاضی حسین بھی کہتے ہیں۔ (۲) آپ ۲۳۵ھ [۸۴۹ء] کی ابتدا میں پیدا ہوئے، (۳) اور ۲۴۴ھ [۸۵۸-۵۹ء] میں طالب علمی کی ابتدا ہوئی، (۴) ابو حذافہ سہمی سے، جو صاحب نسخہ موطا اور امام مالک کے شاگرد ہیں، اس علم کو حاصل کیا، عمر بن علی فلاس، احمد بن المقدم، (۵) یعقوب بن ابراہیم دورقی، (۶)

(۱) طیبی: اصل فارسی اور اردو کے نسخوں میں طیبی ہے جب کہ تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۵۹ پر قسماً ہے اور یہی ڈاکٹر صاحب کے نسخہ میں ہے۔ ۴/۳، ۲/۳، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۴/۳۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۵۹-۱۵/۲۵۸، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۴/۳۔ [نور] ۴/۳، سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۵۹۔

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۵۹۔

(۵) احمد بن مقدم: احمد بن مقدم بن سلیمان بن اشعث عجمی، بصری۔ ان کی کنیت ابوالاشعث تھی۔ حماد بن زید، فضیل بن عیاض اور معتمر بن سلیمان وغیرہ کے علوم سے مستفید ہوئے، ان سے روایت کرنے والوں میں بخاری، ترمذی، نسائی، بغوی، محالی، ابن ماجہ، ابن ابی داؤد، اور ابن خزمیہ جیسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت محدثین ہیں، نسائی نے ان کی توثیق کی ہے، صفر ۲۵۳ھ [۸۶۷ء] میں رب حقیقی سے جا ملے۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۲۰-۲۱۹-۲۱۲/۱۲-۱۹، الجرح والتعلیل ۷۸/۲۔ تاریخ بغداد ۱۶۲/۵-۶۶۔ تہذیب التہذیب ۸۱/۱-۸۲۔ شذرات الذهب ۱۲۷/۲۔

(۶) یعقوب بن ابراہیم دورقی: یعقوب بن ابراہیم بن کثیر عبدی، قیسی، دورقی۔ آپ ولاء کے اعتبار سے قیسی ہیں۔ ان کی کنیت ابو یوسف تھی۔ حافظ حدیث اور حجت تھے۔ ۱۶۶ھ [۸۳-۸۴ء] ان کی تاریخ پیدائش ہے، عبدالعزیز بن ابوحازم، ہشیم، سفیان بن عیینہ، جریر، غندر، یحییٰ قطان، کعب، یزید اور عبدالرحمن وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہیہ کیا، حصول علم کی خاطر بلاد اسلام کا انہوں نے خوب سفر کیا، اور حدیثیں جمع کیں، انہوں نے علم حدیث میں اپنی نمایاں پہچان بنائی تھی، ان سے جن بزرگوں نے حدیث کی روایت کی ہے، ان میں سرفہرست اصحاب صحاح ستہ، ابوزرعہ، محالی، ابوحاتم، ابن ابی الدنیا، زکریا، ابن خزمیہ، ابن صاعد، ابن ابی داؤد وغیرہ ہیں، خطیب کہتے ہیں کہ دورقی ثقہ، حافظ اور متقن ہیں، انہوں نے ایک مسند تصنیف کی تھی۔ ابوحاتم نے انہیں صدوق کہا ہے۔ ۲۵۲ھ [۸۶۶ء] میں آپ نے عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۴-۱۴۱۔ طبقات ابن سعد ۷/۳۶۰-۳۶۰، نور] الجرح والتعلیل ۲۲/۹-۲۲/۹، [نور] ۲۰۲/۹، تاریخ بغداد ۱۴/۲۷۷-۸۰۔ تہذیب التہذیب ۱۱/۳۸۱-۳۸۱، شذرات الذهب ۱۲۶/۲۔

محمد بن ثنی عنزی، (۱) زبیر بن بکار (۲) اور اس طبقہ کے دوسرے علماء سے روایت کرتے ہیں، (۳) دارقطنی، ابن جمیع، دج، (۴) اور دیگر عمدہ محدثین خود ان سے روایت کرتے ہیں۔ (۵) سفیان بن عیینہ کے اصحاب میں سے تقریباً ستر، علم حدیث میں ان کے شیخ تھے۔ (۶) ان کی مجلس املاء میں دس ہزار کے قریب آدمی حاضر رہتے تھے، (۷) آخر عمر میں قضاء کے عہدے سے مستعفی ہو گئے تھے، جب تک عہدہ قضاء پر مامور

(۱) محمد بن ثنی عنزی: ابو موسیٰ محمد بن ثنی بن عبید بن قیس بن دینار عنزی، بصری۔ ۱۶۷ھ [۸۳-۸۳۷ء] میں تولد ہوئے، انہوں نے سفیان بن عیینہ، معتمر بن سلیمان، غندر، یحییٰ قطان وغیرہ سے خوب استفادہ کیا، بہت سوں سے احادیث لکھیں اور ان کو جمع کر کے ایک کتاب تصنیف کی، ان کے اجل تلامذہ میں اصحاب صحاح ستہ، ابوزرعہ، ابو حاتم، یحییٰ، ابن ابی دنیا، جعفر فریابی، ابو یعلیٰ، ابو بکر بن ابی داؤد، ابن خزیمہ، ابن صاعد، اور محامل وغیرہ ہیں۔ محمد بن یحییٰ زہلی نے انہیں حجت کہا ہے۔ خطیب نے انہیں صدوق اور متقی و پرہیزگار کہا ہے۔ ذی قعدہ ۲۵۲ھ [۸۶۶ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۲۳-۲۶۔ الجرح والتعدیل ۸/۹۵۔ تاریخ بغداد ۳/۲۸۳-۸۶۔ تہذیب التہذیب ۹/۴۲۵-۲۷۔ شذرات الذهب ۲/۱۲۶۔

(۲) زبیر بن بکار: ابو عبد اللہ زبیر بن ابوبکر بکار بن عبد اللہ بن مصعب بن ثابت بن عبد اللہ بن زبیر بن عوام اسدی، مدنی، مکی مکے کے مستند عالم اور قاضی تھے۔ ماہر انساب بھی تھے۔ ۱۷۲ھ [۸۹-۸۸۸ء] میں پیدا ہوئے۔ سفیان بن عیینہ، نصر بن شمیل، مصعب بن عبد اللہ زبیری سے تعلیم حاصل کی۔ ان سے کسب فیض کرنے والوں میں ابن ماجہ، ابو حاتم رازی، ابن ابی دنیا، محاطی، جیسے کبار محدثین ہیں۔ کتاب "نسب قریش" ان کی شاہکار تالیف ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ کتاب عمدہ اور ضخیم ہے، دارقطنی نے ان کو ثقہ کہا ہے، ۲۱ ذی قعدہ ۲۵۶ھ [۸۷۰ء] کو مکہ میں وفات پائی، دیکھئے، سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۵-۳۱۱۔ الجرح والتعدیل ۳/۵۸۵۔ تاریخ بغداد ۸/۷-۶۷۔ وفيات الاعیان ۲/۱۳-۳۱۱۔ [نور، ۳۳۹/۱] تہذیب التہذیب ۳/۱۴-۳۱۲۔ شذرات الذهب ۲/۳۴-۱۳۳۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۴۴۔ [نور، ۴۲/۳] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۵۹۔

(۴) دج: ابو محمد دج بن احمد بن دج علی بن عبد الرحمن بختانی محدث، حجت اور فقیہ تھے۔ ۲۵۹ھ [۷۳-۸۷۲ء] یا اس سے پہلے ان کی ولادت ہوئی۔ انہوں نے عبد اللہ بن احمد بن حنبل، محمد بن ایوب بکلی، ابو مسلم کجی، عثمان بن سعید دارمی، ابن خزیمہ اور محاطی وغیرہ سے حدیثیں بیان کی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں دارقطنی، ابن جمیع، حاکم، وغیرہ ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اساتذہ میں دج کو اثبت پایا۔ حاکم نے انہیں اپنے زمانے کے محدثین کا سر تاج کہا ہے، ۳۵ھ [۹۶۲ء] میں واصل بحق ہوئے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۶/۳۵-۳۰۔ تاریخ بغداد ۸/۹۲-۳۸۷۔ شذرات الذهب ۳/۸۔ وفيات الاعیان ۱/۷۲-۲۷۱۔ [نور، ۲۳/۱] ۳۲۲۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۴۴۔ [نور، ۴۲/۳] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۶۰۔

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۳/۴۴۔ [نور، ۴۲/۳] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۶۰۔ تاریخ بغداد ۸/۲۰۔

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۳/۴۴۔ [نور، ۴۲/۳] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۶۰۔ تاریخ بغداد ۸/۲۰۔

رہے ایسے محمود الخلاق رہے کہ کسی شخص کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملا، یعنی کوئی اعتراض و اتہام ان پر نہ لگا سکا، (۱) کوفہ میں اپنے مکان کو جمع اہل علم بنا رکھا تھا، ہر روز اس علم شریف کے شغل کے لئے ان کے گھر میں لوگ جمع ہو کر فائدہ حاصل کرتے تھے۔ (۲) محمد بن الحسین نے، جو اس عہد کے بزرگ شخص ہیں، یہ بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے، حق تعالیٰ اہل بغداد پر سے بطفیل و برکتِ محالی بلاء کو دفع کرتا ہے، (۳) دوسری ربیع الثانی ۳۳۰ھ [۹۴۱ء] کو درس حدیث سے فارغ ہو کر معمول کے مطابق اٹھے، تو کوئی مرض پیش آیا، اور پندرہ دن کے بعد انتقال ہو گیا۔ (۴)

☆ فوائد ابو بکر شافعی

چونکہ شیخ ابوطالب محمد بن محمد بن ابراہیم بن غیلان (۵) اس کتاب کو روایت کرتے ہیں، اس وجہ سے ان کی طرف نسبت کر کے ان فوائد کو غیلانیات بھی کہتے ہیں۔ یہ کل گیارہ جزو ہیں، دارقطنی نے ان کی رباعیات کو جدا کر کے ایک مستقل رسالہ لکھ دیا ہے، جو اکثر متداول ہے، اور تحصیل اجازت و سماع کے وقت اس کو پڑھاتے ہیں، رباعیات کی پہلی حدیث یہ ہے:

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۴/۳ - [۲/۳، نور] تاریخ بغداد ۸/۲۲ -

(۲) تاریخ بغداد ۸/۲۲ - تذکرۃ الحفاظ ۴/۳ - [۳/۳ - ۴۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۶۰ -

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۴/۳ - [۳/۳، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۴/۳ - [فارسی اور اردو کے نسخوں میں تاریخ وفات ۲ ربیع الثانی مذکور ہے درانحالیکہ اصل مرجع

تذکرہ میں ۱۲ ربیع الثانی مذکور ہے، جسے ڈاکٹر اکرم ندوی نے بھی نقل کیا ہے، [۳/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۶۱ -

تاریخ بغداد ۸/۲۳ - ۲۲ -

(۵) ابوطالب بن غیلان: ابوطالب محمد بن محمد بن ابراہیم بن غیلان ہمدانی، بغدادی، کپڑا فروخت کرنے کی وجہ سے ان کو بزاز

کہتے تھے، آپ ۳۲۸ھ [۹۵۹ء] کی ابتداء میں پیدا ہوئے۔ ابو بکر شافعی سے ۳۵۲ھ [۹۶۳ء] ۳۵۳ھ [۹۶۴ء] ۳۵۴ھ

[۹۶۵ء] تین سال سماعت حدیث کی اور ان سے حدیث کے ۱۱ جزاؤں قلمبند کئے جنہیں عالی اسناد کی وجہ سے امتیازی شان حاصل

ہے۔ خطیب کہتے ہیں کہ محمد بن محمد بن ابراہیم غیلان صدوق، دیندار، و نیکوکار ہیں، ہم نے ان سے احادیث لکھی ہیں۔ ان سے

روایت کرنے والوں میں خطیب، ابن حبرون وغیرہ ہیں۔ ۶ شوال ۳۴۰ھ [۱۰۴۹ء] کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ دیکھئے:

سیر اعلام النبلاء ۱۷/۵۹۸ - ۶۰۰ - تاریخ بغداد ۳/۲۳۴ - ۳۵ - شذرات الذهب ۳/۲۶۵ -

☆ یہ کتاب دکتور فاروق بن عبدالعلیم بن مرسی کی تحقیق سے مکتبہ اضواء السلف ریاض سے شائع ہوئی، حلیمی کالمی اسعد

عبدالہادی کی تحقیق سے دارالابن الجوزی دمام نے ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۷ء میں شائع کیا ہے۔

قال الحافظ أبو بكر الشافعي: ثنا محمد بن الفرغ الأزرق وأحمد بن عبد الله الرشي قال: ثنا محمد بن كناسه قال: ثنا إسماعيل بن أبي خالد قال: قلت لأبي جحيفة: هل رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: نعم، وكان الحسن بن علي يشبهه. (۱)

حدثنا موسى بن إسماعيل أبو عمران قال: ثنا إسماعيل بن عليّة قال: أخبرنا حنظلة السدوسي عن أنس بن مالك قال: قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم! الرجل يلقي صديقه أو أخاه فينحى له، قال: لا، قال: فيلزمه ويقبله، قال: لا قال: فيصافحه ويأخذ بيده، قال: نعم.

اسماعیل بن ابی خالد فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جحیفہ سے یہ دریافت کیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں اور کہا حسن بن علیؑ آپ کے بہت مشابہ ہیں۔

انس بن مالک فرماتے ہیں: کسی شخص نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی شخص اپنے دوست یا بھائی سے ملاقات کرے تو اس کے لئے جھک جائے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس نے عرض کیا کہ اس کو لپٹ جائے اور بوسہ دے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس نے کہا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

آپ کا نام و نسب یہ ہے: محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن عبدویہ۔ (۲) آپ عراق کے محدثین میں سے ہیں، بغداد میں رہتے تھے۔ ۲۶۰ھ [۷۴۳-۷۸۷ء] میں بمقام شہر جبل متصل واسط پیدا ہوئے۔ (۳) ۲۷۶ھ [۸۸۹-۹۰۰ء] میں طالب علمی شروع کی۔ (۴) چونکہ کپڑا فروخت کرتے تھے، اس لئے ان کو بزاز

(۱) امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین میں یہ حدیث روایت کی ہے۔ حضرت ابو جحیفہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا، حسن بن علیؑ ان سے مشابہ تھے، ترمذی نے اس حدیث کو ”حسن صحیح“ کہا ہے۔

(۲-۳-۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۶- [۹۱/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۶/۱۰۴، حاشیہ: ۲، سیر اعلام النبلاء ص: ۳۹ پر ہے، نور

کہتے تھے، موسیٰ بن (سہل) الوشاء^(۱) سے جو اسماعیل بن علیہ^(۲) کے آخر اصحاب میں سے ہیں، اور محمد بن شداد^(۳) سے جو یحییٰ قطان^(۴) کے آخر اصحاب میں سے ہیں، اس فن کی تکمیل کی، ابو بکر ابن ابی الدنیا،

(۱) موسیٰ بن سہل و شاء: ابو عمران موسیٰ بن سہل بن کثیر بغدادی، جرنی [ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں الحرقی بالحاء والراء المهملتین والقاف المعجمہ ۱۰/۳۲۸، نور] انہوں نے اسماعیل بن علیہ، اسحاق ازرق، علی بن عاصم اور یزید بن ہارون سے حدیثیں سنی ہیں۔ اسماعیل بن علیہ اور اسحاق ازرق سے روایت کرنے والوں میں یہ آخری شخص ہیں۔ دارقطنی نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ یہ ضعفاء میں سے ہیں جن کے حالات میں شبہ پایا جاتا ہے۔ ذی قعدہ ۸۷۸ھ [۸۹۲ء] میں ان کا وصال ہوا۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۰-۱۴۹۔ العبر ۲/۲۶۰- [۱/۴۰۰، نور] تاریخ بغداد ۱۳/۴۸۔ تہذیب التہذیب ۱۰/۳۴۸۔ شذرات الذهب ۲/۱۷۲۔

(۲) اسماعیل بن علیہ: ابو بشر اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم اسدی، بصری، کوئی۔ ولاء کے اعتبار سے اسدی ہیں، اصلاً کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ آپ ابن علیہ کے نام سے مشہور ہوئے، علیہ ان کی والدہ ہیں، ۱۱۰ھ [۲۹-۲۸ء] میں تولد ہوئے۔ آپ نے محمد بن منکدر، حمید طویل، عطاء بن سائب، ابن جریج، خالد حذاء، اور سلیمان تیمی کی صحبت و شاگردی اختیار کی۔ حماد بن زید، عبدالرحمن بن مہدی، علی بن مدینی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور ابو حفص فلاس نے ان کی شاگردی کا تمغہ افتخار حاصل کیا۔ فقیہ مفتی اور ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ تمام محدثین نے کچھ نہ کچھ غلطی کی ہے، سوائے اسماعیل بن علیہ اور بشر بن مفضل کے۔ شعبہ نے انہیں سید المحدثین کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں ان کی حدیثیں حدیث کی تمام کتابوں میں پائی جاتی ہیں، ذی قعدہ ۹۳ھ [۸۰۹ء] میں آسمان علم عمل کا یہ درخشندہ ستارہ غروب ہو گیا۔ سیر اعلام النبلاء ۹/۲۰-۱۰۷۔ الجرح والتعديل ۲/۱۵۳- [۲/۵۵-۱۵۳، نور] شذرات الذهب ۱/۳۳۳۔

(۳) محمد بن شداد سمعی: ابو یعلیٰ محمد بن شداد بن عیسیٰ بصری، یحییٰ بن سعید قطان سے روایت کرنے والوں میں سب سے آخری راوی بھی ہیں۔ روح بن عبادہ اور ایک معتدبہ تعداد سے انہوں نے حدیث روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حسین بن صفوان اور ابو بکر شافعی قابل ذکر ہیں۔ ابو بکر برقانی نے انہیں "ضعیف جدا" کہا ہے۔ ۲۷۸ھ [۹۲-۸۹۱ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۳/۱۴۸-۱۴۹۔ الوافی بالوفیات ۳/۱۴۸-۱۴۹ [۲/۳۲۸، نور] (۴) یحییٰ بن سعید قطان: ابو سعید یحییٰ بن سعید بن فروخ تمیمی بصری۔ آپ ولاء کے اعتبار سے تمیمی ہیں۔ ۱۲۰ھ [۳۸-۳۷ء] کی ابتداء میں ان کی ولادت ہوئی، سلیمان تیمی، ہشام بن عروہ، سلیمان اعمش، حمید طویل، یحییٰ بن سعید انصاری، شعبہ اور ثوری جیسے اساطین علماء سے انہوں نے علم حاصل کیا، ذہبی کہتے ہیں کہ یہ علم حدیث کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے تھے۔ اس کے لئے کئی ممالک کی خاک چھانی، جس کے نتیجہ میں انہیں اپنے ہم عصروں پر فوقیت حاصل ہوئی، حفظ میں اپنے زمانے کے سردار تھے، علل ورجال میں انہوں نے عمدہ بحث کی ہے۔ باکمال حفاظ ان کی درس گاہ حدیث سے بڑی تعداد میں نکلے۔ فروعات میں اگر کوئی نص شرعی نہیں ملتی تو مسلک حنفی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں عبدالرحمن بن مہدی، عفان، مسدد، ابو بکر بن ابوشیبہ، علی، یحییٰ، احمد، اسحاق، بندار، اور ابن شنی ہیں، احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید قطان کے پائے کا عالم نہیں دیکھا۔ ماہ صفر ۱۹۸ھ [۸۱۳ء] میں ابن مہدی اور ابن عیینہ کی وفات سے چار ماہ قبل ان کا سانحہ ارتحال پیش آیا، سیر اعلام النبلاء ۹/۸۸-۱۷۵۔ الجرح والتعديل ۹/۱۵۰- [۹/۵۱-۱۵۰، نور] تہذیب التہذیب ۴/۱۵۴- [۱۱/۲۰-۲۱۶، نور] شذرات الذهب ۱/۳۵۵۔

ابوقلابہ رقاشی،^(۱) اور دوسرے بڑے بڑے محدثین کی شاگردی کا فخر بھی ان کو حاصل ہے،^(۲) اس علم کی طلب میں جزیرہ، مصر اور دور دراز شہروں کا سفر کیا۔^(۳) دارقطنی، عمر ابن شاہین،^(۴) ابن المحاطی، ابوطالب ابن غیلان، ابن بشران، ابوعلی ابن شاذان اور اس فن کے دوسرے امام خود ان کے شاگرد ہیں،^(۵) دارقطنی و خطیب نے ان کی تعریف و توصیف کی ہے،^(۶) ۳۵ھ [۶۹۶۵ء] میں انتقال ہوا۔^(۷)

چہل حدیث^(۸)

جس کو عربی میں اربعون کہتے ہیں۔ محمد بن اسلم طوسی کی تالیف کردہ ہے۔ اس کے شروع میں

(۱) ابوقلابہ رقاشی: ابوقلابہ عبدالملک بن حافظ محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالملک بن مسلم رقاشی بصری۔ آپ ۱۹۰ھ [۸۰۵-۶ء] میں پیدا ہوئے۔ یزید بن ہارون، روح بن عبادہ، ابو عاصم نیل وغیرہ سے استفادہ کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابن ماجہ، ابن صاعد، ابوبکر نجار، اور ابوبکر شافعی وغیرہ ہیں۔ دارقطنی نے انہیں صدوق کہا ہے۔ اپنے حافظے ہی سے روایت کرنے کی وجہ سے بہت زیادہ غلطی بھی کرتے ہیں، محمد بن جریر طبری کہتے ہیں کہ میں نے ابوقلابہ جیسا حافظ حدیث نہیں دیکھا، ان کی وفات شوال ۲۷۱ھ [۸۹۰ء] میں ہوئی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۳/۷۸-۱۳/۷۹-۱۳/۱۷۷، نور [الجرح والتعديل ۵/۷۰-۳۶۹۔ تاریخ بغداد ۱۰/۴۲۵-۱۰/۴۲۵، نور] شذرات الذهب ۲/۱۷۰۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۶- [نور، ۳/۹۱] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۰۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۶- [نور، ۳/۹۱]

(۴) ابن شاہین: ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی، صدوق، حافظ حدیث اور عراق کے مستند عالم اور شیخ تھے، ان کی ایک ضخیم تفسیر بھی ہے۔ ان کی پیدائش ماہ صفر ۲۹ھ [۶۹۰ء] میں ہوئی۔ ابوالقاسم بغوی، ابوبکر بن ابوداؤد، یحییٰ بن صاعد وغیرہ سے انہوں نے حدیثیں سنی، ان کے راویوں میں ابوسعید مالینی، ابوبکر برقانی، حسن بن محمد خلال وغیرہ ہیں۔ خطیب نے انہیں ثقہ اور امین کہا ہے، ۳۸۵ھ [۶۹۵ء] ماہ ذی الحجہ میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۶/۳۵-۱۶/۴۳۱۔ تاریخ بغداد ۱۱/۶۸-۱۱/۲۶۵۔ شذرات الذهب ۳/۱۱۷۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۶- [نور، ۳/۹۱]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۶- [نور، ۳/۹۱] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۲۔

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۶- [نور، ۳/۹۱] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۲۔

(۸) محدث صدرالدین ابوعلی حسن بن محمد بکری کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق سب سے پہلے چہل حدیث تالیف کرنے والے ابو عبدالرحمن عبداللہ بن مبارک مروزی، ابوالحسن محمد بن اسلم طوسی، ابوالعباس حسن بن سفیان فسوی، ابوبکر محمد بن حسین آجری ہیں جنہوں نے مکہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ "کتاب الأربعین الکبریٰ" ص: ۲۴-۲۵۔

یہ حدیث ہے:

ثنا عبد اللہ بن یزید قال: حدثنا عبد الرحمن، بن زياد عن عبد الله بن
يزيد عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنه أن رجلاً قال: يا
رسول الله! من المسلم؟ قال: من سلم المسلمون من لسانه ويده،
قال: فمن المؤمن؟ قال: من آمنه الناس على أنفسهم وأموالهم، قال:
فمن المهاجر؟ قال: من هجر السيئات، قال: فمن المجاهد؟ قال:
من جاهد نفسه لله عز وجل. (۱)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت
کیا کہ مسلمان کامل کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ
امن میں رہیں، پھر پوچھا کہ مومن کون ہے؟ فرمایا جس سے لوگوں کو اپنے مال و جان
کا خوف و خطر نہ ہو، پھر سوال کیا مہاجر کون ہے؟ فرمایا جس نے گناہوں کو چھوڑ دیا ہو،
پھر عرض کیا مجاہد کون ہے؟ فرمایا جس نے اپنے نفس پر جہاد کیا، یعنی اس کو خدا کی
عبادت میں لگایا، لذات دنیوی سے بچایا۔

ان کی کنیت ابوالحسن ہے اور نام و نسب یہ ہے: محمد بن اسلم بن سالم کنڈی۔ ولاء کی طرف نسبت
ہے، شہر طوس کے رہنے والے ہیں، (۲) یزید بن ہارون، جعفر بن عون اور یعلیٰ بن عبید (۳) سے
جو خراسان کے مشہور مشائخ میں سے ہیں علم حدیث کو حاصل کیا، ان کے سب سے بڑے شیخ

(۱) الأربعون لمحمد بن اسلم طوسی، ص: ۴۰-۳۹۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۳/۲ [۱۰۳/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۹۵۔ الدیباچ المذہب ۲/۵۰

[الدیباچ میں محمد اسلم طوسی کا تذکرہ ہمیں نہیں ملا، ہمیں الدیباچ کی جو طباعت دستیاب ہوئی وہ صرف ایک جلد میں ہے....

(۳) یعلیٰ بن عبید: یعلیٰ بن عبید بن ابوامیہ طنفسی، ایادی کوفی۔ آپ ولاء کے اعتبار سے حنفی ہیں۔ اعمش، ثوری، اور دوسرے شیوخ

سے روایت کرتے ہیں، ان کے رواۃ میں احمد، اسحاق اور دیگر ہیں۔ ابن معین نے کہا ہے کہ یعلیٰ سفیان سے روایت کریں تو ضعیف

ہیں، لیکن دوسروں سے روایت کریں تو ثقہ ہیں۔ ۲۰۹ھ [۸۲۳ء] میں آپ کی وفات ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۳۶۔

[۱/۶-۳۰۵، نور] طبقات الحفاظ ص: ۱۴۰۔ [۲۳/۲، نور] شذرات الذہب ۲/۱۶۔ العبر: ۱/۳۵۰۔ [۱/۲۸۱، نور]

نضر بن شمیل^(۱) ہیں۔^(۲) ابن خزیمہ اور ابو بکر بن ابی داؤد ان کے شاگرد ہیں،^(۳) فاضل ترین علماء و کامل ترین اولیاء میں ان کا شمار ہوتا تھا، اپنے وقت کے ابدال تھے۔^(۴) محمد بن رافع^(۵) کہتے ہیں کہ میں نے ان کی زیارت کی ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے نمونہ تھے۔^(۶) ایک دن کسی نے اسحاق بن راہویہ سے اس حدیث ”علیکم بالسواد الأعظم“^(۷) کا مصداق دریافت کیا، تو کہا کہ اس زمانہ میں یہ محمد بن اسلم اور ان کے متبعین ہیں، میں پچاس سال سے ان کی دیکھ بھال کر رہا ہوں، ان سے کبھی کوئی حرکت خلاف سنت صادر نہیں ہوئی،^(۸) وفات کے بعد دس لاکھ آدمیوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی،^(۹) لوگ ان کو امام احمد بن حنبل سے تشبیہ دیا کرتے تھے،^(۱۰) ماہ محرم ۲۳۲ھ [۸۵۶ء] میں رحلت فرمائی۔^(۱۱)

(۱) نضر بن شمیل: ابوالحسن نضر بن شمیل مازنی، بصری۔ انہوں نے اسرائیل، شعبہ، حماد بن سلمہ، ابن جریر اور کئی لوگوں سے کسب فیض کیا، ان کے اجل تلامذہ میں ابن مدینی، ابن معین، اور ابن راہویہ وغیرہ ہیں۔ ادب عربی اور حدیث میں امامت کے درجہ پر فائز تھے، مرو اور خراسان کے تمام علاقوں میں سب سے پہلے انہوں نے ہی سنت کو متعارف کرایا۔^(۲) [۸۱۹ء] کی ابتداء میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۳۹۔ وفیات الاعیان ۲/۱۶۸۔ [۲۰۱/۳-۱۹۷، نور] طبقات الحفاظ ص: ۱۳۱۔

(۲-۳) تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۱۳۔ [۱۰۳/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۹۵۔

(۴) حاکم کہتے ہیں کہ ان کا شمار ایسے ابدال میں ہوتا ہے۔ جو سنت مطہرہ کی مکمل پیروی کرتے ہیں۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۹۶۔

(۵) محمد بن رافع: ابو عبد اللہ محمد بن رافع بن ابوزید ساہور۔ ولاء کے اعتبار سے قریشی تھے، ان کا مسکن نیشاپور تھا، بڑے عابد و زاہد تھے، زید بن خباب، اور عبدالرزاق کے علاوہ کئی لوگوں سے انہوں نے روایت کی ہے۔ ائمہ خمسہ کے علاوہ، ابوزرعہ، ابو حاتم اور کئی لوگ ان سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری کہتے ہیں کہ محمد بن رافع خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے تھے،^(۶) [۶۰-۸۵۹ء] میں آپ نے دنیائے دنی کو الوداع کہا۔ دیکھئے: تہذیب التہذیب ۹/۱۹۰۔ [۶۲/۹-۱۶۰، نور] طبقات الحفاظ ۲۲۱۔ شذرات الذهب ۲/۱۰۹۔

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۱۳۔ [۱۰۳/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۹۶۔

(۷) ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کی ہے، کتاب الفتن، باب سواد الأعظم۔

(۸) حلیۃ الأولیاء ۹/۳۹-۲۳۸۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۱۴۔ [۱۰۴/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۲/۹۷-۱۹۶۔

(۹) تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۱۴۔ [۱۰۴/۲، نور] شذرات الذهب ۲/۱۰۱۔ علامہ ذہبی نے اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ واقعہ ممکن ہی نہیں ہے، اس لئے کہ ان کی وفات کی خبر لوگوں کو رات میں ملی تھی، اور لوگ نماز جنازہ سے فجر کے فوراً بعد فارغ ہو گئے تھے، واللہ اعلم سیر اعلام النبلاء ۱۲/۲۰۵۔

(۱۰) تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۱۴۔ [۱۰۴/۲، نور]

(۱۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۱۴۔ [۱۰۴/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۲/۲۰۴۔

چہل حدیث استاذ ابوالقاسم قشیری

قال الأستاذ أبو القاسم عبد الكريم القشيري في باب طلب العلم: حدثنا السيد أبو الحسن محمد بن الحسين الحسنی قال: انبأنا أبو بكر محمد بن علي بن أيوب بن سلموية ثنا محمد بن يزيد السلمی ثنا حفص بن عبد الرحمن ثنا محمد بن عبد الملك عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الله أوحى أنه من سلك مسلكاً في طلب العلم سلكت به طريق الجنة، ومن سلبت كريمته أثبتته عليهما الجنة، وفضل في علم خير من فضل في عبادة، وملاك الدين الورع.^(۱)

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس یہ وحی نازل فرمائی ہے کہ جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ کو اختیار کرے گا، میں اس کے بدلہ میں اس کو جنت کے راستہ پر چلاؤں گا، اور جس شخص کی کریمتین یعنی آنکھوں کو میں نے چھین لیا تو میں اس کو ان دونوں کے بدلہ میں جنت دوں گا، اور علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے، اور دین کا لب لباب پرہیزگاری ہے۔

ابوالقاسم کی مشہور ترین تصنیفات یہ ہیں، رسالہ قشیریہ، ایک طویل تفسیر جو بہترین تفاسیر میں شمار ہوتی ہے، نحو القلوب، کتاب، لطائف الاشارات، کتاب، الجواهر، کتاب، أحكام السماع، کتاب آداب الصوفیہ، کتاب، عیون الأجوبہ فی فنون الأسئلة، کتاب، المناجات، کتاب، المنتہی فی نکت اولی النہی،^(۲) ابوالقاسم ایسے مشہور و معروف شخص ہیں کہ تعریف و توصیف سے

(۱) کتاب الأربعین فی تصحیح المعاملہ، ص: ۱۸، اس کے مطبوعہ نسخہ میں اسانید ذکر نہیں کی گئی ہیں۔ [۶۴، تحقیق: محمد

سید البرکئی، دار الفتح عمان اردن، ۲۲۳ھ-۲۰۱۳ء، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۳۰-۲۲۸- [۱۸/۳۰-۲۲۹، نور]

مستغنی ہیں، ان کا نام و نسب یہ ہے: عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد القشیری النیشاپوری۔ زہد و تصوف میں اپنے زمانہ کے سردار تھے،^(۱) جب والد کا انتقال ہوا تو ان کی بہت تھوڑی عمر تھی، لڑکپن میں ابوالقاسم یمانی کی (جو علم ادب اور عربیت میں مشہور تھے) صحبت میں رہ کر علم ادب اور عربیت کو حاصل کیا،^(۲) اس کے بعد شیخ ابوعلی دقاق کی مجلس میں حاضر ہونے لگے، اور خدا کی طلب کا شوق پیدا ہوا، شیخ مذکور نے فرمایا کہ اول علوم دینیہ سے اپنے سینہ کو پر کرو، ارشاد کے موافق ابوبکر طوسی کی مجلس درس میں حاضر ہونے لگے، یہاں تک کہ علم فقہ سے فارغ ہوئے، پھر ابوبکر بن نورک کی (جو مشہور اصولی اور متکلم ہیں) مجلس درس میں آنا جانا شروع کیا، چنانچہ ان دونوں فنون کی تکمیل کر کے ابواسحاق اسفراینی کی مجلس میں داخل ہوئے، ان سے (قاضی) ابوبکر باقلانی کی تصانیف پڑھیں، جب یہ تمام مرحلے طے ہو گئے تو شیخ ابوعلی دقاق نے اپنی دختر فاطمہ کا نکاح ان سے کر کے اپنی صحبت میں رکھا، ابوعلی کے انتقال کے بعد شیخ ابوعبدالرحمن سلمی کی صحبت میں رہ کر ان سے ظاہر و باطن کا فیض حاصل کیا، احوال عالیہ، مجاہدات، تربیت مریدین، اور عبادت شیریں سے تذکیر اور نصیحت کرنا، غرض ان سب نعمتوں سے جو ذکر کی گئی ہیں، مالا مال ہو کر اپنے وقت کے بے نظیر امام ہوئے۔^(۳)

خدا تعالیٰ نے سوارکاری اور سلاحداری میں بھی عجیب ملکہ عنایت فرمایا تھا، اس وجہ سے اس صنعت کے بھی امام شمار ہوتے تھے،^(۴) چیدہ چیدہ محدثین مثلاً ابوالحسین بن بشران، ابونعیم اسفراینی، ابوالحسین خفاف علی بن احمد ہوازی سے حدیث کا سماع کیا،^(۵) تفسیر، حدیث، کلام، اصول، فقہ، نحو، اور شعر و کتابت میں پوری مہارت رکھتے تھے، ابوبکر خطیب محدث بغداد بھی ان سے روایت کرتے ہیں، ان کے بیٹے عبدالمنعم اور ان کے پوتے ابوالاسعد ہبۃ الرحمن ان کے شاگرد رشید تھے۔^(۶) ۱۶ ربیع الثانی ۳۶۵ھ

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۲۷۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۲۹۔ طبقات الشافعیة ۲/۳۱۴۔ [۱۵۲/۳، نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۲۹۔ طبقات الشافعیة ۲/۳۱۴ [۱۵۲/۳، نور] و فیات الاعیان ۳/۲۰۶۔ [۱۹۸/۲، نور]

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۲۷۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۲۷-۲۸۔

(۶) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۲۸-۳۰۔

[۷۳-۷۲ء] کو یکشنبہ کے روز بوقت صبح اس دارفانی سے رحلت فرمائی۔ (۱) (۲) ان کے حالات میں بطریق تواتر یہ منقول ہے کہ جو نوافل صحت کی حالت میں ادا کیا کرتے تھے، وہ مرض الموت میں بھی فوت نہیں ہوئے، تمام نمازیں کھڑے ہو کر ادا کرتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ابو تراب مراغی نے خواب میں دیکھا تو ان سے سوال پر یہ فرمایا کہ میں عجب عیش اور راحت میں ہوں۔ شعر و سخن سے بھی رغبت تھی، کتب تصوف میں ان کے یہ دو شعر مذکور اور مشہور ہیں:

سقى الله وقتا كنت أخلو بوجهكم (۳) و نغر الهوى فى روضة الأانس ضاحك

اللہ تعالیٰ اس وقت کو سیراب فرمائے جب میں تمہارے ساتھ تنہائی میں رہتا تھا، اور محبت کے دانت موانست کے باغ میں ہنستے نظر آتے تھے۔

☆ (۳) أقمننا زماناً والعيون قريرة وأصحبت يوماً والجفون سوابك
ایک زمانہ تک اس حالت میں ہم مقیم رہے کہ (ایک دوسرے کو دیکھ کر) ہماری آنکھیں ٹھنڈی تھیں، اور آج وہ وقت ہے کہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔
یہ قطعہ بھی انہیں کا ہے:

البدن من وجهك مخلوق والسحر من طرفك مسروق

چاند تیرے ہی چہرے سے پیدا کیا گیا ہے، اور جادو تیری ہی نگاہ سے چرایا گیا ہے۔

ياسيد ائيمنى جبهه عبدك من صدك (۵) مرزوق (۶)

اے وہ سردار جس کی محبت نے سرگشتہ کر دیا، تیرا غلام تیرے اعراض سے محفوظ ہے۔

☆ چہل حدیث ابو بکر آجری

اس میں گیارہویں حدیث میں بیان کرتے ہیں:

(۱) تاریخ ولادت ربیع الاول ۳۷۶ھ [۹۸۶ء] [ع] (۲) وفیات الاعیان ۲۰۷/۳۔

(۳) بوجوہکم [ع]

(۴) وفیات الاعیان ۲۰۷/۳- [۹۹/۲ نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۳۲۔

(۵) صدرك [ع] (۶) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۳۲۔

☆ سوافك. ☆ بدر بن عبد اللہ بدر کی تحقیق و تخریج سے مکتبہ المعلى کویت نے ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء میں شائع کیا ہے۔

أخبرنا خلف بن عمر والعكبري قال: حدثنا محمد بن طلحة التيمي حدثنا عبد الرحمن بن سالم بن عبد الرحمن بن ساعدة عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الله اختارني واختار لي أصحاباً، فجعل لي منهم وزراء وأنصاراً وأصهاراً، فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل الله منه يوم القيامة صرفاً ولا عدلاً. (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو برگزیدہ کیا، اور میرے لئے میرے اصحاب کو (بھی) منتخب کر دیا، ان میں سے بعض کو میرا وزیر بنایا اور بعض کو مددگار اور بعض کو داماد، بس جو شخص ان کو برا کہے اور ان پر سب و شتم کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ نہ کوئی نفل قبول فرمائیں گے اور نہ فرض۔

ان کی کنیت ابو بکر اور نام محمد بن حسین بن عبد اللہ بغدادی ہے، آپ کتاب الشریعة فی السنة اور اس چہل حدیث کے مصنف ہیں، ان کے علاوہ اور بھی تصنیفات ہیں، (۲) ابو مسلم کجی، خلف بن (عمرو) عکبری، جعفر (بن محمد) فریابی، اور اس طبقہ کے دوسرے ائمہ کے شاگرد ہیں، (۳) حافظ ابو نعیم، ابو الحسین بن بشران، اور ابو الحسن حمادی ان کے شاگرد ہیں، (۴) آخر عمر میں مکہ معظمہ میں رہنے لگے تھے، حجاج اور مغار بہ کو ان سے بہت فیض نصیب ہوا۔ (۵) آپ عالم باعمل اور متبع سنت تھے۔ (۶) ماہ محرم ۳۶۰ھ [۶۷۰ء] میں بمقام مکہ معظمہ وفات پائی۔ (۷)

(۱) الأربعون للآجری، ص: ۵۷-۵۶۔ [مکتبہ اصفیاء السلف ریاض کے مطبوعہ نسخہ میں، یہ الفاظ ص: ۱۰۶، پر ہیں۔ نور]

(۲-۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۴۸- [۱۳۹/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۳۴۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۴۸- [۱۳۹/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۳۵۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۴۸- [۱۳۹/۳، نور]

(۶-۷) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۴۸- [۱۳۹/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۳۴- [حاشیہ: ۷، سیر میں ص: ۱۳۵

پر مذکور ہے، نور]

نزهة الحفاظ ☆

یہ کتاب ابو موسیٰ مدینی کی تصنیف ہے، ان کی اس سند میں جس کو مسلسل احمد بن اس وجہ سے کہتے ہیں کہ چھ آدمی احمد نامی متصل با یک دیگر آئے ہیں، یہ حدیث ہے:

أخبر أبو رجاء أحمد بن محمد الكسائي قال: حدثنا أبو العباس أحمد بن محمد بن إبراهيم الوزاني ثنا أبو بكر أحمد بن موسى قال: ثنا أحمد بن إسحاق قال: ثنا أحمد بن الحسين الأنصاري قال: ثنا أحمد بن سنان الرملي قال: حدثنا عبد الرحمن بن معز ثنا مجالد سمعت الشعبي يقول: العلم أكثر من عدد القطر فخذ من كل شيء أحسنه، ثم قرأ "فبشر عباد الذين يستمعون القول فيتبعون أحسنه" قال ابن سنان: هذا رخصة من الانتخاب. ☆ (۱)

مجالد کہتے ہیں کہ میں نے شععی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ علم (بارش اور پانی لے) قطروں سے زیادہ ہے۔ پس ہر چیز میں سے احسن (بہتر) کو اختیار کرو، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ فبشر عباد الذين الخ آیت کا ترجمہ یہ ہے: تو خوشخبری سنا دے میرے بندوں کو جو بات سنتے ہیں، پھر اس پر چلتے ہیں، جو اس میں نیک ہے۔

ابو موسیٰ کا نام اور نسب یہ ہے: محمد بن ابی بکر بن عمر بن ابی ہبسی احمد بن عمر بن محمد المدینی۔ اصل میں اصفہان کے رہنے والے ہیں، ان بلند پایہ و منتخب محدثین میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے فن حدیث میں بہت سی نافع کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ (۲) دو ذی قعدہ ۵۰ھ [۱۱۰۸ء] میں آپ کی ولادت ہوئی، (۳) چونکہ

(۱) نزهة الحفاظ، ص: ۵۸

(۲-۳) تذكرة الحفاظ ۱۲۸/۳ - [۱۲۴/۴، نور] سير اعلام النبلاء ۱۵۲/۲

☆ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت نے دکتور عبدالراضی محمد عبدالحسن کی تحقیق سے ۱۳۰۶ھ - ۱۹۸۶ء میں شائع کی ہے۔

☆ مطبوعہ نزهة الحفاظ میں فی الانتخاب ہے۔

☆ فارسی میں دو ذی قعدہ یا در ذی قعدہ لکھا ہے، اشتباہ ہے، لیکن مصادر میں دو کی تحدید نہیں ہے، مطلق ذی قعدہ مذکور ہے۔

ابوسعید [☆] محمد بن محمد مطرز کی مجلس حدیث میں آپ کے والد آپ کو تبرکاً لے جاتے تھے، اس وجہ سے تیسرے ہی سال ابوسعید [☆] سے ان کو سماع حاصل ہوا، جب ہوشیار ہوئے اور سن رشد و تمیز کو پہنچے تو ابوعلی حداد، حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی ^(۱) اور حافظ ابو القاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل التیمی سے علم حدیث حاصل کیا، گویا آپ حقیقت میں ابو القاسم کے ہی شاگرد ہیں، اور آپ کو اس فن کے عمدہ فوائد ان ہی سے حاصل ہوئے ہیں۔ حافظ یحییٰ بن عبد الوہاب بن مندرہ سے بھی بغداد و ہمدان میں رہ کر اس علم کا استفادہ کیا۔ ^(۲) نہایت ببحر عالم تھے، علل حدیث کے پہچاننے اور اس کے ابواب و رجال و رواۃ کی معرفت میں کامل دستگاہ حاصل تھی، اپنے زمانہ کے یگانہ تھے۔ اس فن میں حافظ عبد الغنی مقدسی، ^(۳) حافظ عبد القادر رُہاوی، ^(۴)

(۱) محمد بن طاہر مقدسی: ابو الفضل محمد بن عامر بن علی بن احمد مقدسی، ظاہری، صوفی۔ شوال ۴۰۸ھ [۱۰۱۸ء] میں بیت المقدس میں آپ کی پیدائش ہوئی، سعد زنجانی، حسین بن علی طبری، ابوالحسن خلعی، عبد الوہاب بن ابو عبد اللہ بن مندرہ وغیرہ سے آپ نے سماعت کی، اسماعیل بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے جتنے حفاظ سے ملاقات کی ان میں سب سے بڑے حافظ حدیث محمد بن طاہر تھے، صدوق تھے، صحیح اور سقیم کے عالم، کثیر التصانیف اور منبع سنت تھے، ان سے روایت کرنے والوں میں شیرویه بن شہردان، سلفی ابو زرعہ طاہر بن محمد اور ان کے فرزند ہیں۔ انہوں نے ۵۰ھ [۱۱۳ء] میں وفات پائی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۷/۱۹-۳۶۱۔ وفيات الأعيان ۴/۸۸-۲۸۷۔ [نور] شذرات الذهب ۴/۱۸۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۲۸۔ [۱۲۴/۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۱/۵۳-۱۵۲۔

(۳) عبد الغنی مقدسی: تقی الدین ابو محمد عبد الغنی بن عبد الواحد بن علی مقدسی، حنبلی۔ کتاب "الأحكام الكبرى" اور "الصغرى" کے مصنف ہیں۔ ۵۳ھ [۱۱۳۶-۴۷ء] میں پیدا ہوئے۔ عبد القادر جیلی، ابو زرعہ مقدسی، ابو طاہر سلفی وغیرہ سے حدیثیں سنیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں موفق الدین، حافظ ضیاء اور بہت سارے محدثین ہیں۔ کسی نے حافظ عبد الغنی سے استفسار کیا کہ ایک آدمی نے اس بات پر طلاق کی قسم کھائی ہے کہ آپ کو ایک لاکھ احادیث یاد ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر وہ ایک لاکھ سے زیادہ بھی کہتا تو بھی اپنے قول میں صادق ہوتا، ضیاء کہتے ہیں کہ عبد الغنی سخت جستجو والے تھے، طلبہ کے ساتھ اچھا معاملہ کرتے اور ان کا اکرام کرتے تھے، ربیع الاول کی تیسویں تاریخ ۶۰ھ [۱۲۰۳ء] میں وفات ہوئی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۲۱/۴۴۳-۶۸۔ [نور] شذرات الذهب ۴/۶۱-۴۴۳۔

(۴) عبد القادر رُہاوی: ابو محمد عبد القادر بن عبد اللہ رُہاوی، حنبلی۔ بعض تاجروں کے آزاد کردہ غلام تھے، رہا میں ۵۳۶ھ [۱۱۳۱-۳۲ء] میں پیدا ہوئے۔ مسعود بن حسن ثقفی، علی بن عبد الصمد بن مردویہ، اسماعیل بن شہریار، ابو زرعہ، طاہر بن محمد بن طاہر مقدسی وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابن نقطہ، ذکی الدین برذالی اور ضیاء الدین مقدسی وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات جمادی الاولیٰ ۶۱۲ھ [۱۲۱۵ء] میں ہوئی، انہوں نے ۶ رسال کی عمر پائی، ابن نقطہ کہتے ہیں کہ عبد القادر رُہاوی، صالح، مامون اور ثقہ عالم تھے۔ جو کوئی ان کے پاس قیام کرتا تھا وہی ان سے زیادہ مستفید ہو سکتا تھا، اس لئے کہ وہ حدیث کے بیان کرنے میں سخت تھے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۲۲/۷۴-۷۱ [نور] شذرات

☆ صحیح ابوسعید ہے۔

الذهب ۵۱/۵۰۔

حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی، ^(۱) اور دوسرے عمدہ محدثین آپ کے شاگرد ہیں۔ ^(۲) آپ کی ان تصنیفات میں سے جو متقدمین کی تصانیف پر سبقت لے گئیں، ^(۳) چند نفع بخش کتابیں یہ ہیں: کتاب تہمیم معرفة الصحابہ، یہ کتاب گویا کتاب ابو نعیم کا ذیل (تمہ) ہے کتاب الطوالات، گویا کتاب بھی عجیب ہے، اور متقدمین میں سے اس کے مانند کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی، مگر اس کتاب میں موضوعات اور واہیات بہت درج ہیں، بغیر تمیز کے اس پر اعتماد نہ کرنا چاہئے، کتاب، تہمة الغریبین، اس کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو لغات عرب پر بے حد عبور حاصل تھا اور اس سے ان کے کمال کا مظاہرہ ہوتا ہے، کتاب اللطائف، کتاب عوالی التابعین۔ ^(۴)

قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ کتاب علوم الحدیث للحاکم کو بوقت مقابلہ نسخہ ایک دفعہ ہی اپنی یاد سے پڑھتے چلے گئے۔ ^(۵) استغناء اور تعفف یعنی سوال سے گریز اور دنیا داروں سے استغناء اس قدر تھا کہ کسی سے نذر و نیاز کو بھی قبول نہیں کرتے تھے۔ تھوڑا سا مال تھا، اس سے تجارت کرتے اور اسی کے نفع سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک دولت مند نے بہت سا مال دے کر یہ کہا کہ میں نے آپ کو اس مال پر اپنا وصی بنایا ہے، میرے مرنے کے بعد جو اس کے مستحق ہیں ان پر صرف فرمائیں، تو یہ جواب دیا کہ میں تو

(۱) ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی: ابو بکر محمد بن موسیٰ بن حازم ہمدانی۔ ان کی پیدائش ۵۴۸ھ [۵۴۲-۱۱۵۳ء] میں ہوئی۔ شہر دار بن شیریہ دیلمی، ابو زرعة بن طاہر مقدسی، ابو موسیٰ مدینی وغیرہ ان کے اساتذہ ہیں۔ ان کے تلامذہ میں تقی الدین بن بالویہ واسطی اور جلال الدین عبداللہ میاطی وغیرہ ہیں۔ انہوں نے حدیثیں لکھنے اور جمع کرنے کا کام کیا، اور علم کی طرف پوری یکسوئی سے متوجہ ہوئے حتیٰ کہ فن حدیث میں مہارت حاصل کی، علم انساب میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ انہوں نے بغداد کو اپنا وطن بنالیا تھا، بغداد میں فقہ شافعی کو پڑھا، پھر کبار علماء کی صحبت اختیار کی، حتیٰ کہ احادیث، اسانید، اور رجال کے سب سے بڑے حافظ قرار پائے، اور یہ سب چیزیں ان کی عبادات، ریاضات اور اوراد و وظائف کی پابندی کے ساتھ ہیں، ان کی وفات جمادی الاولیٰ ۵۸۳ھ [۱۱۸۸ء] میں ہوئی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۲/۷۲-۱۶۷۔ وفيات الاعیان ۴/۲۹۴۔ شہرات الذهب ۴/۲۸۲۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۲۸- [نور] ۴/۱۲۵، سیر اعلام النبلاء ۲/۱۵۵۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۲۹- [نور] ۴/۱۲۵،

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۲۹- [نور] ۴/۱۲۵، سیر اعلام النبلاء ۲/۱۵۴۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۲۹- [نور] ۴/۱۲۵، سیر اعلام النبلاء ۲/۱۵۵۔

اس کو قبول نہیں کرتا، البتہ تم کو ایک ایسا شخص بتاتا ہوں جو اس کام کو مجھ سے احسن طور پر انجام دے سکتا ہے۔
 (۱) آپ نہایت متواضع تھے، جب کسی جگہ تشریف لے جاتے تو کسی کو اپنے ہمراہ نہ رکھتے تھے۔ (۲) حافظ
 عبدالقادر زہاوی فرماتے ہیں کہ میں ڈیڑھ سال تک دو وقتہ برابر ان کی خدمت میں آتا جاتا رہا، مگر اس مدت
 میں کوئی بات خلاف شریعت یا خلافت مروت ان سے سرزد ہوتے ہوئے نہیں دیکھی۔ (۳) ۹ جمادی الاولیٰ
 ۵۸۱ھ [۱۱۸۵ء] میں انتقال ہو گیا، اسی روز یہ اتفاق پیش آیا کہ ہنوز ان کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ
 کثرت سے بارش شروع ہو گئی، گرمیوں کا موسم تھا اور اصفہان میں ان دنوں پانی کی بہت کمی تھی۔ (۴)
 اس زمانہ کے صالحین میں سے ایک نے یہ بیان کیا ہے کہ اسی روز میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ گویا
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے میں نے ایک معبر سے اس کی تعبیر دریافت کی، تو اس
 نے کہا کہ تیرا خواب سچا ہے، مسلمانوں کے پیشواؤں میں سے کسی ایسے کامل کی رحلت ہوگی جو اپنے وقت کا
 بے مثل ہے، ☆ کیونکہ ایسا ہی خواب امام شافعیؒ، سفیان ثوریؒ، اور احمد بن حنبلؒ کے انتقال کے وقت
 دیکھا گیا تھا۔ خواب دیکھنے والا کہتا ہے کہ ابھی شام نہ ہونے پائی تھی کہ گلی کوچوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ
 حافظ ابو موسیٰ کا انتقال ہو گیا۔ (۵)

☆ حصن حصین

یہ کتاب، نیز دو مختصر کتب عدہ اور جنہ، شمس الدین محمد جزری کی تصنیف ہیں، چونکہ یہ کتاب بہت
 مشہور ہے، اس لئے یہاں اس کے کسی فقرہ کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ ان بزرگ کی نوادر

(۱) سیر اعلام النبلاء ۲۱/۱۵۶- [۲۱/۵۶-۱۵۵، نور] (۲) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۲۹- [۴/۱۲۵، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۲۹- [۴/۱۲۵، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۱/۱۵۶-

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۳۰-

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۳۰- [۴/۱۲۶، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۱/۱۵۶-

☆ فارسی میں حسب ذیل عبارت ہے: ”او گفت کہ اگر خواب تو راست است اما سے از ائمہ مسلمہ کہ بے نظیر باشد رحلت نماید“

اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ”اگر تمہارا خواب سچا ہے تو امت مسلمہ کے کسی بڑے بے نظیر امام کا انتقال ہوگا۔“

☆ ۱۲۷۹ھ میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے مطبع احمدی سے شائع کی تھی، یوسف سرکیس کے بقول یہ کتاب پہلی

بار ۱۲۷۷ھ میں مصر سے پتھر پر طبع ہو کر منظر عام پر آئی تھی۔ ۶۳/۱ معجم المطبوعات العربیہ والمغربیہ.

تصنیفات میں سے ایک اور کتاب عقود اللآلی فی الأحادیث المسلسلة والحوالی ہماری نظر سے گزری ہے، اس کا دیباچہ اس طرح ہے:

الحمد لله المعین لنقل الكتاب والسنة وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ذو الفضل والمنة، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله الهادي إلى طريق الجنة، والمرسل إلى الناس والجنة، صلى الله عليه وسلم وعلى آله وصحبه صلاة تكون عن النار نعم الجنة، وسلم وشرف وكرم وبعد، فهذه أحاديث مسلسلات صحاح وحسان وحوال صحيحة عشارية عالية الشأن لا يوجد في الدنيا أعلى منها ولا يحسن لمؤمن الإعراض فيها، إذ قرب الإسناد وعلوه قرب من الله ورسوله صلى الله عليه وسلم، ثم إنى جمعتهما باتصال تلاوة القرآن العظيم إلى النبي الكريم عليه أفضل الصلاة والتسليم، ثم باتصال الصحبة ولبس خرقة التصوف العالية الرتبة ولقبته برسم سلطان الإسلام رئيس ملوك الأنام معلى كلمة الإيمان معين الملة والشريعة والدين شاه رخ بها در نصر الله به الإسلام على ممر الزمان .

الحديث الأول أخبرنا الشيخ الصالح الرحلة المحدث الثقة أبو انشاء محمود بن خليفة بن محمد بن خلف المنحى قراءةً منى عليه يوم الأحد العاشر من صفر سنة سبع وستين وسبع مائة بدمشق المحروسة، وهو أول حديث سمعته قال أنا شيخ الشيوخ العارفين شهاب الدين أبو حفص عمر بن محمد بن عبد الله البكرى السهروردى وهو أول حديث سمعته منه، قال: أخبرنا الشيخة الصالحة ست الدار شهده بنت أحمد الكاتبة وهو أول حديث سمعته منها قالت: أخبرنا زاهر بن طاهر الشحامي وهو أول حديث سمعته منه قال: أخبرنا أبو صالح أحمد بن

عبدالملك المؤذن وهو أول حديث سمعته منه بسنده إلى عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الراحمون يرحمهم الرحمن تبارك وتعالى ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء، هذا حديث حسن أخرجه أبو داود في سننه والترمذي وقال: حديث حسن صحيح. (۱)

ہر قسم کی حمد و ستائش اس خدا کے لئے ہے جو کتاب و سنت کے نقل کرنے میں میرا مددگار ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں، جو یکتا و یگانہ ہے۔ اور بڑا فضل و احسان کرنے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جو جنت کے راستے پر لے جانے والے اور آدمیوں و جنات سب کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں، آپ پر اور آپ کی اولاد اور آپ کے اصحاب پر خدا کی ایسی رحمت نازل ہو، جو نار جہنم کے مقابلہ میں ڈھال کا کام دے، اور ہمیشہ آپ پر (اور آپ کے اتباع پر) سلامتی اور شرف و کرم کا نزول ہوتا رہے، بعد حمد و صلوة کے واضح ہو کہ یہ مسلسل، صحیح، حسن باعتبار اسناد کے درست، عشری (۲) اور رفیع الشان احادیث کا ذخیرہ ہے کہ دنیا میں ان سے اعلیٰ نہیں، کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے سننے اور یاد کرنے میں تساہل کرے اس لئے کہ سند کا قریب اور عالی ہونا گویا اللہ اور اس کے رسول سے قریب ہونا ہے، پھر میں نے تصوف کا بلند مرتبہ خرقہ پہن کر تلاوت قرآن مجید کا اتصال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تک کر کے ان حدیثوں کو جمع کیا، میں نے اپنی اس کتاب کو اس بادشاہ اسلام کے نام کے ساتھ معنون کیا، جو دنیا کے بادشاہوں کا سردار، کلمہ ایمان کا بلند کرنے والا، اور شریعت و ملت کا محافظ اور دین

(۱) اس حدیث کو ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الادب، باب فی الرحمہ میں تخریج کیا ہے، ترمذی نے بھی اپنی جامع میں کتاب البر والصلوة، باب ماجاء فی رحمة المسلمین میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح درجہ کی ہے۔

(۲) اس سند کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کل دس واسطے ہوں۔ [ع]

کا حامی ہے، یعنی شاہ رخ بہادر، خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ عرصہ دراز تک اسلام کی مدد فرمائے، پہلی مسلسل بالاولیۃ حدیث جو شیخ محمود بن خلیفہ منخی، شیخ شہاب الدین سہروردی، بنت احمد الکاتبہ، زاہر بن طاہر شحامی، ابوصالح بن عبد الملک مؤذن وغیرہم کے وسائط سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ تک پہنچتی ہے، یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر خدا تعالیٰ بھی رحم فرماتا ہے، تم زمین پر بسنے والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا، یہ حدیث حسن ہے، جس کی تخریج ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور ترمذی نے اپنی جامع میں کی ہے، اور ترمذی نے تصریح کی کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

صاحب حصن حصین کی کنیت ابوالخیر اور لقب قاضی القضاة ہے، اور نام و نسب یہ ہے: ہشام الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف بن عمر۔ اصل میں دمشق کے رہنے والے ہیں، پھر شیراز میں سکونت اختیار کی، ابن الجزری سے مشہور ہیں، ملک دیار بکر میں موصل کے قریب جو جزیرہ ابن عمرو واقع ہے، اس کی طرف نسبت ہے، یہ دریائے شور کا ایک جزیرہ ہے، جو دجلہ اور فرات کے مابین واقع ہے، (۱) ان کے والد تاجر تھے، مدت دراز تک اولاد نہ ہوئی، (۲) جب خانہ کعبہ میں پہنچے اور آب زمزم پی کر اولاد کی دعا مانگی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بزرگوار فرزند عنایت فرمایا۔ ۲۵/ ماہ رمضان المبارک ۵۱۷ھ [۱۳۵۰ء] کو شنبہ کی رات نماز تراویح کے بعد بمقام دمشق پیدا ہوئے، اور اسی شہر میں نشوونما پائی۔ (۳) حافظ عماد الدین بن کثیر سے فقہ و حدیث کو حاصل کیا، لیکن فن حدیث سے کامل طور پر سیراب نہ ہوئے تھے۔ علم قرأت و تجوید کی طلب بھی بیحد غالب تھی، چنانچہ ابن ابی لیلہ، (۴) صلاح بن ابی عمر بن کثیر اور ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت سے ان دونوں علوم کو حاصل کیا، اور عز الدین بن جماعہ اور محمد بن اسماعیل نجار سے بھی اجازت حاصل ہے۔ قاہرہ (جو مصر کا دار السلطنت ہے) اسکندریہ اور بلاد مغرب میں گشت کر کے علم قرأت کی تکمیل اور اس میں

(۱) الضوء اللامع ۲۵۵/۹۔

(۲) چالیس سالوں تک۔ دیکھئے: الضوء اللامع ۲۵۵/۹۔

(۳) ابن امیلہ [ع]

(۴) الضوء اللامع ۲۵۵/۹۔

☆ مسلسل بالاولیۃ اس وجہ سے اس حدیث کو کہتے ہیں کہ سب سے پہلے محدثین نے اپنے شیخ سے اسی حدیث کو سنا ہے۔ [ع]

مہارت کلی پیدا کی۔^(۱) پھر مصر میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس کا نام دارالقرآن رکھا،^(۲) اس کے بعد بلا دروم میں تشریف لے گئے، اور اس وسیع اور کشادہ ملک میں علم قرأت و حدیث کی اشاعت کی، اور مخلوق کو نفع عظیم پہنچایا۔ تمام ممالک اسلام میں خصوصیت کے ساتھ علم قرأت کے امام تسلیم کر لئے گئے،^(۳) خوبصورت، خوش پوشاک، تیز زبان، اور فصیح و بلیغ آدمی تھے۔^(۴) ملک روم میں آپ کو امام اعظم کا لقب دیا گیا تھا۔^(۵) بارہا طواف سے مشرف ہوئے اور آخر شیراز میں رہ پڑے، قرأت قرآن، اسماع حدیث، اور عبادت انہیں تینوں مشغلوں سے ان کے اوقات معمور تھے، آپ کے اوقات میں برکت بھی محسوس ہوتی تھی، باوجودیکہ طالبان حدیث و تجوید کا ہجوم رہتا تھا، مگر اوراد و عبادات میں بھی مشغول رہتے تھے، مزید برآں تصنیف و تالیف کا بھی سلسلہ جاری تھا، ہر روز اس قدر تصنیف فرمایا کرتے تھے جس قدر ایک عمدہ زود نویس کا تب لکھ سکتا ہے۔ سفر اور حضر میں قائم اللیل اور شب بیدار رہتے تھے۔ دو شنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ بھی کبھی فوت نہیں ہوتا تھا، اس کے علاوہ ہر ماہ میں تین روزے برابر رکھتے تھے، ان کی جس قدر تصنیفات و تالیفات ہیں وہ سب مفید اور نافع ہیں، جو کتابیں مشہور ہیں وہ یہ ہیں، ”النشر فی القراءۃ العشر“ بہت شہرت رکھتی ہے،^{*} اور اس کا مختصر ”تقریب النشر“ بھی مشہور ہے، منظومہ ”نشر جو طیبۃ النشر“ کے نام سے مشہور ہے، یہ بھی قراء میں متداول اور مروج ہے۔

غیر مشہور کتابیں یہ ہیں: أدلة الواضحة في تفسير سورة الفاتحة، الجمال في أسماء الرجال، هداية الهداية^(۶) في علوم الحديث والرواية، توضیح المصابیح، یہ مصابیح کی شرح ہے، اور بڑی بڑی جلدوں میں ہے، خوب لکھی گئی ہے، المسند [الأحمد] فيما يتعلق بمسند أحمد، التعریف بالمولد الشریف اور اس کا مختصر عرف التعریف، أسنى المطالب في مناقب علي بن أبي طالب، الجوهرۃ العلیۃ في علوم العربیۃ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تصنیفات ہیں، چنانچہ

(۱) الضوء اللامع ۹/۲۵۶۔

(۲) سخاوی نے مصر کے بجائے دمشق میں ایک مدرسہ بنانے کا تذکرہ کیا ہے، دیکھئے: الضوء اللامع ۹/۲۵۶۔

(۳) الضوء اللامع ۹/۵۹-۲۵۶۔

(۴) الضوء اللامع میں بلا دروم کے بجائے اپنے ملک میں مذکور ہے۔ ۹/۲۵۹۔

(۶) البداية في علوم الرواية والهداية. [ع]

* فارسی عبارت یہ ہے: ”مؤلفات او ہمہ مفید و نافع افتاد، والنشر فی القراءات العشر کہ خلیہ شہرت دارد“

علامہ ابوالقاسم عمر بن فہد نے اپنے والد حافظ تقی الدین بن فہد کے مجتم شیوخ میں ان بزرگ کی انتالیس تصانیف کا ذکر کیا ہے، ۸۳۳ھ [۱۴۲۹ء] میں جمعہ کے دن ان کا انتقال ہوا۔^(۱) ان کی ایک نظم بھی ہے، قصیدہ نبویہ کے یہ دو بیت مجھے یاد ہیں:

ألا أي سود الوجه الخطايا ويبيضت السنون سواد شعري
خبر دارر ہو کہ میرے چہرے کو میری خطاؤں نے سیاہ کر دیا، اور میرے بالوں کی سیاہی
کو سنین عمر نے سفید کر دیا۔

فما بعد التقى إلا المصلى وما بعد المصلى غير قبری
تقوی کے بعد مصلیٰ کے سوا کچھ نہیں، اور مصلیٰ کے بعد میری قبر کے سوا اور کچھ نہیں۔
حدیث رحمت کو جس کو مسلسل باولیہ بھی کہتے ہیں ان دو شعروں میں نظم کیا ہے:

تجنب الظلم عن كل الخلاق في كل الأمور فيا ويل الذي ظلما
تمام کاموں میں تمام مخلوق سے ظلم کو دور رکھ، افسوس ہے اس شخص پر جس نے ظلم کیا۔
وارحم بقلبك خلق الله كلهم فإنما يرحم الرحمن من رحما
تمام مخلوق خدا پر دل سے رحم کر، خدا تعالیٰ اسی پر رحمت کرتا ہے جو دوسروں پر رحم
کھاتا ہے۔

ایک روز ان کی مجلس میں جب شمائل ترمذی کا ختم ہوا اور شاگرد اس کے پڑھنے سے فارغ ہوئے تو
آپ نے یہ دو لطیف شعر نظم فرمائے۔

أخلاي إن شط الحبيب وربعه وعز تلاقيه وناءت منازلہ
اے میرے دوستو اگر حبیب اور اس کا مکان دور ہو گیا ہے، اس سے ملاقات کرنا دشوار
ہو گیا اور اس کی منزلیں بعید ہو گئی ہیں۔

فإن فاتكم ☆ أن تبصروه بعينه ☆ فما فاتكم بالسمع هذي شمائلہ^(۲)
اگر تم سے اس کا دیکھنا فوت ہو گیا ہے، تو اسکی خبروں کا سننا تو فوت نہیں ہوا، یہ ہیں اس کی
پاک عادتیں۔

(۲) الضوء اللامع ۹/۲۶۰

☆ بعينكم

(۱) الضوء اللامع ۹/۲۵۷

☆ وفاتكم

مکہ معظمہ کے شوق میں یہ قطعہ تصنیف فرمایا:

أخـلای إن رمتـم زیارة مکة ووافیتـم من بعد حج بعمرة
اے میرے دوستو اگر تم زیارت مکہ کا قصد کرو، اور حج کے بعد عمرہ پالو۔

فعوجوا علی جعرانة واسئلن لی وأوفوا بعهد لاتکونن کالتی^(۱)
تو (واپسی پر) جعرانہ پر ٹھہرو، اور میرے لئے سوال کرو، اور عہدوں کو پورا کرو، اس
عورت کی طرح مت بنو (جو سوت کات کر توڑ ڈالتی ہے)۔

مدینہ منورہ کے اشتیاق میں یہ قطعہ نظم کیا ہے:

مدینة خیر الخق تجلوا لناظری فلاتعدلونی إن قتلت بها عشقا
بہتر مخلوق کا مدینہ میرے سامنے ہے، اب اگر میں اس کے عشق میں قتل کیا جاؤں تو تم
مجھ کو ملامت نہ کرو۔

وقد قیل فی زرق العیون شامة وعندی أن الیمن فی عینها الزرقا
کہا گیا ہے کہ نیلی آنکھ میں نحوست ہے، میرے نزدیک تو اس کے عین الزرقا^(۲) میں
سراسر برکت ہے۔

کتاب الجمع بین الصمیمین للحمیدی

اس میں بخاری و مسلم کی حدیثوں کو مسانید صحابہ کے مطابق مرتب کیا ہے، مرتبہ ثالث^(۳) میں جو
سب سے نیچے کا مرتبہ ہے، مسدانس بن مالک ہے، راقم الحروف کی نظر وہاں تک نہیں پہنچی، دیباچہ میں
ایک طویل خطبہ لکھا ہے، ان کی کنیت ابو عبد اللہ اور نام و نسب یہ ہے: محمد بن ابی نصر فتوح بن عبد اللہ بن حمید

(۱) اس آیت کی طرف تلحیح ہے، ولا تکونوا کالتی نفضت غزلها [سورہ نحل] [ع]

(۲) عین الأزرق یا عین الزرقاء مدینہ میں ایک چشمہ کا نام ہے۔ [ع]

(۳) حمیدی کہتے ہیں کہ ہم نے ہر راوی کی حدیثیں الگ الگ جمع کی ہیں، اور اس کو پانچ مراتب میں تقسیم کیا ہے، پہلے مرتبہ
میں عشرہ مبشرہ کی مسانید ہیں، پھر عشرہ مبشرہ کے بعد مقدمین کا درجہ ہے، پھر مکثرین کا، اور پھر حدیثیں کم روایت کرنے والوں
کا، پھر عورتوں کا، ۱/۵۱ حضرت انس کی مسند تیسرے درجہ میں ہے، جو کہ درجہ متوسط ہے۔

ازدی، حمیدی، اندلسی۔ ان کو موجودہ وطن کی طرف نسبت کرتے ہوئے میسرنی [☆] کہتے ہیں اور مذہب ظاہر کی طرف نسبت کر کے ظاہری بھی کہتے ہیں۔ ^(۱)☆ اندلس، مصر، شام، عراق، اور حرم شریف میں رہ کر حدیث کی سماعت کی، آخر عمر میں بغداد میں رہنے لگے تھے۔ علامہ ابن حزم ظاہری کے شاگرد رشید تھے، ابو عبد اللہ قرافی، ابو عمر یوسف بن عبد البر، ابو بکر خطیب اور دوسرے محدثین سے بھی استفادہ کیا ہے، ^(۲) ان کی پیدائش قرن خامس کے عشر اولیٰ میں ہوئی۔ ^(۳) ^(۴) مکہ معظمہ میں کریمہ مروزیہ ^(۵) سے جو بخاری کی راوی ہیں ملاقات کی، ^(۶) ایک روز ابو بکر بن میمون ان کے حجرے کے دروازے پر آئے، اور کواڑوں کو کھٹکھٹایا، تاکہ اندر داخل ہونے کی اجازت ملے، حمیدی کسی سبب سے غافل تھے، ان کو کوئی جواب نہ دے سکے، ابو بکر بن میمون یہ سمجھ کر کہ جب مجھ کو ممانعت نہیں فرمائی تو داخل ہونے کی اجازت ہے، اندر تشریف لے گئے، حمیدی کی ران کھلی ہوئی تھی، حمیدی پر یہ بات بہت ہی گراں گزری اور دیر تک یہ کہتے ہوئے

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱۷/۴۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲۰/۱۹۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱۷/۴۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲۰/۱۹-۱۲۱۔

(۳) ۴۲۰ھ [۱۰۲۹ء] سے قبل پیدا ہوئے۔ [ابن خلکان] [ع]

(۴) ذہبی نے ان کی پیدائش ۴۲۰ھ [۱۰۲۹ء] سے قبل ذکر کی ہے، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۲۰/۱۹۔

(۵) کریمہ مروزیہ: ام الکرام کریمہ بنت احمد بن محمد بن حاتم مروزیہ۔ ان کے اساتذہ میں ابو الہیثم کشمیری، زاہر بن احمد سرخسی، عبد اللہ بن یوسف بن بامویہ اصہبانی وغیرہ ہیں، ابو الہیثم سے صحیح بخاری کی سماعت حاصل ہے، وہ جب روایت کرتی تھیں تو اصل سے تقابل بھی کرتی تھیں، معرفت حدیث میں ید طولیٰ حاصل تھا، صحیح بخاری انہوں نے کئی مرتبہ روایت کی ہے، جس میں ایک مرتبہ حج کے زمانہ میں ابو بکر خطیب کی قرأت سے روایت بھی شامل ہے، غیر شادی شدہ تھیں، ان سے روایت کرنے والوں میں خطیب، ابوالمنظر منصور بن سمعان وغیرہ ہیں، ابو بکر بن منصور سمعانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کریمہ کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ کیا کسی انسان نے کریمہ کی طرح کسی کو دیکھا ہے، ۴۶۳ھ [۷۱-۷۰ء] میں وفات پائی، تقریباً سو سال کی عمر ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۸/۳۵-۲۳۳۔ الاکمال ۱۷۱/۷۔ شذرات الذهب ۳/۳۱۴۔

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۱۷/۴ الصلۃ ۵۶۰/۲ [۷۸/۲-۷۷]، حاشیہ: جلال الاسیوطی، دار الکتب العلمیۃ

☆ مصادر میں میوزقی مذکور ہے۔

بیروت: ۱۴۲۹ھ، نور]

☆ [صفات میں ظاہری تھے نہ کہ فروعات میں] فارسی طبع اول میں یہ اضافہ ہے۔

روتے رہے کہ جب سے مجھ کو تمیز و شعور حاصل ہوا ہے اب تک کسی نے میری رائے برہنہ نہیں دیکھی،^(۱) امیر ابن ماکولا جو مشہور محدثین میں سے ہیں، حمیدی کے یار دوستوں میں سے تھے، وہ کہتے ہیں کہ نزہت و پاکیزگی، عفت و پرہیزگاری، اور مشغلہ علمی میں، میں نے حمیدی کے برابر کسی کو نہیں دیکھا،^(۲) اعلیٰ حدیث کی معرفت اور اصول کے موافق تحقیق معانی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، علم عربیت و ادب، قرآن مجید کی ترکیب اور لطائف بلاغت بیان کرنے میں بھی حق تعالیٰ نے ان کو کامل دستگاہ عطا فرمائی تھی^(۳) اس کتاب کے علاوہ ان کی اور تصنیفات بھی ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

تاریخ اندلس، یہ مشہور کتاب ہے، اس کا پورا نام جذوة المقتبس فی تاریخ علماء اندلس ہے، جمل تاریخ اسلام، کتاب الذهب المسبوك فی وعظ الملوك، کتاب مخاطبات الأصدقاء فی المكاتبات واللقاء، کتاب حفظ البحار، کتاب ذم النمیمہ^(۴) شعر و سخن سے بھی مشغلہ تھا، لیکن سب کچھ وعظ و نصیحت کے رنگ میں۔^(۵) بہت سے لوگوں نے گھر و مجلس میں ان کا امتحان لیا، لیکن ان کی زبان پر دنیا کا ذکر کبھی نہیں آیا۔^(۶) ۷۱۷ ہجری ۱۳۸۸ھ [۱۰۹۵ء] کو حمیدی کی وفات ہوئی، ابو بکر شامی^(۷) نے جو مشہور شافعی فقیہ ہیں، ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ شیخ ابواسحاق

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱۸/۴ - سیر اعلام النبلاء ۱۹/۱۲۲۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱۸/۴ سیر اعلام النبلاء ۱۹/۱۲۳ - [۱۹/۲۳-۱۲۲، نور] الصلة

۵۶۰/۲ - [۱۷۸/۲، نور] نفع الطیب ۲/۲۷۰ - [۱۱۳/۲، نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۹/۱۲۳۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۱۸/۴ - نفع الطیب ۲/۷۱ - [۱۴/۲-۱۱۳، نور]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۱۸/۴ - (۶) سیر اعلام النبلاء ۱۹/۱۲۴۔

(۷) ابو بکر شامی: ابو بکر محمد بن احمد بن حسین بن عمر شامی، ترکی۔ ان کی پیدائش ۴۲۹ھ [۱۰۳۷-۳۸ء] میں ہوئی۔ حصول علم کے

لئے بغداد کا رخ کیا، اور ابواسحاق شیرازی کی صحبت میں رہے، انہوں نے گازرونی اور ابو بکر خطیب سے روایت کی ہے، ان سے

روایت کرنے والوں میں ابوطاہر سلفی، فخر النساء شہدہ، وغیرہ ہیں، ان کی وفات شوال ۵۰ھ [۱۱۱۳ء] میں ہوئی، مصر کے فقیہ تھے،

اپنے زمانے میں شوافع کے اجل شیوخ میں تھے، امام غزالی کے بعد مدرسہ نظامیہ میں مسند درس کی زینت بنے۔ دیکھئے نو فیات

الاعیان ۲/۴ - ۲۱۹ - [اس میں صرف نام آیا ہے] سیر اعلام النبلاء ۱۹/۹۴ - ۳۹۳۔

العبر ۱۳/۴ - [۳۹۰/۲، نور] سفیرات الذهب ۴/۱۶ - ۱۷۔

☆ شامی ہونا چاہئے۔

شیرازی کی قبر کے نزدیک ان کو دفن کیا گیا۔ وفات سے قبل کئی بار مظفر کو، (جو بغداد کا رئیس الروساء تھا اور یہ عہدہ اس وقت اعلیٰ عہدوں میں سمجھا جاتا تھا، کیونکہ یہ عہدہ دار تمام شہر کا افسر ہوتا تھا) یہ وصیت کی تھی کہ مجھ کو بشرحانی کے پاس دفن کرنا۔ اس نے کسی وقتی مانع کے سبب سے ان کی وصیت کے خلاف عمل کیا تو یہ خواب اس نے دیکھا کہ حمیدی مجھ سے اس امر کا گلہ اور شکوہ کرتے ہیں، ناچار ماہ صفر ۱۲۹۹ھ [۱۰۹۸ء] میں اس جگہ سے منتقل کر کے بشرحانی کے قریب دفن کیا، یہ حمیدی کی کرامت ہے کہ ان کا کفن تازہ اور بدن بالکل صحیح و سالم تھا، (گلاسٹرانہ تھا) اور بہت دور تک اس کی خوشبو مہک رہی تھی، ^(۱) یہ قطعہ ان کی مشہور نظموں میں سے ہے، اور درحقیقت بہت نافع و مفید ہے۔

لقاء الناس ليس يفيد شيئا سوى الهديان من قيل وقال

لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں پہنچاتی، سوائے بکواس اور نری گفت و شنید کے

فأقلل من لقاء الناس إلا لأخذ العلم أو إصلاح حال ^(۲)

پس لوگوں کی ملاقات کو کم کر، مگر تحصیل علم کے لئے یا اصلاح حال کی خاطر۔

یہ اشعار بھی انہیں کے ہیں۔

كتاب ☆ الله عزوجل قولي وما صحت به الآثار ديني

اللہ عزوجل کی کتاب میرا قول ہے، اور احادیث صحیحہ میرا دین ہیں۔

وما اتفق الجميع عليه بدءاً وعوداً فهو عن حق مبين

اور جس چیز پر سب نے اتفاق کر لیا خواہ پہلے ہی، یا بعد میں، پس وہی کھلا ہوا حق ہے۔

فدع ما صد عن هذا ☆ وخذها ☆ تكن منها على عين اليقين ^(۳)

پس تو ان سے باز رکھنے والی چیز کو خیر باد کہہ دے، اور ان احادیث کو اپنا لے تو ان کے

ذریعہ عین الیقین تک پہنچ جائے گا۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲۰/۴۔ [۲۰/۴-۱۹، نور]

(۲) وفيات الاعيان ۲۸۳/۴۔ [۳۶۵/۲، نور] سير اعلام النبلاء ۱۲۷/۱۹۔ نفع الطيب ۷۰/۲۔ [۱۱۳/۲، نور]

(۳) نفع الطيب ۱۱۵/۲۔ تذکرۃ الحفاظ ۲۱/۴۔ [۲۰/۴، نور] سير اعلام النبلاء ۱۲۷/۱۹۔

ان کے اس قطعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فروعات میں بھی ظاہری تھے، چنانچہ ان کے سیرت نگاروں نے بھی ایسا ہی لکھا ہے، اور یہ کہا ہے کہ وہ اپنی ظاہریت کافی الجملہ اخفاء کرتے تھے۔^(۱)

نفع الطیب مصنفہ شیخ شہاب الدین المقری میں مذکور ہے، کہ مندرجہ ذیل کتابیں ان کی تصنیف کردہ ہیں۔ کتاب من ادعی الأمان من أهل الايمان، کتاب تسهیل السبیل الی علم الترسیل، کتاب الأمانی الصادقة^(۲) یہ چند بیت بھی ان کے نقل کئے ہیں۔

الناس نبت وأرباب القلوب لهم روض، وأهل الحديث الماء والزهر
لوگ مثل گھاس کے ہیں اور اہل دل ان کے لئے، باغ اور اہل حدیث پانی اور پھول
فمن كان ☆ قول، رسول الله حاكمه فلا شهود له إلا الآلى ذكروا^(۳)
پس جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی حکومت ہو، اس کے گواہ یہی لوگ
ہیں جن کا ابھی ذکر ہوا۔

وله أيضا

إن الفقيه ☆ حديث يستضاء به عند الحجاج وإلا كان في الظلم
البتة فقيه ایسی حدیث ہے کہ اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، جھگڑے اور نزاع کے
وقت ورنہ تاریکیوں میں رہے۔

إن تاه ذو مذهب في قفر مشكله لاح الحديث له في الوقت كالعلم^(۴)
اگر کوئی اہل مذہب اپنی مشکل کے بیاباں میں حیران ہوتا ہے، تو حدیث اسی وقت اس
کے لئے نشان کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲۰/۴ - [۱۹/۴، نور]

(۲) نفع الطیب ۱۱۵/۲ -

(۳) نفع الطیب ۱۱۶/۶ - [۳۳۷/۴، نور]

(۴) نفع الطیب ۱۱۵/۶ - [۳۳۷/۴، نور]

وله أيضا

من لم يكن للعلم عند فناءه أرح، فإن بقائه كفائه
جس شخص کی موت کے وقت اس میں علم کی مہک نہ ہو، تو اس کی زندگی اس کی موت
کے مرادف ہے۔

للعلم يحيى المرء طول حياته فإذا انقضت أحياء حسن ثنائه (۱)
علم ہی انسان کو تمام عمر زندہ رکھتا ہے، جب وہ مرجاتا ہے تو اپنے ذکر خیر کے ذریعہ زندہ
رہتا ہے۔

وله أيضا

ألفت النوى حتى أنست بوحشتها (۲) وصرت بهذا فى الصبابة مولعا ☆
میں جدائی کا دلدادہ اور اس کی وحشت سے مانوس ہو گیا، اور میں عشق میں وحشت کی
وجہ سے حریص ہو گیا۔

فلم أحص كم رافقته من مرافق (۳) ولم أحص كم خيمت (۴) فى الأرض موضعا
اب مجھے نہ یہ احساس شمار کہ کتنے رفیقوں کے ساتھ میں نے رفاقت کی، نہ اس
کا دھیان کہ کتنے مقامات پر زمین میں خیمے لگائے۔

ومن بعد جوب الأرض شرقا ومغربا فلا بد لى من ان أوافي مصرعا (۵)
لہذا شرقا وغربا زمین طے کرنے کے بعد میرے لئے ضروری ہے کہ میں کسی میدان کو
پاؤں۔

(۲) بو حشہا [بو حشتی، ع]

(۱) نفع الطیب ۶/۱۱۶۔ [۴/۳۳۷، نور]

(۳) تیممت [ع]

(۳) رافقت فیہا مرافقا [ع]

(۵) نفع الطیب ۲/۱۱۶۔ [۲/۱۱۴، نور]

☆ بہا لا بالصباہة.

الشہاب المواعظ والآداب للقضائی ☆ (۱)

اس کتاب کا خطبہ یہ ہے:

الحمد لله القادر الفرد الحكيم، الفاطر الصمد الكريم، باعث نبيه محمد صلى الله عليه وسلم بجوامع الكلم، وبدائع الحكم، بشيراً ونذيراً وداعياً إلى الله يآذنه وسراجاً منيراً، صلى الله عليه وعلى آله الذين أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيراً، أما بعد! فإن في الألفاظ النبوية والآداب الشرعية جلاء لقلوب العارفين وشفاء لأدواء الخائفين لصدورها عن المؤيد بالعصمة والمنصوص بالبيان والحكمة الذي يدعوا إلى الهدى ويصبر من العمى، ولا ينطق عن الهوى، صلى الله عليه وسلم أفضل ما صلى على أحد من عباده الذين اصطفى.

سب قسم کی تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو قدرت والا یکتا اور حکمت والا ہے، جو پیدا کرنے والا بے نیاز اور کریم ہے، جس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات اور نادر حکمتوں کے ساتھ مبعوث فرمایا، جو (مسلمانوں کو جنت کی) خوشخبری دینے والے اور (کافروں کو جہنم سے) ڈرانے والے ہیں، جو خدا کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور چراغ روشن کرنے والے ہیں، ان پر اللہ کی رحمت کاملہ نازل ہو اور ان کی اولاد پر (بھی) جن سے پلیدی کو دور کر کے پاک و صاف کر دیا، حمد و صلوة

(۱) یہ ایک لطیف کتاب ہے، جس میں صاحب کتاب نے حکم اور وصایا کی چھوٹی چھوٹی بارہ سو حدیثوں کو بغیر سند کے جمع کیا ہے، کلمات کی ترتیب پر ہے، حرف کی کوئی تقید نہیں ہے، اس کو حروف تہجی کی ترتیب پر شیخ عبدالرؤف مناوی شافعی نے ترتیب دیا ہے، اور اسی کے ساتھ ان احادیث کی تخریج کرنے والوں کا تذکرہ ایک جلد میں کر کے اس کا نام "اسعاف الطلاف بترقیب الشہاب" رکھا ہے۔ قضائی نے "کتاب الشہاب" سند کی ترتیب پر مرتب کی ہے، جس میں حدیث کو اپنی سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ دیکھئے: الرسالة المستطرفة ۷۶۔

☆ كشف الظنون میں اس کتاب کا نام، شہاب الأخبار فی الحكم والأمثال والآداب ہے [۲/۱۰۶۷ مکتبة المشنی بیروت:] یہ کتاب محمود آفندی کی کوشش و توجہ سے مطبع شایندر، بغداد سے ۱۳۲۷ھ۔ ۱۹۱۰ء میں پہلی بار منظر عام پر آئی۔ [معجم المطبوعات العربیہ والمغربیہ ۲/۱۵۱۶ عکس طبع اول دارصادر بیروت]

کے بعد (یہ عرض ہے) کہ الفاظ نبویہ اور آداب شرعیہ میں خدا شناس لوگوں کے دلوں کو روشنی اور اس سے ڈرنے والوں کے امراض و بیماریوں کی شفا ہے کیونکہ ان کا صدور اس ذات گرامی سے ہوا ہے جس کی عصمت کے ساتھ تائید کی گئی ہے، اور وہ بیان حکمت کے ساتھ مخصوص ہے، جو ہدایت کی طرف بلا تے ہیں، اندھوں کو بینا کرتے ہیں، جو اپنی خواہش سے اور اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، ان پر اللہ تعالیٰ کی بہترین رحمت ہو جس کو وہ اپنے برگزیدہ بندوں پر نازل فرماتا ہے۔

اس کتاب کو باب دعا پر ختم کر کے یہ دعا نقل کرتے ہیں:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَقَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَدَعَاءٍ لَا يَسْمَعُ، وَنَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هَوِّ لَاءِ الْأَرْبَعِ، إِلَى آخِرِ الْبَابِ (۱) وَهُوَ مُشْتَمَلٌ عَلَى تَعَوُّذَاتٍ كَثِيرَةٍ نَافِعَةٍ.

ترجمہ: اے اللہ مجھ کو پناہ دے اس علم سے جو نافع نہ ہو، اور ایسے قلب سے جس میں خشوع نہ ہو، اور ایسی دعا سے جو قبول نہ کی جائے، اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو، اے اللہ میں تجھ سے ان چاروں چیزوں کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ آخر باب تک یہ باب، دعا اور بہت سے تعویذات نافعہ پر مشتمل ہے۔

ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، اور نام و نسب یہ ہے: محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی، لقب قاضی القضاة ہے، شافعی المذہب فقیہ تھے، بنی قضاة کی طرف نسبت کر کے ان کو قضائی بھی کہتے تھے، مصر کے قاضی تھے۔ (۲)
ابو الحسن بن جہضم، ابو مسلم محمد بن احمد کاتب اور ابو محمد بن النحاس سے سماع رکھتے ہیں۔ (۳) حمیدی صاحب الجمع بین النجسین ان کے شاگرد ہیں۔ محمد بن برکات السعدی ☆ اور ابوسعید ☆ عبد الجلیل السباوی (۴) بھی ان

(۱) اس حدیث کو نسائی نے اپنی سنن میں تخریج کیا ہے، کتاب الإسماعلة، باب الإسماعلة من الشقاق والنفاق وسوء الأخلاق.

(۲) سیر اعلام النبلاء ۹۲/۱۸۔ وفيات الاعیان ۲۱۲/۴۔ [۲/۳۳۳، نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۹۲/۱۸۔

(۴) فارسی طباعت اولیٰ میں ”محمد بن برکات السعدی و ابوسعید عبد الجلیل نیشاپوری“ ہے۔

☆ طبقات الفقهاء الشافعية میں ان کا نام محمد بن محمد بن برکات سعیدی مذکور ہے۔

☆ اصل فارسی میں ابوسعید ہے، لیکن صحیح ابوسعید ہی ہے فارسی طباعت اول میں ”محمد بن برکات السعدی و ابوسعید عبد الجلیل نیشاپوری“ ہے۔

کے شاگرد ہیں۔^(۱) ان کی تصنیفات میں اس مشہور کتاب الشہاب کے سوا ایک مختصر تاریخ بھی ہے، جو تراجم القضاعی کے نام سے مشہور ہے، یہ کتاب اگرچہ پانچ جزو کی ہے، لیکن مبداء الخلق سے اپنے زمانہ تک کا حال اختصار کے ساتھ اس میں درج کیا گیا ہے، کتاب اخبار الشافعی معجم شیوخ خود اور کتاب دستور الحکم^(۲) بھی ان کی ہی تصانیف ہیں،^(۳) ابوبکر خطیب اور ابونصر بن ماکولا بھی ان کے شاگرد ہیں،^(۴) ماہ ذی الحجہ ۳۵۴ھ [۱۰۶۲ء] میں بمقام مصر ان کا انتقال ہوا۔^(۵) خطیب ابو حاتم و بن محمد فرج نے کتاب الشہاب کی مدح میں بہت اچھے شعر لکھے ہیں، جن کو یہاں لکھا جاتا ہے۔

شہب السماء خباؤھا * مستور
عنا إذا أفلت توارى النور
آسمان کے ستاروں کا خیمہ (ہم سے) پوشیدہ ہے، وہ ڈوب جاتے ہیں تو ان کا نور
چھپ جاتا ہے۔

فأفرغ * ہدیت الی شہاب نورہ متألق أبداً لہ * تبصیر
خدا تجھ کو ہدایت دے اس شہاب کی طرف پناہ حاصل کر جس کا نور ہمیشہ چمکتا ہے،
اور جس کے لئے ضیاء ہے۔

یشفی * جواہرہ القلوب من العمی و لطلما انشرح لہن * صدور
اس کے جواہر دلوں کو امراض دلی سے شفا دیتے ہیں، اور بہت سی مرتبہ ان کے لئے
شرح صدور ہو گیا۔

فإذا أتى فیہ حدیث محمد خذ فی الصلوٰۃ علیہ یا فحریر *
اس کتاب میں جب کوئی حدیث محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے، تو اے دانش مند! ان پر درود بھیجا کر
وترحمٰن علی القضاعی الذی جمع الشہاب فسعیہ مشکور
اور اس قضاعی کے لئے رحمت طلب کر، جس نے شہاب کو جمع کیا، اور اس کی سعی مشکور ہوئی۔

(۱) سیر اعلام النبلاء ۹۲/۱۸۔ (۲) دستور معالم الحکم [ع]

(۳-۴) سیر اعلام النبلاء ۹۳/۱۸

(۵) ان کی وفات ۱۶/ ذی قعدہ ۳۵۴ھ [۱۰۶۲ء] میں ہوئی۔ ابن خلکان۔ [ع]

(۶) سیر اعلام النبلاء ۹۳/۱۸

☆ آمالہ

☆ فانزوع

☆ ضیاؤھا

☆ مغرور

☆ بہن

☆ تشفی

انہیں معنوں میں ایک دوسرے شاعر نے بھی چند اشعار نظم کئے ہیں، چنانچہ ان کو بھی یہاں لکھا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ شاعر نے ان میں صدق و راستی کے موتیوں کو پرو دیا ہے۔

کتاب علی السبع الأقالیم نورہ ہدی حکم مائوہ و بیان
یہ وہ کتاب ہے جس کا نور ساتوں ولایتوں پر چمکتا ہے، جو ہدایتوں، نقل شدہ حکمتوں
اور بیان پر مشتمل ہے۔

تطلع من أفق النبي محمد بألف حديث بعدها مائتان
جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افق سے طلوع ہوتی ہے، جس میں بارہ سو حدیثیں ہیں۔
إذا التاج في جو النبوة نورہ أشار بتصديق له الثقلان
جب میدان نبوت میں اس کا نور ظاہر ہوا، تو جن وانس نے اس کی تصدیق کے لئے اشارہ کیا۔

☆ صحیح ابن خزیمہ

ان کی کنیت ابو بکر اور نام ونسب محمد بن اسحاق بن خزیمہ ^(۱) (السلمی النیشاپوری) ہے ^(۲) اس میں یہ حدیث لائے ہیں:

حدثنا عبدالوارث بن عبدالصمد بن عبدالوارث قال: ثنا أبي قال: حدثنا
حسين عن المعلم عبدالله بن بريدة أن عبدالله المزني حدثه أن رسول الله

(۱) ولادت ماہ صفر ۲۲۳ھ [۸۳۸ء] اور وفات ۲۲۴ھ [۸۳۸ء] فروری ۹۲۳ء [ع]

(۲) ابن خزیمہ: محمد بن اسحاق بن خزیمہ بن مغیرہ سلمی نیشاپوری شافعی، ان کا پورا نام ہے، ۲۲۳ھ [۳۸-۸۳۷ء] میں تولد ہوئے، علی ابن حجر، احمد بن منیع، ابو کریب، محمد بن بشار، یونس بن عبدالاعلیٰ، محمد بن رافع وغیرہ ان کے اساتذہ ہیں، اور ان سے فیض اٹھانے والوں میں ابو علی نیشاپوری، ابو احمد بن عدی اور ایک بڑی تعداد ہے۔ امام بخاری و مسلم نے صحیحین کے علاوہ کتب میں ان سے روایت کی ہے، ان کی وفات ۲۲۴ھ [۹۲۶ء] میں ہوئی۔ ابن خزیمہ کا قول ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث موجود ہو تب کسی دوسرے کا قول قابل قبول نہیں ہے، ابو الحسن دارقطنی نے انہیں بے مثل و بے نظیر امام کہا ہے۔ ان کی دینداری، اتباع سنت اور علم کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت گہر کر گئی تھی۔ ان کی کئی تصانیف ہیں۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۴/۳۶۵-۸۲۔ تذکرة الحفاظ ۲/۲۸۷-۲۵۹/۲ [نور] الجرح والتعديل ص: ۱۹۶- [۸/۱۹۶، نور] شذرات الذهب ۲/۲۶۵- [۲/۶۳-۵۶۲، نور] ☆ دکتور محمد مصطفیٰ اعظمی کی تحقیق و تخریج سے یہ کتاب المکتب الاسلامی بیروت سے ۱۳۹۹ھ میں شائع ہوئی۔ چار جلدوں میں ہے۔

صلى الله عليه وسلم صلى قبل المغرب ركعتين ثم قال: صلوا قبل
المغرب ركعتين، ثم قال: فى الثانية: لمن شاء، أن يحسبها الناس سنة. (۱)
عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ ان سے عبداللہ المزنی نے یہ حدیث بیان کی کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے پہلے دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر آپ نے
(اور لوگوں کو) فرمایا کہ تم (بھی) مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھو، پھر آپ نے تیسری
مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ جس کا دل چاہے پڑھے، اور یہ اس غرض سے فرمایا تھا کہ کہیں لوگ
اس کو سنت نہ سمجھ لیں۔

☆ کتاب المنقہی لابن الجارود

یہ کتاب گویا صحیح ابن خزیمہ پر مستخرج ہے، چونکہ اس میں اصول احادیث پر اکتفا کیا ہے، اس لئے اس
کا نام منقہی رکھا۔

یہ کتاب ابو محمد عبداللہ بن علی بن الجارود (۲) کی تصنیف ہے، (۳) منقہی کے آخر میں یہ حدیث بیان
کی گئی ہے:

أخبرنا محمد بن عبد الله بن عبد الحكيم أن عبد الله بن نافع حدثهم قال:

(۱) مطبوعہ صحیح ابن خزیمہ میں یہ حدیث موجود نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا اکثر حصہ ضائع ہو چکا تھا، بخاوی نے بھی یہی بات کہی
ہے، دیکھئے: الرسالة المستطرفه، ص: ۲۱-۲۰. اس حدیث کو بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، کتاب
التہجد، باب الصلوة قبل المغرب.

(۲) ابن جارود: ابو محمد عبداللہ بن علی جارود نیشاپوری۔ اصلاً نیشاپور کے باشندے ہیں لیکن بعد میں مکہ میں سکونت اختیار کی تھی،
ابوسعید شح، حسن بن محمد زعفرانی، اسحاق کوج، یعقوب دورق، محمد بن یحییٰ ذہلی اور ابن خزیمہ وغیرہ سے سماعت حدیث حاصل کی، ان کے اجل
تلامذہ میں حامد بن شرقی، ابوالقاسم طبرانی اور دوج بن احمد ہجری وغیرہ ہیں۔ ان کی کتاب کتاب المنقہی ایک جلد میں ہے، جو صحیح ابن خزیمہ پر
مستخرج ہے، علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ اس کتاب میں انہوں نے حسن سے کم درجہ کی حدیث نہیں ذکر کی ہیں، مگر بعض ایسی حدیثیں ضرور ہیں جس
میں ناقدین کا اختلاف ہے، تقریباً ۲۳۰ھ [۲۵-۸۲۳ء] میں پیدا ہوئے، اور ۳۰۰ھ [۲۰-۹۱۹ء] میں وفات پائی۔ کبار محدثین میں ان کا شمار
ہوتا ہے، سیر اعلام النبلاء ۴۰/۱۴-۲۳۹-۴۱/۱۴-۲۳۹، نور [الرسالة المستطرفه، ص: ۲۵]

(۳) آپ نے ۳۰۹ھ [۲۲-۹۲۱ء] میں وفات پائی۔ [ع]

☆ یہ کتاب حیدرآباد ۱۳۱۵ھ میں شائع ہوئی، [۶۱/۱۱ معجم المطبوعات العربیہ والمغربیہ] پھر مسعد بن عبد الحمید بن محمد سعدی کی
کوشش سے دارالکتب العلمیہ بیروت نے ۱۳۱۷ھ-۱۹۹۶ء میں شائع کی۔ حیدرآباد سے ۱۳۱۵ھ میں ۵۰۲ صفحات پر شائع ہوئی۔

ثناہشام بن عروہ عن یزید بن أسلم عن أبيه عن معاوية لما قدم المدينة
 حاجًا جاءه عبد الله بن عمر فقال له معاوية: ما حاجتك يا أبا
 عبد الرحمن؟ قال حاجتي عطاء المحررين، فإني رأيت رسول الله صلى
 الله عليه وسلم حين جاءه شيء لم يبدأ بأول منهم. (۱) ☆

حضرت معاویہ جب سفر حج کرتے ہوئے مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبد اللہ بن عمر
 ان کے پاس آئے، معاویہ نے پوچھا کہ اے عبد الرحمن (یہ کنیت تھی عبد اللہ بن عمر کی)
 کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے، انہوں نے فرمایا میری حاجت یہ ہے کہ آزاد شدہ
 غلاموں کو عطا میں سے حصہ دیا جائے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
 دیکھا ہے کہ جب آپ کے پاس کوئی چیز آتی تو آپ سب سے پہلے ان کو دیتے تھے۔

☆ کتاب الأدب المفرد للبخاری

یہ کتاب نوجزء پر مشتمل ہے اس کے آخر میں یہ حدیث۔

قال الإمام الحجة أبو عبد الله البخاري في باب لا يکن بفضك تلفاً حدثنا
 سعيد بن أبي مریم قال: أخبرنا محمد بن جعفر قال: ثنا زيد بن أسلم عن
 أبيه عن عمر بن الخطاب قال: لا يکن حبك كلفاً ولا بفضت تلفاً
 فقلت: كيف ذلك، قال: إذا أحببت كلفت كلف الصبي وإذا أبغضت
 أحببت لصاحبك التلف. (۲)

امام ابو عبد اللہ بخاری کہتے ہیں در باب ”لا يکن بفضك تلفاً“ زيد بن أسلم اپنے والد

(۱) مطبوعہ نسخے میں اس طرح ہے، ما حاجتك يا أبا عبد الرحمن؟ فقال له: حاجتي عطاء المحررين، فإني رأيت رسول الله

صلى الله عليه وسلم أول ما جاءه شيء بدأ بالمحررين. المنتقى، ص: ۲۸۱ [ص: ۳۷۶، المكتبة الاثرية پاکستان، نور]

(۲) الأدب المفرد ۲/۷۴۴ مطبوعہ عربی ترجمہ میں ہے۔ مؤسسة العالمية للتجليد سے شائع شدہ نسخہ ۱۰/۲-۶۰۹ پر ہے۔

☆ یہ روایت فارسی نسخہ سے قدرے مختلف اور اردو کے تصحیح شدہ نسخہ سے منقول ہے۔ [نور]

☆ یہ کتاب سب سے پہلے ۱۳۰۴ھ میں ہندوستان سے شائع ہوئی۔ اس کا محقق نسخہ نواز عبد الباقی کی تحقیق سے قاہرہ سے چھپا۔

[تاریخ التراث العربی۔ علوم الحدیث جلد اول، جز اول۔ ص: ۲۵۸]

سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب فرماتے ہیں تمہارا کسی کو دوست رکھنا کلف میں داخل ہو اور نہ بغض رکھنا تلف میں، میں نے کہا یہ کیونکر فرمایا اس طرح کہ جب کسی سے محبت کرے تو بچہ کی طرح فدا اور قربان ہو، اور جب بغض ہو تو اس کی تباہی کا خواہش مند ہو۔

کتاب رفع الیدین للبخاری و کتاب الجمعة للنسائی، ان دونوں کتابوں کے تفصیلی حالات کا کچھ پتہ نہیں چلا۔^(۱)

☆ کتاب عمل الیوم واللیۃ للنسائی

اس کتاب میں قل هو اللہ احد کی فضیلت میں لکھا ہے:

حدثنا قتیبة بن سعید ثنا أبو عوانة عن مهاجر أبي الحسن عن رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم: [قال كنت أسير مع النبي صلى الله عليه وسلم]^(۲) فسمع رجلاً يقرأ "قل يا أيها الكافرون" حتى ختمها فقال: قد برئ هذا من الشرك، ثم سرنا فسمع آخر يقرأ "قل هو الله أحد" فقال أما هذا فقد غفر له.^(۳)

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی صحابی نے یہ فرمایا کہ میں ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، آپ نے کسی شخص کو، "قل یا ایہا الکافرون" پڑھتے ہوئے سنا جب اس نے اس کو ختم کر لیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص

(۱) ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری کے مقدمہ میں امام بخاری کی تصانیف میں کتاب "رفع الیدین" کا تذکرہ کیا ہے، اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ محمود بن اسحاق خزاعی اس کتاب کو امام بخاری سے روایت کرتے ہیں، اسی طرح کتابی نے بھی الرسالة المستطرفة میں امام بخاری کی تالیفات میں اس کو ذکر کیا ہے، ص: ۳۶۔ مقدمہ فتح الباری ص: ۶۷۹۔ [ہدی الساری ۲/۲۰۴ ادارۃ الطباعة المنیریہ ۱۳۳۷ھ۔] [نور] امام بخاری کی معروف کتاب ہے، جو ہندوستان اور عرب ملکوں سے تحقیق و تعلیق اور اردو ترجمہ کے ساتھ دس بارہ مرتبہ شائع ہو چکی ہے، یہاں تمام اشاعتوں کا تذکرہ غیر ضروری ہے، تاہم اس کی سب سے پہلی طباعت اردو ترجمہ کے ساتھ ۱۲۵۶ھ [۱۸۴۲ء] میں کلکتہ سے چھپی تھی۔ [نور]

(۲) کتاب عمل الیوم واللیۃ ص: ۲۱۴

(۳) اضافہ از فارسی طباعت اولی۔

☆ ابو محمد عبدالرحمان کوثر برنی کی تحقیق سے مکتبہ شیخ کراچی نے ۱۳۱۲ھ میں اسے شائع کیا۔

شُرک سے بری ہو گیا، پھر آپ کے ہمراہ ہم آگے چلے اور آپ نے کسی کو قتل ہو اللہ
اُحد پڑھتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

☆ مسند حمیدی

یہ وہ حمیدی نہیں ہیں جو اجماع بین الصحیحین کے مؤلف ہیں، بلکہ ان کے زمانہ سے بہت مقدم ہیں،
اس لئے یہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، اور سفیان بن عیینہ کے شاگرد ہیں، آپ نے فضیل بن
عیاض^(۱) اور مسلم بن خالد^(۲) سے بھی علم حاصل کیا ہے، اس مسند کے شروع میں یہ حدیث ہے:
حدثنا سفیان ثنا محمد بن علی بن الربیع السلمي عن عبد الله بن محمد
بن عقيل بن أبي طالب عن جابر بن عبد الله قال: قال لي يا جابر! أما
علمت أن الله أحيا أباك وقال له تمنّ، قال: أحي فأقتل في سبيل الله مرة
أخرى فقال جل وعلا: إني قضيت أنهم لا يرجعون.^(۳)
جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) مجھ سے فرمایا کہ کیا تم
کو معلوم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو زندہ کر کے یہ فرمایا کہ اپنی آرزو کو ظاہر

(۱) فضیل بن عیاض: ابوعلی فضیل بن عیاض بن مسعود بن بشرتمی، یربوعی، خراسانی۔ آپ سمرقند میں پیدا ہوئے، ابیورد میں پروان چڑھے، پھر
علم کی جستجو میں بلاواسطہ کا خوب سفر کیا، منصور، اعمش، عطاء بن سائب، یحییٰ بن سعید انصاری، حمید طویل وغیرہ سے علمی تشنگی بجھائی۔ ان سے
روایت کرنے والوں میں ابن مبارک، یحییٰ قطان، عبدالرحمن بن مہدی، ابن عیینہ، شافعی اور حمیدی وغیرہ ہیں۔ ہارون رشید کہتے ہیں کہ میں نے
علماء میں سب سے زیادہ بارعب امام مالک کو، اور سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار فضیل بن عیاض کو پایا۔ ۱۸۶ھ [۸۰۲ء] میں واصل بحق ہوئے۔
دیکھئے نسیر اعلام النبلاء ۸/۸۴-۴۸-۴۲۱-۴۲/۸- [نور] الجرح والتعديل ۷/۷۳-حلیة الاولیاء ۸/۸۴
[۸/۱۴۰-۸۴، نور] وفيات الاغیان ۴/۵۰-۴۷ [۲/۶۲-۲۶۱، نور] تهذيب التهذيب ۸/۲۹۴- [۸/۹۷-۲۹۴، نور]
شذرات الذهب ۱/۳۶۱- [صاحب شذرات نے سن وفات محرم ۱۸۷ھ ذکر کیا ہے ۱۸/۱-۳۱۶، نور]

(۲) مسلم بن خالد: ابو خالد مسلم بن خالد مخزومی زنجی، مکی۔ ان کا پورا نام ہے، انہوں نے عبداللہ بن کثیر داری وغیرہ سے شرف تلمذ حاصل کیا،
امام شافعی نے ان کی صحبت کو اختیار کیا اور ان ہی سے علم فقہ حاصل کیا، یہاں تک کہ انہوں نے امام شافعی کو فتویٰ دینے کی اجازت دی۔ ان
سے روایت کرنے والوں میں امام شافعی، حمیدی، مسدد، اور حکم بن موسیٰ وغیرہ ہیں، امام بخاری نے انہیں منکر الحدیث کہا ہے، علامہ ذہبی کہتے ہیں
کہ بعض نقاد مسلم بن خالد کی حدیثوں کو درجہ حسن کی بتاتے ہیں ۱۸۰ھ [۹۷-۹۶ء] میں وفات پائی، دیکھئے نسیر اعلام النبلاء
۸/۷۸-۱۷۶- الجرح والتعديل ۸/۱۸۳- تهذيب التهذيب ۱/۱۲۸-۳۰ [۱۰/۳۰-۱۲۸، نور] بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

کرو، تو انہوں نے یہ کہا کہ میں زندہ کیا جاؤں اور دوبارہ اللہ کے راہ میں قتل کیا جاؤں، اس پر اللہ جل و علا نے فرمایا کہ میرا فیصلہ ہو چکا ہے کہ مردے دوبارہ (دنیا میں) نہ لوٹائے جائیں گے۔

ان کی کنیت ابو بکر اور نام عبداللہ بن الزبیر ہے۔ قریشی، اسدی، حمیدی، مکی ہیں، (۱) اور کبار اصحابِ نافعی میں شمار ہوتے ہیں، انہوں نے امام شافعیؒ کے حلقہٴ درس میں بیٹھنا چاہا تھا، لیکن ابن عبدالحکم (۲) اور دوسرے لوگوں نے ازراہ تعصب ان کو روک دیا۔ (۳) بخاری، ذہلی اور ابوزرعہ ان کے شاگرد ہیں، (۴)

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۳) یہ پہلی حدیث نہیں ہے، بلکہ مطبوعہ نسخہ (۵۳۲/۲، رقم الحدیث: ۱۲۶۵) میں درج ہے، میں نے مطبوعہ نسخے کا مقدمہ دیکھا، اس کے محقق مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب نے حضرت شاہ صاحب کی اس چوک کی تاویل کی ہے کہ شاید شاہ صاحب کو مسند حمیدی نہ ملی ہو، یا ان کے پاس کسی مصنف کی نقل ہو، جس پر انہوں نے اعتماد کیا ہو، لیکن یہ بات خلاف واقعہ ہے، اس لئے کہ مسند ہذا کی پہلی حدیث حضرت ابو بکر صدیقؓ ہی کی ہے، جو صلوٰۃ التوبہ کے ذکر میں ہے، حمیدی اپنے مسند کی ابتدا حضرت جابرؓ کی حدیث سے کس طرح کر سکتے ہیں، جب کہ اہل مسنید کی یہ عادت رہی ہے کہ پہلے وہ ابو بکرؓ کی حدیثوں کو، پھر خلفاء پھر عشرہ مبشرہ کی حدیثوں کو ترتیب وار ذکر کرتے ہیں، جس طرح کہ مسند ابوداؤد طیالسی اور مسند احمد میں دیکھا جاسکتا ہے، اور جس طرح خود شاہ صاحب نے بھی مسند عبد بن حمید، مسند ابویعلیٰ اور مسند بزار وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔ ص: ۲۱-۲۲

☆ مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی تحقیق سے یہ کتاب کراچی میں ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ [تاریخ التراث العربی، علوم الحدیث۔ جلد اول، جزء اول ص: ۱۹۰] اس کی دوسری طباعت ڈابھیل سے ۱۹۸۸ء-۱۴۰۸ھ میں ہوئی۔

حاشیہ صفحہ ہذا:

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۰۶۱۶۔ [۶۱۶، ۲۱۶، ۶۱۶، نور]

(۲) ابن عبدالحکم: ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین بن لیث مصری، مالکی۔ امام مالک کے خاص الخاص شاگرد تھے۔ ان کی تاریخ پیدائش ۱۵۵ھ [۷۷-۷۸] ہے۔ لیث، مالک بن انس، مسلم بن خالد زنجی، ابن قاسم، ابن وہب وغیرہ سے انہوں نے سماعت حدیث کی، ابو محمد دارمی، اور ان کے فرزند محمد، سعد، عبدالرحمن اور عبدالحکم وغیرہ نے ان کی شاگردی اختیار کی تھی، ابوزرعہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ احمد عجمی کہتے ہیں کہ میں نے مصر میں ابن عبدالحکم اور سعید بن ابراہیم سے بڑا دانش مند نہیں دیکھا۔

رمضان ۲۱۲ھ [۸۲۹ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: الجرح والتعديل ۱۰۵/۵-۱۰۶/۵-۱۰۵، نور] ترتیب المدارك ۲/۲۸-۵۲۳۔ وفيات الاعیان ۳/۳۵-۳۴۔ [نور] سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۷-۲۳۰-۲۲۔

تہذیب التہذیب ۵/۲۸۹-۹۰/۵-۲۸۹، نور] شذرات الذهب ۲/۲۳۴-۳۴/۲، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۰۶۱۶-۱۷/۱۰۶، نور]

ابو حاتم نے ان کے بارے میں یہ کہا ہے ”أثبت الناس في سفیان بن عیینة، الحمیدی“ (۱) امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کرتے تھے ”الحمیدی عندنا إمام“ حمیدی ہمارے نزدیک امام ہیں (۲) ۲۱۹ھ [۸۳۳ء] میں بمقام مکہ معظمہ وفات پائی۔ (۳)

معجم ابن جمیع ☆

ان کا نام و نسب یہ ہے: محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن عبدالرحمن بن یحییٰ بن جمیع۔ ان کو صیداوی و غسانی بھی کہتے ہیں، (۴) صاحب سفر تھے (۵) بہت سے شہروں میں گشت کیا، ابوسعید ابن الاعرابی ابوالعباس ابن عقدہ (۶) ابوعبداللہ المحاملی اور اس زمانہ کے دوسرے علماء سے سماع کیا ہے (۷) ان کی کتاب معجم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مکہ معظمہ، بصرہ، کوفہ، بغداد، مصر اور دمشق کے اکثر عالموں کی زیارت کی تھی، حافظ عبدالغنی بن سعید، تمام رازی صاحب فوائد، محمد بن علی صوری، (۸) ان

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۱۷۔ الجرح والتعديل ۵/۵۷۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۱۷۔ (۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۔

(۴) ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ [ع] (۵) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۲-۵۳۔

(۶) ابوالعباس ابن عقدہ: ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید بن عبدالرحمن ہمدانی، کوفی حدیث کے بلند پایہ عالم اور نابغہ روزگار تھے۔ یہ حافظ ابن عقدہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ کوفہ میں ۲۳۹ھ [۶۲۳-۸۶۳ء] میں پیدا ہوئے، انہوں نے ابراہیم بن ابوبکر بن ابوشیبہ، احمد بن ابوشیثمہ، ابوبکر بن ابودنیا اور ابوسلم کجی سے سماع حدیث کیا ہے، انہوں نے ہر طرح کے لوگوں سے حدیثیں لکھیں ہیں، اور ہر کھری کھوٹی چیز کو جمع کیا ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں طبرانی، ابن عدی، ابوبکر بن جعی، ابوعلی، حاکم اور ابن جمیع وغیرہ ہیں، دارقطنی کہتے ہیں کہ اہل کوفہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عبداللہ بن مسعود کے زمانہ سے ابوالعباس بن عقدہ کے زمانہ تک ان جیسا کوئی حافظ حدیث نہیں گزرا، ۷/۳۳۲ قعدہ ۳۳۲ھ [۴۳۳-۹۴۳ء] میں رحلت فرمائی۔

سیر اعلام النبلاء ۱۵/۵۵-۳۴۰۔ تاریخ بغداد ۵/۲۲-۱۴۔ شذرات الذهب ۲/۲۳۲-۲۳۲/۲ [نور]

(۷) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۳۔

(۸) محمد بن علی صوری: ابوعبداللہ محمد بن علی بن عبداللہ بن محمد بن رحیم شامی، ساحلی، صوری۔ آپ کا شمار کبار علماء میں ہوتا ہے، ۳۷۶ھ [۸۷-۹۸۶ء] یا ۳۷۷ھ [۸۸-۹۸۷ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ انہوں نے ابن جمیع، عبدالغنی بن سعید، ابوبکر برقانی وغیرہ سے کسب فیض کیا ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں خطیب، جعفر بن احمد سران وغیرہ ہیں، بالاجازۃ ان سے روایت کرنے والوں میں سب سے آخری راوی ابوسعید ابن طیوری ہیں، خطیب کہتے ہیں۔ صوری صدوق تھے، انہوں نے مجھ سے اور میں نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں، جمادی الاخریٰ ۳۳۱ھ [۱۰۴۹ء] میں عالم جاودانی کو منتقل ہو گئے۔ سیر اعلام

النبلاء ۱۷/۳۱-۶۲۷۔ العبر ۳/۱۹۷۔ [نور] تاریخ بغداد ۳/۱۰۳۔ شذرات الذهب ۳/۲۶۷۔

☆ مؤسسة الرسالة نے دکتور عمر تدمری کی تحقیق کے ساتھ اسے شائع کیا ہے۔ لقمان، ص: ۱۲۹۔

کے بیٹے سکین بن جمیع^(۱) اور دوسرے بہت سے علماء ان کے شاگرد ہیں۔^(۲)

۳۰۵ھ [۱۸-۹۱۷ء] میں پیدا ہوئے،^(۳) اور ماہ رجب ۲۰۲ھ [۱۰۱۲ء] میں انتقال ہوا،^(۴) اٹھارہ سال کی عمر سے تا وفات یہی عادت رہی کہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور شب کو افطار، اور اس مدت میں کوئی روزہ فوت نہیں ہوا۔^(۵) ابو بکر خطیب اور اس فن کے دوسرے علماء نے ان کی توثیق و تعدیل فرمائی ہے۔^(۶)

خطیب نے ان کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ”هو أسند من بقي بالشام“ یعنی ملک شام میں جو محدثین باقی ہیں یہ ان سب میں زیادہ اور قوی سند والے ہیں، ان کی مجتم میں یہ حدیث ہے:

حدثنا محمد بن أحمد بن محمد بن عيسى بن عمار العطار ببغداد قال:

حدثنا عبد الله بن أيوب ثنا سفیان بن عيينة عن إسماعيل عن قيس بن

أبي غرزة قال: أتانا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا معشر

التجار! إن بيعكم يحضره الحلف والكذب فشوبوه بالصدقة.^(۷)

قیس بن ابی غرزہ روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف لائے اور فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعت! تمہاری تجارت میں بار بار قسم

کھانے کی نوبت آتی ہے، اور جھوٹ کا بھی شبہ ہوتا ہے تو اس میں صدقہ کو ملا لو، یعنی

اس میں سے خدا کی راہ میں کچھ نکال کر اس کی مکافات کر لیا کرو۔

(۱) سکین بن جمیع: ابو محمد سکین بن جمیع ان کا نام ہے۔ یہ اپنے والد اور یوسف بن قاسم میانجی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں،

اپنے والد ہی کی طرح عمر دراز پائی، ان سے روایت کرنے والوں میں محمد بن احمد انباری، علی بن بکار صوری ہیں اور بالا جازہ

نصر مقدسی بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ عید الفطر کے دن ۲۳ھ [۳۶-۱۰۳۵ء] میں بمقام صیدا میں ان کا انتقال ہوا۔

الأنساب ۸/۱۱۶-۱۹۔ [۲۵۷/۳، تقدیم و تعلق: عبد اللہ عمر البارودی، دار الفکر بیروت، لبنان ۱۳۱۹ھ ۱۹۹۸ء

سیر اعلام النبلاء ۱۷/۵۷-۱۵۶۔ [۷/۵۸-۱۵۶، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۵۔ (۳) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۵۔

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۶۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۵۔

(۶) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۵۔

(۷) معجم الشیوخ، ص: ۶۳۔

مجمع ابن قانع ☆

ان کی کنیت ابو الحسن اور نام و نسب عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق ہے۔ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ ولاء کے اعتبار سے ان کو اموی بھی کہتے ہیں۔^(۱) حارث بن ابی اسامہ، ابراہیم صاحب مجمع حربی، محمد بن مسلمہ،^(۲) اسماعیل بن الفضل بلخی، ابراہیم بن الہیشم بلدی،^(۳) اور اس طبقہ کے دوسرے علماء سے روایت کرتے ہیں۔^(۴) آپ نے بکثرت سفر کئے اور بہت سی حدیثوں کو جمع کیا۔^(۵) دارقطنی، ابوعلی بن شاذان،^(۶) ابوالقاسم بن بشران اور نیز دوسرے اشخاص ان سے روایت کرتے ہیں۔^(۷) برتقانی کہتے

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۹۔ [نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۵۲۶۔

(۲) محمد بن مسلمہ: ابو جعفر محمد بن مسلمہ بن ولید واسطی، طیالسی آپ ۸۷۸ھ [۹۵-۹۴ء] میں پیدا ہوئے۔ یزید بن ہارون اور عبدالرحمن مقرئ اور دوسرے بزرگوں سے حدیث روایت کرتے ہیں، ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں ابو جعفر بن بختری، ابوبکر شافعی، اور احمد بن ثابت واسطی وغیرہ ہیں۔ خطیب کہتے ہیں کہ انہوں نے منکر احادیث روایت کی ہے۔ ۲۸۲ھ [۹۶-۸۹۵ء] میں ان کی وفات ہوئی، دیکھئے۔ تاریخ بغداد ۷/۳۰۵۔ سیر اعلام النبلاء ۱۳/۹۶-۳۹۵۔

میزان الاعتدال ۴/۴۲-۴۱۔ [نور] الوافی بالوفیات ۵/۳۰۔ [۸۴/۴، نور]

(۳) ابراہیم بن ہیشم بلدی: ابواسحاق ابراہیم بن ہیشم بلدی۔ آپ محدث تھے، حصول علم کے لئے کثرت سے بلاد اسلام کا سفر کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بغداد کو اپنا مسکن اختیار کیا تھا۔ خطیب کہتے ہیں کہ ابوالیمان آدم بن ایاس، علی بن عباس وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں اسماعیل، صفار، نجاد اور ابوبکر شافعی ہیں۔ وہ ہمارے نزدیک ثقہ اور مثبت ہیں۔ جمادی الاخریٰ ۸۷۸ھ [۸۹۱ء] میں ان کا وصال ہوا۔ دیکھئے۔ تاریخ بغداد ۶/۹-۲۰۷۔ سیر اعلام

النبلاء ۱۳/۲۲-۴۱۱۔ [نور] الوافی بالوفیات ۶/۱۶۳۔ [۶۴/۵، نور]

(۴-۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۹۔ [نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۵۲۷۔

(۶) ابوعلی بن شاذان: ابوعلی حسن بن ابوبکر احمد بن ابراہیم بن حسن بن محمد بن شاذان بغدادی، اصولی۔ عراق میں ان کی مسند لگتی تھی، آپ ربیع الاول ۳۳۹ھ [۹۵۰ء] میں پیدا ہوئے۔ ابو عمرو بن سماک، جعفر زلدی، نجاد اور ابن قانع وغیرہ علم حدیث میں ان کے شیوخ ہیں، خطیب، بیہقی اور ابواسحاق شیرازی جیسے اہل کمال نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے، خطیب کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں۔ ان کی سماعت حدیث صحیح ہے، خطیب نے انہیں صدوق کہا ہے، ۲۲۵ھ [۳۳-۱۰۳۳ء] کے اواخر میں ان کی وفات

ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۸-۱۵۔ العبر ۳/۱۵۷۔ [نور] شذرات الذهب ۳/۲۹-۲۲۸۔

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۹۔ [نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۵۲۷۔

☆ خلیل ابراہیم قوطلائی اور حمدی و مرداش محمد کی تحقیق سے یہ کتاب مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز عودیہ سے ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء میں چھپی۔

ہیں کہ میرے نزدیک تو یہ ضعیف ہیں، مگر علماء بغداد ان کی توثیق کرتے ہیں۔ اور معتبر سمجھتے ہیں۔^(۱) دارقطنی فرماتے ہیں کہ گوان سے کبھی کبھی بھول چوک ہو جاتی تھی، مگر حافظہ خوب تھا۔^(۲)

خطیب بیان کرتے ہیں کہ آخر زندگی میں [☆] ان کی عقل مختل ہو گئی تھی، اور حافظہ میں بھی کچھ خرابی پیش آ گئی تھی،^(۳) ۲۶۵ھ [۷۸۷-۷۹] میں پیدا ہوئے، اور ماہ شوال ۳۵ھ [نومبر ۹۶۲ء] میں وفات پائی۔^(۴) اپنی مجتم میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں:

حدثنا إبراهيم بن الهيثم البلدي قال: حدثنا أبو صالح قال: حدثنا معاوية بن صالح عن عبد الرحمن بن جبير عن أبيه عن كعب بن عياض قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، لكل أمة فتنه، وفتنة أمتي، المال. كعب بن عياض سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک امت کے لئے ایک فتنہ ہے، میری امت کے لئے مال کا فتنہ ہے۔^(۵)

☆ شرح معانی الآثار للطحاوی

اس کتاب کے شروع میں یہ بیان کیا گیا ہے:

قال الإمام الحافظ أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة (الأزدي)

- (۱) تذكرة الحفاظ ۳/۹۹۔ [۳/۹۳، نور] سير اعلام النبلاء ۱۵/۵۲۷۔ تاریخ بغداد ۱۱/۸۹۔
- (۲) تذكرة الحفاظ ۳/۹۹۔ [۳/۹۳، نور] سير اعلام النبلاء ۱۵/۵۲۷۔ تاریخ بغداد ۱۱/۸۹۔
- (۳) خطیب نے یہ بات ازہری سے اور انہوں نے ابو الحسن بن فرات سے روایت کی ہے، دیکھئے تذكرة الحفاظ ۳/۹۹۔ [۳/۹۳، نور] سير اعلام النبلاء ۱۵/۵۲۷۔ تاریخ بغداد ۱۱/۸۹۔
- (۴) تذكرة الحفاظ ۳/۹۹۔ [۳/۹۳، نور] سير اعلام النبلاء ۱۵/۵۲۷۔
- (۵) معجم الصحابة ۲/۳۷۴۔ [۱۲/۳۳۱، حدیث نمبر: ۱۶۳۳، تحقیق: حمدی و مرداش محمد، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز سعودی عرب ۱۴۱۸ھ، نور]
- ☆ اصل فارسی میں آخر عمر ہی ذکر ہے، ڈاکٹر صاحب نے بحوالہ سير اعلام النبلاء و تذكرة الحفاظ موت سے دو سال قبل تعیین کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے، بقول ابن حزم اختلاط موت سے ایک سال قبل ہوا تھا۔ دیکھئے: لسان المیزان ۳/۳۸۴۔
- ☆ یہ کتاب سب سے پہلے مطبع مصطفائی لکھنؤ سے ۱۳۰۰ھ میں چھپ کر منظر عام پر آئی، ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۰۰۶ء دارالکتب العلمیہ لبنان سے ابراہیم شمس الدین کے حواشی کے ساتھ چھپی۔

الطحاوي سألني بعض أصحابنا من أهل العلم أن أضع لهم كتاباً أذكر فيه الآثار الماثورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الأحكام التي يتوهم أهل الالحاد والضعفة من أهل الإسلام أن بعضها ينقض بعضها لقلة علمهم بناسخها من منسوخها وما يجب به العمل منها لما يشهد له من الكتاب الناطق والسنة المجتمع عليها، واجعل لذلك أبواباً أذكر في كل باب منها ما فيه من الناسخ والمنسوخ وتأويل العلماء واحتجاج بعضهم على بعض إقامة الحجة لمن صح عندي قوله منهم بما يصح به مثله من كتاب أو سنة أو إجماع أو تواتر من أقاويل الصحابة أو تابعيهم، وإنني نظرت في ذلك وبحثت عنه بحثاً شديداً فاستخرجت منها أبواباً على النحو الذي سأل، وجعلت ذلك كتاباً ذكرت في كل كتاب منها جنساً من تلك الأجناس، فأول ما ابتدأت بذكره من ذلك ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطهارة، فمن ذلك.

باب الماء تقع فيه النجاسة

حدثنا محمد بن خزيمة بن راشد البصري قال: حدثنا الحجاج بن المنهال قال: أخبرنا حماد بن سلمة عن محمد بن إسحاق عن عبيد الله بن عبد الرحمن عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يتوضأ من بئر بضاعة فقيل: يا رسول الله! إنه تلقى فيها الجيف والمخاض، فقال: إن الماء لا ينجس.^(۱)

مجھ سے میرے بعض اہل علم دوستوں نے فرمائش کی کہ میں ان کے لئے ایک ایسی کتاب تصنیف کروں جس میں وہ احادیث مذکور ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) شرح معانی الآثار ۱/۱۱۱ [۱۰/۱، نسخہ یا سرندیم اینڈ کمپنی دیوبند]

سے احکام کے بارے میں مروی ہیں، اور جن کی نسبت ملحدین اور بعض ضعیف الاسلام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں، ان کا یہ وہم محض اس وجہ سے ہے کہ ان کو ناسخ و منسوخ اور ان واجب العمل احکام کے متعلق بہت کم علم ہے، جن کی بابت کتاب اللہ ناطق ہے، اور متفق علیہ سنت شاہد ہے۔ مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی گئی کہ میں کتاب کو چند ابواب پر مرتب کر دوں جن میں ہر باب ان تمام ناسخ و منسوخ روایتوں پر مشتمل ہو جو اس باب سے تعلق رکھتی ہیں، اور اس میں علماء کی تاویلات اور ہر ایک کے استدلالات دوسرے کے مقابلہ میں بیان کئے جائیں، اور ان میں سے جس کسی کا قول میرے نزدیک صحیح ہو اس پر کتاب اللہ، سنت، اجماع امت، اور صحابہ و تابعین کے متواتر اقوال سے حجت پیش کروں، میں نے اس سلسلہ میں کافی غور کیا، اور بہت کچھ چھان بین کی تو ان میں سے کچھ ابواب اسی نہج پر مرتب کئے جس کی مجھ سے خواہش کی گئی تھی، پھر میں نے اس کتاب کو چند کتابوں پر تقسیم کیا اور ہر کتاب میں ایک ایک جنس لایا۔ ان میں سے سب سے پہلے میں وہ روایات لایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طہارت کے بارے میں منقول ہیں، سب سے پہلا باب اس پانی کے بیان میں جس میں کوئی نجاست گر جائے۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئر بضاہ (مدنیہ میں ایک کنواں ہے) کے پانی سے وضو فرمایا کرتے تھے، آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! اس میں تو مردہ جانور اور نجاست آلود کپڑے ڈالے جاتے ہیں، (یعنی کیا ان چیزوں کے گرنے سے کنویں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا؟) تو آپ نے فرمایا کہ یہ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

ف: نجس اشیاء کے گرنے کے باوجود بئر بضاہ کے ناپاک نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ چشمہ دار تھا، ایک طرف سے پانی آ کر دوسری طرف نکل جاتا تھا۔ (مترجم)

ان کا پورا نام و نسب یہ ہے: ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک ازدی، حجری، مصری۔ طحا

کی طرف نسبت ہے۔ جو مصر (صعید) کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔^(۱) ہارون بن سعید ایلی، یونس بن عبدالاعلیٰ، محمد بن عبداللہ عبدالحکم اور بحر بن نصر،^(۲) اور ابن وہب کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت سے حدیث کا سماع رکھتے ہیں۔^(۳) احمد بن القاسم الخشاب^(۴) ابن ابوبکر المقری، طبرانی، محمد بن ابی بکر بن مطروح اور دیگر محدثین خود ان کے شاگرد ہیں، اور ان سے روایت کرتے ہیں۔^(۵)

۲۳۹ھ [۵۲-۸۵۳ء] میں پیدا ہوئے،^(۶) نہایت پرہیزگار فقیہ اور دانش مند تھے، (۷) مصر میں ریاست حنفیہ کا سہرا ان ہی کے سر تھا،^(۸) پہلے شافعی المذہب تھے اور مزنی کے (جو امام شافعی کے شاگرد ہیں) شاگرد تھے، ایک دن اثنائے درس میں مزنی نے ان کو کند ذہن ہونے کی عار دلائی اور کہا خدا کی قسم تجھ سے کچھ نہیں ہو سکے گا، یہ کلمہ ان پر بہت گراں گزرا، چنانچہ مزنی کی صحبت ترک کر کے ابو جعفر احمد

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲۹/۳۔ [۲۸/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۷/۱۵۔ [۲۸/۱۵-۲۸، نور] وفیات الاعیان ۷۱/۱۔ [۲۴/۱، نور]۔
(۲) بحر بن نصر: ابو عبداللہ ان کی کنیت ہے اور نام و نسب: بحر بن نصر بن سابق مصری ہے، دلاء کے اعتبار سے آپ خولانی ہیں۔ عبداللہ بن وہب، ایوب بن سوید، امام شافعی اور اشہب سے زانوائے تلمذتہ کیا۔ ابو جعفر طحاوی، ابن خزیمہ، ابن عوانہ، ابن جوصا، ابن ابو حاتم، اور ابو العباس اصم وغیرہ ان کے چشمہ علوم سے سیراب ہوئے، ابن ابو حاتم اور دیگر لوگوں نے ان کو ثقہ کہا ہے۔
۲۶۶ھ [۸۸۱ء] ماہ شعبان میں ان کی وفات ہوئی، محدث کبیر اور ثقہ ہیں، دیکھئے: الجرح والتعدیل ۴۱۹/۲۔
سیر اعلام النبلاء ۱۲/۲-۵۰۔ ۳۔ تہذیب التہذیب ۱/۲۰۴۔ شذرات الذهب ۲/۱۵۲۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۸۔

(۴) احمد بن قاسم خشاب: احمد بن قاسم بن عبید اللہ بن مہدی، ان کا نام و نسب اور ابو الفرج کنیت ہے۔ طرطوس کی سرحد پر انہوں نے سکونت اختیار کی تھی۔ دمشق اور دوسرے علاقوں میں محمد بن جریر، ابو القاسم بغوی، اور ابو جعفر طحاوی وغیرہ سے انہوں نے روایت کی ہے، ان سے حدیث بیان کرنے والوں میں تمام رازی، عبد الوہاب میدانی، محمد بن عوف مزنی وغیرہ ہیں۔ ماہ صفر ۳۶۴ھ [۹۷۴ء] میں ان کا وصال ہوا۔ سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۵۱۔ [۱۶/۵۲-۱۵۱، نور]۔
تاریخ بغداد ۴/۵۴-۳۵۳۔ شذرات الذهب ۳/۴۸۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰۔ [۲۸/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۸۔

(۶) سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۸۔

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰۔ [۲۸/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۹۔

(۸) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰۔ [۲۸/۳، نور]

بن ابی عمران حنفی^(۱) کے درس میں شریک ہو گئے اور تا وفات حنفی مذہب پر قائم رہے۔ حصول علم میں بہت جدوجہد کی یہاں تک کہ فقہ میں مہارت پیدا کی، اور ایک کتاب مختصر الطحاوی تصنیف کی، اس کو تصنیف کرنے کے بعد یہ کہا کرتے تھے ”رحم اللہ ابا ابراہیم یعنی المزنی لو کان حیا لکفر عن یمینہ یعنی ابو ابراہیم مزنی پر اللہ رحم فرمائے، اگر وہ آج زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔“^(۲)

کاتب الحروف کہتا ہے کہ مزنی پر ان کے مذہب کے مطابق یہ کفارہ آتا نہ کہ طحاوی کے مذہب کے موافق، کیونکہ احناف کے نزدیک یہ قسم لغو ہے، جس میں کفارہ واجب نہیں ہوتا، بخلاف شوافع کے ان کے نزدیک یہ یمین منعقدہ ہے، یمین لغوہ قسم ہے کہ بے قصد عادت کے طور پر زبان سے نکل جائے۔

طحاوی مزنی کے ہمشیرہ زادہ (بھانجے) تھے،^(۳) عام لوگ ان کے مذہب بدلنے کا دوسرا سبب بیان کرتے ہیں۔^(۴) بہر حال مذہب حنفی میں ان کی مفید تصانیف ہیں، اور حتی الوسع اپنی مساعی جمیلہ سے اس مذہب کے نصرت کی، ان کی تصانیف سے ان کی وسعت علمی کا پتہ چلتا ہے، ان کی بعض تصانیف شروط

(۱) احمد بن ابوعمران حنفی: ابو جعفر احمد بن ابوعمران موسیٰ بن عیسیٰ بغدادی۔ فقیہ، محدث اور حافظ حدیث تھے، احناف کے شیوخ کبار میں سے ہیں۔ ۲۰۰ھ [۸۱۵ء] سے پہلے تولد ہوئے۔ اصلاً بغدادی تھے لیکن مصر میں اقامت اختیار کی تھی، عاصم بن علی، بشر بن ولید کنڈی سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ بشر، ابن ساعد اور امام ابو یوسف و محمد کے شاگردوں سے علم فقہ حاصل کیا۔ مصر کی قضاء کی ذمہ داری بکار بن قتیبہ کے بعد انہوں نے منبجالی۔ تبحر عالم تھے، بلا کا حفظ اور غیر معمولی ذہانت سے متصف تھے۔ انہوں نے بہت ساری احادیث اپنے حافظے سے روایت کی ہے۔ محرم ۲۸۰ھ [۸۹۳ء] میں رحلت فرمائی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۳/۳۵-۳۳۴۔ شذرات الذهب ۲/۱۷۵۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰- [۲۹/۳-۲۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۹۔ وفيات الاعیان ۱/۷۱۔ [۴۴/۱، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۱- [۲۹/۳، نور]

(۴) محمد بن احمد شروطی نے امام طحاوی سے سوال کیا کہ آپ نے اپنے ماموں کے مسلک کے برخلاف حنفی مسلک اختیار کیا اس کی کیا وجہ ہے؟ امام طحاوی نے جواب دیا، میرے ماموں احناف کی کتابوں کا بکثرت مطالعہ کرتے تھے، یہی چیز میرے حنفی مسلک اختیار کرنے کا محرک بنی۔ وفيات الاعیان ۱/۷۱ [۴۴/۱، نور] یہی حاشیہ مترجم مولانا عبدالمسیح صاحب نے بھی تحریر فرمایا تھا جسے تکرار کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے

واختلاف علماء میں اور بعض احکام القرآن میں موجود ہیں۔^(۱) بیاسی سال کی عمر ہوئی، ☆ اور ۳۲ھ [۹۳۳ء] ذی قعدہ کی چاندرات کو انتقال فرمایا،^(۲) مختصر الطحاوی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حنفی مذہب کے محض مقلد ہی نہ تھے، بلکہ مجتہد منتسب تھے، کیونکہ اس مختصر میں بہت سے ایسے مسائل لکھے ہیں جو حنفی مذہب کے خلاف ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ فقہائے حنفیہ میں اس مختصر کا اس قدر چرچا اور شہرت نہیں ہے۔ کفوی نے طبقات الحنفیہ میں لکھا ہے کہ ان کی کتاب احکام القرآن بیس اجزاء سے زائد پر مشتمل ہے۔

علاوہ ازیں شرح جامع کبیر، شرح جامع صغیر، کتاب الشروط کبیر، کتاب الشروط صغیر، کتاب الشروط اوسط کتاب السجلات، کتاب الوصایا، اور کتاب الفرائض بھی ان کی تصانیف ہیں، ازاں جملہ تاریخ کبیر تاریخ میں، کتاب مناقب ابی حنیفہ، کتاب النوادر الفقہیہ، کتاب نوادر الحکایات اور کتاب اختلاف الروایات علی مذهب الکوفیین بھی انہی کی تصانیف ہیں۔

کتاب المائتین للصابونی

اس کتاب میں دو سو احادیث اور دو سو حکایات کے علاوہ دو سو قطعے ایسے اشعار کے ہیں جو ہر حدیث کے مضمون کے مناسب لائے ہیں، صابونی کی کنیت ابو عثمان، اور نام و نسب یہ ہے: اسماعیل بن عبدالرحمن بن احمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن عابد^(۳) بن عامر الصابونی۔

نیشاپور کے رہنے والے تھے، وعظ و تفسیر میں کامل مہارت رکھتے تھے۔^(۴) ۳۳ھ [۸۴۳-۹۸۳] میں پیدا ہوئے۔^(۵) زاہر بن احمد سرخسی ابی سعید عبداللہ بن محمد رازی، ابی بکر (ابن مہران) مقری، ابی طاہر ابن خزیمہ، ابی الحسین خفاف، عبدالرحمن بن ابی شریح اور اس طبقہ کے دوسرے علماء سے علم کو حاصل کیا۔^(۶) عبدالعزیز کتانی، علی بن الحسین (بن مصری) صفراہی، ابو بکر بیہقی اور ان کے علاوہ بہت سی مخلوق نے ان سے

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۱- [۲۹/۳، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۱- [۲۹/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۳۱۔

(۳) عائذ۔ ابن عساکر اور سبکی نے نقل کیا جو تصحیف ہے، سیر: ۱۸/۴۰، نور (۲-۵-۶) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۰۔
☆ اصل فارسی بلکہ مصادر میں بھی بیاسی کی تحدید نہیں ہے، بلکہ بضعا وثمانین لکھا ہے، یعنی اسی سے زیادہ۔ بضع کا اطلاق تین سے نو تک کے لئے ہوتا ہے۔

روایت حدیث کی، ان کے آخری شاگرد ابو عبد اللہ فراوی ہیں،^(۱) بیہقی ان کو امام المسلمین اور شیخ الاسلام کہتے تھے۔ چنانچہ وہ اس طرح بیان کرتے ہیں ”أخبرنا إمام المسلمین حقاً وشیخ الإسلام صدقاً أبو عثمان الصابونی“ اس کے بعد ایک لمبی حکایت بیان کی ہے۔^(۲) کلم تفسیر میں ان کا کمال اور علم حدیث میں ان کا حفظ اس زمانہ کے تمام علماء کو تسلیم تھا،^(۳) ستر سال تک برابر وعظ و نصیحت میں مشغول رہے، نیشاپور کی جامع مسجد میں بیس سال تک امامت و خطابت ان ہی کے سپرد رہی۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ نیشاپور، ہرات، سرخس، شام و حجاز اور کوہستان میں مدتوں سرگردانی کی اور تلاش علم میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا، حق تعالیٰ نے ان کو دین و دنیا کی عزت و منزلت میں درجہ کمال عطا فرمایا تھا، نیشاپور کے تمام اشخاص ان کو اپنے شہر کی زینت سمجھتے تھے، موافق و مخالف سب ہی ان کو وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ غرض اپنے زمانہ میں یگانہ روزگار سمجھے جاتے تھے۔ اہل بدعت کے مقابلہ کے شمشیر برہنہ تھے۔ رات دن سنت نبوی کو زندہ کرنے کے لئے سرگرم رہتے تھے۔ عبادات و طاعات میں بھی اپنے زمانہ میں ضرب المثل تھے۔^(۴) شہر سلماں میں ایک مدت تک وعظ فرمایا، جب اس شہر سے کوچ کرنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں سے کہا کہ میں چندہ ماہ سے تم کو صرف ایک ہی آیت کی تفسیر بیان کرتا رہا اور ہنوز وہ تمام نہیں ہوئی، اگر تمام سال رہتا تو صرف اسی ایک آیت کے متعلقات کو بیان کرتا رہتا اور کسی دوسری آیت کی طرف توجہ نہ کرتا۔ (اگلی آیت کا نمبر ایک سال تک نہ آتا)۔^(۵)

راقم الحروف کہتا ہے کہ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ سے یہ بات بطریق تو اتر و شہرت نقل ہے کہ آپ نے صرف سورہ نوح کی تفسیر میں ایک سال سے زائد عرصہ لگایا۔ چنانچہ ذہبی نے جو مؤرخین اسلام میں سب سے زیادہ مفسر ہیں اپنی تاریخ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

سبحان اللہ! امت مرحومہ کو بھی اس ذات مقدس علیہ الصلوٰۃ و التحیۃ کے طفیل جن کی دعا ”رب زدنی علماً“

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۰۔

(۲) تاریخ ابن عساکر ۳/۳۲-۳۱، تحقیق: محبت الدین ابوسعید عمر بن غرامہ العمروی، دار الفکر بیروت ۱۴۱۰ھ

۱۹۹۵ء، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۱۔

(۳) تاریخ ابن عساکر ۳/۳۳- [نور، ۶/۹] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۱۔

(۴-۵) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۲۔

(۱) (اے رب! میرے علم کو اور زیادہ کر) تھی کیسی وسعت علمی نصیب ہوئی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔^(۱)
 حاصل کلام یہ کہ صابونی اپنے وقت کے عظیم ترین علماء ربانیین میں سے تھے۔ خود ان کی موت کا سبب ان کی بزرگی پر کھلی دلیل ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک روز وعظ بیان فرما رہے تھے، ایک شخص نے اثناء وعظ میں ایک کتاب جس کا نام رؤوس الإملاء فی کشف البلاء[☆] تھا ان کے ہاتھ میں دی، انہوں نے اس کو پڑھا، پھر ان کے قلب پر ایک قسم کی دہشت اور خوف طاری ہو گیا، قاری وعظ سے فرمایا کہ یہ آیت پڑھو "أفامن الذين مكروا السيئات أن يخسف الله بهم الأرض الخ"^(۲) اور اسی نوعیت کی دوسری آیات پڑھوائیں، حاضرین کو خدا کے قہر اور غضب سے ڈرایا، یہ حالت ان پر ایسی اثر انداز ہوئی کہ ان کی کیفیت دگرگوں ہو گئی، اسی وقت پیٹ میں درد شروع ہوا، سامعین ان کو مکان پر لے گئے، ہر چند علاج کیا مگر درد نے ایسا بے چین بنا دیا کہ کسی پہلو راحت و تسکین نہ ملتی تھی۔ اطباء کی رائے پر ان کو حمام میں لے گئے، مغرب تک حمام میں رہے، لیکن درد میں تخفیف نہ ہوئی، برابر لوٹتے رہے۔ غرض سات روز تک اسی تکلیف میں آہ و فریاد کرتے رہے، اور اسی شدت کی حالت میں اولاد، رشتہ داروں اور دوستوں کو وصیت و نصیحت کر کے رخصت فرماتے رہے، بالآخر اسی مرض میں جمعہ کے روز ۴ محرم الحرام ۴۲۹ھ [مارچ ۱۰۵۷ء] میں وفات پائی۔ عصر کے وقت نماز جنازہ ادا کر کے دفن کر دیئے گئے،^(۳) امام الحرمین (ابوالمعالی الجوبینی) کا خواب ان کے حق میں بہترین بشارت ہے، اس خواب سے پہلے امام مذکور نے مذاہب فلاسفہ و معتزلہ و اہل سنت میں غور کیا تھا، اور ہر طرف دلائل کو قوی پا کر حیران تھے کہ کس کی بات کو تسلیم کیا جائے، تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا "عليك باعتقاد ابن الصابوني"^{☆(۴)}

(۱) ذہبی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابن تیمیہ بھی اسی طرح تھے کہ ایک سال سے زیادہ عرصہ میں صرف سورہ نوح کی تفسیر بیان کی، وہ بحرناپید کنار تھے۔ تاریخ الاسلام (۵۰-۴۴۱) ص: ۲۲۶۔

(۲) سورة النحل، رقم الآية: ۴۸-۴۵۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۳۔

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۴-۴۳۔

☆ دس الملا فی کشف البلاء [فارسی طبع اول ص: ۹۸]

☆ سیر اعلام النبلاء میں "عليك باعتقاد ابن الصابوني" ہے۔

(صابونی کے عقیدہ کو اختیار کرو) ابوالحسن عبدالرحمن داؤدی نے جو عمدہ محدثین کے زمرہ میں داخل ہیں، حضرت صابونی کے مرثیہ میں یہ قطعہ لکھا ہے:

أودی الإمام الحبر إسمعیل لهفی علیہ لیس منه بدیل
اسماعیل جو امام دانش مند تھے دنیا سے اٹھ گئے، مجھ کو سخت افسوس ہے (اب ان کا)
کوئی بدل نہیں ہے۔

بکت السماء والأرض یوم وفاته وبکی علیہ الوحی والتزیل
آسمان وزمین نے ان کی وفات پر آنسو گرائے، اور وحی تنزیل (بھی) روئی (کیونکہ ان
کا اب کوئی خادم نہ رہا)۔

والشمس والقمر المنیر تناوحا حزنا علیہ وللنجوم عویل
سورج اور روشن چاند نے بھی باہم ان کے غم میں نوحہ کیا، اور ستارے بھی ان کے غم میں روئے۔
والأرض خاشعة تبکی شجوها ویلا* تولول این* إسمعیل
اور زمین بھی غم سے ساکت تھی اور روتی تھی، اور غم و افسوس کرتی ہوئی کہتی تھی کہ
اسماعیل کہاں گئے۔

این الإمام الفرد فی أقرانه* ما إن له فی العالمین عدیل*
وہ امام اپنے ہم عصروں میں یکتا تھے کہاں چلے گئے، (آہ آہ اب) عالموں میں ان
کی نظیر نہیں۔

لا تخذعک منی* الحیوة فإنها تلہی وتنسی والمُنی تضلیل
اے مخاطب تجھ کو زندگی کی آرزوئیں دھوکے میں نہ ڈال دیں، کیونکہ وہ لہو و لعب
و بھول چوک میں ڈالنے والی اور گمراہ کرنے والی ہیں۔

وتأهبن للموت قبل نزوله فالموت حتم والبقاء قلیل (۱)

(۱) تاریخ ابن عساکر ۳/۳۶-۳۵۔ [۱۳۶۹، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۴۔

☆ ویلی. وبکی

☆ لابن اسمعیل

☆ ذی

☆ امیل

☆ آدابہ

اور موت آنے سے پہلے ہی تیاری کر لے، کیونکہ موت یقینی ہے اور زندگی تھوڑی ہے۔

☆ کتاب المجالسة للدينوري

یہ مشہور کتاب ہے، قدیم کتابوں میں بہت سے حوالے اس کتاب سے نقل کئے گئے ہیں۔^(۱) دینوری کا نام ابو بکر احمد بن مروان^(۲) ہے،^(۳) اس کتاب میں یہ حدیث لائے ہیں:

حدثنا اسمعيل بن إسحاق قال: حدثنا حرمي بن حفص قال: حدثنا حرب بن ميمون الأنصاري قال: حدثنا النضر بن أنس قال: حدثنا أنس بن مالك أنه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: خويدمك أنس إشفع له يوم القيامة، قال: أنا فاعل، قال فأين أطلبك قال أطلبني أول ماتلبنى عند الصراط فإن وجدتنى وإلا فأنا عند الميزان فإن وجدتنى وإلا فأنا عند حوضي ولا اخطى هذه الثلاثة المواضع.^(۴) انتھی

انس بن مالکؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کیا اپنے اس حقیر غلام انس کی شفاعت فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کروں گا۔ پھر انہوں نے عرض

(۱) کتاب المجالسة وجواهر العلم ابو بکر دینوری کی ہے، اس کتاب میں تفسیر، خدا کی بڑائی کی اور عظمت کی باتیں، علوم احادیث و آثار کے علاوہ اور کئی علوم کو جمع کیا ہے۔ ۲۶ جلدوں میں ہے۔

(۲) آپ مسلک مالکی تھے، آپ کا سن وفات باختلاف روایات ۲۹۳ھ [۶-۹۰۵ء]، ۳۱۰ھ [۲۳-۹۲۲ء]، ۳۳۳ھ [۲۵-۹۴۴ء] ہے۔ [ع]

(۳) دینوری: ابو بکر احمد بن مروان دینوری، مالکی۔ ابو بکر بن ابی دنیا، ابو قلابہ رقاشی، عباس بن محمد دوری، وغیرہ آپ کے اساتذہ ہیں۔ قاضی ابو بکر ابہری، ابراہیم بن علی تمار مصری، حسن ابن اسماعیل ضرباب وغیرہ نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ آپ مسلک مالکی تھے اور امام شافعی کی تردید میں اور امام مالک کے مناقب میں ایک ایک کتاب تصنیف کی ہے، دارقطنی نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ آپ نے مصر میں ابن قتیبہ کی کتابوں کے ذریعہ حدیث بیان کی، پھر اسوان کا سفر کیا، اور وہاں کئی سالوں تک منصب قضاء پر فائز رہے، صفر ۲۹۸ھ [۹۱۰ء] میں آپ نے وفات پائی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۸-۲۷-۴۔

الديباج المذهب، ص: ۳۳-۳۲۔ [۸۸-۸۹، نور]

(۴) کتاب المجالسة ۱/۳۲۳۔

☆ دار ابن حزم بیروت نے ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔

کیا کہ میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا اول مجھ کو پل صراط پر دیکھنا اگر تم نے مجھ کو وہاں پالیا فبہا ورنہ میں میزان کے پاس ملوں گا، اگر وہاں تم نے مجھ کو پالیا فبہا ورنہ میں حوض پر ہوں گا، بہر حال ان تینوں مقامات میں سے میں تجاوز نہ کروں گا (یعنی ان تینوں مقامات میں سے کسی نہ کسی مقام پر ملوں گا)۔

اس حدیث میں بعض علماء کو اشتباہ واقع ہوا ہے، وہ کہتے ہیں کہ پل صراط پر گزرنا اعمال کے تولے جانے کے بعد ہوگا، اور حوض کوثر سے سیرابی بھی قبل از پل صراط ہے، کیونکہ وہ موقف اور محشر میں ہوگا، تو اس لحاظ سے اول پل صراط پر دیکھنا، پھر وزن اعمال کی جگہ، پھر حوض پر اس کے کیا معنی؟ اگر بالعکس فرمایا جاتا تو مناسب تھا، راقم الحروف کہتا ہے کہ درحقیقت ان میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ پل صراط پر تمام امت کا گزر ایک دفعہ ہی نہ ہوگا، بلکہ بدفعات ایک ایک جماعت گزاری جائے گی، جب ایک جماعت (گروہ) موقف و محشر اور سقی حوض سے فارغ ہو کر پل صراط پر جائے گی، تو ایک جماعت موقف میں گرفتار اور پیاس میں مبتلا ہوگی، اور کوئی جماعت حوض کوثر پر موجود ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین مثل حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے صحابہ خدمت سقایہ کو انجام دیتے ہوں گے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غایت شفقت اور کمال عنایت سے کبھی اس جماعت کے پاس تشریف لے جائیں گے، جو موقف میں گرفتار خشکی و پیاس ہے، اور کبھی پل صراط پر ان متقدمین جماعتوں کا فکر و اضطراب دور کرنے کے لئے تشریف لے جائیں گے، جو پل صراط پر گزرنے کے لئے گئی ہیں۔ اس توجیہ سے صاف ظاہر ہے کہ بعض کا موقف اور سقایت اور مرور بعض پر مقدم ہوگا، اب اس حدیث میں کوئی اشکال باقی نہیں رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ اول مجھ کو پل صراط پر دیکھنا وہ اس بنا پر کہ پل صراط پر، مرور شروع ہونے سے پہلے آپ موقف میں ہوں گے، جہاں اعمال کا وزن ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت وہاں مجتمع ہوگی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعمال کے وزن کرانے میں مشغول ہوں گے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محل قیام سب کو معلوم ہوگا، طلب و تفتیش کی ضرورت نہ ہوگی، پھر جب امت متفرق ہو جائے گی، کوئی جماعت پل صراط پر پہنچے گی، کوئی میزان پر موقوف رہے گی، اور کوئی حوض کوثر پر کھڑی العطش العطش کہتی ہوگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اول پل صراط پر طلب کرنا، کیونکہ یہاں کی غیبت سے وہی موضع مقصود ہے، اگر اس

جگہ نہ ملوں تو برسر میز ان ڈھونڈنا چاہئے، اور اگر اس جگہ پر بھی نہ ملوں تو حوض پر دیکھنا چاہئے۔ واللہ اعلم

☆ سلاح المؤمن

اس کتاب کے مصنف تقی الدین عسقلانی ہیں جو ابن الامام کے لقب سے مشہور ہیں، اس کتاب کے مقاصد اس کے دیباچہ سے معلوم ہو سکتے ہیں، اور وہ یہ ہے:

الحمد لله المنعم على خلقه بجميل الآثه، المحسن إليهم بلطيف
رفده وجزيل عطائه، المحق لمن أمله حسن ظنه ورجائه، الذي
منّ على عباده بأن فتح لهم بابہ وأمرهم بالدعاء ووعدهم بالإجابة
ووفق منهم من شاء بلطفه وحكمته، للتعرض لنفحات فضله
ورحمته، وهداه السبيل إليه، وألهمه الطلب تکرما منه عليه،
أحمده والحمد من نعمه. أو أسأله المزيد من فضله وكرمه،
وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له مجيب الدعاء وكاشف
الأسواء، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله خاتم الأنبياء، ومبلغ
الأنبياء صلى الله عليه وعلى آله وصحبه البررة الأتقياء، صلاة
دائمة بدوام الارض والسماء وسلم تسليماً كثيراً. أما بعد! فمن
أولى ما انصرفت إلى حفظه عناية ذوى الهمم، وأحق ما اهتدى
بأنواره في غياهب الظلم، وأنفع ما استدرت به صنوف النعم،
وأمنع استدرت به صروف النقم، ما كان بفضل الله تعالى
لأبواب الخير مفتاحاً، وبنصر رسول الله صلى الله عليه وسلم
للمؤمنين سلاحاً، وذلك التحميد والثناء والتمجيد والدعاء،
أمر الله تعالى به في كتابه العظيم وفيه رغب رسول الله الكريم
وإليه جنح المرسلون والأنبياء وعليه عول الصالحون

☆ ڈاکٹر لقمان سلفی کی اطلاع کے مطابق یہ کتاب شائع ہو چکی ہے، لیکن مزید تفصیل مذکور نہیں۔ [لقمان ص: ۱۳۶]

والأولياء وإن أحسن ما توخاه المرءُ لدعائه في كل مهمٍّ وتحراًه
لكل خطب مدلهم ما يحصل به مقصود الدعاء مع بركة التأسى
والإقتداء ويكون لفظه وسيلة لقبوله وهو ما جاء في كتاب الله وسنة
رسوله وقد أنكر الأئمة الإعراض عن الأدعية السنّية والعدول عن اكتفاء
اثارها السنّية الخ. (۱)

ہر قسم کی تعریف اُس خدا کے لئے ہے جو اپنی مخلوق کو عمدہ عمدہ نعمتیں دینے والا ہے، جو
اپنی پاکیزہ مہربانیوں اور کثیر بخششوں سے ان پر احسان کرنے والا ہے، جو امید رکھنے
والوں کی امید و خوش خیالی کو محقق اور ثابت کرنے والا ہے، جس نے اپنے بندوں پر یہ
احسان فرمایا کہ ان کے لئے اپنا دروازہ (رحمت) کھولا اور ان سے کہا کہ دعا کرو،
اور ان سے وعدہ فرمایا کہ قبول کروں گا، اور ان میں سے جس کو چاہا اپنے لطف و کرم کی
توفیق عنایت فرمائی کہ وہ اس کی رحمت اور فضل کی خوشبوؤں سے مستفید ہو، پھر اس کو
اپنی طرف پہنچنے کا راستہ دکھایا اور ازراہ نوازش اس کے دل میں اس راستہ کی طلب اور
جستجو کا مضمون القاء فرمایا۔ میں اس کی تعریف بیان کرتا ہوں اور یہ حمد بھی اس کی
نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے، اور میں اس سے اس کے بیش از بیش فضل و کرم
کا طالب ہوں، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں
ہے، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہ ہی دعاؤں کو قبول کرنے والا اور
برائیوں کو دور فرمانے والا ہے، اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ
وسلم اس کے بندے اور ایسے رسول ہیں جن پر نبوت ختم ہوگئی، جو خدا تعالیٰ کی خبروں کو
ہم تک پہنچاتے ہیں، ان پر اور ان کی اولاد و اصحاب پر جو متقی اور پاک بندے ہیں،
اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت کاملہ نازل ہوتی رہے جو ہمارے لئے ذخیرہ آخرت ہو، اور اللہ
آپ کو بہت بہت سلام و شرف و مجد و عظمت اور کرم سے نوازے۔ حمد و صلوة کے بعد

(واضح ہو) بہترین وہ چیز جس کی حفاظت کے لئے ہمت والوں نے اپنی توجہ کی باگ اس کی طرف پھیری، اور جو اس کی زیادہ حقدار ہے کہ سخت تاریکیوں میں اس کے انوار سے ہدایت طلب کی جائے، اور جو قسم قسم کی نعمتوں کے حصول میں زیادہ نفع بخش ہے، اور جو خطرات عذاب کو زیادہ ٹال دینے والی ہے، اور جو اللہ کے فضل سے بھلائی کے دروازوں کے لئے کنجی کا کام دیتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے مومن کے لئے ہتھیار ہے وہ تحمید و ثنا، و تجمید اور دعا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عظیم (قرآن) میں حکم فرمایا ہے، اور اسی کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی ہے، اور اسی کی طرف انبیاء و مرسلین مائل ہوئے ہیں، اور اسی پر صالحین و اولیاء کا اعتماد ہے۔ (اور یہ بھی عرض ہے کہ) انسان جن دعاؤں کو اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے منتخب کرتا ہے اور ہر امر عظیم و سخت کے دور کرنے میں ان کی جستجو کرتا ہے ان سب میں عمدہ ترین وہ ہیں جن سے دعا کا مقصود بھی حاصل ہو، پیروی و اقتداء کی برکت بھی نصیب ہو، اور ان کے الفاظ قبولیت کا وسیلہ و ذریعہ بنیں اور ایسی دعائیں وہ ہیں جو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئی ہیں، مسنون دعاؤں سے اعراض کرنے اور ان کے روشن آثار پر قناعت نہ کرنے کو ائمہ نے سخت ناپسند کیا ہے۔

ان کی کنیت ابوالفتح اور نام و نسب یہ ہے: تقی الدین محمد بن تاج الدین محمد بن علی بن ہمام بن راجی اللہ بن سراہا بن ناصر بن داؤد۔ اصل کے اعتبار سے عسقلانی اور مسکن کے لحاظ سے مصری ہیں [ابن الامام کے لقب سے مشہور ہیں] ^(۱) ماہ شعبان ۶۷۸ھ [۱۲۷۸ء] میں پیدا ہوئے، ^(۲) اول تحصیل علم اور قرأت قرآن سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد حدیث کی کتابوں کا لکھنا اور معتبر نسخوں اور متفرق اجزاء سے اس علم کو حاصل کرنا

(۱) الدرر الكامنه، ۲۰۳/۴۔ شذرات الذهب ۶/۱۴۴

(۲) الدرر الكامنه، ۲۰۳/۴۔ شذرات الذهب ۶/۱۴۴

☆ اضافہ از نسخہ فارسی طباعت اولیٰ۔

شروع کیا، آپ نے ومیاطی اور ابن الصواف سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔^(۱) ان کی یہ کتاب سلاح المؤمن بہت مروج اور مشہور ہے، اس کے علاوہ ان کی اور تصانیف بھی ہیں، ان میں سے چند کتابیں یہ ہیں، کتاب الاہتداء فی الوقف والابتداء، کتاب متشابہ القرآن،^(۲) ماہ ربیع الاول ۴۵ھ [۱۳۳۲ء] میں انتقال فرمایا۔^(۳) منصف کے زمانہ حیات ہی میں اس کتاب کی شہرت ہو گئی تھی اور یہ اس کی حسن قبولیت کی دلیل ہے۔ کامل ترین علماء نے اس کتاب کو پسند فرمایا۔ ذہبی نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدثین میں سے تھے اس کو مختصر کر کے حفظ یاد کیا تھا، اور خود اپنے خط سے اس کے چند نسخے لکھے تھے، شہاب الدین الغریانی نے بھی اس کو مختصر کیا ہے، اور یہ مختصر ذہبی کے مختصر سے بہتر ہے، کیونکہ اس میں مقاصد اصلیہ کا استیفا کیا گیا ہے۔^(۴)

احادیث الحنفاء

یہ کتاب حسن بن عبداللہ ابزاری کی تصنیف ہے۔^(۵)

فوائد تمام رازی ☆

رازی کی کنیت ابوالقاسم اور نام و نسب یہ ہے: تمام بن محمد ابی الحسین بن عبداللہ بن جعفر بن عبداللہ بن جنید الجبلی، الرازی، ثم الدمشقی^(۶) اس کتاب میں یہ حدیث لائے ہیں:

أخبرنا خيثمة بن سليمان قال: حدثنا محمد بن عيسى قال: حدثنا

سفيان بن عيينة قال: حدثنا عبد الله بن أبي بكر عن خلاد بن السائب بن

خلاد عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أتاني جبرئيل

(۱) الدرر الكامنه، ۲۰۳/۴۔ شذرات الذهب ۶/۱۴۴۔ [شذرات میں ابن الصواف کا ذکر نہیں ہے، نور]

(۲) الدرر الكامنه، ۲۰۳/۴۔ شذرات الذهب ۶/۱۴۴۔

(۳) الدرر الكامنه، ۲۰۳/۴۔

(۴) الدرر الكامنه، ۲۰۳/۴۔

(۵) میں نے فہارس کی تمام کتابوں کو دیکھا لیکن اس کتاب اور مؤلف کے بارے میں کہیں معلومات نہیں ملیں۔

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۵۸۔ [۲۴۳/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۸۹۔

☆ حمدی بن عبد الجبید سلفی کی تحقیق سے یہ کتاب مکتبہ الرشدریاض سے غالباً ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔

فأمرني أن أمر أصحابي أن يرفعوا أصواتهم بالإهلال. (۱)

ابن خلد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل (علیہ السلام) آئے اور یہ کہا کہ میں اپنے اصحاب کو حکم دوں کہ وہ تلبیہ کے وقت اپنی آوازوں کو بلند کریں۔

تمام رازی ۳۳۰ھ [۲۲-۹۳۱ء] میں پیدا ہوئے، (۲) ان کے والد ماجد ابوالحسین محمد بھی حفاظ حدیث میں سے تھے، رازی ان سے روایت بھی کرتے ہیں۔ آپ نے خیشمہ بن سلیمان اطرابلسی ☆، احمد بن حذلم قاضی، حسن بن صلت حضارزی، ابو میمون ابن راشد، اور نیز دیگر برگزیدہ عالموں سے علم حدیث کو حاصل کیا۔ (۳) ابوالحسن میدانی، ابوعلی اہوازی، عبدالعزیز بن احمد کتانی، (۴) احمد بن عبدالرحمن طریفی اور دوسرے اعلیٰ محدثین ان کے شاگرد ہیں۔ (۵) رازی معرفت رجال میں مہارت تام رکھتے تھے۔ حدیث کے صحت و سقم کو بیان کرنے میں مشہور تھے۔ (۶) حفظ حدیث اور تمام خیر و حسن و خوبی کی باتوں میں اپنے

(۱) فوائد تمام رازی ۱/۵۳۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے اپنی سنن کی کتاب المناسک، باب کیف التلبیة میں، ترمذی نے اپنی جامع کی کتاب الحج، باب ماجاء فی رفع الصوت بالتلبیة، میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن کی کتاب المناسک، باب رفع الصوت بالتلبیة میں ذکر کیا ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو ”حسن و صحیح“ کہا ہے۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۵۸۔ [تذکرہ میں سن ولادت ۳۰۳ مذکور ہے، ۳/۲۲۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۹۰۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۹۰۔

(۴) عبدالعزیز بن احمد کتانی: ابو محمد عبدالعزیز بن احمد بن محمد بن علی بن سلیمان تمیمی، دمشقی، کتانی، صوفی۔ ان کی ولادت ۳۸۹ھ [۹۹-۹۹۸ء] میں ہوئی۔ انہوں نے تمام بن محمد رازی، ابو نصر بن بارون، محمد بن عبدالرحمن قطان سے علم حدیث حاصل کیا۔ خطیب، حمیدی، اور بہتہ اللہ الکفائی ان کے شاگردوں میں سے ہیں، انہوں نے حدیث کو جمع کیا اور اس کی تصنیف بھی کی۔ معرفت حدیث میں ان کا درجہ متوسط ہے۔ خطیب نے ان کو ثقہ اور امین کہا ہے، الکفائی کہتے ہیں کہ عبدالعزیز کتانی بہت زیادہ تلاوت کرنے والے، صدوق اور سلیم الفطرت تھے۔ جمادی الاخریٰ ۳۶۶ھ [۱۰۷۳ء] میں انہوں نے وفات پائی۔

سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۹-۴۸۔ طبقات الحفاظ، ص: ۴۳۹۔ شذرات الذهب ۳/۳۲۵۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۹۱۔

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۵۸۔ [۳/۲۴۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۹۱۔

☆ اصل فارسی میں طبرابلسی ہے۔

☆ ابن عبدالرحمن طریفی: فارسی اور اردو نسخوں میں یہی ہے جب کہ سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۹۱ پر ابواسحاق مروزی کے ذکر

کے ذیل میں طرائفی درج ہے، نور]

زمانہ کے یگانہ اور ضرب المثل تھے۔ (۱) ۳۱۲ھ [۱۰۲۳ء] میں انتقال فرمایا۔ (۲) شامیوں میں ان سے زیادہ حافظ حدیث کوئی نہیں گزرا۔ (۳)

مسند العدنی

ان کا نام محمد بن یحییٰ عدنی ہے۔ (۴) (۵)

معجم ومیاطی

دمیاط کو دال کے زیر کے ساتھ پڑھو، بعض اشخاص ذال معجم سے پڑھتے ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، چنانچہ دمیاطی نے خود اس کی تصریح کی ہے۔ دمیاط ایک شہر کا نام ہے جو ملک مصر میں ہے۔ دمیاطی ایک مشہور سیرت کے مصنف ہیں، اکثر کتب سیرت میں ان سے نقل کی جاتی ہے، ان کی یہ معجم، معجم شیوخ ہے۔ اس کی چار جلدیں ہیں، اس میں ایک ہزار تین سو اشخاص کے نام درج ہیں۔ (۶) ان کی کنیت ابو محمد (۷)

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۹۱- [۳/۲۴۴، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۵۸- [۳/۲۴۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۹۱-

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۵۸- [۳/۲۴۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۹۱- شذرات الذهب ۳/۲۰۰-

ابن العماد نے صراحت کی ہے کہ ۳۱۲ھ کو مولود ہوئے، نور]

(۴) محمد بن یحییٰ عدنی: ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن ابو عمر عدنی۔ فضیل بن عیاض، سفیان بن عیینہ، معتمر بن سلیمان، کعب بن جراح اور کئی شیوخ کی صحبت میں رہ کر انہوں نے علوم حاصل کئے۔ اور ان سے احادیث روایت کیں۔ انہوں نے ایک مسند لکھی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور ایک واسطے کے ذریعہ نسائی جیسے اعلام ہیں۔ ابن ابوحاتم کہتے ہیں کہ میں نے ان کے بارے میں اپنے والد سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ نیک آدمی تھے، لیکن اخذ حدیث میں ان سے کچھ کوتاہی بھی صادر ہوئی ہے۔ اس لئے ان کے پاس موضوع حدیثیں بھی تھیں، جنہیں وہ ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں۔ حسن بن احمد بن لیث کہتے ہیں کہ ان کے فرزند نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے ستمز (۷۷) حج کئے تھے۔ اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ مسلسل ساٹھ سالوں تک ان کا طواف نہیں چھوٹا۔ ان کی وفات کے میں ۱۹ ذی الحجہ ۲۳۳ھ [۸۵۸ء] کو ہوئی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۲/۹۸-۹۶- الجرح والتعديل ۸/۲۵-۱۲۴۔ تہذیب التہذیب ۹/۲۰-۵۱۸- شذرات الذهب ۲/۱۰۴-

(۵) پورا نام و نسب یہ ہے: ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن ابی عمرو عدنی۔ ۲۳۳ھ [۵۸-۸۵۷ء] میں وفات پائی۔ [ع]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۴/۲۶۸ [۴/۲۵۹، نور]۔ علامہ عبدالحی کتانی لکھتے ہیں کہ ان کی معجم، معجم شیوخ ہے۔ انہوں نے اپنے چار سفروں میں جن سے بھی ملاقات کی اور ان سے کسی فن میں کچھ حاصل کیا، تو ان کا بھی تذکرہ اس میں ہے، مکتبہ تونس میں مؤلف ہی کا مخطوط اب تک موجود ہے۔ فہرست الفہارس ۱/۴۰۷-

(۷) ابو احمد بھی ان کی کنیت ہے۔ [ع]

اور نام و نسب یہ ہے: عبدالمؤمن بن خلف بن ابی الحسن دمیاطی۔ شافعی مذہب رکھتے تھے۔ بہت سی مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ (۱) اُن میں سے ایک وہ سیرت ہے جو تمام علماء سیرت کے لئے پیشوا اور رہبر ہے۔ ۶۱۳ھ [۱۱۱۷ء] کے آخر میں پیدا ہوئے، (۲) اول دمیاط ہی میں فقہ کو حاصل کر کے اس میں مہارت پیدا کی، اس کے بعد علم حدیث کو طلب کیا، (۳) ابن ابی عمیر، (۴) علی بن مختار، (۵) ابوالقاسم بن رواحہ، (۶) عیسیٰ خیاط، (۷) اور

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲۶۸/۴ - [۲۵۸/۴، نور] الدرر الكامنة ۱۷/۲ - ۴

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۲۶۸/۴ - [۲۵۸/۴، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۲۶۸/۴ - [۲۵۸/۴، نور] الدرر الكامنة ۱۷/۲ - ۴

(۴) ابن مقیر: ابوالحسن علی بن ابوعبید اللہ حسین بن مقیر بغدادی، مقری، حنبلی۔ آپ کا پورا نام ہے۔ اصلاً بغداد کے تھے، پھر مصر میں سکونت اختیار کی تھی، ۵۴۵ھ [۱۱۵۱ء] عید الفطر کی رات میں ان کی ولادت ہوئی۔ نصر بن نصر عکبری، ابو جعفر عباسی اور ابوبکر بن زانغونی سے اجازت حاصل تھی، معمر بن فاخر، شہدہ کاتبہ، اور ابوعلی بن شیروہ سے علم حاصل کیا، دمیاطی، ابوعلی بن خلال، محمد بن عبدالکریم منذری آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔ تہجد، عبادت اور تلاوت کا بے حد اہتمام کیا کرتے تھے۔ سیر اعلام النبلاء ۲۱/۲۳ - ۱۱۹ - العبر ۱۷۸/۵ - [۲۷۴/۳، سن وفات ۶۳۳ھ ہے، نور] شذرات الذهب ۲۲۳/۵ -

(۵) علی بن مختار: ابوالحسن علی بن مختار عامری، محلی، اسکندری۔ آپ ابن جمل کے نام سے مشہور ہیں، آپ کی پیدائش ۵۴۵ھ [۱۱۵۰ء] کے اوائل میں ہوئی، انہوں نے ابوطاہر سلفی سے کسب فیض کیا۔ اور کئی اجزاء میں اکیلے علم حاصل کیا، مصری امراء کی اولاد میں سے ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں منذری اور دمیاطی وغیرہ ہیں۔ ۱۲ شعبان ۶۳۸ھ [۱۲۳۱ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۲۳/۲۶ - ۷۷ - شذرات الذهب ۱۸۹/۵ - ۹۰ -

(۶) ابوالقاسم بن رواحہ: عزالدین ابوالقاسم عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن رواحہ انصاری، خزرجی، شامی۔ ۵۶۰ھ [۱۱۶۲-۶۵ء] میں تولد ہوئے۔ ابوطاہر سلفی اور علی بن ہبہ اللہ کاطلی سے آپ نے علم حدیث حاصل کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں برزالی، منذری، ابن صابونی، اور دمیاطی وغیرہ ہیں۔ حدیث میں ان سے کچھ تسامح ہوا ہے۔ ۶۳۶ھ [۳۹-۱۲۳۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۲۳/۲۶۱ - ۶۳ - شذرات الذهب ۲۳۴/۵ -

(۷) عیسیٰ خیاط: عیسیٰ بن سلامہ بن سالم بن ثابت حرانی۔ ان کی کنیت ابوالفضل تھی۔ شوال ۵۵ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔ ابوالفتح بن بطنی، ابوبکر بن نقور، محمد بن محمد بن نسکن اور شہدہ کے علاوہ کئی عمدہ محدثین نے احادیث روایت کرنے کی آپ کو اجازت دی تھی، اور یہ ان سے روایت کرنے والوں میں سب سے آخری راوی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں دمیاطی اور ابن طاہری ہیں۔ بڑے متقی و دیندار تھے۔ ان کی وفات ۶۵۲ھ [۵۵-۱۲۵۳ء] کے اواخر میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۲۳/۲۸۰ - ۸۱ - العبر ۱۳/۵ - ۲۱۲ - [۲۶۹/۳، نور] شذرات الذهب ۲۵۹/۵ -

حافظ زکی الدین منذری، (۱) اور اُس زمانہ کے دوسرے عالموں سے اس علم کو حاصل کیا۔ (۲) مصر، اسکندریہ، بغداد، حلب، حماة، مار دین، حران، دمشق اور اس کے نواح کے دوسرے شہروں کی سیر و سیاحت کی، (۳) صدق، دیانت اور حفظ و اتقان میں اپنے زمانہ کے سردار تھے، لغت و عربیت میں بھی پوری مہارت رکھتے تھے۔ علم انساب میں بھی اچھی واقفیت تھی، حسن صورت میں ضرب المثل تھے، (۴) لوگ ان کو ابن الماجد کہتے تھے، دمیاط میں مثل مشہور ہے کہ جب کسی دلہن کے حسن میں مبالغہ کرتے ہیں تو یہ کہا کرتے ہیں ”کأنها ابن الماجد“ (۵) کتاب الحیل، کتاب الصلوة الوسطی اور دیگر تالیفات نافعہ و تصنیفات مفیدہ کے مصنف و مؤلف ہیں۔ (۶) ابوالفتح ابن سید الناس (۷) مشہور سیرت کے مصنف، ابو حیان اور تقی الدین سبکی ان کے شاگرد ہیں۔ (۸) ایک روز حدیث کے درس کے بعد ان پر غشی طاری ہوئی، اسی حالت میں شاگردان کو مکان پر لے گئے، وہاں پہنچ کر غور سے دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی، عربی میں اس موت کو

(۱) زکی الدین منذری: آپ کا نام و نسب زکی الدین ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی منذری، شامی، مصری، شافعی ہے۔ ۵۸۱ھ [۱۱۸۵ء] شعبان کی ابتداء میں پیدا ہوئے۔ عمر بن طبرزد اور موسیٰ بن عبد القادر جیلی سے حدیث کا سماع حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں دمیاطی، ابن دقیق عید، یوسف بن عمر حسنی وغیرہ ہیں۔ حافظ عز الدین حسینی کہتے ہیں کہ حافظ منذری نے پہلے جامع ظافری میں درس دیا پھر ”الدار الکاملیہ“ کے مسند درس کو زینت بخشی، اور وہیں حصول علم میں پوری طرح یکسو ہو گئے۔ ہر فن مولیٰ ہونے کے باوجود علم حدیث میں بے مثال تھے۔ ان کی وفات ذی قعدہ ۶۵۶ھ [۱۲۵۸ء] میں ہوئی، سیر اعلام النبلاء ۲۳/۲۲-۳۱۹۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۲۶۸/۴- [۲۵۹/۴، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۲۶۸/۴- [۲۵۹/۴، نور] (۵) الدرر الکامنه ۲/۱۷۴

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۲۶۸/۴- [نور]

(۷) ابن سید الناس: ابوالفتح محمد بن محمد بن احمد بن سید الناس اندلسی، مصری۔ آپ ذی قعدہ ۶۱۳ھ [۱۲۱۳ء] میں پیدا ہوئے۔ ابن عز اور تقریباً ہزار شیوخ ۲۵۹/۴ سے حدیثیں سنیں، ابن دقیق عید کی صحبت میں رہے، اور ان کے چشمہ علم سے سیراب ہوئے۔ آپ کا شمار علمائے کبار اور حفاظ میں ہوتا ہے، علل و اسانید اور رجال کے ماہر تھے اور حدیث کی صحت و سقم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ ظاہریہ کی مسند درس حدیث انہیں کے سپرد کی گئی تھی۔ انہوں نے ”السیرۃ الکبریٰ“ اور ”السیرۃ الصغریٰ“ نامی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ شعبان ۳۳۳ھ [۱۳۳۳ء] میں انہوں نے وفات پائی۔ طبقات الحفاظ ص: ۵۲۔ شذرات الذهب ۶/۱۰۸۔ (۸) الدرر الکامنه ۲/۱۷۴۔ فوات الوفيات ۲/۴۱۰۔ [محقق نسخہ

، الدکتور احسان عباس مطبوعہ دار صادر بیروت ۳۸۷/۳، نور]

موت فجأة کہتے ہیں۔ یہ واقعہ ماہ ذی قعدہ ۵۰۵ھ [۱۳۰۶ء] میں پیش آیا،* اُن کے جنازہ پر لوگوں کا بہت ہجوم تھا۔^(۱) ان کی ظرافت آمیز باتوں میں سے ایک یہ لطیفہ مشہور ہے کہ ایک روز کسی ایسی مجلس میں تشریف لے گئے جہاں حدیث کا مذاکرہ ہو رہا تھا، ایک حدیث میں عبداللہ بن سلام کا نام آیا تو بعض اہل مجلس اس کو لام پر تشدید کے ساتھ (سلام) پڑھنے لگے، آپ نے فوراً یہ کہا ”سلام علیکم سلام سلام“ قارئین اپنی غلطی پر متنبہ ہو گئے۔^(۲) انہوں نے صغانی^(۳) سے بھی ملاقات کی تھی۔ اور ان کی مصنفات میں سے بیس کتابیں ان سے پڑھیں۔^(۴) آپ اکثر سنن شافعی کو پڑھاتے تھے۔ انصاف کے وقت یہ بھی صاف فرمایا کرتے تھے، کہ اس سنن کے اکثر الفاظ صحیحین کی روایت کے خلاف ہیں۔ آپ اگرچہ شافعی المذہب تھے، مگر امام مالک کی تعریف و توصیف اس کثرت سے کرتے تھے۔ کہ لوگ ان کو مالکی المذہب خیال کرتے تھے۔ آپ کی منظومات میں سے یہ دو قطعے ہیں:

علم الحدیث له فضل ومنقبة - نال العلاء به كان معنيا
علم حدیث کو فضیلت اور خوبی حاصل ہے، جو شخص اس میں لگا اُس نے بلندی حاصل کر لی۔
ما حازه ناقص إلا و كمله - أوحازه عاطل إلا به حلیا^(۵)
کوئی ایسا ناقص نہیں جو اس کو حاصل کر کے کمال تک نہ پہنچا ہو، کوئی زیور فضیلت سے خالی نہیں جو اس کے سبب سے زیور کمال سے آراستہ نہ ہو، ہو۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۴/۲۶۹ - [۴/۲۵۹، نور] (۲) الدرر الكامنه ۲/۴۱۷۔

(۳) صغانی: رضی الدین ابوالفضل حسن بن محمد بن حسن بن حیدر قرشی عدوی، عمری، صغانی، لاہوری، حنفی۔ ان کی کئی عمدہ تصانیف ہیں۔ لاہور میں ۵۰۵ھ [۸۲-۱۱۸۱ء] میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابن حصری اور محمد بن حسن مرغینانی سے کسب فیض کیا۔ عربی زبان و ادب میں معرفت تام حاصل تھی، ان کی بات حرف آخر مانی جاتی تھی، دمیاطی کہتے ہیں کہ صغانی صالح و نیکوکار، سچے اور خاموش مزاج تھے، لغت، فقہ و حدیث میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ میں نے ان سے خوب استفادہ کیا ہے، ان کی وفات انیس شعبان ۶۵۰ھ [۱۲۵۲ء] میں ہوئی اور مکہ میں سپرد خاک کئے گئے۔ سیر اعلام النبلاء ۲۳/۸۳-۲۸۲۔
[۲۳/۸۴-۲۸۲، نور] شذرات الذهب ۵/۲۵۰۔ العبر: ۶-۲۰۵۔

(۴) فوات الوفيات ۲/۴۱۱۔ (۵) فہرس الفہارس ۱/۴۰۹۔

* فارسی نسخہ میں عربی عبارت اس طرح ہے: ”كان ذلك في ذی قعدة سنة خمس وست مائة“

وما العلم إلا في كتاب وسنة وما الجهل إلا في كلام ومنطق
 نہیں ہے علم مگر کتاب وسنت میں، اور نہیں ہے جہل مگر علم کلام و منطق میں
 وما الخير إلا في سكوت بحسبة وما الشر إلا في كلام ومنطق
 اور نہیں ہے بھلائی مگر اس سکوت میں جو طلب ثواب کے لئے ہو، اور نہیں ہے برائی مگر
 گفتگو اور بولنے میں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ (دوسرے قطعہ کے) شعرا اول میں منطق اور کلام سے وہی دونوں علم مراد ہیں
 جو مشہور ہیں، اور شعر دوم میں یہ دونوں لفظ لغوی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔
 ومیاطی عموماً منطق کی مذمت میں بہت شد و مد سے کام لیتے تھے، مگر خصوصیت کے ساتھ جب مصر
 میں اس علم کا چرچا بہت ہو گیا تو انہوں نے بھی لوگوں کے مقابلہ میں اس علم کی جو سختی کر دی۔
 چنانچہ ان کے کلام کا کچھ حصہ سامعین کی دلچسپی کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔

وعن الأمر المنكر عليهم والنكر المعروف لديهم تدرسه لهم لعلم
 الفضول وتشاغلهم بالمعقول عن المنقول في اكبهم على علم
 المنطق واعتقادهم أن من لا يحسنه لا يحسن أن ينطق فليت شعري
 قرأه الشافعي ومالك أو هو أضاء لأبي حنيفة المسالك، أو هل علمه
 أحمد بن حنبل، أو كان الثوري على تعلمه قد أقبل، وهل استعان به
 إياس في ذكائه، أو بلغ به عمر، وما بلغ من دهائه، أو تمرس به قس
 وسحبان، ولو لاه لهما أفصح به أحدهما ولا أبان، أترى عقول القوم
 كليله، إذ لم نشهد على سنة أفترى فطنتهم عليله إذ لم تكرم في
 أجنته، كلا هي أشرف من أن تقيد في سجنه وأشرف من أن يستحوذ
 عليها طارق جنة، بالله لقد أغرق القوم فيما لا يعنيهم وأظهروا الافتقار
 إلى ما لا يعنيههم، بل يتبعهم مع السامات ويعنيههم، والشيطان يعدهم
 ويمنيههم، أما إنه كان أحاد من أهل العلم ينظرون فيه غير مجاهرين،

وَيَطَالِعُونَهُ لَامْتِظَاهِرِينَ، لَانْ أَقْلَ افَاتِهِ أَنْ يَكُونَ شُغْلٌ بِمَا لَا يَعْنِي
 الْإِنْسَانَ وَإِظْهَارٌ تَحْوِجٍ إِلَى مَا أَغْنَى عَنْهُ الرَّبُّ الْمَنَّانُ، وَأَمَّا هُوَ لَا
 فَقَدْ جَعَلُوهُ مِنْ أَكْبَرِ الْمَهْمَاتِ وَاتَّخَذُوهُ عِدَّةً لِلثَّوَابِتِ وَالْمَسْلَمَاتِ،
 فَهَمَّ يَكْثُرُونَ فِيهِ إِلَّا ابْتِغَاءً، [☆] وَيَنْفِقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فِي تَحْصِيلِهِ
 الْعَمْرَ الْمَضَاعَ، وَيَحْتَمُّونَ! أَمَا سَمِعُوا قَوْلَ دَاعِي الْهَدَى لَمَنْ أَمَّهُ حِينَ
 رَأَى عَمْرًا قَدْ كَتَبَ التَّوْرَةَ فِي لَوْحٍ وَضَمَّهُ، فَغَضِبَ وَقَالَ لِلْحَافِظِ
 الرَّاعِي لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا مَا وَسَعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِي، فَلَمْ يَوْسَعَهُ عَذْرًا فِي
 كِتَابِ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا، فَمَا ظَنَنْتُكَ بِمَا وَضَعَهُ الْمُتَخَبِّطُونَ فِي
 ظِلَامِ الشُّكِّ وَافْتَرَوْا فِيهِ كَذِبًا وَزُورًا؟ فَيَا لَلَّهِ! لِلْعُقُولِ الْخَرْفَةِ غَرَقَتْ فِي
 بَحَارِ ضَلَالِ الْفَلَسَفَةِ الْخ.

وہ نازیبا اور ناشائستہ بات جو ان میں شہرت پکڑ چکی ہے یہ ہے کہ وہ فضول علم (منطق
 و فلسفہ) کے پڑھنے پڑھانے میں لگے رہتے ہیں، اور علم منقول کو چھوڑ کر علم
 معقول (منطق) میں مشغول رہتے ہیں، گویا اسی میں کھوئے ہوئے رہتے ہیں،
 اور اعتقاد یہ رکھتے ہیں کہ جو اس علم کو اچھی طرح نہیں جانتا وہ خوش اسلوبی سے گفتگو
 نہیں کر سکتا، پس ان کی عقلوں پر تعجب ہے، (کیا مجھے کوئی بتا سکتا ہے) کہ امام شافعیؒ
 اور امام مالکؒ نے بھی اس کو پڑھا تھا؟ کیا امام ابوحنیفہؒ کے لئے اسی نے راستے روشن
 کئے تھے؟ کیا امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اس کی تعلیم حاصل کی تھی؟ کیا (سفیان) ثوریؒ
 نے اس کے پڑھنے کی طرف توجہ کی تھی؟ کیا ایاس (بن معاویہ) نے اپنی ذکاوت
 میں اس سے مدد لی تھی، یا عمروؒ (بن العاص) کو ذہانت و سیاست سے جو کچھ حصہ ملا تھا
 کیا وہ بھی اسی کی وجہ سے ہی اس مرتبہ کو پہنچے تھے؟ کیا قس اور سبحان (وائل) نے اس
 کے حصول میں کچھ زمانہ لگایا تھا کہ اگر وہ یہ علم حاصل نہ کرتے تو فصاحت و ذہانت

ظاہر نہ کر سکتے تھے؟ چونکہ قوم نے اس سان پر اپنی عقلوں کو تیز نہیں کیا تو کیا تم ان کو کند (ذہن) پاتے ہو؟ چونکہ انہوں نے اس منطق کے باغات کی سیر نہیں کی تو کیا تم ان کی (فطانت) کو علیل پاتے ہو؟ ہرگز نہیں! وہ اس سے بزرگ تر ہیں کہ اس کے قید خانہ میں محبوس ہوں، وہ اس سے بلند تر ہیں کہ تاریکی کا دل بادل ان کو ڈھانپ لے۔ بخدا! یہ لوگ محض بیکار باتوں میں مستغرق ہیں اور فضول امور کی طرف اپنی احتیاج ظاہر کرتے ہیں، بلکہ مصائب و تکالیف کو جھیلتے ہوئے بھی اس کا اتباع کرتے ہیں۔ شیطان ان سے وعدے کرتا رہتا ہے اور ان کو امیدیں دلاتا ہے۔ البتہ بعض اہل علم اس کا مطالعہ کرتے ہیں مگر نام و نمود کے لئے نہیں، اس میں غور و خوض کرتے ہیں مگر دکھاوے اور گھمنڈ کے طور پر نہیں، کیونکہ اس علم میں کم سے کم یہ آفت ہے کہ انسان بے سود باتوں کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ایسی چیز کی طرف دست حاجت بڑھاتا ہے جس سے خدائے کریم نے اس کو مستغنی کیا ہے۔ لیکن وہ لوگ (جو منطقی ہیں) انہوں نے اس کو اکبر مہمات (اہم ترین امور) میں شمار کر لیا ہے، اور ثابت شدہ و مسلمہ امور کے لئے اس کو سامان قرار دیا ہے، (چنانچہ) وہ لوگ اس میں بہت دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اس کی تحصیل میں اپنی عمر ضائع و برباد کرتا ہے، افسوس ہے ان پر! کیا انہوں نے ہدایت کے داعی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا قول نہیں سنا، جب انہوں نے عمر فاروقؓ کو دیکھا کہ وہ تورات کو تختیوں پر لکھ کر اپنے پاس محفوظ کئے ہوئے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے، اور نصیحت کو محفوظ اور اس کی نگہداشت کرنے والے (حضرت عمرؓ) سے فرمایا (یادرکھو) اگر موسیٰ علیہ السلام (میرے زمانہ میں) زندہ ہوتے (جن پر تورات نازل کی گئی تھی) تو ان کے لئے بھی اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ میرا اتباع کریں۔ (اب تم خیال کرو) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ کی اس کتاب کے بارے میں جو سراسر نور ہی نور تھی، عمر کو عذر خواہی کی وسعت نہ دی، تو پھر تمہاری رائے ایک ایسے فن کی نسبت کیا

ہونی چاہئے جس کو شک کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھانے والوں نے گھڑ لیا ہو، جس کو جھوٹ اور سراسر بناوٹ کی شکل دیدی ہو، پس حسرت ہے اُن نافرمان عقلموں پر جو فلسفہ کے گمراہ کن سمندروں میں ڈوب چکی ہیں۔

دیماطی کی تصانیف میں چند اربعین بھی ہیں، اربعین متباینۃ الاسناد، اربعین صغریٰ اور یہ پہلی اربعین کا مختصر ہے، اربعین موافقات عوالی، اربعین تساعیات الاسناد والابدال، جب آپ اس اربعین کی تالیف سے فارغ ہوئے تو یہ چند بیت نظم کئے۔

خذھا أحادیث أبدالاً مصححة وافت تساعیة الإسناد فی العدد
توان احادیث کو جو ابدال^(۱) اور صحیح ہیں یاد کر لے، جن کی اسناد شمار میں تساعی ہیں۔

فی اول وقعة فیہ مرافقة لأحمد بن شعيب قائل السدد
اس کی پہلی حدیث میں نسائی سے مرافقت ہے، جو درست بات کے کہنے والے تھے۔

وتلوہ وردت فیہ مصافحة لمسلم حافظ الألفاظ والسند
اور اس کے بعد کی حدیث میں مصافحت^(۲) وارد ہوئی ہے، امام مسلم سے جو الفاظ و سند کے حافظ ہیں۔

ومثله بعد عشرين موافقة لترمذی أبی عیسیٰ حماد رد
اور اسی طرح بیسویں حدیث کے بعد موافقت^(۳) امام ابو عیسیٰ ترمذی سے ہے، جن کی حفاظت میں تو بھی آجا۔

(۱) اصطلاح محدثین میں ابدال کے معنی یہ ہیں کہ کوئی راوی اپنے سلسلہ اسناد کو محدث مصنف کے شیخ الشیخ تک پہنچادے، مثلاً بخاری قتیبہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام مالک سے، اور کوئی دوسرا راوی اپنے دوسرے سلسلہ اسناد کو قلت اعداد کے ساتھ مالک تک پہنچادے۔ [ع]

(۲) مصافحہ یہ ہے کہ راوی کی اسناد محدث مصنف کے شاگرد کے مساوی ہو جائے، اس عدد میں جو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا ہے، مثلاً اگر محدث مصنف کے شاگرد کے اسناد کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پانچ عدد ہوتے ہیں تو اس کے بھی پانچ ہی عدد ہوں۔ [ع]

(۳) محدث مصنف کی موافقت کے یہ معنی ہیں کہ کوئی راوی اپنے سلسلہ کو مع قلت عدد کے اس کے شیخ تک ملادے، مثلاً بخاری کے شیخ قتیبہ ہیں اور قتیبہ کے شیخ مالک ہیں، پس اگر کوئی راوی اپنی روایت کا سلسلہ قلت عدد کے ساتھ قتیبہ تک پہنچادے، تو اس کو بخاری سے موافقت ہوگی۔ [ع]

ان کی ایک اور تصنیف بھی ہے جو سواحدیث کا ذخیرہ ہے، جو مائة تساعیة فی الموافقات وأبدال العلیة کے نام سے مشہور ہے، تساعیات مطلقہ، أربعین جلیہ فی الأحکام النبویہ، اور ایک دوسری أربعین بھی جو جہاد کے بارے میں ہے، اُن کی تالیف کردہ ہیں۔ مجالس بغدادیہ، مجالس دمشقیہ، کشف المغطی فی تبیین الصلوٰۃ والوسطی، کتاب فضل صوم ستہ من شوال، کتاب فضل الخیل، کتاب التسلی والاعتباط بثواب من تقدم من الافراط، کتاب الذکر والتسبیح أعقاب الصلوٰۃ، کتاب ذکر أزواج النبی وأولادہ وأسلافہ اور ان کے علاوہ بھی آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔^(۱)

کرامات الاولیاء للخلال

خلال کا نام و نسب یہ ہے: ابو محمد حسن بن محمد بن حسن بن علی بغدادی۔^(۲) ۳۵۲ھ [۹۶۳ء] میں پیدا ہوئے۔^(۳) ابو بکر و راق، ابو بکر ابن شاذان اور اسی طبقہ کے دوسرے لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا۔^(۴) خطیب بغدادی، ابوالحسین ابن الطیوری، جعفر بن احمد سراج، علی ابن عبدالواحد دینوری اور دوسرے کامل ترین محدثین خود ان سے روایت کرتے ہیں۔^(۵) تمام محدثین کے نزدیک ثقہ، معتبر اور حفظ حدیث میں اپنے زمانہ کے سردار ہیں۔^(۶) صحیحین پر ان کی ایک مسند ہے، لیکن وہ نا تمام ہے۔^(۷) ماہ جمادی الاولیٰ ۳۳۹ھ [۱۰۴۷ء] وفات پائی۔^(۸) حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ میں ان کے واسطہ سے یہ روایت کی ہے:

(۱) ان کی تالیفات کے لئے دیکھئے: فہرس الفہارس ۱/۴۰۷۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰۷۔ [۲۹۰/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۵۹۳۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰۷۔ [۲۹۰/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۵۹۳۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰۷۔ [۲۹۰/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۵۹۳۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰۷۔ [۲۹۰/۳، نور]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰۷۔ [۲۹۰/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۵۹۳۔

(۷) تاریخ الاسلام (۴۳۱ھ تا ۴۴۰ھ) ص: ۴۷۱۔ [۶۴۰/۹، ۳۸۱-۴۵۰] نور

(۸) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۵۹۳۔ تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰۷۔ [۲۹۰/۳، نور]

أخبرنا جعفر بن منير قال: حدثنا الحافظ أحمد بن محمد يعني السلفي قال: حدثنا أبو سعيد محمد بن عبد الملك بن أسد قال: حدثني علي بن أحمد السرخسي الحافظ من حفظه قال: حدثنا عبد الله بن عثمان الواسطي قال: سمعت أبا القاسم بن أيوب بن محمد خطيبنا بواسطة يقول: سمعت أبا عثمان المازني يقول: حدثنا سيويه عن الخليل بن أحمد عن زر بن عبد الله الهمداني عن الحارث عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أهل المعروف في الدنيا أهل المعروف في الآخرة، وأهل المنكر في الدنيا هم أهل المنكر في الآخرة.^(۱)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دنیا میں بھلائی کرنے والے ہیں وہی آخرت میں بھلائی کرنے والوں میں شمار ہوں گے، اور جو دنیا میں برائی کرنے والے ہیں وہی آخرت میں بھی برائی کرنے والوں میں شمار ہوں گے۔

جزء ابن نجید

ابن نجید اپنے زمانہ کے اوتاد، اپنے وقت کے صوفیاء کرام کے شیخ اور زہد و عبادت میں یکتا تھے، خراسان میں بلندی اسناد میں مشارالیه اور مشہور آفاق تھے، اس جزء کے شروع میں اس طرح بیان کیا ہے:

حدثنا أبو مسلم إبراهيم بن عبد الله الكجّي قال: حدثنا أبو عاصم الضحاك بن مخلد النبيل عن الأوزاعي قال: حدثني قرّة بن عبد الرحمن عن ابن شهاب عن أبي سلمة عن أبي هريرة قال:

(۱) ذہبی نے اسے تاریخ الاسلام کے بجائے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیا ہے۔ ۳۰۸/۳۔ [۳/۲۹۱، نور]

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحب عبادي إليّ أعجلهم
فطراً. (۱)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کو وہ
شخص زیادہ محبوب ہے جو اپنے روزہ کو (وقت پر) افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے۔

ابن نجید کا نام و نسب یہ ہے: ابو عمر واسماعیل بن نجید بن احمد بن یوسف بن خالد سلمی، نیشاپوری۔
تصوف، عبادات اور معاملات میں اپنے زمانہ کے شیخ تھے۔ (۲) اپنے باپ دادا سے میراث میں بہت مال
پایا تھا، جو سب کا سب خدا کی راہ میں اور علماء و مشائخ پر صرف کر دیا۔ انہوں نے (شیخ) جنید (۳) اور ابو عثمان
حیری (۴) اور دیگر بزرگوں کی صحبت پائی تھی، (۵) ابراہیم بن ابی طالب، (۶) عبد اللہ بن احمد بن حنبل، محمد

(۱) ترمذی نے یہ روایت اپنی جامع میں کتاب الصوم، باب ماجاء فی تعجیل الافطار میں ذکر کی ہے، اور کہا ہے کہ یہ
حدیث ”حسن غریب“ درجہ کی ہے۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱/۱۶۶۔

(۳) جنید بغدادی: جنید بن محمد بن جنید نہاوندی بغدادی قواریری، صوفیاء کے شیخ ہیں۔ ۲۲۰ھ [۸۳۵ء] کے بعد پیدا ہوئے۔
انہوں نے ابو ثور سے علم فقہ حاصل کیا اور سری سقطی اور حسن بن عرفہ اور حارث محاسبی کی صحبت پائی اور علمی تشنگی دور کی، پھر جب
اپنی اصلاح کی فکر دامن گیر ہوئی، تو انہوں نے خوب عبادات و ریاضات کئے اور خوب آہ و بکا کی۔ ان کی گفتگو حکیمانہ تھی۔
انہوں نے بہت کم حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں جعفر خلدی اور ابو بکر شبلی ہیں۔ ۲۹۸ھ [۹۱۱ء]
میں دارجاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱/۷۶-۶۶۔ [۷۰/۱۴-۶۶، نور]

(۴) ابو عثمان حیری: ابو عثمان سعید بن اسماعیل بن سعید بن منصور نیشاپوری، حیری، صوفی ان کا پورا نام ہے، رے میں،
۲۳۰ھ [۸۳۳-۳۵ء] میں ان کی ولادت ہوئی، انہوں نے محمد بن مقاتل رازی اور موسیٰ بن نصر سے حدیث کا فیض حاصل
کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں اسماعیل بن نجید ہیں۔ یہ مستجاب الدعوات اور بڑے عابد و زاہد تھے۔ ان کی وفات
۲۹۸ھ [۹۱۱ء] میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱/۶۶-۶۲۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱/۱۶۷۔

(۶) ابراہیم بن ابوطالب: ان کا نام و نسب ابو اسحاق ابراہیم بن ابوطالب ہے۔ اپنے زمانہ میں محدثین کے امام تسلیم کئے
جاتے تھے۔ اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل، عمرو بن علی فلاس اور بندار سے انہوں نے حدیث کا فیض حاصل کیا۔ ابو یحییٰ خفاف،
ابن خزیمہ وغیرہ نے خود ان سے روایت کی ہے۔ ابو حامد بن شرقی کہتے ہیں کہ میں نے خراسان میں پانچ ائمہ حدیث سے روایت کی
ہے، ذہلی، دارمی، بخاری، مسلم اور ابراہیم بن ابوطالب۔ دور جب ۲۹۵ھ [۹۰۸ء] کورب حقیقی سے جا ملے۔ سیر اعلام النبلاء
۱/۱۳-۵۴۷۔ العبر ۲/۱۰۰- [۴۲۷/۱، نور] شذرات الذهب ۲/۲۱۸۔

بن ایوب رازی^(۱) اور ابو مسلم کجی سے حدیث کا فیض حاصل کیا۔^(۲) اُن کے نواسے ابو عبدالرحمن سلمی (جو صوفیاء کے شیخ ہیں) اور ابو عبداللہ حاکم اور دوسرے چیدہ بزرگوں نے خود اُن سے حدیث کو پڑھ کر ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا۔^(۳) اُن کے زمانہ کے لوگ اُن کو ابدال جانتے تھے،^(۴) ترانوے سال کی عمر پائی، اور ۳۶۵ھ [۷۶-۹۷ء] میں انتقال ہوا۔^(۵) اُن کے مناقب جلیلہ میں یہ واقعہ عجیب و غریب ہے کہ ایک دفعہ ان کے شیخ ابو عثمان حیری کو بعض سرحدوں کے جہاد میں مجاہدین کی خدمت کے لئے کچھ خرچ کی ضرورت پیش آئی، شیخ نے لوگوں سے وصولی کی بہت کچھ کوشش کی، مگر جب کچھ نتیجہ نہ نکلا تو ایک روز عین مجلس میں اس غرض سے کہ شاید یہ عمل خیر اُن (ابن نجید) کے ہاتھ انجام کو پہنچے، شیخ نے نہایت حسرت سے گریہ وزاری کرتے ہوئے اُس ضرورت کو بیان کیا، ابن نجید نے اپنے شیخ کا یہ حال دیکھا تو دو ہزار درم کی تھیلیاں اپنے مکان سے لا کر شیخ کے قدموں میں ڈال دیں، شیخ بہت خوش ہوئے اور برسر مجلس تمام لوگوں کے روبرو اس عمل خیر کا اظہار کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اے دوستو! خوش ہو جاؤ ابو عمرو نے تم سب کی طرف سے اس بار کو برداشت کر لیا، مجھ کو امید ہے کہ اس عمل کے بدلہ میں قرب الہی میں اُن کو مراتب عالیہ نصیب ہوں گے۔ ابن نجید بھی اس مجلس میں موجود تھے، انہوں نے یہ خیال کر کے کہ میرا عمل لوگوں پر ظاہر ہو گیا، بے تابانہ اٹھ کر یہ عرض کیا کہ اے حضرت! اے میرے شیخ! میں اپنی والدہ کا یہ مال اٹھالایا تھا، اب

(۱) محمد بن ایوب بجلي: ابو عبداللہ محمد بن ایوب بن یحییٰ بن ضریس بجلي، رازی۔ ۲۰۰ھ [۸۱۵ء] سے قبل ان کی پیدائش ہوئی۔ انہوں نے مسلم بن ابراہیم، قعنبی، ابوداؤد طیالسی اور مسدد سے حدیثیں سنی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں عبدالرحمن بن ابو حاتم، اسماعیل بن نجید ہیں۔ ابویعلیٰ خلیلی کہتے ہیں کہ ابن ضریس ثقہ ہیں، ان کے والد بھی محدث تھے، عاشورہ کے روز ۲۹۳ھ [۹۰۶ء] میں بمقام رے آپ کا انتقال ہوا۔ سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۰-۵۱ [۱۳/۵۳-۴۹]۔

۴۹-، نور] العبر ۲/۹۸- [۱/۲۶، نور] الجرح والتعديل ۷/۱۹۸- شذرات الذهب ۲/۲۱۶-

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۶-

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۶-

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۸-

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۸-

☆ ”اُن“ سے مراد اہل مجلس ہیں۔

ان کو خبر ہوئی تو وہ اس کو دینے میں رضامندی ظاہر نہیں کرتیں، تو یہ مال خدا کی راہ میں کس طرح مقبول ہوگا؟ مجھے امید ہے کہ آپ یہ مال مجھے واپس کر دیں گے، تاکہ میں اپنی والدہ کے سپرد کردوں اور اس گناہ سے چھٹکارا پاؤں۔ شیخ نے یہ حقیقت سنتے ہی وہ تمام مال اسی وقت واپس کر دیا، اور وہ اس کو اٹھا کر لے گئے۔ جب رات ہوئی اور حاضرین مجلس شیخ سے جدا ہو گئے تو ابن نجید اس مال کو لائے، اور شیخ کی خدمت میں پیش کر کے یہ عرض کیا کہ اس کو پوشیدہ طور پر مستحقین کو عنایت فرمائیے، میرا نام کسی پر ہرگز ظاہر نہ کیجئے، شیخ ابو عثمان پر حالت گر یہ طاری ہو گئی اور یہ فرمایا کہ تیری ہمت پر صد آفرین۔^(۱)

ابن نجید کے ملفوظات میں سے یہ ہے کہ آپ نے فرمایا سا لک پر جو حال وارد ہو (گو وہ برانہ ہو) مگر جب وہ نتیجہ میں علم کو مفید نہ ہو تو اس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ ہوتا ہے۔^(۲) یہ بھی فرمایا کہ مقام عبودیت اُس وقت نصیب ہوتا ہے جب سالک اپنے افعال کو ریا اور اپنے تمام اقوال کو محض دعویٰ سمجھے۔^(۳) یہ بھی فرمایا کہ جس شخص کو مخلوق کے سامنے اپنا زوال جاہ شاق نہ ہو تو اس کے لئے دنیا اور اہل دنیا کو ترک کر دینا آسان ہو جاتا ہے۔^(۴)

شیخ ابو عثمان حیری ابن نجید کے بارے میں کہا کرتے تھے، کہ لوگ اس جوان کی محبت میں مجھ کو ملامت کرتے ہیں، لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ میرے طریق پر اس کے سوا اور کوئی نہیں چلے گا، اور میرے مرنے کے بعد یہی شخص میرا خلیفہ ہوگا۔^(۵)

جزء الفیل لابی عمرو بن السماک

حضرت عائشہؓ کی حدیث میں جو ابو بکرؓ اور زبیرؓ کی فضیلت میں ہے، اور جو اس کتاب کا ابتدائی حصہ ہے، یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۷-۴۶-۱۴۶۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۷۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۷۔

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۷۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۷۔

حدثنا أحمد بن عبد الجبار العطاردی الکوفی قال: حدثنا أبو معاوية عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة قالت: يا ابن أختي كان أبواك يعني أبابكر والزبير من الذين استجابوا لله والرسول من بعد ما أصابهم القرخ^(۱) قالت: لما انصرف المشركون من أحد وأصاب النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه ما أصابهم خاف، أن يرجعوا من ينتدب لهؤلاء في خبائهم حتى يعلموا أن بنا قوة قالت: فانتدب أبو بكر والزبير في سبعين فخرجوا في اثار القوم فسمعوا بهم فانصرفوا قالت: فانقلبوا بنعمة من الله وفضل، قالت: لم يلقوا عدواً^(۲).

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اے بھانجے میرے تمہارے باپ یعنی ابو بکر اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لوگوں میں سے ہیں جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ”الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْخُ“ (پھر یہ بھی فرمایا اصل واقعہ یہ ہے) کہ جب مشرکین احد سے لوٹے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے اصحاب کو وہ تکلیف پہنچی جو پہنچنی تھی، (یعنی ظاہری شکست) اور آپ کو یہ خوف ہوا کہ شاید کفار پھر پلٹ کر آ رہے ہیں (یعنی جب آپ کو کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ کفار کا باہم مشورہ ہوا ہے کہ مسلمان بھاگ تو گئے ہیں اور ان میں ضعف آ گیا ہے، ایک حملہ اس شدت سے اور کرو کہ ان کا استیصال اور قلع قمع ہو جائے) تو آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو میرا حکم بجالائے، اور ان

(۱) سورہ آل عمران: ۱۷۲۔

(۲) امام بخاری نے کتاب المغازی، باب الذین استجابوا لله والرسول میں اور مسلم نے اس حدیث کے ایک جزء کو اپنی صحیح کی کتاب الفضائل، باب من فضائل طلحة والزبیر میں ذکر کیا ہے۔

(۳) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانا بعد اس کے کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا۔ [ع]

کے خیموں میں گھس پڑے تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ (ہنوز) ہم میں قوت ہے۔ تو ستر آدمیوں میں سے (صرف) ابو بکر اور زبیرؓ نے آپ کی اجابت [☆] کی اور قوم کے پیچھے نکل کھڑے ہوئے، جب کفار کو یہ معلوم ہوا کہ تو وہ لوٹ گئے پھر حضرت عائشہؓ نے یہ آیت پڑھی ”فَانْقَلِبُوا (۱) بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سَوْءٌ وَّاَتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ“ اور یہ بھی کہا کہ ان دونوں نے دشمن کو نہ پایا۔

ابن السماک کی کنیت ابو عمر و اور نام و نسب یہ ہے: عثمان بن احمد بن یزید بغدادی دقاق۔ (۲)
ابن السماک کے ساتھ معروف ہیں، انہوں نے محمد بن عبید اللہ المنادی، (۳) حنبل بن اسحاق، (۴)

(۱) پھر اللہ کے فضل اور احسان سے چلے آئے (اور) ان کو کچھ برائی نہ پہنچی اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔ [ع]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴۴۴۔

(۳) محمد بن عبید اللہ منادی: ابو جعفر محمد بن ابوداؤد عبید اللہ بن یزید بغدادی، منادی۔ ان کی پیدائش جمادی الاولیٰ ۱۷۱ھ [۶۷۸ء] میں ہوئی۔ حفص بن غیاث، اسحاق ازرق، روح بن عبادہ وغیرہ سے کسب فیض کیا۔ ابوالقاسم بغوی، عبدالرحمن بن ابوحاتم، ابوالعباس اصم، اور اسماعیل صفار جیسے محدثین نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔ ابوحاتم نے انہیں صدوق کہا ہے، آپ ثقہ، محدث اور اپنے زمانہ کے کبار شیوخ میں سے ہیں۔ رمضان ۲۷۲ھ [۸۸۶ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۵۵-۵۶/۳۔ الجرح والتعديل ۸/۳۔ تاریخ بغداد ۲/۲۷-۳۲۶۔ تہذیب التہذیب ۹/۲۷-۳۲۵۔ شذرات الذهب ۲/۱۶۳۔

(۴) حنبل بن اسحاق: ابو علی حنبل بن اسحاق بن حنبل بن ہلال بن اسد شیبانی ان کا پورا نام ہے۔ رشتے میں امام احمد بن حنبل کے چچازاد بھائی ہیں۔ انہوں نے امام احمد ہی سے کسب فیض کیا۔ ۲۰۰ھ [۸۱۵ء] سے قبل پیدا ہوئے۔ سلیمان بن حرب، ابو نعیم، عفان بن مسلم، حمیدی، ابوالولید طیبی اور علی بن جعد سے حدیث کی سماعت کی۔ ابن صاعد، ابوبکر خلال، محمد بن مخلد، عثمان سماک وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ خطیب نے انہیں ثقہ اور ثبت کہا ہے۔ ان کی وفات ۲۷۳ھ [۸۸۶ء] میں ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۱-۵۲/۱۳۔ [نور] الجرح والتعديل ۳/۳۲۰۔ تاریخ بغداد ۸/۸۷-۲۸۶۔ شذرات الذهب ۲/۶۴-۱۶۳۔

☆ ترجمہ میں کچھ غلطی ہوئی ہے، اس طرح ہونا چاہئے: منجملہ ان ستر لوگوں کے ابو بکر و زبیرؓ نے بھی آپ کی اجابت کی۔

حسن بن مکرم، (۱) یحییٰ بن ابی طالب اور اس فن کے دوسرے بزرگوں سے علم حدیث کو حاصل کیا، (۲) اور خود ان سے حاکم، ابن مندہ، ابن القطان، ابوعلی ابن شاذان اور دوسرے بزرگ روایت کرتے ہیں، (۳) خطیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن رزقویہ سے یہ سنا ہے "نُحِذُ [☆] من البازي الأبيض أبو عمرو بن السماك" (۴) (سفید باز ابو عمرو بن سماک سے علم حاصل کرو) ماہ ربیع الاول ۳۲۲ھ [۹۵۵ء] میں آپ کا انتقال ہوا، ان کے مکان سے قبرستان تک ان کے جنازہ کے ساتھ پچاس ہزار آدمی تھے۔ (۵)

جزء فضائل اہل البیت

یہ کتاب ابو الحسن علی بن معروف بزار کی تصنیف ہے، آخر کتاب میں باب حدیث البرّ والصلّة کے ذیل میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں:

حدثنا أبو إسحاق إبراهيم بن عبد الصمد بن موسى بن محمد بن إبراهيم بن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس قال: حدثني أبي قال حدثني محمد بن إبراهيم الامام، عن عبد الصمد بن علي بن عبد الله بن عباس

(۱) حسن بن مکرم: ابوعلی حسن بن مکرم بغدادی۔ علی بن عاصم، یزید بن ہارون، روح بن عبادہ وغیرہ کی شاگردی میں انہوں نے علم حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں قاضی محاطی، اسماعیل صفار، اور ابو بکر نجاد ہیں، خطیب نے ان کی توثیق کی ہے۔ ان کا انتقال رمضان ۲۷۴ھ [۸۸۸ء] میں ہوا۔ سیر اعلام النبلاء ۱۳/۱۹۲۔ [۹۳/۱۳-۱۹۲، نور] العبر ۲/۵۳۔ [۳۹۵/۱، نور] تاریخ بغداد ۷/۴۳۲۔ شذرات الذهب ۲/۱۶۵۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴۴۴۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴۴۴۔ [۴۴۵/۱۵، نور]

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴۴۵۔

☆ سیر اعلام النبلاء میں "حدثنا الباز الأبيض" ہے۔ اور یہی صحیح ہے، اس لئے کہ عمرو بن سماک کی وفات ۳۲۲ھ اور خطیب کی پیدائش ۳۶۲ھ کے درمیان تقریباً اٹھارہ سال کا فرق ہے، لہذا ابن رزقویہ عمرو بن سماک سے اپنے کسب فیض کو بتا سکتے ہیں، ابن سماک کی وفات کے کم و بیش پچیس سالوں بعد ان کی شاگردی اختیار کرنے کی ترغیب دینا عبث اور فضول بات ہے۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴۴۵

قال: حدثني أبي عن جدي عبد الله قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إنه كان في بني إسرائيل ملكان أخوان على مدينتين وكان أحدهما باراً برحمته عادلاً في رعيته وكان في عصرهما نبي فأوحى الله إلى ذلك النبي أنه قد بقي من عمر هذا البار ثلث سنين ومن عمر هذا العاق ثلثون سنة، فأخبر ذلك النبي رعية هذا ورعية هذا فأحزن ذلك رعية العادل وأحزن ذلك رعية الجابر قال: ففرقوا بين الأطفال والأمهات وتركوا الطعام والشراب وخرجوا إلى الصحراء يدعون الله عز وجل أن يمتعهم بالعدل ويزيل عنهم أمر الجابر فأقاموا ثلثاً فأوحى الله عز وجل إلى ذلك النبي أن أخبر عبادي أني قد رحمتهم، فأجبت دعائهم، فجعلت ما بقي من عمر هذا البار لذلك الجابر وما بقي من عمر ذلك الجابر لهذا البار قال: فرجعوا إلى بيوتهم ومات الجابر لتمام ثلث سنين وبقي العادل فيهم ثلثين سنة ثم تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم وَمَا يُعْمَرُ مِنْ مُعَمَّرٍ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ عُمرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (۱)

حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو بھائی دو شہروں کے بادشاہ تھے، ان میں سے ایک تو اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی (بھلائی) اور اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرتا تھا اور دوسرا قطع رحمی سے پیش آتا تھا، اور اپنی رعیت پر ظلم کرتا تھا۔ ان کے زمانہ میں ایک نبی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان (نبی) پر وحی نازل فرمائی کہ اس نیک بخت بادشاہ کی عمر کے صرف تین سال باقی رہ گئے، اور اس نافرمان کی عمر کے تیس سال باقی رہ گئے۔ نبی نے اس امر کی اطلاع دونوں بادشاہوں کی رعیت کو دیدی، تو اس عادل کی رعایا کو (بھی) اس کا غم ہوا، اور اس

ظالم کی رعایا (بھی) غمگین ہوئی، دونوں کی رعیت نے بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا اور کھانا پینا ترک کر کے صحرا میں جا کر دعا کرنے لگے کہ خدا! اس جابر کے پنبہ سے نجات دے، اور عادل کا زمانہ دیر تک قائم رہے (تا کہ رعایا کو چین نصیب ہو) اسی طرح تین دن دعا میں گزارے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پر یہ وحی نازل فرمائی کہ میرے بندوں کو اس کی خبر کر دو کہ میں نے ان پر رحم کیا اور ان کی دعا کو قبول کیا، اور میں نے اس عادل کی عمر میں سے جو کچھ باقی رہا تھا وہ تو اس ظالم کو دیدیا، اور اس ظالم کی عمر میں سے جو کچھ باقی رہا تھا وہ اس نیک بخت کو عطا کر دیا، (یہ سن کر) لوگ خوشی خوشی گھروں کو واپس ہوئے (چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ) وہ ظالم تو تین سال کے بعد ہی مر گیا اور وہ عادل تیس سال تک زندہ رہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی، (جس کا ترجمہ یہ ہے) اور نہ عمر پاتا ہے کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتی ہے کسی کی عمر، مگر لکھا ہے کتاب میں، بیشک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے (یعنی جس کی جتنی عمر ہے، لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے)

یہ علی بن معروف، علی بن الفراء کے (جو عمدہ محدثین میں سے ہیں) استاد ہیں، اور ابراہیم بن عبدالصمد ہاشمی^(۱) کے شاگرد ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ حدیث کے اسناد میں بیان ہوا۔ خطیب کہتے ہیں کہ محمد بن الباغندی، ابوالقاسم بغوی، اور قاضی محاملی بھی ان کے شاگرد ہیں^(۲) اور میں ایک واسطہ سے ان سے روایتیں لاتا ہوں۔^(۳) ابوالحسن نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں، ان کی وفات کا سال تو معلوم

(۱) ابراہیم بن عبدالصمد ہاشمی: ابواسحاق ابراہیم بن عبدالصمد بن موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمی، بغدادی۔ ابومصعب، زہری، شیخ، حسین بن حسن مروزی کے شاگرد اور دارقطنی، ابو حفص بن شاہین، ابن مقرئ اور کئی دوسرے حضرات کے استاد ہیں۔ ان کی وفات ۳۲۵ھ [۳۷-۹۳۶ء] سامرا میں ہوئی، عمر ۹۰ سال سے زائد تھی۔ سیر اعلام النبلاء ۷۱-۷۲/۱۵۔ شذرات الذهب ۲/۶۰۶۔

(۲) تاریخ بغداد ۱۱۴/۱۲۔

(۳) خطیب کہتے ہیں کہ علی بن معروف سے ہمیں غالب بن ہلال حفار، عبدالعزیز بن علی ازجی اور احمد بن علی بن توزی نے روایت بیان کی ہے۔ تاریخ بغداد ۱۱۴/۱۲۔

نہیں، البتہ اس قدر معلوم ہے کہ ۳۸۵ھ [۹۹۵ء] تک زندہ رہے، کیونکہ ابن التوزی نے ان سے اسی سال حدیث کا سماع کیا ہے، گویا اس سن کے بعد کسی سال وفات ہوئی۔^(۱)

اربعین شحامی

اس کتاب میں چالیس حدیثیں ہیں، جن کے آخر میں اشعار و حکایات بھی بیان کی گئی ہیں، شحامی کا نام و نسب یہ ہے: ابو منصور^(۲) عبد الخالق بن زاہر بن طاہر الشحامی^(۳) اس کتاب کے دیباچہ میں یہ خطبہ ہے:

الحمد لله رب العالمين على الائه، حمداً كما ينبغي لكرم وجهه وعز جلاله، والصلوة والسلام على المفضل على جميع خلقه، محمد و اله الطيبين وصحبه الطاهرين من بعده، وبعد، فقد سلف مني جمع أربعين حديثاً عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من أربعين شيخاً من مشائخي الذين أدركتهم وسمعت منهم، ورجوت بذلك الدخول في زمرة الذين ورد فيهم الخبر المشهور عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، من حفظ أربعين حديثاً من أمتي^(۴) الخ، فاستحسنت بي داعية

(۱) تاریخ بغداد ۱۲/۱۱۴

(۲) نیشاپور میں شوال ۵۵۰ھ [۱۱۵۵ء] میں وفات پائی۔ [ع]

(۳) شحامی: عبد الخالق بن زاہر بن طاہر بن محمد نیساپوری شحامی، ان کا نام اور کنیت ابو منصور تھی۔ ان کی ولادت ۲۷۵ھ [۸۳-۸۲ء] میں ہوئی۔ انہوں نے اپنے دادا، ابو بکر بن خلف اور محمد بن سہل سراج سے فیض حدیث حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن عساکر، سمعانی اور موید طوسی ہیں۔ سمعانی نے انہیں ثقہ اور صدوق کہا ہے۔ حسن کردار اور حسن سیرت کے پیکر تھے۔ مکتبہ بن راویوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، شوال ۵۳۹ھ [۵۵-۱۱۵۴ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۲۰/۲۵۴-۲۰/۵۶-۲۵۴ [نور] العبر ۴/۱۳۷-۱۰/۳ [نور] شذرات الذهب ۴/۵۴-۱۵۳۔

(۴) یہ حدیث ابو الدرداء، معاذ بن جبل، ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً منقول ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: ”من حفظ علی امتی أربعين حديثاً من أمر دينها بعثه الله فقيها“ حافظ ابن عساکر نے مختلف طرق سے کتاب الاربعين البلدانية میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ص: ۴۴-۳۹۔ مطبوعہ مکتبہ اضواء السلف ریاض ص: ۳۰۔

أن أخرج من مسموعاتي أربعين حديثاً عن أربعين شيخاً من
مشائخي عن أربعين نقرأ من الصحابة الأكرمين، وأتيمن بالبداية
بالعشرة المشهود لهم بالجنة فيجتمع لها مع شرف المتن شرف
السند، جعل الله تعالى سعيًا خالصاً لوجهه وأملانا من نوال بركاتِهِ
بفضله وسعة جوده.

ہر قسم کی نعمتوں پر تمام حامد کا مستحق وہی خدا ہے جو تمام جہاں کا پروردگار ہے میں اس کی
وہ کامل حمد کرتا ہوں جو اس بزرگ ذات اور اُس کی عزت جلال کے شایان ہے، درود
وسلام اُس ذات پر نازل ہوتا رہے، جس کو تمام مخلوق پر فضیلت دی گئی ہے، جن کا نام
محمد ہے، اور ان کے بعد آپ کی پاک اولاد اور آپ کے پاک بزرگوار صحابہ پر۔

حمد و صلوة کے بعد (یہ عرض ہے کہ) میں اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
چالیس حدیثیں اپنے شیوخ میں سے ان چالیس شیوخ سے جن کی صحبت میں نے
پائی، اور جن سے میں نے سماع حدیث کیا، جمع کر چکا تھا، اس جمع کرنے سے میں
نے یہ امید کی کہ میں ان لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جاؤں، جن کے بارے میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مشہور حدیث وارد ہوئی ہے: ”من حفظ أربعين
حديثاً من أمي الخ“ میرے دل میں اس کا پختہ ارادہ ہوا کہ میں اپنی سنی ہوئی
حدیثوں میں سے صرف ان چالیس حدیثوں کی تخریج کروں جن کو میرے استادوں
میں سے چالیس استادوں نے چالیس صحابہ کرام سے نقل کیا ہو، اور ان میں بھی میں
تبرکاً عشرہ مبشرہ بالجنة (یعنی وہ دس صحابہ جن کو دنیا میں جنت کی بشارت
دیدگی گئی تھی) سے ابتداء کروں تاکہ شرف متن کے ساتھ ساتھ شرف سند کا فخر بھی
حاصل ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہماری کوشش کو خالص اپنی ذات کے لئے کرے اور اپنے
فضل و کثادہ بخشش کے باعث ہم کو برکتوں کی بخششوں سے بھر دے۔

اس کی پہلی حدیث اس طرح بیان کی ہے:

[الحدیث الأول] ☆ أخبرنا أبو عبد الرحمن طاهر بن محمد
المستملی قال: أخبرنا أبو سعيد محمد بن موسى بن الفضل
الصيرفي قال: حدثنا محمد بن يعقوب بن يوسف الأصم قال:
حدثنا أبو الدرداء هاشم بن محمد الأنصاري بيت المقدس قال:
حدثنا عتبة بن السكن يكنى أبا سليمان الفرازي الحمصي قال:
حدثنا الضحاک بن أبي حمزة عن أبي نصر عن رجاء العطاردي عن
عمران بن الحصين عن أبي بكر الصديق قال: قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم! من اغتسل يوم الجمعة محيت ذنوبه^(۱) وخطاياها،
فإذا راح كتب الله له بكل قدم عمل عشرين سنة، فإذا قضيت
الصلوة أجزى بعمل مائتي سنة.

حضرت ابو بکر صدیق فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اس کے تمام گناہ اور خطائیں معاف کر دی
جائیں گی، پھر اگر وہ نماز جمعہ کے لئے چلے گا تو اللہ تعالیٰ ہر قدم پر بیس سال کا عمل
لکھ دے گا، اور جب نماز (بھی) پوری ہو جائے تو دو سو سال کے عمل کے برابر
اس کو اجر دیا جائے گا۔

[وقال في الانشادات] ☆ پھر انشادات میں اس طرح بیان کیا ہے:

أخبرنا أبو الحسن علي بن محمد بن أحمد المؤذن قال: أخبرنا أبو عبد الله
محمد بن عبد الله بن باكويه قال: أخبرنا نصر بن أبي نصر قال: أخبرنا
جعفر بن نصر بن أبي نصر قال: أخبرنا جعفر بن نصير قال: سمعت الجعيد

(۱) کفرت عنه. [ع]

☆ اضافہ از نسخہ فارسی طباعت اولی۔

يقول: حججت على الوحدة فجاورت بمكة، فكنت إذا جن الليل
دخلت المطاف فإذا بجارية تطوف فتقول.

جعفر بن نصير فرماتے ہیں کہ میں نے جنید سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں اکیلا حج کو
گیا اور مکہ میں مقیم ہو گیا، جب رات تاریک ہوتی تو میں مطاف میں داخل ہوتا تھا
اور وہاں طواف کرنے میں مشغول ہوتا، ایک روز میں گیا تو میں نے ایک لونڈی کو اس
حالت میں دیکھا کہ وہ طواف کر رہی ہے۔

اور یہ اشعار اس کی زبان پر ہیں:

أبي الحب أن يخفى وكم قد كتمته فأصبح عندي قد أناخ (۱) وطنبا (۲)
إذا اشتد شوقي هام قلبي بذكره فإن رمت قريبا من حبيبي تقريبا
ويبدو فأفنى ثم أحنى له به ☆ ويسعدني حتى الذؤا طربا

قال: قلت لها يا جارية! أما تتقين الله في مثل هذا المكان تتكلمين بهذا
الكلام، فالتفت إلي وقالت لي يا جنيد!

ہر چند میں نے چھپانا چاہا مگر محبت نے مخفی رہنے سے انکار کیا، اور اب اس نے اندر جگہ
کر لی اور خیمہ گاڑ دیا۔

جب میرا شوق شدت پکڑتا ہے تو میرا دل اس (محبوب) کے ذکر سے حیران و سر اسیمہ
ہو جاتا ہے، جب اپنے محبوب سے قرب کی خواہش ہوتی ہے تو اس کا ذکر قریب
ہو جاتا ہے۔

اور ظاہر ہوتا ہے وہ تو کبھی اس کے لئے زندہ کیا جاتا ہوں کبھی مردہ، اور وہ میری مدد
کرتا ہے یہاں تک کہ میں لذت پاتا ہوں اور خوش ہوتا ہوں۔

(جنید کہتے ہیں) میں نے اس لونڈی سے کہا کہ اے جا رہیہ کیا اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی
اس (متبرک) مقام میں یہ باتیں کرتی ہے تو اس نے میری طرف دیکھ کر کہا اے جنید!

(۲) خیمہ کو تانا۔ مراد اقامت [ع]

(۱) اونٹ بٹھایا۔ [ع]

لسولا التقى شردنى ☆ أهجر طيب الوسن
اگر تقویٰ مانع نہ آتا، تو میں عمدہ خواب کو چھوڑ دیتی۔

إن التقى شردنى كمتري عن وطني
بیشک تقویٰ نے ہی مجھ کو میرے وطن سے نکالا، چنانچہ تو دیکھ رہا ہے

أفر من وجدى به فحبه تيمنى ☆
میں بوجہ تقویٰ اپنے عشق سے کنارہ کش ہوں، حالانکہ اس کی محبت نے مجھ کو دیوانہ کر دیا۔
ثم قالت: تطوف بالبيت أم برب البيت؟ فقلت: أطوف بالبيت فرفعت
رأسها إلى السماء وقالت: سبحانك! سبحانك! ما أعظم مشيتك في
خلقك خلق كالأحجار ثم انشادت ☆ تقول:

پھر اس نے کہا تو بیت (کعبہ) کا طواف کرتا ہے یا رب بیت (خدا) کا؟ میں نے کہا کہ
میں بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں، تو اس نے آسمان کی طرف سراٹھایا اور (استعجاب کے
ساتھ کہنے لگی، اے اللہ) تو پاک ہے تو پاک ہے، تیری مشیت و ارادہ مخلوق میں کس
قدر عظیم الشان ہے کہ تو نے پتھر جیسی مخلوق کو پیدا کیا۔ پھر یہ اشعار پڑھنے شروع کئے:

يطوفون بالأحجار يبغون قربة إليك، وهم أقسى قلوبا من الصخر
وہ پتھروں کا طواف کر کے تیری قربت کو طلب کرتے ہیں، حالانکہ ان کے دل پتھر
سے زیادہ سخت ہیں۔

وتأهوا فلم يدروا من التيه من هم وحلوا محلّ القرب في باطن الفكر
وہ حیران و سرگشتہ ہوئے اور سرگشتگی کی جہ سے ان کو یہ پتہ نہ رہا کہ وہ کون ہیں، اور اپنے
خیال میں وہ منازل قربت میں اترے۔

فلو أخلصوا في الود غابت صفاتهم وقامت صفات الود للحق بالذکر

☆ ہیمنی

☆ لم ترنی

☆ انشأت تقول [طبقات الشافعية الكبرى ۱/ ۴۷۰]

اگر وہ دوستی میں خالص ہوتے تو ان کی یہ صفات ان سے غائب ہو جاتیں، اور ذکر کی وجہ سے خدا کی محبت کے آثار ان پر طاری ہو جاتے۔

قال الجنید فغشي علي من قولها فلما أفقت لم أرها.
جنید فرماتے ہیں کہ اس کے اس قول سے مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، اور جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اس کو وہاں نہ پایا۔

☆ الامتناع بالاربعين الممتبينة بشرط السماع

یہ کتاب شیخ ابن حجر عسقلانی^(۱) (المتوفی ۸۵۲ھ) [۱۴۳۹ء] کی تصنیف ہے، یہ ان چالیس احادیث کا مجموعہ ہے جن کو وہ اپنے چالیس شیوخ سے نقل کرتے ہیں، اور ہر شیخ کی سند علیحدہ علیحدہ صحابی تک منتهی ہوتی ہے، گویا صحابہ میں سے چالیس شخص ان کے راوی ہوئے، ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں، روایت حدیث کے بعد کوئی شعر بھی ضرور لکھتے ہیں، چنانچہ ان چالیس حدیثوں میں سے دوسری حدیث یہ ہے:

إن الناس لم يؤتوا شيئاً بعد كلمة الإخلاص مثل العافية.

یعنی لوگوں کو کلمہ اخلاص کے بعد عافیت اور صحت سے بڑھ کر (قابل قدر) کوئی چیز عطا نہیں کی گئی۔ اس کے بعد یہ قطعہ درج ہے:

أمران لم يؤت امرء عاقل مثلهما في دارنا ☆ الفانية

دو چیزیں ایسی ہیں کہ کسی عاقل کو اس دارِ فانی میں ان کے مثل کوئی چیز نہیں دی گئی۔

من يسر الله تعالى له شهادة الإخلاص والعافية

جس کو اللہ تعالیٰ شہادتِ اخلاص یعنی کلمہ طیبہ نصیب کرے، اور اس کو صحت و عافیت بھی

نصیب ہو۔

(۱) اس کتاب میں ”فتح الباری شرح بخاری“ کے بیان میں آپ کے مختصر حالات زندگی درج ہیں۔

☆ اس کتاب کو صلاح الدین مقبول احمد صاحب کی تحقیق اور مقدمے کے ساتھ دار السلفیہ للنشر والتوزيع کویت نے ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔

تیسری حدیث یہ ہے: ”إنما الأعمال بالنیات“ (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے) اور اس کے بعد یہ قطعہ درج ہے:

إنما الأعمال بالنیات ☆ فی کل امر ☆ أمکنت ☆ فرصته

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، ہر اس کام میں جس کے کرنے کا وقت ملے۔

فانو خیراً وافعل الخیر، وإن ☆ لم تقطه اجزأت نیتہ ☆

نیت اچھی کرو اور کام بھی اچھا کرو، اگر اچھے کام کی توفیق نہ مل سکے تو اچھی نیت ہی کافی ہے۔

چوتھی حدیث یہ ہے ”ما من امرء مسلم تحضره صلوة مکتوبة فیحسن طهورها

ورکوعها و خشوعها الخ“ (نہیں ہے کوئی مسلمان آدمی سوائے اس کے کہ اس کو فرض نماز کا وقت ملے

اور وہ اچھی طرح وضو کرے اور رکوع و خشوع بھی اچھی طرح ادا کرے) اس کے بعد یہ قطعہ درج ہے:

أحسن التطهیر و اخشع قائماً مطمئناً فی جمیع الرکعات

اچھی طرح وضو کرو اور نماز کی تمام رکعتوں میں خموشی و اطمینان سے خشوع و خضوع کرنا چاہئے۔

فهو كفارة ما قدمته من صغير الذنب ان الحسنات (۱) ☆

پس یہ (وضو) پچھلے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا، کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیا

کرتی ہیں۔

پانچویں حدیث کے بعد جو نہی عن الشرب قائماً (یعنی کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت)

ہے، یہ قطعہ درج ہے:

إذا رمت شرب فاقعد تفرز تشبه ☆ صفوة (۲) أهل الحجاز

جب پانی پینے کا ارادہ کرے تو بیٹھ جا، تاکہ اہل عرب کے برگزیدہ سے مشابہت

نصیب ہو۔

(۱) إن الحسنات اشارة ہے آیت شریفہ إن الحسنات یذهبن السيئات کی طرف۔ [ع]

(۲) مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [ع]

☆ فان

☆ أمکنته

☆ بالنية

☆ بسنة.

☆ والسيئات

☆ النية

وقد صححوا شربه قائما ولكن له لبيان الجواز
(محدثین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) کھڑے ہو کر پانی پینے کو بھی صحیح ثابت
کیا ہے، لیکن یہ عمل صرف بیان جواز کے لئے تھا۔

چھٹی حدیث کے بعد جس کے راوی ضمام بن ثعلبہ ہیں، یہ قطعہ درج ہے:

واظب على السنن الصحيحة تكسب أجرا، ويرضى الله عنك وتربح
احادیث صحیحہ پر ہمیشہ عمل پیرا رہ تجھ کو اس کے عوض اجر حاصل ہوگا، اللہ تعالیٰ تجھ سے
راضی ہوگا، اور تو اس سے نفع بھی اٹھائے گا۔

فإن اقتصرت على الفرائض فليكن من غير زهد في النوافل تفلح
اگر تو فرائض پر اکتفا کرے تب بھی فلاح کو پہنچے گا، بشرطیکہ نوافل سے اعراض و انکار نہ
کرے۔

ساتویں حدیث ☆ کے بعد جس میں دس صحابیوں کو دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے، یہ قطعہ
درج ہے:

لقد بشر الهادي من الصحب زمرة بجنات عدن كلهم فضله اشهر
صحابہؓ میں سے ایک جماعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات عدن کی خوشخبری
دی ہے، ان میں سے ہر ایک کا فضل و کمال مشہور ہے۔

سعيد زبير سعد طلحة عامر ابوبكر عثمان ابن عوف علي عمر (۱) ☆
وہ یہ ہیں: سعیدؓ، زبیرؓ، سعدؓ، طلحہؓ، عامرؓ، ابوبکرؓ، عثمانؓ، ابن عوفؓ، علیؓ، اور عمرؓ

(۱) یہ احادیث الامتاع کے مطبوعہ نسخہ میں موجود ہیں، لیکن اشعار مذکور نہیں ہیں۔

☆ مطبوعہ نسخہ میں یہ تو یہ حدیث ہے۔ [الدار السلفية للنشر والتوزيع، کویت ۱۴۰۸ھ - ۱۹۸۸ء]

☆ صلاح الدین مقبول احمد صاحب نے اس کتاب کی تحقیق کی ہے، اور اس میں اشعار بھی ذکر کئے ہیں، مقدمہ میں انہوں نے
یہ بات بھی واضح کی ہے کہ اشعار نسخہ برلن میں موجود ہیں، جو مدینہ منورہ میں "الجامعة الإسلامية" کے کتب خانہ میں موجود

ہے۔ [دار السلفية للنشر والتوزيع، کویت: ۱۴۰۸ھ - ۱۹۸۸ء]

مسللات صغریٰ

یہ کتاب جلال الدین سیوطی^(۱) (المتوفی ۹۱۱ھ) [۱۵۰۵ء] کی تصنیف ہے، ان میں سے ایک حدیث مسلسل^(۲) بیوم العید ہے، اور ایک حدیث مسلسل بمصافحہ^(۳) ہے، جو انس بن مالکؓ سے مروی ہے، ان

(۱) جلال الدین سیوطی: عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد سیوطی آپ کا پورا نام ہے۔ رجب ۸۴۹ھ [۱۴۳۵ء] میں پیدائش ہوئی، شیخ علم الدین بلقینی، شیخ الاسلام شرف الدین مناوی، تقی الدین شبلی حنفی وغیرہ سے کسب فیض کیا، شام، حجاز، یمن، ہندوستان اور مغربی ممالک کی حصول علم کے لئے خاک چھانی۔ آپ نے تفسیر و حدیث، فقہ و نحو، معانی اور بیان میں کمال حاصل کیا تھا، آپ کے اساتذہ کی تعداد ڈیڑھ سو تک پہنچتی ہے، اور تالیفات کی تعداد تقریباً چھ سو ہے۔ ۱۹ جمادی الاولیٰ بروز جمعرات ۹۱۱ھ [۱۵۰۵ء] میں دارفانی سے کوچ کر گئے۔ ”حسن المحاضرہ ص: ۳۹-۳۵“ [۶/۱-۵، حاشیہ خلیل المنصور، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ء]

(۲) مسللات بہت سارے ہیں جن میں سے سب سے زیادہ مشہور ”المسلسل بالاولیة“ ہے، مسللات میں المسلسل بالمشابکة المسلسل بالضيافة المسلسل بالمصافحة، المسلسل بالسبحة، المسلسل بقوله أشهد باللہ، وأشهد باللہ، المسلسل بالمحبة، المسلسل بقراءة الصف، المسلسل بیوم عاشوراء، المسلسل بقبض اللحیة، المسلسل بالمحمدین، المسلسل بالمصرین، اس کے علاوہ اور کئی مسللات ہیں۔ مسلسل بیوم العید یہ ہے: بالسند إلى جلال الدين السيوطي قال: أخبرنا أبو عبد الله محمد بن مقبر حلبي، عن الصلاح ابن ابي عمر المقدسي عن أبي الحسن ابن البخاري عن ابن طبرزد قال: أنبأنا ابو المواهب سماعا يوم العيد قال: أنبأنا القاضي أبو الطيب الطبري في يوم عيد، قال: أنبأنا ابو احمد ابن الغطريفى بجرجان يوم العيد قال انبأنا الوراق في يوم عيد الأضحى قال: أنبأنا ابو عبيد الله أحمد بن محمد ابن أخت سليمان بن حرب، أنبأنا بشر حدثنا وكيع ابن الجراح في يوم عيد قال أخبرنا سفيان الثوري في يوم عيد قال أخبرنا ابن جريج في يوم عيد قال أخبرنا عطاء ابن أبي رباح في يوم عيد قال انبأنا ابن عباس في يوم عيد قال شهدت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في يوم عيد فطر أو أضحى، فلما فرغ من الصلوة أقبل عليه بوجهه فقال: أيها الناس قد أصبتم خيرا فمن أحب ان ينصرف فلينصرف ومن أحب ان يقيم حتى يشهد الخطبة فليقم ابن ماجه کے الفاظ یہ ہیں: صلّی بنا العید ثم قال: قد قضينا الصلاة فمن أحب أن يجلس للخطبة فليجلس ومن أحب أن يذهب فليذهب

(۳) حدیث مسلسل بالمصافحہ یہ ہے: وهو بالسند إلى السيوطي، قال صافحت تقى الدين أحمد بن محمد الشمني، والقاسم بن الكويك قراءة عليهما، قال: صافحنا أبا الطاهر بن الكويك، قال: صافحت أبا إسحاق إبراهيم بن علي، قال: صافحت أبا عبد الله الخوي، قال: صافحت أبا المجد محمد بن الحسين القزويني، قال:

بقية حاشية آئندہ صفحہ پر

میں سے اکثر مسلسلات حضرت شیخ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کی کتاب المسلسلات میں درج ہیں، راقم الحروف کو بحمد اللہ ان کا سماع حاصل ہے،^(۱) اسی سبب سے اُس میں سے کچھ نہیں لکھا گیا۔

مختصر حصن حصین

اس کتاب کا نام عدہ ہے، جو خود صاحب حصن حصین شیخ شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد الجزری (المتوفی ۸۳۳ھ- [۱۲۲۹ء]) کی تصنیف ہے، اس کے خطبہ میں فرماتے ہیں:

الحمد لله الذي جعل ذكره عدة من الحصن الحصين، و صلوته
وسلامه على سيد الخلق محمد النبي الامي الامين وعلى آله
الطيبين الطاهرين، واصحابه اجمعين والتابعين لهم باحسان إلى يوم
الدين، وبعد! فلما كان كتابي ((الحصن الحصين من كلام سيد
المرسلين)) مما لم أسبق إلى مثله من المتقدمين وعز تاليف نظيره
على من سلك طريقه من المتأخرين، لما حوى من الاختصار المبين
والجمع الرمين والتصحيح المتين، والرمز الذي هو على العزومعين
حداني على اختصاره في هذه الأوراق من أصله المذكور بعد أن
كنت سئلت عن ذلك مراراً في سنين وشهور، ممن هو انس غربي

بقية حاشية گذشتہ صفحہ کا

صافحت ابابكر من إبراهيم الشحاذي قال: صافحت أبي الحسن بن أبي زرعة، قال: صافحت
أبا منصور عبدالرحمن بن عبدالله الطبري البزازي، قال: صافحت عبدالملك بن نجيد، قال: صافحت أبا
القاسم عبدان بن حميد بن عبدان بن رشيد الطائي المنبجي قال: صافحت عمر بن سعيد بن سنان، قال:
صافحت أحمد بن دهقان، قال: صافحت خلف بن تميم، قال: صافحت أبا هرير حين دخلت عليه
أعوده قال: دخلنا على أنس بن مالك رضي الله عنه نعوده، فقال: صافحت بكفي هذه كف رسول الله
صلى الله عليه وسلم، فمأسست خزا ولا حريراً ألين من كفه.

حاشیہ صفحہ ہذا

(۱) اس کتاب کا نام "الفضل المبين في المسلسل من حديث النبي الامين" ہے، ہندو پاک میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

و كشف كسرتي فأوجب الحق علي مكافاته ولم أقدر عليها إلا
بالدعاء له فأسأل الله تعالى نصره ومعافاته. الخ (۱)

تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے اپنے ذکر کو ایک محفوظ قلعہ کا سامان بنایا، اور
صلوٰۃ و سلام ہو مخلوق کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبی امی اور امین ہیں، اور آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و برگزیدہ اولاد پر، اور آپ کے تمام اصحابؓ پر اور ان لوگوں
پر جو قیامت تک نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کریں، اس کے بعد (گزارش ہے کہ)
چونکہ میری کتاب الحصن الحصین من کلام سید المرسلین ایسی کتاب تھی
کہ متقدمین نے اُس جیسی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی، اور متاخرین کا طریقہ اختیار
کرنے والوں میں بھی اس کی نظیر کا تالیف ہونا نادر تھا، کیونکہ وہ صاف اختصار، عمدہ
جامعیت اور مضبوط صحت پر حاوی اور مدد و معاون رموز سے مزین ہے، میں ان اوراق
میں اصل مذکور کا کچھ خلاصہ و اختصار کرنے پر آمادہ ہوا ہوں، چونکہ مجھ سے بارہا مہینوں
اور برسوں ایسے اشخاص کی جانب سے اس امر کی خواہش کی گئی جو میری وحشت میں
اُنس پیدا کرتا اور میرے کرب کو دور کرتا ہے، اور جس کا بدلہ میرے ذمہ واجب ہے،
در آنسالیکہ میں اُس کے حقوق کی تلافی پر قادر نہیں، سوائے اس کے کہ اس کے لئے دعا
کروں، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کی مدد کرے، اور اس کو تندرست اور
خوش و خرم رکھے۔

تخریج احادیث الاحیاء ☆

اس کتاب کا نام "المغنی عن حمل الأسفار فی تخریج ما فی الإحیاء من

(۱) العدة ص: ۴-۵

☆ مکتبہ طبریہ ریاض نے ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۵ء میں اسے زیور طبع سے آراستہ کیا ہے۔ ابو محمد اشرف بن عبدالمقصود نے اس پر کام
کیا ہے۔

الأخبار“ ہے، (۱) اور شیخ حافظ زین الدین عراقی (المتوفی ۸۰۶ھ) [۱۴۰۴ء] کی تصنیف ہے، ان کی کتبت ابو الفضل اور نام عبدالرحیم بن الحسین العراقي ہے۔ (۲) ☆

(۱) حافظ عراقی اس کتاب کے مقدمہ میں حمد و صلاۃ کے بعد کہتے ہیں کہ ”احیاء علوم الدین“ کی حدیثوں کا اکثر کام ۱۵ھ میں ہو چکا تھا، لیکن بعض حدیثوں تک رسائی نہیں ہو سکی تھی، جن کی وجہ سے میں نے یہ کام ۶۰ھ تک موقوف رکھا۔ اس وقت میں ایسی بہت سی حدیثیں مجھے معلوم ہوئیں جن کا مجھے پہلے علم نہ تھا۔ پھر میں نے متوسط حجم کے اوراق پر اس کو لکھنا شروع کیا، کام سست رفتار سے چل رہا تھا، کام کو ادھورا چھوڑنا نامناسب معلوم ہوتا تھا، اس وقت میں ایسی بہت ساری چیزیں میرے خزینہ معلومات میں آئیں جس سے میں ناواقف تھا، پھر بعض احباب اس کی تکمیل کے لئے بار بار اصرار کرنے لگے تو میں نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ لیکن میں نے اس میں نہایت اختصار کے ساتھ کام لیا ہے تاکہ حالت سفر میں بھی اس کو ساتھ رکھنے میں آسانی ہو، اس میں صرف حدیث، راوی صحابی، اس کا مخرج اور اس حدیث کی صحت و سقم وغیرہ کو بیان کیا ہے، یہی چیز آخرت کے طلبگار اور بوقت مناظرہ و مذاکرہ اصحاب حدیث کا مقصود ہوتی ہے، میں نے ان چیزوں کو جن کی اصل اصول کی کتابوں میں نہیں ہے، اس کو بھی بیان کیا ہے، اللہ ہی سے دعا ہے کہ اس کا فیض عام کرے، وہی مستحق ہے سوال کئے جانے کا، اگر حدیث صحیحین میں ہو یا دونوں میں سے ایک ہی میں ہو تو میں نے صرف اس کی طرف نسبت کرنے پر اکتفا کیا ہے، ورنہ میں اصحاب ستہ میں سے بقیہ چاروں میں جس نے بھی کی تخریج کی ہے اس کی طرف نسبت کی ہے، اگر اصحاب صحاح ستہ کی کسی کتاب میں حدیث پائی جائے تو صحاح ستہ کے علاوہ دوسری کتابوں کی طرف نسبت کرنے کو مناسب نہیں سمجھا، مگر اس صورت میں کہ ”احیاء“ میں وارد الفاظ اس سے قریب تر ہو، یا اس کتاب میں صحت کا التزام کیا گیا ہو، جہاں جہاں مصنف نے حدیثوں کو مکرر بیان کیا ہے اگر وہ ایک ہی باب میں ہوں تو میں نے صرف پہلی مرتبہ بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے، بسا اوقات دوسری یا تیسری مرتبہ بھی کسی غرض سے میں نے ذکر کر دیا ہے۔ اگر صاحب کتاب نے دوسرے باب میں مکرر حدیث بیان کی ہو تو میں نے اس کو بھی ذکر کیا ہے اور یہ بات بھی لکھی ہے کہ ”یہ بات گذر چکی ہے“ بسا اوقات بھول کی وجہ سے اس کے پیچھے گزرنے کی بات ذکر کرنے سے رہ بھی گئی ہے، میں نے احادیث کی تخریج میں بیعتہ ان ہی الفاظ کو ملحوظ نہیں رکھا بلکہ اسی طرح کے الفاظ یا ایسی روایت جس کے معنی اس حدیث کے قریب تر ہوں اس کو ذکر کیا ہے، یا اگر معمولی سا اختلاف بھی ہو تو وہ بھی ذکر کیا ہے، جس طرح کہ تخریج احادیث کے قواعد ہیں، اور اگر میں نے اس حدیث کو کہیں نہیں پایا، تو میں نے ایسے مواقع پر تشفی بخش کلام کیا ہے۔ اور بسا اوقات میں اس کا ذکر کرنے سے چوک بھی گیا ہوں اور اس کا نام ”المغنی عن حمل الأسفار فی الأسفار فی تخریج ما فی الأحياء من الأخبار“ رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اسے خاص اپنی رضا حاصل کرنے کے لئے اور جنت میں پہنچنے کے لئے وسیلہ بنائے۔

(۲) زین الدین عراقی: آپ کا نام و نسب ابو الفضل زین الدین عبدالرحیم بن حسین بن عبدالرحمن بن ابوبکر بن ابراہیم عراقی ہے۔ جمادی الاولیٰ ۲۵ھ [۱۳۲۵ء] میں مصر و قاہرہ کے درمیان منشأة المہرانی نامی قصبہ میں پیدا ہوئے، صغریٰ ہی میں قاہرہ آئے اور حصول علم کی طرف متوجہ ہو گئے، حدیث سے ان کو بہت محبت تھی، جس کی وجہ سے خوب حدیثیں سماعت کیں، ابن عبدالہادی اور تقی سبکی سے سماعت حدیث کی۔ حدیث کی معرفت میں اتنے بڑھ گئے تھے کہ ان کے زمانہ کے شیوخ ان کی تعریف و توصیف کے پل باندھا کرتے تھے، حدیث میں ان کی شہرہ آفاق کتاب ”الالفیہ“ ہے۔ اور احیاء علوم کی حدیثوں کی تخریج بھی پانچ جلدوں میں کی ہے، شعبان ۸۰۶ھ [۱۴۰۴ء] میں وفات پائی۔ طبقات الحفاظ ص: ۴۰-۵۳۸۔ شذرات الذهب ۷/۵۵۔ الضوء اللامع ۴/۱۷۱۔

☆ فارسی کی پہلی طباعت میں ہے: وهو الحافظ ابو الفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقي۔

صحیح بخاری ☆

اس کتاب اور نیز اس کے مصنف کے حالات اس درجہ مشہور اور شائع ہیں کہ ان کے بیان میں مشغول ہونا فضول سا معلوم ہوتا ہے، لیکن صرف اس نیت سے کہ صالحین کا ذکر نزول رحمت کا باعث ہوتا ہے اور نیز یہ کہ اور مشہور کتابوں اور ان کے مصنفین کے حالات بھی اس مختصر رسالہ میں لکھے گئے ہیں اس وجہ سے امام بخاریؒ کے کچھ حالات جن کا یہ رسالہ متحمل ہو سکتا ہے، اس میں لکھے جاتے ہیں۔

امام بخاریؒ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، اور نام و نسب یہ ہے: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بردزبہ۔ اس لفظ کو باء موحدہ کے فتح اور رائے مہملہ کے سکون اور دال مہملہ کے کسرہ اور زاء معجمہ کے سکون اور اس کے بعد کی باء موحدہ کو فتح اور تاء تانیث موقوفہ سے پڑھنا چاہئے۔ بردزبہ، دہقان بخارا کی لغت میں کاشتکار یا کارندہ کو کہتے ہیں، بخاریؒ کو دلا کی طرف نسبت کر کے جعفی کہتے ہیں، چونکہ اس زمانہ کا یہ دستور تھا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا تھا اس کو اسی کے قبیلہ کی طرف منسوب کرتے تھے، بخاریؒ کے جد ثانی مغیرہ حاکم بخارا یمان (بخاری) جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے، اس وجہ سے بخاریؒ کو بھی جعفی کہنے لگے۔^(۱)

امام بخاریؒ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ [جولائی ۸۱۰ء] کو جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے،^(۲) آپ کمزور جسم کے تھے، نہ دراز قامت نہ کوتاہ قد، بلکہ درمیانہ قدر رکھتے تھے،^(۳) بخاریؒ بچپن میں ہی نابینا ہو گئے تھے، اس وجہ سے اُن کی والدہ کو اس کا سخت قلق رہتا تھا، (اور وہ نہایت گریہ وزاری سے خدا تعالیٰ کی جناب میں ان کی بصارت کے لئے دعا کیا کرتی تھیں) ایک شب کو ان کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا، آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری گریہ وزاری اور دعا کے سبب سے تیرے فرزند کو بصارت عنایت فرمائی، وہ صبح کو اٹھیں تو اپنے لخت جگر کی آنکھوں کو روشن دیکھا۔^(۴)

(بخاریؒ کو احادیث یاد کرنے کا شغف و شوق بچپن ہی سے تھا) چنانچہ دس سال کی عمر میں یہ حالت تھی

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۳۹۱- [۱۲/۳۹۲، نور] (۲) وفیات الاعیان ۴/۱۹۰- [۲/۳۲۴، نور]

(۳) وفیات الاعیان ۴/۱۹۰- [۲/۳۲۴، نور]

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۳۹۳- [۱۲/۳۹۲، نور] طبقات الشافعیة ۲/۲۱۶- [۱/۲۵-۴۲۴، نور] طبقات

الحنابلہ ۱/۲۷۴- مقدمہ فتح الباری، ص: ۴۷۸- [ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ۲/۱۹۳، نور]

☆ مطبع احمدی دہلی سے ۱۲۷۰ھ میں حضرت مولانا محمد احمد علی سہارنپوریؒ کے قیمتی اور وقیع حواشی کے ساتھ پہلی بار زیور طبع سے آراستہ ہوئی تھی، حال ہی میں [۱۳۳۱ھ-۲۰۱۰ء] مکتبہ طبری قاہرہ نے امام شرف الدین یونینی کے نسخہ کی نقل (نسخہ سلطانیہ) کی طباعت کی ہے۔

کہ مکتب میں جس جگہ پر حدیث کا نام سنتے فوراً اس کو یاد کر لیتے، مکتب سے فراغت پائی اور یہ معلوم ہوا کہ بخارا میں داخلی، علماء حدیث میں سے ہیں، تو ان کی خدمت میں آمدورفت شروع کی، ☆ ایک روز کا واقعہ ہے کہ داخلی اپنے نسخہ میں سے لوگوں کو احادیث سنارہے تھے، اثناء درس میں ان کی زبان سے نکلا "سفیان عن ابي الزبير عن ابراهيم" بخاری فوراً بول پڑے کہ حضرت ابوالزبير "تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے، مگر جب داخلی نے ان کی بات کو تسلیم نہ کیا تو بخاری نے کہا کہ اس کو اصل نسخہ میں تو دیکھنا چاہئے، چنانچہ داخلی اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور اصل نسخہ پر نظر ڈالی، باہر تشریف لائے، اور فرمایا کہ اس لڑکے کو بلاؤ، جب بخاری حاضر ہوئے تو داخلی نے فرمایا کہ میں نے اُس وقت جو پڑھا تھا بے شک وہ غلط نکلا، اب آپ بتلائیں کہ صحیح کس طرح ہے، اس پر بخاری نے عرض کیا کہ صحیح سفیان عن الزبير بن عدی عن ابراهيم ہے، داخلی حیران ہو گئے، اور کہا کہ واقعی ایسا ہی ہے، پھر قلم اٹھا کر قرأت کے نسخہ کی تصحیح کی۔

یہ واقعہ ان کی عمر کے گیارہویں سال کا ہے، (۱) جب بخاری سولہ سال کے ہوئے تو آپ نے (عبداللہ) ابن المبارک کی تمام کتابیں یاد کر لیں، اور کعب کے نسخے بھی ازبر کر لئے، (۲) پھر اپنی والدہ اور بھائی احمد کے ہمراہ برائے حج مکہ معظمہ تشریف لے گئے، حج سے فراغت پائی تو ان کی والدہ اور بھائی وطن واپس چلے آئے، اور وہ خود بلاد حجاز میں طلب حدیث کے لئے رک گئے۔ (۳) جب اٹھارہ سال کے ہوئے تو سلسلہ تصنیف شروع کیا، اور فضائل صحابہ و تابعین اور ان کے اقوال کے ذخیرہ فراہم کرنے لگے، (۴) یہاں تک کہ اس کو ایک مجموعہ کی شکل دے کر اور مرتب کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر کتاب التاریخ کا مسودہ شروع کر دیا، آپ راتوں کو چاند کی روشنی میں لکھا کرتے تھے، (۵) بخاری یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اس تاریخ میں کوئی ایسا نام نہیں ہے جس کے بارے میں ایک طویل قصہ مجھے یاد نہ ہو، اگر کتاب کی طوالت

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۳۹۳۔ مقلّمه فتح الباری ص: ۴۷۹۔ [ہدی الساری ۲/۱۹۳، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۳۹۳۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۳۹۳۔ تاریخ بغداد ۷/۲-۲۳/۲-۱۲۲، نور]

(۴) تاریخ بغداد ۷/۲-۷۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۰۰۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۳۵-۱۲۳/۲، نور]

(۵) تاریخ بغداد ۷/۲-۷۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۰۰۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۳۵۔

☆ فارسی طباعت اول کی عبارت یہ ہے "در ہماں سن و سال مشغوف بیاد کردن احادیث بود، و چون از مکتب برآمد شخصے را از علماء بخارا شنید کہ مشہور بداخلی بود نزد او آمدورفت شروع کرد"

اور شاگردوں کے ملال اور اکتا جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان تمام قصوں کو اس تاریخ میں لکھ دیتا۔^(۱)
 حاشد بن اسماعیل^(۲) (جو بخاری کے زمانہ کے محدث ہیں) کہتے ہیں کہ بخاری طلب حدیث کے لئے میرے ہمراہ شیوخ وقت کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے، لیکن ان کے پاس قلم، دوات یعنی لکھنے کا سامان کچھ نہ ہوتا تھا، اور نہ وہاں کچھ لکھتے تھے، میں نے ان سے کہا کہ جب تم حدیث کو سن کر لکھتے نہیں تو تمہارے آنے جانے سے کیا فائدہ، اس طرح کا سننا تو ہوا کی طرح ہے ایک کان سے گھس کر دوسرے کان سے نکل جاتی ہے، سولہ دن کے بعد بخاری نے مجھ سے کہا کہ تم لوگوں نے مجھ کو بہت تنگ کر دیا، آؤ اب میری یاد کا اپنی نوشتوں سے مقابلہ کرو، اس مدت میں ہم نے پندرہ ہزار حدیثیں لکھی تھیں، بخاری نے ازبر سنت کے ساتھ سب کو اس طرح سنایا کہ میں خود اپنی لکھی ہوئی کو ان سے صحیح کرتا تھا، اس کے بعد بخاری نے کہا کہ تم یہ خیال کرتے ہو میں عبث اور بے فائدہ سرگردانی کرتا ہوں۔

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں اسی روز سمجھ گیا کہ یہ ہونہار ہیں اور (آگے چل کر) کوئی ان سے مقابلہ نہ کر سکے گا۔^(۳)

اس جامع (صحیح بخاری) کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ وہ ایک دن اسحاق بن راہویہ^(۴) کی مجلس میں

- (۱) تاریخ بغداد ۷/۲ - سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۲ - طبقات الشافعیة ۲/۲۱۶ - [۴۲۵/۱، نور]
 (۲) حاشد بن اسماعیل: حاشد بن اسماعیل بن عیسیٰ بخاری۔ آپ شاش [چاچ] کے محدث تھے، عبداللہ بن موسیٰ، مکی بن ابراہیم وغیرہ سے حدیثیں سنیں، طلب علم میں انہوں نے خوب سفر کئے، ان سے روایت کرنے والوں میں، محمد بن یوسف فربری ہیں، ان کی وفات ۲۶۱ھ [۷۸۷-۷۸۵] میں ہوئی، [ہدی الساری ۲/۱۳۵، نور] تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۴۳ - العبر ۲/۲۲ - طبقات الحفاظ، ص: ۲۴۳۔
 (۳) تاریخ بغداد ۱۴/۲ - مقدمہ فتح الباری، ص: ۴۷۹ [۱۹۴/۲، نور]۔ طبقات الحنابلہ ۱/۷۷-۲۷۶ - تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۳۵ [۳۰/۲، نور]۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۰۸ - طبقات الشافعیة ۲/۲۱۷ - [۴۲۶/۱، نور]
 (۴) اسحاق بن راہویہ: ابو یعقوب اسحاق بن راہویہ بن مخلد حنظلی مروزی، آپ کا پورا نام ہے، اصلاً مرو کے تھے لیکن نیشاپور میں سکونت اختیار کر لی تھی، ۱۶۱ھ [۷۷۷-۷۷۵] میں پیدا ہوئے۔ ابن مبارک کی شاگردی اختیار کی، لیکن مبتدی ہونے کی وجہ سے ان سے روایت نہیں کی۔ معتمر بن سلیمان، عبدالعزیز دراوردی، جریر بن عبدالحمید، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن وہب، محمد بن جعفر، غندر، ولید بن مسلم، کعب، یحییٰ قطان، عبدالرحمن بن مہدی اور عبدالرزاق وغیرہ سے فیض حدیث حاصل کیا۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، داؤد ظاہری اور جعفر فریابی وغیرہ جیسے فحول محدثین ہیں۔ حفظ و تقویٰ میں اپنے زمانہ کے سردار تھے، علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ وہ حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر اور فقہ کے بھی پائے کے عالم تھے۔ ائمہ مجتہدین میں سے ہیں۔ پندرہ شعبان کی رات ۲۳۸ھ [۵۳-۸۵۲] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱/۸۳-۳۵۸ - الجرح والتعديل ۲/۱۰-۲۰۹۔
 حلیۃ الاولیاء ۹/۲۳۴ - [۲۳۳-۲۸/۹، نور] تاریخ بغداد ۶/۳۴۵-۵۵ - وفیات الاعیان ۱/۱۹۹-۲۰۱ [۹/۱۰۸، نور] تہذیب التہذیب ۱/۱۹-۲۱۶ - شذرات الذهب ۲/۱۹-۸۹ [نور]

حاضر تھے، اسحاق بن راہویہ کے احباب نے کہا کہ کیا اچھا ہوا اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی توفیق دے کہ سنن میں کوئی ایسا مختصر تیار کرے جس میں صرف وہ صحیح حدیثیں ہوں جو صحت میں اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہیں، تاکہ عمل کرنے والے بلا خوف و تردد مجتہدین کی طرف مراجعت کئے بغیر اس پر عمل پیرا ہوں۔ بخاری کے دل میں یہ بات جاگزیں ہوگئی، اور اسی وقت سے اس جامع کی تصنیف کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ چھ لاکھ حدیثوں کے اس ذخیرہ میں سے جو ان کے پاس موجود تھا، انتخاب شروع کیا، (۱) جو ان میں صحیح ترین تھیں ان پر اکتفا کیا، اور بعض وہ احادیث جو اسی درجہ پر صحیح تھیں ان کو طوالت کے خوف یا کسی دوسرے سبب سے چھوڑ بھی گئے۔ (۲)

بخاری جب کسی حدیث کو لکھنے کا ارادہ کرتے تھے، تو اول غسل کر کے دو رکعت نفل ادا کرتے، اور پھر اس کو لکھتے، (۳) چنانچہ سولہ سال کے عرصہ میں اس انتخاب سے فراغت پائی۔ (۴) جب اس کا قصد کیا کہ ان حدیثوں کی ان کے مضمون کے مطابق ترتیب دی جائے (اس کو اصطلاح محدثین میں ترجمۃ الباب کہتے ہیں) تو مدینہ منورہ میں قبر مبارک اور منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی مقام میں اس اہم کام کو انجام دیا، ہر ترجمہ پر دو رکعت نفل ادا کرتے تھے۔ (۵)

الغرض بخاری کی حسن نیت کا نتیجہ تھا، کہ یہ جامع اس قدر مقبول ہوئی کہ ان کی زندگی میں ہی اس کو نوے ہزار آدمیوں نے آپ سے بلا واسطہ سنا، جن میں سب سے آخری فربری (۶) ہیں۔ (۷) اور آج کل ان کی روایت ہی علو اسناد کی وجہ سے شائع و مشہور ہے۔

- (۱) تاریخ بغداد ۹/۲ - [نور، ۸/۲] سیر اعلام النبلاء ۲/۱۲ - ۴۰۱ - طبقات الشافعیة ۲/۲۲۱ - [نور، ۴۲۹/۱]
 (۲) تاریخ بغداد ۹/۲ - سیر اعلام النبلاء ۲/۱۲ - ۴۰۲ - طبقات الشافعیة ۲/۲۲۱ - [نور، ۴۳۰/۱] طبقات الحنابلہ ۱/۲۷۵ -
 (۳) تاریخ بغداد ۹/۲ - سیر اعلام النبلاء ۲/۱۲ - ۴۰۲ - طبقات الشافعیة ۲/۲۲۰ - [نور، ۴۲۹/۱] طبقات الحنابلہ ۱/۲۷۴ - مقدمہ فتح الباری ص: ۴۹۰ - [ہدی الساری ۲/۲۰۲، نور] وفيات الاعیان ۴/۱۹۰ - [نور، ۳۲۳/۲]
 (۴) مقدمہ فتح الباری ص: ۴۹۰ - [ہدی الساری ۲/۲۰۲، نور] طبقات الشافعیة ۲/۲۲۱ - [نور، ۴۲۹/۱]
 تاریخ بغداد ۹/۲ - ۱۴ - سیر اعلام النبلاء ۲/۱۲ - ۴۰۵ -
 (۵) سیر اعلام النبلاء ۲/۱۲ - ۴۰۴ - مقدمہ فتح الباری ص: ۴۹۰ - [ہدی الساری ۲/۲۰۲، نور]

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

بخاریؒ کی نادر باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے کسی شخص کی غیبت کا سوال نہ کیا جائے گا،^(۱) کیونکہ میں نے بفضل اللہ کسی کی غیبت نہیں کی۔ سبحان اللہ! کس قدر تعفف اور تورع تھا۔ (خدا تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔)

طریقہ صالحین کے مطابق بخاریؒ کو بھی محنت و ابتلاء یہ پیش آیا کہ خالد بن احمد ذہلی^(۲) امیر بخارانے

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۶) فربری: ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطرف فربری امام بخاری کے شاگرد اور ان کی صحیح کے راوی ہیں، فربری میں امام بخاری سے انہوں نے دو مرتبہ صحیح بخاری کا سماع کیا ہے، جب علی بن خشرم فربری کی سرحد پر حفاظت کے لئے آئے تھے تو انہوں نے ان سے بھی سماعت حدیث حاصل کی، ان کی ولادت [۲۳ھ - ۴۶ - ۸۴۵ء] میں ہوئی، ان سے روایت کرنے والوں میں ابو علی بن سکین، ابو الہیثم کشمشینی، ابو محمد بن حمویہ سرخسی، ابواسحاق ابراہیم بن احمد مستملی ہیں، فربری کا یہ قول مشہور ہے مگر صحیح نہیں، کہ امام بخاری سے ان کی صحیح نوے ہزار لوگوں نے سنی، لیکن ان سے روایت کرنے والوں میں میرے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ ابو طلحہ منصور بن محمد بزدوی نسفی نے فربری کے بعد صحیح بخاری روایت کی ہے۔ ۲۰ شوال ۳۲۰ھ [۹۳۳ء] میں تقریباً نوے سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/۱۳ - ۱۰۔ وفيات الاعیان ۴/۱۹۰۔ [۲/۳۶۸، نور] شذرات الذهب ۲/۲۸۶۔

(۷) تاریخ بغداد ۲/۹۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۳۹۸۔ وفيات الاعیان ۴/۱۹۰۔ [۲/۳۶۸، نور] مقدمہ فتح الباری ص: ۴۹۲۔ [ہدی الساری ۲/۱۹۵، نور] طبقات الحنابلہ ۱/۲۷۴۔

حاشیہ صفحہ ہذا

(۱) تاریخ بغداد ۲/۱۳۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۳۹۔ طبقات الشافعیۃ ۲/۲۴ - ۲۲۳۔ [۱/۴۳۲، نور] مقدمہ فتح الباری ص: ۴۸۱۔ [ہدی الساری ۲/۲۰۵، نور] طبقات الحنابلہ ۱/۲۷۶۔

(۲) خالد بن احمد: خالد بن احمد ذہلی ماوراء النہر کا والی تھا، بخارا میں اس کی یادگاریں ہیں، اس نے بخارا میں محدثین کا خوب اکرام کیا تھا، امام بخاری کو اس نے حکم دیا تھا کہ اپنے قصر میں صحیح کا درس دیں تاکہ اس کی اولاد اس میں شریک ہو، لیکن امام بخاری نے انکار کیا تو اس نے امام بخاری کو تکلیف و گزند پہنچائی اور ان کو بخارا سے جلا وطن کر دیا، اس کے بعد اس نے یعقوب صفار سے دوستی کا ہاتھ ملایا، اور علی بن طاہر کے خلاف خروج کیا، ۶۹ھ [۸۳ - ۸۸۲ء] میں فریضہ حج ادا کیا، بعد ازاں پکڑا گیا اور بغداد میں قید کیا گیا اور اسی نظر بندی کی حالت میں اس کا پیام قضا آ پہنچا۔ اس نے اسحاق بن راہویہ، عبید اللہ قواریری وغیرہ سے روایت کی ہے، اس سے روایت کرنے والوں میں سہل بن شاذویہ، اور ابن ابو حاتم اور ابن عقدہ ہیں، علم کے حصول میں یہ سوار ہونے کے بجائے پیدل ہی چلا کرتا تھا، حصول علم میں دس لاکھ درہم خرچ کئے تھے۔ ۲۷۰ھ [۸۳ - ۸۸۳ء] میں وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۳/۱۳۷۔ الجرح والتعديل ۳/۳۲۲۔ تاریخ بغداد ۸/۱۶ - ۳۱۴۔

اُن کو اس امر کی تکلیف دینی چاہی کہ اس کے مکان پر آ کر اس کے بیٹوں کو جامع و تاریخ اور دوسری کتابوں کا درس دیں، بخاری نے جواب دیا کہ یہ حدیث کا علم ہے میں اس کو ذلیل کرنا نہیں چاہتا، اگر تم کو غرض ہے تو اپنے بیٹوں کو میری مجلس میں بھیج دیا کرو تا کہ دوسرے طلبہ کی طرح وہ بھی علم حاصل کریں، امیر نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو جس وقت میرے بیٹے آپ کے پاس آئیں آپ دوسرے طلبہ کو اپنی خدمت میں نہ آنے دیں۔ میرے دربان اور چوب دار دروازہ پر تعینات رہیں گے، میری نخوت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ جس مجلس میں میرے بیٹے موجود ہوں وہاں جو لا ہے، دھنئے، بھی ان کے ہم نشین ہوں۔ بخاری نے اس کو بھی قبول نہ کیا، اور فرمایا کہ یہ علم پیغمبر کی میراث ہے، اس میں ساری امت شریک ہے، کسی کو کوئی خصوصیت نہیں۔ اس گفت و شنید سے امیر مذکور بخاری سے رنجیدہ ہو گئے، طرفین میں کدورت بڑھتی رہی، نوبت بایں جا رسید کہ امیر مذکور نے ابن ابی الورقاء اور اس وقت کے دوسرے علماء ظاہری کو اپنے ساتھ ملا لیا، اور بخاری کے مسلک پر طعن کرنے لگے، اور ان کے اجتہاد میں غلطیاں نکال کر ایک محضرتیار کرایا، اور اس حیلہ و بہانہ سے بخارا سے ان کو نکال دیا، بخاری وہاں سے روانہ ہوئے تو انہوں نے جناب الہی میں دعا کی کہ اے اللہ! ان لوگوں کو اُس بلا میں مبتلا کر جس میں وہ مجھ کو کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی ایک ماہ بھی پورا گزرنے نہ پایا تھا کہ خالد بن احمد معزول ہوئے، خلیفہ کا حکم پہنچا کہ ان کو گدھے پر سوار کر کے شہر میں گھمائیں، انجام کار ان کو کامل تباہی کا سامنا ہوا، جیسا کہ کتب تاریخ میں لکھا ہوا ہے، اور مشہور ہے۔ حریت بن ابی الورقاء کو بھی بیدر سوائی اور فضیحت کا منہ دیکھنا پڑا، ان کا وقار خاک میں مل گیا، نیز اس وقت کے ان علماء کو بھی جو بخاری کے درپے تذلیل اور (خالد بن احمد ذہلی کے) مشورہ میں شریک تھے، پوری پوری آفت پہنچی۔ (۱) ☆

بخاری اس بے کسی کی حالت میں پہلے نیشاپور گئے جب وہاں کے امیر سے بھی نہ بنی تو وہاں سے مراجعت کر کے خرتنگ تشریف لائے (یہ ایک گاؤں کا نام ہے جو سمرقند سے تین فرسخ (دس میل) کے فاصلہ پر واقع ہے) ۲۵۶ھ [۸۷۰ء] میں شب شنبہ کو جولیلۃ الفطر تھی عشاء کی نماز کے وقت اسی جگہ بخاری کا انتقال

(۱) تاریخ بغداد ۲/۳۳-۳۴ - سیر اعلام النبلاء ۱۲/۶۵-۶۴ - طبقات الشافعیة ۲/۲۳۳۔

[۱/۳۸، نور] مقدمہ فتح الباری ص: ۴۹۴۔ [ہدی الساری ۲/۲۰۵، نور]

☆ فارسی میں آفت اولاد رسید ہے۔

ہوا۔ عید کے دن نماز ظہر کے بعد دفن کر دیئے گئے۔ بخاری کی عمر ۶۲ سال کی ہوئی، ^(۱) چنانچہ کہا گیا ہے:

ولد في صدق وعاش حميداً ومات في نور

اس جملہ کے صدق کے اعداد ۱۹۴ ان کی پیدائش، حمید کے اعداد ۶۲ ان کی عمر، اور نور کے

اعداد ۲۵۶ ان کی وفات کا سال ظاہر کرتے ہیں۔

عبدالواحد طوسی نے جو اس زمانہ کے صلحاء اور اکابر اولیاء میں سے تھے، خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کے برسر راہ منتظر کھڑے ہیں، انہوں نے سلام کر کے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کا انتظار ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد بن اسماعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں۔

وہ فرماتے ہیں کہ اس خواب کے چند روز بعد ہی میں نے بخاری کی وفات کی خبر سنی، جب میں نے لوگوں سے وقت وفات کی تحقیق کی تو وہی ساعت معلوم ہوئی جس میں میں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں منتظر دیکھا تھا۔ ^(۲)

وقت شدت، خوف دشمن، سختی مرض، قحط سالی اور دیگر بلاؤں میں اس جامع صحیح کا پڑھنا تریاق کا کام دیتا ہے۔ ^(۳) چنانچہ اکثر اس کا تجربہ ہو چکا ہے، بہت سے خوابوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ محمد بن مروزی مکہ معظمہ میں مقام ابراہیم اور حجر اسود کے مابین سوئے ہوئے تھے، تو یہ خواب دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے ابوزید، کتاب شافعی کا درس کب تک دو گے، ہماری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے؟ محمد بن احمد نے سر اسیمہ بیوکر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری جان آپ پر قربان ہو، آپ کی

(۱) تاریخ بغداد ۳۴/۲ - سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۲۸ - مقدمہ فتح الباری ص: ۴۹۵ - [ہدی الساری ۲/۲۰۶، نور]

وفیات الاعیان ۴/۱۹۰ - [۲/۳۲۴، نور]

(۲) تاریخ بغداد ۳۴/۲ - سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۲۸ - طبقات الشافعية ۲/۲۳۲ - [۱/۴۴۰، نور]

مقدمہ فتح الباری ص: ۴۹۴ - [ہدی الساری ۲/۲۰۶، نور]

(۳) سبکی کہتے ہیں کہ ضرورت کی چیزوں کو پورا کرنے اور مشکلوں کے حل کے لئے صحیح بخاری کا پڑھنا تو مستہور بات ہے۔

طبقات الشافعية الكبرى ۲/۲۳۲ - [۱/۴۴۲، نور]

کتاب کوئی ہے، فرمایا (۱) جامع محمد بن اسماعیل (۲)۔ امام الحرمین سے بھی اسی طرح کا خواب منقول ہے: ایک شخص نے بخاری کی ولادت، وفات اور سنین عمر کو اس طرح نظم کیا ہے:

كان البخاري حافظا ومحدثا جمع الصحيح مكمل التحرير

بخاری حافظ حدیث اور محدث تھے، انہوں نے ایسی صحیح کو جمع کیا جو کامل اور مستقیم ہے۔

ميلاده صدق ومدة عمره فيها حميد وانقضى في نور

ان کا سال ولادت صدق ۱۹۴ ہے، مدت عمر حمید ۶۲ ہے، اور سال وفات نور ۲۵۶ ہے۔

بخاری کبھی کبھی نظم کا شوق فرماتے تھے، چنانچہ طبقات (شافعیہ) کبریٰ میں سبکی نے یہ قطعہ ۱۱

طرف منسوب کیا ہے:

اغتنم في الفراغ فضل ركوع فعسى أن يكون موتك بفتة

فرصت کے وقت ایک رکعت نماز کی فضیلت کو غنیمت جان، کیونکہ شاید تیری موت

اچانک آجائے۔

كم صحيح رأيت من غير سقم ذهب نفسه الصحيحة فلتة (۳)

میں نے بہت سے تندرستوں کو دیکھا ہے کہ بلا کسی مرض کے ان کا تندرست نفس

اچانک چل بسا۔

اثیر الدین ابو حبان نے بخاری اور ان کی جامع کی مدح میں یہ کہا ہے:

أسمع أخبار الرسول لك البشرى لقد سدت في الدنيا وقد فزت في الأخرى

اے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سننے والے، تجھ کو بشارت ہو، بیشک تو دنیا میں

سردار اور آخرت میں فائز المرام ہوا۔

تشنف أذنا بعد عقد جواهر تو ذالغواني لو تقلدنه النحرا

تو نے ایسے جواہر سے کانوں کی بالیاں تیار کیں، کہ نازک بدن عورتیں بھی ان کو اپنے

(۱) یعنی صحیح البخاری جس کا پورا نام ہے "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه

(۲) سير اعلام النبلاء ۱۶/۱۶۴-۳۱۴-۱۵۔

وسلم وسننه وأيامه" [ع]

(۳) طبقات الشافعية الكبرى ۲/۲۳۵- [۱/۴۴۲، نور]

گلے کا ہار بنانا چاہتی ہیں۔

جواهر کم حلت نفوسا نفیسة فحلت بها صدرا و جلت بها قدرا
وہ جواہر کہ بسا اوقات پاک نفوس نے ان سے زیور تیار کیا، اور ان سے اپنے سینوں کو
آراستہ اور اپنے مرتبہ کو بڑھایا۔

أبی الدین إلا ما روتہ اکابر لنا نقلوا الأخبار عن طیب خبراً
انہوں نے صرف اکابر ہی سے دین کی روایت کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
حدیث ہم تک نقل کی۔

وأدوا أحادیث الرسول مصونة عن الزیف والتصحیف فاسترجبوا الشکرا
اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ان حدیثوں کو بیان کر دیا جو محفوظ ہیں، تحریف اور تغیر سے
پس وہ شکریہ کے مستحق بنے۔

وإن البخاری الإمام لجامع بجامعه منها الیوائت والدرأ
اور یقیناً امام بخاریؒ ان حدیثوں میں سے اپنی جامع میں موتیوں اور یاقوت کو جمع
کرنے والے ہیں۔

علی مفرق الإسلام تاج مرصع أضاء به شمساً ونار به بدرأ
وہ جامع جو اسلام کے سر پر مرصع تاج ہے ایسا روشن ہے کہ اس کے سبب سے سورج
نے روشنی حاصل کی اور چاند نے نور۔

وبحر علوم تلفظ الدر لا الحصى فأنفس به ذراً وأعظم به بحراً
بخاریؒ علوم کے ایسے سمندر ہیں جو بجائے کنکریوں کے موتی پھینکتے ہیں، پس کیا ہی
خوب ہیں یہ موتی اور کیا ہی بڑا ہے سمندر۔

تصانیفه نو☆ ونور لناظر فقد أشرقت زهراً وقد أينعت زهراً
ان کی تصانیف کلیاں ہیں، اور آنکھ کے لئے نور، جو روشنی سے چمکدار ہوئیں اور کلیوں
سے شمر دار ہوئیں۔

☆ نور (اصل فارسی)

بجامعه المختار ينظم بينها . يلخصها جمعاً ويخلصها تبرا
 وہ اپنی جامع مختار میں موتی پروتے ہیں، ان کا خلاصہ جمع کرتے ہیں اور خالص سونا ان
 سے نکالتے ہیں۔

کم بذل النفس المصونة جاهداً فحاز لها بحرا و جاز لها برا
 اپنے برگزیدہ نفس کو اس سلسلہ میں مشقت میں ڈالا، دریا کو ناپا اور کبھی خشکی کو طے کیا۔
 وطورا عراقيا وطورا ايمانيا وطورا حجازيا وطورا اتي مصرا
 کبھی عراق میں آئے، اور کبھی یمن میں، کبھی حجاز میں، اور کبھی مصر میں
 إلى أن حوى منها الصحيح صحيحة فوافي كتاباً قد غدا الآية الكبرى
 حتی کہ احادیث میں سے صحیح صحیح حدیثوں کو جمع کیا، اور اس کو ایک پوری کتاب کی شکل
 دی، جو ان کے بعد ان کی بڑی یادگار ثابت ہوئی۔

كتاب له من شرح أحمد شرعة مطهرة تعلو السماكين والنسرا
 یہ وہ کتاب ہے جس سے شرع احمدی کا راستہ ملتا ہے، پاک ہے اور مرتبہ میں سماکین
 اور نسرستاروں سے بھی بلند ہیں۔

یہ عسیدہ بہت لمبا ہے، طوالت کے خوف سے اسی قدر پراکتفا کیا گیا ہے۔ شیخ تاج الدین سبکی نے بھی
 امام بخاری کی مدح و ستائش میں ایک طویل قصیدہ نظم کیا ہے، جس کے چند اشعار یہ ہیں:

علا عن المدح حتى مايزان به كأنما المدح من مفداه يضع
 بخاری چونکہ مدح سے بالاتر ہے اس لئے اس سے ان کو زینت نہیں ہوتی، گویا مدح
 ان کے مرتبہ سے کم تر ہے۔

له الكتاب الذي يتلو الكتاب هدى ندى السيادة طودا ليس ينصدع
 ان کی کتاب قرآن کے بعد پہلا درجہ رکھتی ہے، جو سرداری کی بارش ہے اور نہ پھٹنے
 والا پہاڑ ہے۔

الجامع المانع الدين القويم وسنة الشريعة أن تفتالها البدع
وہ جامع دین استوار کو محفوظ رکھتی ہے، اور سنت شریعت کو بدعتوں کے حملہ سے بچاتی
ہے۔

قاضي ☆ المراتب دانی الفضل تحسبه كالشمس يبدو سناها حين ترتفع
بلند مرتبوں والی ہے اور برگزیدہ فضیلتوں والی، گویا اس کو مثل آفتاب سمجھا جاتا ہے جو
بلند ہو کر روشنی فلکں ہوتا ہے۔

ذلت رقاب جماهير الأنام له فكلهم وهو عالٍ فيهم خضعوا
سب لوگوں کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں، اور ان سب نے اپنے عجز کا اقرار
کیا اور وہ سب میں اول اور برتر ہیں۔

لا تسمع من حديث الحاسدين له فإن ذلك موضع ومقطع ☆
ان کے حاسدوں کی بات پر کان نہ رکھو، کیونکہ یہ باتیں من گھڑت اور بے اصل ہیں۔
وقل لمن لام ☆ يحكيه اصطبارك لا تعجل، فإن الذي تبغيه ممتنع
جو ان کی نقل کر کے ان کی ملامت کرتا ہے اس سے کہہ دو کہ صبر کر جلدی نہ کر جس بات
کو طلب کرتا ہے وہ ممتنع الوقوع ہے۔

وهبك تأتي كما يحكي شكايته ☆ أليس يحكي محيا الجامع، البيع (۱)
فرض کرو اس کی شکایات ایسی ہی ہیں جیسا کہ بیان کی جاتی ہیں، تو کیا معبد نصاریٰ
جامع مسجد کے چہرہ کی نقل نہیں کرتا ہے۔

(۱) طبقات الشافعية ۲/۲۱۲۔ [۱/۴۲۲، نور]

☆ قاضي المراتب

☆ موضوع ومنقطع

☆ رام

☆ بما يحكي شكايته

صحیح مسلم ☆

امام مسلم بن الحجاج القشیری نیشاپوری کی کنیت ابوالحسین اور لقب عساکر الدین ہے۔ ان کا نام مسلم بن ورد بن کرشاد ہے۔ بنی قشیر عرب کے مشہور قبیلہ کی طرف منسوب تھے۔ نیشاپور، خراسان کا ایک بہت خوبصورت اور بڑا شہر ہے، اس لحاظ سے نیشاپوری بھی کہے جاتے تھے۔

امام مسلم بن حدیث کے اکابرین میں شمار کئے جاتے ہیں۔^(۱) ابوزرعہ رازی اور ابو حاتم نے ان کی امامت حدیث کی گواہی دی ہے، اور ان کو محدثین کا پیشوا تسلیم کیا ہے۔^(۲) ابو حاتم رازی^(۳) اور اس زمانہ کے دوسرے بزرگوں مثلاً ترمذی اور ابو بکر بن خزیمہ نے ان سے روایت کی ہے۔^(۴) مسلم کی بہت سی تالیفات ہیں، جن میں تحقیق و امعان کامل طور سے کیا گیا ہے، اور اس صحیح میں تو خصوصیت کے ساتھ فن حدیث کے عجائبات بیان کئے گئے ہیں، اور ان میں بھی اخص خصوص سرداسانید اور متون کا حسن سیاق ہے، اور روایت میں تو آپ کا ورع تام اور احتیاط اس قدر ہے جس میں کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اختصار کے ساتھ طرق اسانید کی تلخیص اور ضبط انتشار میں یہ کتاب بے نظیر واقع ہوئی ہے، اسی لئے حافظ ابو علی نیشاپوری ان کی اس صحیح کو تمام تصانیف علم حدیث پر ترجیح دیا کرتے اور کہا کرتے تھے، ماتحت اذیم السماء اصح من کتاب مسلم^(۵) [فی علم الحدیث] یعنی علم حدیث میں روئے زمین پر مسلم سے بڑھ کر صحیح ترین اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اہل مغرب کی ایک جماعت کا بھی یہی خیال ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ مسلم نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی صحیح میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جس کو کم از کم

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۵۷۔

(۲) تاریخ بغداد ۱۳/۱۰۱۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۶۶۔ [نور] سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۶۳۔

[۱۲/۵۶۴، نور] البدایة والنهاية ۱۱/۳۳۔ طبقات الحنابلة ۱/۳۳۸۔

(۳) ابو حاتم رازی کے مسلم سے روایت کرنے کی بات مجھے کہیں نہیں ملی، شاید مؤلف کی مراد ابو حاتم کے فرزند عبدالرحمن بن ابو حاتم ہیں، جنہوں نے مسلم سے روایت کی ہے۔

(۴) تہذیب الکمال ۲۷/۵۰۴-۵۰۵۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۶۲۔

(۵) تاریخ بغداد ۱۳/۱۰۱۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۶۶۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۶۶۔ البدایة والنهاية ۱۱/۳۳۔

☆ مطبع احمدی دہلی سے ۱۳۶۹ھ میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے شائع کی ہے متداول ہے۔

دو ثقہ تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہو، اور یہی شرط تمام طبقات تابعین و تبع تابعین میں ملحوظ رکھی ہے، یہاں تک کہ سلسلہ اسناد ان (مسلم) تک ختم ہو۔ دوسرے یہ کہ راویوں کے اوصاف میں صرف عدالت پر ہی اکتفا نہیں کرتے، بلکہ شرائط شہادت کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں، بخاری کے نزدیک اس قدر پابندی نہیں ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ دوسرے علماء نے اس شرط پر بحث کی ہے، کیونکہ حدیث ”إنما الأعمال بالنیات“ اس شرط کے خلاف ہے پھر بھی مسلم میں موجود ہے، کل طرق و روایات میں حضرت عمرؓ اس کے راوی ہیں اور ان سے روایت کرنے میں علقمہ تنہا ہیں، البتہ علقمہ^(۱) سے سلسلوں کی بہت شاخیں پھوٹ پڑی ہیں۔

مغاربہ (اہل مغرب) نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث کو مسلم بغرض تبرک اپنی صحیح میں لائے ہیں، چونکہ اس کے سب طرق مشہور اور اس کی صحت ثابت ہے، اس لئے اس میں اپنی شرط کا لحاظ نہیں فرمایا، علاوہ ازیں یہ شرط اس حدیث میں موجود ہے اگرچہ ان کی صحیح میں ذکر نہیں۔ کیونکہ صحابہ میں سے حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کو روایت کیا ہے اور ان دونوں حضرات سے بہت سے تابعین روایت کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ مسلم نے نہایت تورع اور احتیاط کے ساتھ اپنی سنی ہوئی تین لاکھ حدیثوں میں سے اس صحیح کا انتخاب کیا ہے۔^(۲) مسلم کے عجائبات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے عمر بھر میں کسی کی غیبت نہیں کی، نہ کسی کو مارا، اور نہ کسی کو گالی دی۔ صحیح و ستقیم حدیث کی پہچان میں اپنے تمام اہل عصر میں ممتاز تھے،

(۱) علقمہ: علقمہ بن وقاص بن محسن لیشی، مدنی۔ کبار علماء اور تابعین میں سے ہیں، حضرت عمر، عائشہ، عمرو بن عاص، ابن عمر اور کئی صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابن سعد اور نسائی نے ان کو ثقہ کہا ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں زہری، ابن ابوملیکہ، محمد بن ابراہیم تیمی وغیرہ ہیں۔ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں انہوں نے وفات پائی، ان کی حدیثیں صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۶۱/۴۔ [۶۱-۶۲/۴، نور] طبقات ابن سعد ۶۰/۵۔ [۴۵/۵-۴۴، نور] تہذیب التہذیب ۸۰/۷۔ [۲۸۰/۷، نور]

(۲) تاریخ بغداد ۱۰۱/۱۳۔ تذکرۃ الحفاظ ۶۶/۲ [۱۵۱/۲، نور] ۱۔ سیر اعلام النبلاء ۵۶۵/۱۲۔ البداية والنهاية ۳۳/۱۱۔ طبقات الحنابلہ ۳۳۸/۱۔

بلکہ بعض امور میں ان کو امام بخاریؒ پر بھی ترجیح و فضیلت حاصل ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بخاریؒ کی اکثر روایات اہل شام سے بطریق مناوہ ہیں (یعنی ان کی کتابوں سے لی گئی ہیں، خود ان کے مؤلفین سے نہیں سنی گئیں) اس لئے ان کے راویوں میں کبھی کبھی امام بخاریؒ سے غلطی واقع ہو جاتی ہے، ایک ہی راوی کہیں اپنی کنیت اور کہیں اپنے نام سے مذکور ہوتا ہے، امام بخاریؒ اس کو دو شخص سمجھ لیتے ہیں، یہ مغالطہ امام مسلم کو پیش نہیں آتا، نیز حدیث میں امام بخاریؒ کے تصرفات مثلاً تقدیم و تاخیر، حذف و اختصار کی وجہ سے بعض مرتبہ تعقید پیدا ہو جاتی ہے، ہر چند کہ خود بخاریؒ ہی کے دوسرے طرق دیکھ کر وہ صاف بھی ہو جاتی ہے، لیکن امام مسلم نے یہ طریقہ اختیار ہی نہیں کیا، بلکہ متون حدیث کو موتیوں کی لڑی کی طرح اس طرح مرتب روایت کیا ہے کہ تعقید کے بجائے اس کے معانی اور چمکتے چلے جاتے ہیں۔

اس صحیح کے علاوہ امام مسلمؒ کی دوسری مفید تالیفات بھی ہیں، مثلاً کتاب المسند الکبیر علی الرجال، کتاب الأسماء والکنی، کتاب العلل، کتاب الوجدان، کتاب حدیث عمرو بن شعیب، کتاب مشائخ مالک، کتاب مشائخ الثوری، کتاب ذکر أوہام المحدثین اور کتاب طبقات (التابعین)۔^(۱)

ابوحاتم رازیؒ نے جو اکابر محدثین میں سے ہیں، امام مسلم کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لئے مباح کر دیا ہے جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔ ابوعلی زاغونی کو ان کی وفات کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ کس عمل سے تمہاری نجات ہوئی، تو انہوں نے صحیح مسلم کے چند اجزاء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان اجزاء کی بدولت۔^(۲)

امام مسلمؒ [۱۸-۸۱۷ھ] میں پیدا ہوئے، بعض نے کہا ہے کہ ۲۰۴ھ [۲۰-۸۱۹ھ] میں اور بعض ۲۰۶ھ [۲۲-۸۲۱ھ] میں بیان کرتے ہیں، ابن الاثیر نے جامع الاصول کے مقدمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے، واللہ اعلم۔^(۳) لیکن ان کی وفات پر سب کا اتفاق ہے، کہ ان کا انتقال یک شنبہ کی شام کو ہوا، اور ۲۵ رجب

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۷۹۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۶۷۔ [۲/۵۲-۱۰۱، نور]

(۲) تاریخ دمشق الکبیر ۵۸/۹۲۔ [۲۱-۲۹، تحقیق علامہ ابو عبد اللہ علی عاشور جنوبی، دار احیاء التراث العربی بیروت: ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۱ء، نور]

(۳) جامع الاصول ۱/۱۸۷۔ [جامع الوصول، تحقیق: عبدالقادر الارناؤوط، ادارة الشؤون الاسلامیة، قطر ۱/۱۲۱، نور]

تاریخ الاسلام (۲۶۱-۷۰ھ) ص: ۱۸۳۔ [۷/۳ (۲۶۱-۳۳۰ھ)، نور]

۲۶۱ھ [۸۷۵ء] میں دوشنبہ کے روز دفن کئے گئے۔ (۱) امام مسلم کی وفات کا سبب بھی عجیب و غریب ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز مجلس مذاکرہ حدیث میں آپ سے کوئی حدیث پوچھی گئی آپ اس وقت اس کو نہ پہچان سکے۔ اپنے مکان پر تشریف لائے اور اپنی کتابوں میں اس کو تلاش کرنے لگے، کھجوروں کا ایک ٹوکرا ان کے قریب رکھا تھا، آپ اسی حالت میں ایک ایک کھجور اس میں سے کھاتے رہے۔ امام مسلم حدیث کی فکر و جستجو میں کچھ ایسے مستغرق رہے کہ حدیث کے ملنے تک تمام کھجوروں کو تناول فرما گئے، اور کچھ خیر نہ ہوئی، بس یہی زیادہ کھجور کھا لینا ان کی موت کا سبب بنا۔ (۲)

حافظ عبدالرحمن بن علی الربیع یمنی شافعی کہتے ہیں:

تنازع قوم فی البخاری و مسلم لدیّ وقالوا ای ذین تقدم
میرے سامنے بخاری اور مسلم کے بارے میں کچھ لوگوں نے تنازع کیا، اور کہا کہ ان
دونوں میں سے (مرتبہ میں) کون مقدم ہے۔

فقلت لقد فاق البخاری صحّة کما فاق فی حسن الصنعة مسلم
میں نے کہا بخاری صحّت کے اعتبار سے فوقیت رکھتے ہیں، جیسے مسلم ترتیب ابواب
میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔

☆ سنن ابی داؤد

اس کتاب کے تین نسخے مشہور ہیں، نسخہ لؤلؤی، نسخہ ابن داسہ، نسخہ ابن الاعرابی، بلاد مشرق میں روایت
کؤلؤی زیادہ مشہور ہے، بلاد مغرب میں روایت ابن داسہ زیادہ مروج ہے، اور یہ دونوں نسخے ایک دوسرے
سے ملتے جلتے ہیں، ان میں زیادہ تر اختلاف تقدیم و تاخیر کا ہے، کمی و زیادتی کا اختلاف نہیں ہے، مگر ان
دونوں سے ابن الاعرابی کا نسخہ بین طور پر ناقص ہے۔

(۱) مقدمہ صحیح مسلم، ص: ۱۱۶۔ [مقدمہ مسلم ص: ۶۱ مطبوعہ نسخہ، دار طیبہ ریاض، نور]

(۲) تاریخ بغداد ۱۳/۱۰۳۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۶۴۔ البدایة والنہایة ۱۱/۳۴۔

☆ حضرت مولانا احمد محدث سہارنپوری نے ۱۲۷۲ھ میں اسے شائع کیا۔ متداول ہے۔

لولوی کا پورا نام ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو لولوی ہے۔^(۱)

ابن داسہ کا نام ابو بکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق بن داسہ التمار البصری ہے۔^(۲)

ابن الاعرابی کا نام ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر المعروف بابن الاعرابی ہے۔^(۳)

ابوداؤد کا نام ونسب یہ ہے: سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی

البحستانی۔^(۴)

ابن خلکان نے جو یہ کہا ہے کہ ”نسبته إلى سجستان أو سجستانة قرية من قرى البصرة“

(ان کی نسبت سجستان یا بختانہ کی طرف ہے، جو بصرہ کا ایک قریہ ہے۔ انتہی) اس نسبت کی تحقیق میں ان

(۱) لولوی: ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو بصری، لولوی۔ انہوں نے ابوداؤد بختانی، حسن بن علی بن بحر، اور علی بن عبدالحمید قزوینی سے سماع حدیث کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حسن بن علی جبلی، قاضی ابو عمر، قاسم بن جعفر ہاشمی، ابوالحسین فسوی وغیرہ ہیں، لولوی نے سنن، ابوداؤد کے پاس بیس مرتبہ پڑھی ہے، اور یہ وراق ابوداؤد کے نام سے پکارے جاتے تھے، اس کے معنی اہل بصرہ کی زبان میں پڑھنے والے کے ہیں، ان کی وفات ۳۳۳ھ [۴۵-۹۴۴ء] میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۳۰۷-۸/۱۵۔ شذرات الذهب ۲/۳۳۴۔

(۲) ابن داسہ: ابو بکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق بن داسہ ان کا پورا نام ہے۔ سنن ابوداؤد کے راوی ہیں۔ ابوداؤد بختانی، ابو جعفر محمد بن حسن بن یونس شیرازی اور ابراہیم بن فہد ساجی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابو بکر بن مقری، ابوسلیمان، حمد خطابی اور ابن عبدالبر کے استاذ عبداللہ بن محمد بن عبدالمومن قرطبی ہیں، یہ آخری شخص ہیں جنہوں نے ابوداؤد سے پوری سنن روایت کی ہے، ۳۳۶ھ [۵۸-۹۵۷ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۳۹/۱۵-۵۳۸۔ شذرات الذهب ۲/۱۳۳۔ [نور، ۳۷۳/۲]

(۳) ابن اعرابی: احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درہم ان کا نام ونسب ہے۔ ابن اعرابی کے نام سے مشہور ہوئے، کنیت ابو سعید تھی، بصرہ کے باشندے تھے، لیکن مکہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ ۲۴۰ھ [۸۵۵ء] کے بعد ان کی ولادت ہوئی، حسن بن محمد بن صباح زعفرانی، عباس بن محمد دوری اور امام ابوداؤد سے کسب فیض کیا۔ اور امام ابوداؤد سے سنن کی سماعت کی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابو عبداللہ بن خفیف، ابو بکر بن مقری اور ابو عبداللہ بن مندہ وغیرہ ہیں، ان کی سند عالی تھی، بہت مشہور اور بڑی عظمت و شان کے مالک تھے، مکہ میں ان کی وفات ذی قعدہ ۳۴۰ھ [۹۵۲ء] میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱/۱۵-۴۰۷۔ [نور، ۱۲/۱۵-۳۰۷] حلیۃ الأولیاء ۱۰/۷۶-۳۷۵۔ شذرات الذهب ۲/۵۵-۳۵۴

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۰۳۔ [ان کے نسب نامہ میں بعض اسماء کا حذف و اضافہ ہے سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۰۳، پر مفصل مذکور ہے۔ نور] تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۶۸۔ [نور، ۱۵۲/۲]

غلطی سرزد ہوئی ہے، حالانکہ ان کو تاریخ دانی اور تصحیح انساب و نسب میں کمال حاصل ہے، (۱) چنانچہ شیخ تاج الدین سبکی ان کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: ”هذا وهم والصواب انه نسبة الى الاقليم المعروف المتأخم لبلاد الهند“ (یہ ان کا وہم ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ نسبت اس اقلیم کی طرف ہے جو ہند کے پہلو میں واقع ہے) (۲) یعنی یہ سیستان کی طرف نسبت ہے، جو سندھ و ہرات کے مابین مشہور ملک ہے اور ملک قندھار کے متصل واقع ہے، اور چشت جو بزرگان چشتیہ کا وطن ہے وہ بھی اسی ملک میں واقع ہے، پہلے زمانہ میں بست اس ملک کا پایہ تخت تھا۔ عرب لوگ اس ملک کی نسبت میں کبھی کبھی سجری بھی کہہ دیتے ہیں۔

ابوداؤد کی ولادت ۲۰۲ھ [۱۸-۸۱۷ء] میں ہوئی، (۳) آپ نے بلاد اسلامیہ میں عموماً اور مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان، اور جزیرہ وغیرہا میں خصوصیت کے ساتھ کثرت سے گشت کر کے علم حدیث حاصل کیا۔ (۴) حفظ حدیث، اتقان روایت، عبادت و تقویٰ اور صلاح و احتیاط میں بلند درجہ رکھتے تھے، (۵) کہتے ہیں کہ وہ اپنی ایک آستین فراخ اور دوسری تنگ رکھا کرتے تھے۔ جب آپ سے سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ایک آستین تو اس لئے کشادہ رکھتا ہوں کہ اس میں اپنی کتاب کے کچھ اجزاء رکھ لوں، دوسری آستین کشادہ رکھنا اسراف میں داخل سمجھتا ہوں، (۶) آپ امام احمد بن حنبل، قعنبی اور ابوالولید طیالیسی (۷)

(۱) بلکہ علامہ سبکی اور مؤلف سے تسامح ہوا ہے، ابن خلکان نے یہ کہا ہے کہ یہ نسبت بختان کی طرف ہے جو کہ ایک مشہور اقلیم ہے، ابن خلکان نے قبیل کے ذریعہ ایک اور قول نقل کیا ہے کہ اس کی نسبت بصرہ کے ایک گاؤں بختان یا بختانہ کی طرف ہے۔ واللہ اعلم وفيات الاعیان ۲/۴۰۵۔ [۱/۳۸۳، نور]

(۲) طبقات الشافعية الكبرى ۲/۲۹۳۔ [۱/۴۸۷، نور] تقدیم و تاخیر کے فرق کے ساتھ۔

(۳) سير اعلام النبلاء ۱۳/۲۰۴۔ تذكرة الحفاظ ۲/۱۶۸۔ [۲/۱۵۳، نور]

(۴) سير اعلام النبلاء ۱۳/۲۰۴۔ [۱۳/۵-۲۰۴، نور] (۵) سير اعلام النبلاء ۱۳/۲۱۱۔

(۶) سير اعلام النبلاء ۱۳/۲۱۷۔ تذكرة الحفاظ ۲/۱۶۸۔ [۲/۵۴-۱۵۳، نور]

(۷) ابوالولید طیالیسی: ابوالولید ہشام بن عبدالملک بصری، طیالیسی آپ دلاء کے اعتبار سے باہلی ہیں، ۱۳۳ھ [۵۱-۷۵ء] میں پیدا ہوئے۔ عکرمہ بن عمار، ہشام دستوائی، مالک، لیث وغیرہ سے انہوں نے حدیث روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں بخاری، ابوداؤد، اسحاق بن راہویہ، محمد بن سعد، بندار، محمد بن شنی، ذہبی اور امام دارمی اور ابو زرہ وغیرہ جیسے اساطین علماء حدیث ہیں۔ جن میں سب سے آخری راوی ابوخلیفہ فضل بن حباب ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ ابوالولید فقیہ، عاقل، ثقہ اور حافظ ہیں، میں نے ان کے ہاتھ میں کبھی کتاب نہیں دیکھی۔ ان کی وفات ۲۲ھ [۸۲۲ء] میں ہوئی۔ سير اعلام النبلاء ۱۰/۳۴۱-۴۷۔ طبقات ابن سعد ۷/۳۰۰۔ [۷/۲۱۸، نور]

الجرح والتعديل ۹/۶۵- [۹/۶۶-۶۵، نور] تهذيب التهذيب ۱۱/۴۵-۴۷۔ شذرات الذهب ۲/۶۲-۶۳

کے شاگرد ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء سے بھی روایت اور سماع رکھتے ہیں،^(۱) ان سے ترمذی و نسائی روایت کرتے ہیں۔^(۲) ان کے شاگردوں میں سے چار شخص جماعت محدثین کے سردار و پیشوا ہوئے، ابو بکر بن ابی داؤد، (ان کے صاحبزادے) لؤلؤی، ابن الاعرابی، ابن داسہ۔ ان کے استاد امام احمد بن حنبل نے حدیث عمیرہ ان سے روایت کی ہے۔^(۳)

موسیٰ بن ہارون^(۴) نے جوان کے معاصر تھے ان کے حق میں کہا ہے کہ ابو داؤد دنیا میں حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔^(۵) ابو داؤد نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ میں نے مصر میں ایک لمبی ککڑی دیکھی، اس کو ناپا تو تیرہ بالشت کی تھی، اور میں نے ایک ترنج دیکھا، جب اسکو کاٹ کر اونٹ پر لادنا تو اس کے دونوں حصے بڑے نقاروں کی مانند معلوم ہوتے تھے۔

جب وہ اس سنن کی تصنیف سے فارغ ہوئے اور امام احمد بن حنبل کی خدمت میں لے گئے تو امام احمد نے اس کو دیکھ کر بہت پسند فرمایا۔^(۶) اس سنن کی تالیف کے وقت ابو داؤد کے پاس پانچ لاکھ حدیثوں کا مجموعہ تھا، ان سب سے انتخاب کر کے اس کتاب کو مرتب کیا جو اب تک چار ہزار آٹھ سو احادیث پر مشتمل ہے۔

ابو داؤد نے اس کا بھی التزام کیا ہے کہ اپنی اس کتاب میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جو صحیح ہوگی یا حسن،^(۷) یہ بھی کہا ہے کہ ان احادیث میں سے عقل مند کے لئے دین میں صرف چار حدیثیں

(۱) سیر اعلام النبلاء ۲۰۴/۱۳ - [۵/۱۳ - ۲۰۴، نور] (۲) سیر اعلام النبلاء ۲۰۵/۱۳۔

(۳) طبقات الشافعیة الكبرى ۲/۲۹۴ - [۱/۴۸۸، نور] حدیث عمیرہ یہ ہے أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سئل عن العتیرة فحسنہا ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے، سیر اعلام النبلاء ۲۱۱/۱۳۔

(۴) موسیٰ بن ہارون: ابو عمر ان موسیٰ بن ہارون بزاز ۲۱۳ھ [۳۰-۸۲۹ھ] میں پیدا ہوئے۔ علی بن جعد، احمد بن حنبل، یحییٰ

جمانی، یحییٰ بن معین، اور ابن ابوشیبہ سے حدیث کا علم حاصل کیا اور کتابیں لکھیں، وہ اپنے زمانہ میں بہت مشہور و معروف تھے، ان

سے روایت کرنے والوں میں جعفر خلدی، ابو بکر شافعی، ابو قاسم طبرانی وغیرہ ہیں، خطیب نے ان کو حافظ وثقہ کہا ہے۔ ان کی

وفات شعبان ۲۹۳ھ [۹۰۷ء] میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۹/۱۲ - ۱۱۶ - تاریخ بغداد ۵۱/۱۳ - ۵۰۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۲۱۲/۱۳۔

(۶) سیر اعلام النبلاء ۲۰۹/۱۳ - تاریخ بغداد ۵۶/۹۔

(۷) تاریخ بغداد ۵۷/۹ - سیر اعلام النبلاء ۲۱۰/۱۳۔

کفایت کرتی ہیں۔ اول: إنما الأعمال بالنیات (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے) دوم: ”من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه“ (اسلام کی عمدگی سے یہ بات ہے کہ انسان بے فائدہ امور کو ترک کر دے) سوم: ”لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه“ (اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جس کو وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے) چہارم: ”الحلال بين والحرام بين، وبينهما مشبهات، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه“ (حلال اور حرام دونوں ظاہر ہیں، اور ان کے درمیان مشتبہات ہیں پس جس شخص نے شبہات سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا)۔^(۱)

راقم الحروف کہتا ہے کہ ان کے کافی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ شریعت کے قواعد کلیہ مشہورہ معلوم کر لینے کے بعد جزئیات مسائل میں کسی مجتہد یا مرشد کی ضرورت باقی نہیں رہتی، مثلاً عبادات کی درستی کے لئے پہلی حدیث اور اس عمر عزیز کے اوقات کی حفاظت کے لئے دوسری حدیث، اور حقوق، ہمسایہ و سلوک خویش و اقارب اور دوسرے اہل تعارف و معاملہ کی رعایت کے لئے تیسری حدیث اور ان شکوک و ترددات کے ازالہ کے لئے جو اختلاف علماء یا دلائل کے مختلف ہونے سے پیدا ہوتے ہیں، چوتھی حدیث کافی ہے، گویا مرد عاقل کے لئے یہ چاروں حدیثیں استاد و پیر کے درجہ میں ہیں۔^(۲)

(۱) تاریخ بغداد ۵۷/۹۔ سیر اعلام النبلاء ۲۱۰/۱۳۔

پہلی حدیث شیخان نے روایت کی ہے، صحیح البخاری، کتاب بدء الوحي، صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله صلى الله عليه وسلم إنما الأعمال بالنیات۔ دوسری حدیث امام مالک و ترمذی نے تخریج کی ہے، موطا کتاب حسن الخلق، باب ماجاء في حسن الخلق۔ سنن الترمذی، کتاب الزهد۔ تیسری حدیث شیخان نے روایت کی ہے، صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب علامة الإیمان، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدليل على أن من خصال الإیمان أن يحب لأخيه المسلم ما يحب لنفسه، چوتھی حدیث بھی شیخان ہی کی روایت کردہ ہے، صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدينه، صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب أخذ الحلال وترك الشبهات۔

(۲) علامہ ذہبی امام ابو داؤد کے اس قول سے متفق نہیں ہیں، انہوں نے ان کی تردید کی ہے، اور کہا ہے کہ یكفي الإنسان لدينه، یعنی انسان کے دین کے لئے کافی ہو جائے گی، یہ کہنا ممنوع ہے، اس لئے کہ مسلمان قرآن کے ساتھ ساتھ کئی صحیح احادیث کا بھی اپنے دین کے لئے محتاج ہے۔ سیر اعلام النبلاء ۲۰۹/۱۳۔ [۲۱۰/۱۳، نور]

ابراہیم حربی نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدثین میں سے ہیں، جب سنن ابوداؤد کو دیکھا تو فرمایا کہ ابوداؤد کے لئے علم حدیث خدا تعالیٰ نے ایسا نرم کر دیا ہے، جیسا حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم ہوا تھا۔^(۱) حافظ ابوطاہر سلفی^(۲) نے اس مضمون کو پسند کر کے اس قطعہ میں نظم کیا ہے:

لان الحدیث وعلمہ بکمالہ لإمام أهلیہ ابي داؤد
حدیث اور علم حدیث اپنے کمال کے ساتھ نرم ہو گئی، ابوداؤد کے لئے جو اہل حدیث کے امام ہیں۔

مثل الذی لان الحديد وسبكه لنبي أهل زمانه داؤد
جیسے لوہا اور اس کا گلانا سہل ہو گیا تھا، داؤد علیہ السلام کے لئے جو اپنے زمانہ کے نبی تھے۔

حافظ ابوطاہر نے بسند خود حسن بن محمد بن محمد بن ابراہیم ازدی سے روایت کیا ہے کہ حسن بن محمد نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من أراد أن يتمسك بالسنن فليقرأ سنن أبي داؤد (جو شخص سنت سے تمسک کرنا چاہے اسکو

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۱۲۔ تہذیب التہذیب ۴/۱۷۲۔

(۲) ابوطاہر سلفی: ابوطاہر احمد بن محمد بن احمد صہبانی، حروانی، سلفی، آپ نے بیس سال کی عمر سے طلب علم کے لئے سفر کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور مسلسل اٹھارہ سال تک حدیث سنتے اور لکھتے رہے۔ اور محدثین کی ایک بڑی تعداد سے سماع حاصل کیا، حدیث کے علاوہ فقہ، ادب اور اشعار بھی سیکھتے رہے، جب حصول علم سے فارغ ہوئے تو اسکندریہ کی سرحد کو اپنا وطن بنایا، پھر تشنگان علوم ان کے پاس سفر کر کے آنے لگے، سلطان صلاح الدین ایوبی اور اس کے امراء اور بہائی ان کے درس میں طلب حدیث کے شوق میں آتے تھے، ان سے روایت کرنے والوں میں محمد بن طاہر مقدسی، عبدالغنی مقدسی، عبدالقادر رباوی وغیرہ ہیں، آپ نے ”الأربعین البلدانیہ“ تصنیف کی، ایسا کام ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ حافظ حدیث ثقہ اور متقن تھے، جمعہ کے دن صبح سویرے ربیع الآخر ۶۵۷ھ [۱۱۸۰ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ عمر ۱۰۶ سال تھی۔ سیر اعلام النبلاء ۲۱/۵-۳۹۔ وفیات الاعیان ۱/۱۵۰۔ [۱/۶۱-۶۰، نور] طبقات الشافعیۃ الكبرى ۶/۳۲- [۳/۲۶-۳۱۸، نور]

سنن ابوداؤد پڑھنا چاہئے) اور یحییٰ بن زکریا بن یحییٰ ساجی^(۱) سے روایت کر کے کہتے ہیں کہ: اصل اسلام کتاب اللہ و ستون اسلام سنن ابی داؤد^(۲)☆ (اسلام کی بنیاد کتاب اللہ اور اس کا ستون سنن ابی داؤد ہے)

ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کو کتاب اللہ اور سنن ابی داؤد کا علم حاصل ہو جائے تو یہ معاملات دین میں اس کے لئے کافی ہے۔ اسی لئے کتب اصول میں سرمایہ اجتہاد کے لئے مثال کے طور پر اسی سنن ابی داؤد کو پیش کرتے ہیں۔

ابوداؤد کے مذہب کے بارے میں لوگ مختلف رائے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ شافعی تھے اور بعض حنبلی بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم

تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ شیخ ابواسحاق شیرازی نے ان کو طبقات الفقہاء میں امام احمد بن حنبل کے اصحاب میں شمار کیا ہے،^(۳) حافظ ابوطاہر نے سنن ابی داؤد کی مدح میں ایک عمدہ نظم لکھی ہے، جس کا یہاں لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

أولى كتاب لذي فقه وذی نظر
ومن یكون من الأوزار فی وزر

(۱) زکریا ساجی: ابوالحسن زکریا بن یحییٰ بن عبدالرحمن ساجی نسی، بصری، شافعی۔ آپ بصرہ کے شیخ، مفتی اور محدث تھے۔ طالوت بن عباد، عبدالواحد بن غیاث، عبدالعلی بن حماد زری، محمد بن بشار وغیرہ سے حدیثیں سماعت کیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ابواحمد ابن عدی، ابوبکر اسماعیلی اور ابوالقاسم طبرانی کے علاوہ ایک بڑی جماعت ہے، یہ حدیث کے کبار علماء میں سے ہیں، ذہبی کہتے ہیں کہ ساجی کی ایک تصنیف علل حدیث میں ہے، جو ان کے تبحر علمی اور خداداد حافظے پر دلالت کرتی ہے، بصرہ میں ۳۰ھ [۹۱۹-۲۰] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۴/۹۹-۱۹۷۔ الجرح والتعدیل ۱/۶۰۔ طبقات الشافعیة الكبرى ۱/۳-۳۰۱-۲۹۹۔ [۲۲/۲-۲۲۰، نور] تهذیب التهذیب ۳/۳۳۴۔ [زکریا ساجی کا ذکر حاشیہ میں ہے، نور] شذرات الذهب ۱/۲-۵۱-۲۵۰۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۱۵۔ طبقات الشافعیة الكبرى ۲/۲۹۵۔ [سجی کی عبارت ہے: و کتاب ابی داؤد عهد الاسلام، ۱/۴۸۹، نور]

(۳) وفیات الاعیان ۲/۴۰۴۔ [۳۸۲/۱، نور]

☆ یہاں پر مترجم صاحب سے تسامح ہوا ہے، انہوں نے اس جملہ کو عربی سمجھا جب کہ یہ فارسی ہی کا ہے، عربی عبارت یوں ہے "أصل الإسلام كتاب الله وعهد الإسلام سنن أبي داؤد"

تمام کتابوں میں سے فقیہ اور صاحب نظر اور اس شخص کے لئے جو گناہوں سے بچنا چاہے۔

ماقد تولى أبو داود محتسبا تأليفه فاق فى الأضواء كالقمر
وہ کتاب ہے جس کو ابو داؤد نے طلب ثواب کے لئے تالیف کیا۔ جو روشنی میں چاند کی طرح فوقیت لے گئی ہے۔

لا يستطيع عليه الطعن مبتدع ولو تقطع من ضغن ومن ضجر
کوئی بدعتی اس پر طعن کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، اگرچہ کینہ اور تنگ دلی (حسد) سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

فليس يوجد في الدنيا أصح و أقوى من السنة الغراء والأثر
روشن سنت اور آثار (حدیث) دنیا میں، اس سے صحیح تر و قوی تر کوئی کتاب نہیں ہے۔
وكل ما فيه من قول النبي ومن قول الصحابة أهل العلم والبصر
اور جو کچھ اس میں ہے نبی کا قول یا اہل دانش و بینش صحابہ کا کلام ہے۔

يرويه عن ثقة عن مثله ثقة عن مثله ثقة كالأنجم الزهر
یہ اس کو ثقہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ بھی اپنے ہی جیسے ثقہ سے، اور وہ بھی اپنے مثل سے جو چمکدار ستاروں کی طرح ہیں۔

وكان في نفسه فيما أحق به لاشك فيه إماما عالي الخطر
اور وہ خود بھی جیسا کہ میری تحقیق ہے، بلاشبہ امام عالی مرتبت تھے۔

يدرر الصحيح من الآثار يحفظه ومن روى ذاك من انثى ومن ذكر
وہ آثار صحیحہ کو جانتے تھے اور ان کے حافظ تھے، اور ان راویوں کے بھی حافظ تھے جو روایت کرتے ہیں خواہ مرد ہوں یا عورت۔

محققا صادقا فيما يجيب به قد شاع في البلوغ عنه ذاء، وفي الحضرة

اپنی روایت میں وہ سچے بھی ہیں اور محقق بھی، اور ان کی یہ بات دیہات میں بھی مشہور ہے، اور شہر میں بھی۔

والصدق للمرء فی الدارین منقبة مافوقها أبداً فخر لمفتخر
اور دونوں جہانوں میں انسان کے لئے سچائی بڑی خوبی ہے، کسی فخر کرنے والے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی فخر نہیں ہے۔

ابوداؤد کا ۱۶ شوال ۲۷۵ھ [فروری ۸۸۹ء] میں انتقال ہوا، اور بصرہ میں دفن کئے گئے، تہتر سال کی

عمر پائی۔^(۱)

☆ جامع کبیر ترمذی

مؤلفہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی البوغی۔^(۲) یہ لفظ (بوغ) باء موحدہ کے ضمہ اور واؤ کے سکون سے ہے، اور واؤ کے بعد غین معجمہ ہے۔ یہ ایک گاؤں کا نام ہے، جو ترمذ کے دیہات میں سے ہے، اور اس سے چھ فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔^(۳) ترمذ اس پرانے شہر کا نام ہے جو اموداریا (جس کو جیحون اور نہر بلخ بھی کہتے ہیں) کے کنارے پر واقع ہے، لفظ ماوراء النہر میں بھی نہر سے بیشتر یہی نہر مراد لی گئی ہے، اس (ترمذ) کے تلفظ میں بہت اختلاف ہے بعض تا اور میم کو مفتوح کہتے ہیں، اور بعض دونوں کو مضموم خود وہاں کے لوگوں اور نیز دوسرے اشخاص کی زبان زردان دونوں کا کسرہ ہے، اور یہی مشہور ہے۔ اور ایک جماعت تا کو فتح اور میم کو کسرہ دیتی ہے۔

ترمذی امام بخاری کے سب سے مشہور تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، اور مسلم و ابوداؤد اور ان کے شیوخ سے بھی روایت رکھتے ہیں، علم حدیث کی طلب میں بصرہ، کوفہ، واسط، رے، خراسان اور حجاز میں بہت سال

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۶۹- [۲/۱۵۴، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۰-

(۳) وفيات الاعیان ۴/۲۷۸- [۲/۳۶۳، نور]

☆ مطبع العلوم دہلی سے ۱۲۶۵ھ میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کی کوششوں سے زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔
متداول ہے۔

گزارے۔ اور اس فن میں بہت سی تصانیف ان کی یاد تازہ کرتی ہیں، جامع ترمذی ان کی بہت مشہور اور مقبول تصنیف ہے، مجموعی حدیثی فوائد کے لحاظ سے اس کتاب کو تمام کتابوں پر فوقیت دی گئی ہے، اول اس وجہ سے کہ اس کی ترتیب عمدہ ہے اور تکرار نہیں ہے، دوم اس وجہ سے کہ اس میں فقہاء کا مذہب اور اس کے ساتھ ساتھ ہر ایک کا استدلال بیان کیا گیا ہے، سوم اس وجہ سے کہ اس میں حدیث کے انواع مثلاً صحیح، حسن، ضعیف، غریب اور معطل بہ علل وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے، چہارم اس وجہ سے کہ اس میں راویوں کے نام، ان کے القاب اور کنیت کے علاوہ ان فوائد کو بھی بیان کیا گیا ہے جن کا علم الرجال سے تعلق ہے۔

ترمذی حفظ حدیث میں بے مثل^(۱) اور امام بخاری کے صحیح جانشین مشہور ہیں، تورع زہد اور خوف خدا اس درجہ رکھتے تھے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں، چنانچہ خوف الہی میں روتے روتے آخر کار ان کی بینائی جاتی رہی تھی،^(۲) ان کے حفظ کی حکایات صحیحہ میں سے ایک یہ ہے کہ ایک شخص کی روایات کے دو جزء انہوں نے نقل کئے تھے، مگر اب تک ان کو پڑھ کر سنانے کا موقع نہ ملا تھا، مکہ مکرمہ کے راستہ میں اتفاقاً ان سے ملاقات ہو گئی، ترمذی نے (نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر) ان سے ان اجزاء کی قرأت کی درخواست پیش کی، شیخ نے قبول فرمایا اور کہا کہ ان اجزاء کو نکال لو اور اپنے ہاتھ میں لے لو، میں پڑھتا ہوں تم مقابلہ کرتے جاؤ۔ امام ترمذی نے تلاش کیا تو اتفاقاً وہ اجزاء ان کے ساتھ نہ تھے، (کہیں گم ہو گئے تھے) ترمذی بہت گھبرائے (لیکن اس وقت ان کی سمجھ میں سوائے اس کے اور کچھ نہ آیا کہ) دو اجزاء سادے کاغذ کے ہاتھ میں لے کر فرضی طور پر سننے میں مشغول ہو گئے، شیخ نے قرأت شروع کی، اتفاقاً ان کی نظر کاغذات پر پڑ گئی تو سادے نظر آئے، شیخ کو طیش آیا، اور فرمایا کیا میرا مذاق بناتے ہو، ترمذی نے بالآخر جو واقعہ تھا صاف عرض کر دیا اور کہا اگرچہ وہ اجزاء میرے ساتھ نہیں ہیں لیکن مجھے لکھے ہوئے سے زیادہ محفوظ ہیں، شیخ نے فرمایا، اچھا ذرا پڑھ کر تو سناؤ، ترمذی نے وہ تمام حدیثیں سنا دیں۔

شیخ بہت متعجب ہوئے اور فرمایا یقین نہیں آتا کہ صرف میرے ایک بار پڑھنے سے یہ سب حدیثیں تم کو محفوظ ہو گئی ہوں گی، ترمذی نے عرض کیا اچھا اب امتحان کر لیجئے۔ شیخ نے خاص اپنی چالیس حدیثیں اور

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۳۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰۸۔ [۲/۱۸۷، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۳۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰۸۔ [۲/۱۸۸، نور] تہذیب التہذیب ۹/۳۸۹۔

پڑھیں ترمذی نے فوراً ان کو بھی اس صحت کے ساتھ سنا دیا کہ کہیں ایک جگہ بھی غلطی نہ ہوئی۔^(۱) اس ایک واقعہ کے علاوہ ان کے حفظ کے اور بہت سے واقعات مشہور ہیں۔^(۲)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ جب میں اس جامع کی تالیف سے فارغ ہوا تو پہلے میں نے یہ نسخہ علماء حجاز کو دکھایا انہوں نے پسند فرمایا، پھر علماء عراق کی خدمت میں لے گیا، انہوں نے یک زبان ہو کر اس کی مدح فرمائی، پھر علماء خراسان کے روبرو پیش کیا تو انہوں نے بھی اپنی رضامندی ظاہر فرمائی، بعد ازاں میں نے اس کی ترویج و تشہیر کی کوشش کی۔

امام ترمذی یہ بھی فرماتے تھے کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو گیا اس گھر میں پیغمبر علیہ السلام ہیں جو نظم فرماتے ہیں،^(۳) بعض علماء اندلس نے اس کتاب کی تعریف میں نظم لکھی ہے جو یہاں لکھی جاتی ہے:

کتاب الترمذی ریاض علم حکت أزهارہ زهر النجوم
کتاب ترمذی (گویا) علم کے ایسے باغات ہیں، جن کے پھول روشن ستاروں کے مشابہ ہیں۔
بہ الآثار واضحة أینت بالفاظ أقیمت كالرسوم
اس میں واضح آثار ایسے الفاظ کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں جو مثل نشانات قائم ہیں۔

وأعلاها الصحاح وقد أنارت نجومًا للخصوص وللعوم
ان کی اعلیٰ تصانیف میں سے یہ صحیح ہے جس نے خاص و عام کے لئے ستاروں کو روشن کر دیا۔
ومن حسن یلیها أو غریب وقد بان الصحیح من السقیم
اس میں بعض احادیث حسن ہیں اور بعض غریب، گویا صحیح سقیم سے ممتاز ہو گئی ہیں۔

فعلله أبو عیسیٰ مینا معالمه لأرباب العلوم^(۴)
پھر اس سقیم کو معلول کر کے اس کی علامتوں کو، اہل علم کے لئے ابو عیسیٰ نے ظاہر کر دیا ہے۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰۹- [۱۸۸/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۳- تہذیب التہذیب ۹/۳۸۹- [۸۹/۹-۳۸۸، نور]

(۲) بعض محدثین نے امام ترمذی کے حافظے کا امتحان لینے کی غرض سے چالیس نادر حدیثیں ان کے سامنے پڑھیں تو امام ترمذی نے اس کو من

دغن دہرا دیا، تو وہ حیران ہو کر کہنے لگے کہ ہم نے آپ کے جیسا حافظہ کسی کا نہیں دیکھا۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰۸- [۱۸۸/۲، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰۸- [۱۸۸/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۴-

(۴) لطلاب [ع]

وطرزه باثار صحاح تخیرها اولو النظر السليم
اور اس کو ایسے آثار صحیحہ کے ساتھ منقش کیا ہے، جس کو اہل نظر حضرات نے پسند فرمایا۔

من العلماء والفقهاء قدما وأهل الفضل والنهج القويم
یعنی اگلے علماء و فقہاء نے، و اہل فضل اور اصحاب طریق مستقیم نے

فجاء كتابه علقانفيسا تنفس فيه أرباب العلوم
ان کی کتاب ایسی علق نفیس (بیش بہا) بن کر آئی ہے، جس کی طرف اہل علم راغب ہیں۔

ويقتسون منه نفيس علم يفيد نفوسهم أسنى الرسوم
وہ اسی سے عمدہ علم حاصل کرتے ہیں، جو ان کے نفوس کو قیمتی علامات کا فائدہ دیتا ہے۔

كتبتاه رويناها لنسروى من التسنيم في دار النعيم
ہم نے اس کو لکھ کر اس کی روایت کی ہے، تاکہ ہم جنت میں آب تسنیم سے سیرابی حاصل کریں۔

وغاص الفكر في بحر المعاني فأدرك كل معنى مستقيم
جب فکر نے معانی کے سمندر میں غوطہ لگایا، تو وہ ہر درست معنی تلاش کر کے لایا۔

جزى الرحمن خيرا بعد خير أباعيسى على الفعل الكريم
خدا تعالیٰ ابو عیسیٰ کو ان کے نیک کام کے بدلے میں، چپے در چپے جزائے خیر عطا فرمائے۔

۷ مارچ ۱۷۹۹ھ [۱۸۹۳ء] میں شبِ دو شنبہ کو خاص ترمذی میں امام ترمذی کی وفات ہوئی۔^(۱) ابن ابی شیبہ

نے اپنی مصنف میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے، ”مایکرہ لرجل اکتنی بہ“ اور اس کے بعد یہ حدیث بیان کی ہے۔

حدثنا الفضل بن دكين عن موسى بن علي عن أبيه أن رجلا اکتني
بأبي عيسى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن عيسى لا أب

(۱) وفيات الاعيان ۴/ ۲۷۸ [۲/ ۳۶۳]، تاریخ وفات ۱۳ مارچ ۱۷۹۹ء، نقل میں تسامح ہو گیا ہے اسی لئے اردو اور فارسی نسخہ میں ۷ مارچ مذکور ہے، تاہم ڈاکٹر اکرم ہندوی نے اصل مآخذ سے وتوفی لثلاث عشرة خلت من رجب الخ ہی نقل کیا ہے۔ نور]

(۲) سن ولادت ۲۰۹ھ [۲۵-۸۲۳ء] ہے۔ [ع]

لہ، حدثنا الفضل بن دكين عن عبد الله بن عمر بن حفص عن زيد بن أسلم عن أبيه أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه ضرب ابناً له اكنى بأبي عيسى فقال إن عيسى ليس له أب. انتهى
 موسیٰ بن علیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ عیسیٰ کے تو باپ نہیں تھے۔ نیز اسلم سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے اپنے لڑکے کو مارا جنہوں نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تھی اور کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہیں تھے۔

سنن ابوداؤد کی کتاب الادب میں اس طرح آیا ہے: باب الرجل يكتني بأبي عيسى اس کے بعد یہ سند بیان کی ہے۔

عن زيد بن أسلم عن أبيه أن عمر بن الخطاب ضرب ابناً له تكنى أبا عيسى وأن المغيرة بن شعبة يكنى بأبي عيسى فقال له عمر رضي الله تعالى عنه: أما يكفيك أن تكنى بأبي عبد الله فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر، وإنا في جلدتنا، فلم يزل يكنى بأبي عبد الله حتى هلك. (۱) انتهى. الجلجة بجيمين بينهما لام مفتوحة، الأمر المضطرب. (۲)

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے بیٹے کو اس وجہ سے مارا کہ انہوں نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تھی، اور یہ کہ مغیرہ بن شعبہؓ کی کنیت ابو عیسیٰ تھی، تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم کو ابو عبد اللہ کی کنیت کافی نظر نہیں آتی، انہوں نے جواب دیا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کنیت کے ساتھ پکارا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(۱) سنن ابی داؤد کتاب الادب، باب فی من یکنی بأبی عیسیٰ.

(۲) جلجہ میں دو جیم ہیں اور ان دونوں کے درمیان لام مفتوح ہے اور اس کے معنی ہیں امر مضطرب۔ [ع]

وسلم کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں اور بھول چوک اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادی تھیں، اور ہم تو ایک امر مضطرب میں مبتلا ہیں، پھر انہوں نے مرتے دم تک اپنی کنیت ابو عبد اللہ ہی رکھی۔

”إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنانی“ کے معنی یہ ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ابو عیسیٰ کہہ کر بلایا اور پکارا ہے، نہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ تیری کنیت ابو عیسیٰ ہے، حضرت عمرؓ کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ ابو عیسیٰ کی کنیت مکروہ ہے یہ کنیت نہ رکھنی چاہئے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اس کنیت کے ساتھ پکار لیا تو تم کو یہ مناسب نہیں کہ اس کو اپنی کنیت قرار دو، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی صرف بیان جواز کے لئے ایک امر اولیٰ کو ترک فرمادیا کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ ترک اولیٰ کراہیت سے پاک تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ضرورت بھی محض تبلیغ حکم کی وجہ سے پیش آتی تھی، اور ”ما تقدم من ذنبه وما تأخر“ کے معنی بھی یہی ہیں۔

☆ سنن صغریٰ نسائی

یہ کتاب مجتبیٰ کے نام سے مشہور ہے، ابن السنی جو مشہور محدث ہیں اس کے راوی ہیں، ان کا نام و کنیت یہ ہے: ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی الدینوری، (۱) المتوفی ۳۶۴ھ [۷۵-۷۹۷ء]

(۱) ابن سنّی: ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم ہاشمی، دینوری۔ آپ دلاء کے اعتبار سے جعفری تھے، اور ابن سنّی کے نام سے مشہور ہوئے، ۲۸۰ھ [۸۹۳ء] سے قبل ان کی ولادت ہوئی، علم کے لئے رخت سفر باندھا، اور ابو خلیفہ نجفی، زکریا ساجی، ابو القاسم بغوی وغیرہ سے سماعت حدیث حاصل کی، امام نسائی سے خوب حدیثیں سنیں، اور بھرپور استفادہ کیا، پھر حدیثیں جمع کیں اور عمل الیوم واللیلۃ کتاب لکھی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں قاضی ابونصر کسار اور بہت سارے محدثین ہیں، ذہبی کہتے ہیں کہ انہوں نے سنن نسائی کو مختصر کیا ہے، جس کا نام المجتبیٰ رکھا ہے، ۳۶۴ھ [۷۵-۷۹۷ء] کے اواخر میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۶/۵۶-۲۵۵-۵۷/۱۶، نور، الإكمال ۵۰۱/۴۔

☆ یہ کتاب پہلی بار ۱۲۵۶ھ میں دہلی سے چھپی۔ بعد میں دارالکتب العلمیہ سے امام جلال الدین سیوطی کی شرح اور امام سندھی کے حواشی کے ساتھ شائع ہوئی ہے، جس کا دوسرا ایڈیشن ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳ء میں منظر عام پر آیا تھا۔ دارالسلام ریاض نے ۱۴۲۰ھ اور دارالفکر بیروت نے ۱۴۲۵ھ میں شائع کیا ہے۔

سنن کبریٰ نسائی ☆

یہ نسخہ ابن الاحمر کی روایت سے مروی ہے، ان کا نام و کنیت ابو بکر محمد بن معاویہ ہے: ابن الاحمر (۱) کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ دونوں تالیفات (سنن صغریٰ و سنن کبریٰ) ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی کی ہیں۔ اس لفظ (نسائی) میں سین کے بعد ہمزہ مکسور اور بغیر بد کے ہے یہ نسبت نسا کی طرف ہے جو خراسان کا ایک مشہور شہر ہے، کبھی عرب لوگ اس ہمزہ کو واؤ سے بدل کر نسبت کرنے میں نسوی بھی کہا کرتے تھے، اور قیاس کے مطابق بھی یہی ہونا چاہئے، لیکن مشہور نسائی ہی ہے، یہ علم حدیث کے ایک رکن ہیں، ان کی ولادت ۲۱۴ھ [۳۰-۸۲۹ء] میں ہوئی۔ (۲) خراسان، حجاز، عراق، جزیرہ، شام مصر، اور ان کے علاوہ شہروں میں گشت کر کے بہت سے اکابر شیوخ سے ملاقات کی۔ (۳) سب سے پہلے قتیبہ بن سعد بغلانی بلخی (۴) کی

(۱) ابن احمر: ابو بکر محمد بن معاویہ بن عبد الرحمن اموی، مروانی، قرطبی۔ آپ ابن احمر کے نام سے مشہور ہوئے، عبداللہ بن یحییٰ بن یحییٰ، ابو خلیفہ نجمی، جعفر فریابی اور عبد الرحمن نسائی کی شاگردی اختیار کی۔ ۲۹۵ھ [۸-۹۰۷ء] سے حصول علم کے لئے سفر کرنا شروع کیا اور کبار علماء و محدثین کے علوم سے فیضیاب ہوئے، انہوں نے بغرض تجارت ہندوستان کا بھی سفر کیا تھا، جب اندلس واپس ہوئے تو اپنے ساتھ "السنن الکبریٰ للنسائی" بھی لے گئے، وہاں لوگوں نے ان کی روایت سے اس کی سماعت کی۔ شریف، کریم، نیل اور ثقہ بزرگ تھے۔

رجب ۳۵۸ھ [۹۶۹ء] میں وفات پائی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۶۸/۱۴-۶۸/۱۶-۶۸/۶۸ [نور] شذرات الذهب ۲۷/۳۔ (۲) اصل فارسی میں ۲۱۴ھ مذکور ہے، جو کہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں قیل کے ذریعہ ذکر کیا ہے، لیکن ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اور سیر اعلام النبلاء میں ان کی پیدائش ۲۱۵ھ نقل کی ہے، ڈاکٹر صاحب نے بھی ۲۱۵ھ [۳۱-۸۳۰ء] نقل کیا ہے۔ وفیات الاعیان ۴۷/۱۔ سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۲۵۔ تذکرۃ الحفاظ ۲۲۶/۲۔ [۲/۲۴۱، نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۴/۲۵ [۱۴/۱۲۷، نور] ۱۔ تذکرۃ الحفاظ ۲۲۶/۲ [۲/۲۴۱، نور]۔

(۴) قتیبہ بن سعید: ابو جہاقتیبہ بن سعید بن جمیل بن طریف ثقفی، بلخی، بغلانی۔ بغلان کے رہنے والے تھے، ان کی تاریخ پیدائش ۱۴۹ھ [۶۷-۶۶۶ء] ہے، مالک، لیث، شریک، حماد، ابو عوانہ، ابن مبارک، ہشیم بن بشیر، کعب، ابن وہب جیسے کبار علماء حدیث علم حدیث میں آپ کے شیوخ ہیں، ان کے شاگردوں میں بھی حمیدی، نعیم بن حماد، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، ابو بکر بن ابوشیبہ، بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، ترمذی، وغیرہ جیسے اساطین علماء و کبار محدثین ہیں۔ ابن ماجہ نے محمد بن یحییٰ ذہلی اور ابن ابوشیبہ کے واسطے سے ان سے روایت کی ہے، امام نسائی زکریا خیاط کے واسطے سے ان سے روایت کرتے ہیں، امام ترمذی نے بھی ایک آدمی کے واسطے سے ان سے روایت کی ہے۔ دو شعبان ۲۴۰ھ [۸۵۲ء] میں قتیبہ نے وفات پائی۔ ابو بکر اشرم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل نے قتیبہ بن سعید کا تذکرہ اور ان کی تعریف و توصیف کی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱/۲۴-۱۳۔ طبقات ابن سعد ۷/۳۷۹- [۷/۲۶۶، نور] الجرح والتعديل ۷/۱۴۰۔ تاریخ بغداد ۱۲/۴۶۴-۷۰۔ شذرات الذهب ۲/۹۵-۹۴۔ بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ

خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت پندرہ برس کے تھے، ان کی خدمت میں ایک سال دو ماہ رہ کر علم حدیث حاصل کیا۔^(۱) ان کے مناسک سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شافعی المذہب تھے۔^(۲) صوم داؤدی پر ہمیشہ عمل پیرا رہتے تھے۔^(۳) بائیس ہمہ کثیر الجماع تھے، چنانچہ چار عورتیں آپ کے نکاح میں تھیں، اور ہر ایک کے پاس ایک ایک شب رہتے تھے، ان کے علاوہ لونڈیاں بھی موجود تھیں۔^(۴)

جب سنن کبریٰ کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو امیر وقت نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کی یہ کتاب تمام صحیح ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، اس میں حسن اور صحیح دونوں موجود ہیں۔ اس امیر نے عرض کیا کہ ان تمام احادیث میں سے جو صحت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوں میرے لئے ان سب کا مجموعہ مرتب فرمادیتے ہو، تو انہوں نے مجتبیٰ تصنیف فرمائی۔^(۵)

لفظ مجتبیٰ تاء فوقانیہ کے بعد باء موحده کے ساتھ زیادہ مشہور ہے، بعض نے بجائے باء کے نون سے پڑھنا جائز رکھا ہے، بہر حال دونوں لفظوں کے معنی قریب قریب ہیں، اجتباء جو باء موحده سے ہے اس کے معنی انتخاب اور برگزیدہ کرنے کے ہیں، اور اجتناء جو نون سے ہے اس کے معنی درخت سے پختہ میوہ چننے کے ہیں۔

ان کی موت کا واقعہ یہ ہے کہ جب آپ مناقب مرتضوی کتاب الخصائص کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو انہوں نے چاہا کہ اس کتاب کو دمشق کی جامع مسجد میں پڑھ کر سنائیں تاکہ بنی امیہ کی سلطنت کے اثر سے عوام میں ناصبیہ کی طرف جو رجحان پیدا ہو گیا تھا اس کی اصلاح ہو جائے۔ ابھی اس کا تھوڑا سا حصہ ہی پڑھنے پائے تھے کہ ایک شخص نے پوچھا امیر المؤمنین معاویہؓ کے مناقب کے متعلق بھی آپ نے کچھ لکھا ہے؟ تو نسائی نے جواب دیا کہ معاویہؓ کے لئے یہی کافی ہے کہ برابر سر ابر چھوٹ جائیں، ان کے

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

☆ دارالکتب العلمیہ بیروت نے ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء میں دکتور عبدالغفار سلیمان بنداری اور سید کسروی حسن کی تحقیق سے شائع کیا ہے۔ حال ہی میں [۱۴۳۳ھ-۲۰۱۲ء] میں مرکز البحوث و تقنیة المعلومات کی تحقیق سے وزارة الاوقاف قطر نے تیرہ جلدوں میں ایک عمدہ نسخہ شائع کیا ہے۔

حاشیہ صفحہ ہذا

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۲۵-۲۸- [۱۴/۱۲۸، نور] (۲) سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۳۰-

(۳) وفيات الاعیان ۱/۷۸- [۱/۴۷، نور] (۴) سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۲۸-

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۳۱-

مناقب کہاں ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ بھی کہا تھا کہ مجھ کو ان کے مناقب میں سوائے اس حدیث ”لا أشبع الله بطنه“ کے اور کوئی صحیح حدیث نہیں ملی۔^(۱) پھر کیا تھا لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا پیٹنا شروع کر دیا ان کے خصیتین میں چند شدید ضربیں ایسی پہنچیں کہ نیم جان ہو گئے۔ خادم ان کو اٹھا کر گھر لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ابھی مکہ پہنچا دو، تا کہ میرا انتقال مکہ یا اس کے راستہ میں ہو۔ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات مکہ معظمہ پہنچنے پر ہوئی، اور وہاں صفا و مرہ کے درمیان دفن کئے گئے۔ ۱۳ صفر ۳۰۳ھ [اگست ۹۱۵ء] میں پیر کے دن آپ کا انتقال ہوا۔^(۲) بعض کا قول یہ بھی ہے کہ مکہ جاتے ہوئے راستہ میں بمقام شہر رملہ (فلسطین) انتقال ہوا، پھر وہاں سے آپ کی نعش مکہ معظمہ پہنچائی گئی۔ واللہ اعلم

☆ سنن ابن ماجہ

یہ کتاب ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ قزوینی، ربیع کی تصنیف ہے۔ ربیع راء اور باء دونوں کے فتح کے ساتھ، ولاء کی طرف نسبت ہے۔ ابن خلکان بیان کرتے ہیں کہ ربیعہ عرب کے متعدد قبیلوں کا نام ہے، معلوم نہیں کہ ان بزرگ کی نسبت ان میں سے کس کی طرف ہے۔^(۳) قزوین عراق عجم کا مشہور شہر ہے۔ ابن ماجہ نے بہت سی مفید اور نافع کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، ان میں سے ایک یہ سنن ہے جس کا صحاح ستہ میں شمار ہے۔ وہ جب اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اس کو ابو زرہ رازی کے سامنے پیش کیا، انہوں نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی تو یہ (حدیث کی موجودہ) تصنیفات یا ان میں سے اکثر معطل ہو کر رہ جائیں گی، فی الحقیقت احادیث کو بلا تکرار بیان کرنے اور حسن ترتیب و اختصار کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کی ہمسر نہیں ہے۔ حافظ ابو زرہ نے بھی اس کی صحت پر گواہی دی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ اس کتاب میں ایسی حدیثیں

(۱) علامہ ذہبی نے ان کے اس جواب پر یہ بات لکھی ہے کہ شاید یہ حضرت معاویہ کی منقبت ہی میں ہو اس لئے کہ آپ کا فرمان ہے کہ اے اللہ میں جس پر لعنت کروں یا گالی دوں تو تو اس کے حق میں اسے باعث رحمت بنا۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۶۸۔ [تذکرہ میں ”اللہم لا تشبع بطنه“ ہے، ۲/۲۴۱، نور]

(۲) وفیات الاعیان ۱/۷۷۔ [۴۷/۱، نور] تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۶۹۔ یہاں مؤلف نے دو الگ قصوں کو یکجا لکھا ہے۔

(۳) وفیات الاعیان ۴/۲۷۹۔ [۳۶۳/۲، نور]

☆ دہلی سے ۱۲۸۲ھ میں یہ کتاب شائع ہوئی، جس کے حاشیہ پر شاہ عبدالغنی کی انجارج الحاجۃ اور جلال الدین سیوطی کی مصباح الزجاہ بھی طبع ہوئی ہے۔ [۲۳۲/۱، معجم المطبوعات العربیہ والمغربیہ] عکس طبع اول دار صابر بیروت [بلا سنہ]

جن کی سندوں میں کچھ خلل ہیں یا وہ معتمد بالوضع یا شدید النکارۃ ہیں تیس سے زیادہ نہ ہوں گی۔^(۱) اس سنن میں بتیس کتابیں ہیں، ایک ہزار پانچ سو باب اور کل چار ہزار احادیث پر مشتمل ہے،^(۲) صحیح یہی ہے کہ ماجہ جیم کی تخفیف سے (جس میں جیم پر تشدید نہیں ہے)، آپ کی والدہ تھیں، ابن میں الف لکھنا چاہئے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابن ماجہ محمد کی صفت ہے، نہ کہ عبداللہ کی۔ جس طرح سے کہ عبداللہ بن مالک ابن نخسینہ ازدی میں کہ جو مشہور صحابی ہیں، اور اسماعیل بن ابراہیم ابن علیہ میں جو امام شافعی کے معاصر تھے، لفظ ”ابن“ میں الف لکھنے کا دستور ہے۔ ان کی دیگر تصانیف میں سے قرآن مجید کی تفسیر اور ایک کتاب التاریخ ہے،^(۳) ابن ماجہ ۲۰۹ھ [۸۲۳-۲۵ء] میں پیدا ہوئے،^(۴) ان کو عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، مدینہ، شام، مصر، واسط، رے اور دوسرے اسلامی شہروں میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ حدیث کے تمام علوم سے واقفیت و شناسائی رکھتے تھے۔^(۵) جبارہ بن المغلس،^(۶) ابراہیم بن المنذر،^(۷) ابن نمیر،^(۸) ہشام بن عمار^(۹)، اور اسی طبقہ

(۱) علامہ ذہبی نے ابو زرہ کے اس قول کی توضیح کی ہے کہ ابو زرہ کی یہ بات (اگر صحیح ہے تو) ان احادیث کے متعلق ہے جو بالکل کم درجہ کی ہیں، ان احادیث کی تعداد جو قابل استدلال نہیں ہیں، شاید ہزار سے زیادہ ہے۔ ابن ماجہ حافظ حدیث، ناقد اور تبحر عالم تھے لیکن ان کے سنن میں پائی جانے والی منکر اور چند موضوع احادیث کی وجہ سے ان کی سنن کا مرتبہ گھٹا ہے۔ سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۸۷-۲۷۸/۱۳، نور تذکرۃ الحفاظ ۲۰۹/۲-۱۸۹/۲، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۲۱۰/۲-۱۸۹/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۸۰۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۲۰۹/۲-۱۸۹/۲، نور] (۴) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۷۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۲۱۰/۲-۲۷۹/۱۳، سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۹۔

(۶) جبارہ بن مغلس: جبارہ بن مغلس حمائی، آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ شیبہ بن شیبہ، قیس بن ربیع، ابو عوانہ اور کبار محدثین سے آپ روایت کرتے ہیں، ان کے راویوں میں ابن ماجہ، قتی بن مخلد، عبداللہ بن محمد، حسن بن سفیان، ابو یعلیٰ موصلی وغیرہ ہیں۔ بخاری نے انہیں مضطرب الحدیث کہا ہے اور ابن معین نے کذاب کہا ہے۔ ان کی وفات ۲۳۱ھ [۵۶-۸۵۵ء] میں تقریباً سو سال کی عمر میں ہوئی۔

سیر اعلام النبلاء ۱۱/۵۱-۱۵۰۔ میزان الاعتدال ۱/۳۸۷-۳۷۵/۱، نور] الجرح والتعذیل ۲/۵۵۔ [۵۵۰/۲، نور] کتاب المجروحین والضعفاء ۱/۲۲۱-۶۳/۱-۲۶۲، تحقیق: حمدی عبدالحمید سلفی، دارالاصحیح ریاض، نور]

تہذیب التہذیب ۲/۵۹-۵۷۔ شذرات الذهب ۲/۱۹۸-۹۸/۲، نور]

(۷) ابراہیم بن منذر: ابراہیم بن منذر بن عبداللہ منذر قرشی، اسدی، جزامی، مدنی۔ ان کی کنیت ابو اسحاق تھی، سفیان بن عیینہ ولید بن مسلم، عبداللہ بن وہب، معن بن عیسیٰ وغیرہ سے زانوائے تلمذتہ کیا۔ ان سے فیض اٹھانے والوں میں بخاری، ابن ماجہ، قتی بن مخلد، ابو بکر بن ابی دنیا وغیرہ ہیں۔ امام ترمذی اور نسائی ان سے ایک واسطے سے روایت کرتے ہیں۔ صالح جزرہ نے انہیں صدوق کہا ہے، ابو حاتم نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ اور انہیں صدوق کہا ہے۔ محرم ۲۳۶ھ [۸۵۰ء] میں ان کا وصال ہوا۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۹۰-۶۸۹۔ [۹۱/۱۰-۶۸۹، نور] الجرح والتعذیل ۲/۱۳۹۔ تاریخ بغداد ۶/۸۱-۱۷۹۔ تہذیب التہذیب ۱/۱۶۶۔ شذرات الذهب ۲/۸۶۔ بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

کے دوسرے بزرگوں سے علم حدیث حاصل کیا، ابوبکر بن ابی شیبہ سے زیادہ تر استفادہ کیا۔^(۱)
ابوالحسن قطان،^(۲) جو ان کی سنن کے راوی ہیں ان کے شاگرد رشید ہیں، مگر ابویعیسیٰ ابہری اور دوسرے

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۸) محمد بن عبداللہ بن نمیر: محمد بن عبداللہ بن نمیر ہمدانی کوفی، ان کی کنیت ابو عبدالرحمن تھی۔ ۱۶۰ھ [۷۷۷ء] کے بعد پیدا ہوئے، انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن نمیر، سفیان بن عیینہ، ابن علیہ، کعب اور یزید بن ہارون وغیرہ سے روایت کی ہے۔ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، محمد بن یحییٰ ذہلی، ابوحاتم، ابوزرعہ، یحییٰ بن مخلد، عبداللہ بن احمد بن حنبل اور ابویعلیٰ موصلی وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ امام نسائی اور ترمذی نے بھی ایک واسطے سے ان سے روایت کی ہے۔ علم و عمل میں ممتاز دیگانہ تھے، احمد بن حنبل نے انہیں درة العراق (عراق کا موتی) کہا ہے۔ ابوحاتم بن حبان نے انہیں حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے، متقی اور پرہیزگار تھے، ان کی وفات ۲۳۴ھ [۸۴۹ء] میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱/۵۷-۵۵-۵۸/۱-۴۵۵، نور]

الجرح والتعديل ۱/۲۸-۳۲۰۔ تاریخ بغداد ۵/۴۲۹۔ تہذیب التہذیب ۹/۸۲۲-۸۳/۹ [۲۸۲-۸۳، نور]
(۹) ہشام بن عمار: ابوالولید ہشام بن عمار بن نصیر السلمی، شام کے مستند عالم، اور خطیب دمشق تھے، ۱۵۳ھ [۷۷۰ء] میں آپ کی پیدائش ہوئی، امام مالک، مسلم زنجی، حفص بن سلیمان مقری اور سفیان بن عیینہ جیسے کبار علماء سے انہوں نے حدیث کا علم حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، وغیرہ ہیں۔ امام مسلم کی ان سے ملاقات نہیں ہوئی، ترمذی ایک راوی کے واسطے سے ان سے روایت کرتے ہیں، ابوزرعہ دمشقی، ابوزرعہ رازی، ابوحاتم اور کئی محدثین نے ان سے روایت کی ہے، دارقطنی نے انہیں صدوق کہا ہے، یحییٰ بن معین نے انہیں ”کتیس کتیس“ اور ذہبی نے عظیم القدر و عظیم المرتبت کہا ہے۔ جن کا چرچا اقصائے عالم میں تھا، ان کی وفات ۲۳۵ھ [۸۵۹-۶۰] میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱/۳۵-۴۲۰۔ الجرح والتعديل ۹/۶۷-۶۶۔ تہذیب التہذیب ۱۱/۵۴-۵۱۔ شذرات الذهب ۲/۱۱۰-۱۰۹۔

حاشیہ صفحہ ہذا:

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۸۔

(۲) ابوالحسن قطان: ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ بن بحر قزوینی، قطان، ۲۵۴ھ [۸۶۸ء] میں تولد ہوئے، آپ نے ابن ماجہ سے ان کی سنن کی سماعت کی۔ اور ابن ابوحاتم رازی و حارث بن ابواسامہ سے حدیث کا فیض حاصل کیا، انہوں نے خوب حدیثیں جمع کیں اور کتابیں تصنیف کیں، اور خوب محنت و مجاہدہ سے کئی علوم کے ماہر ہوئے، ان سے روایت کرنے والوں میں قاسم بن ابومنذر، زبیر بن عبدالواحد، ابوالحسن نحوی وغیرہ ہیں، ابویعلیٰ خلیلی کہتے ہیں کہ ابوالحسن قطان ہر فن مولیٰ، عالم باکمال تھے۔ تفسیر، فقہ، نحو اور ادب کے عالم تھے، ۳۳۵ھ [۹۵۶ء] میں رب حقیقی سے جا ملے۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/۶۵-۶۳-۴۶۳۔ [۱۵/۶۶-۶۳، نور] شذرات الذهب ۲/۳۷۰۔

بڑے لوگوں نے ان (ابوالحسن) کو بڑوں میں شمار نہیں کیا۔ ۲۲ رمضان المبارک ۲۷۳ھ [۸۸۷ء] میں
دوشنبہ کے روز ابن ماجہ کا انتقال ہوا، اور سہ شنبہ کے دن دفن ہوئے۔ (۱)

شارق (۲) قاضی عیاض ☆

یہ کتاب گویا موطا و صحیحین کی شرح ہے، (۳) (۲) قاضی عیاض (اس کے مؤلف) ابوالفضل عیاض
بن موسیٰ بن عیاض تکھی سبیتی ہیں، (المتوفی ۵۲۳ھ) [۱۱۲۹ء] حافظ ابو عمرو ابن الصلاح (۵) نے اس
کتاب کی مدح میں یہ شعر کہا ہے:

مشارك أنوار سنة بسبته وذا عجب كون المشارق بالغرب
انوار سنت کے مشارق مقام سبتہ (۶) میں (طلوع کر رہے) ہیں، مشرق کا مغرب
میں ہونا تعجب ہے۔

(۱) وفیات الاعیان ۴/۲۷۹- [۲/۳۶۳، نور]

(۲) اس کا پورا نام ”مشارك الانوار علی صحاح الآثار“ ہے۔ [ع] (۳) دیکھئے: مشارق الانوار ۷/۱۔
(۴) قاضی عیاض مقدمے میں کہتے ہیں حدیث کی امہات کتب جن میں صحیح احادیث جمع کی گئیں ہیں، ان میں سے جو کچھ
صحیح احادیث میں ہے ان تمام کو یکجا کرنے کا میں نے ارادہ کیا، وہ تین کتابیں جن کو تقدم اور مقولیت عند الناس۔ اصل سے موطا
امام مالک، صحیح بخاری، اور صحیح مسلم ہیں، یہ تینوں کتابیں بنیادی کتابوں کا درجہ رکھتی ہیں۔ المشارق ۵/۱

(۵) ابن الصلاح: ابو عمرو بن صلاح الدین عبدالرحمن بن عثمان بن موسیٰ کردی، شہرزوری، شافعی۔ ابن حکیم، ابن طبرزد، مؤیر طوسی
وغیرہ سے آپ نے کسب فیض کیا۔ پھر بیت المقدس میں صلاحیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں، بعد ازاں دمشق گئے اور
دارالحدیث اشرفیہ کی مسند درس کی زینت بنے، جس کی وجہ سے تشنگان علوم اس چشمہ علوم و معرفت سے میراب ہو کر فیض حدیث
پھیلانے لگے۔ ابن صلاح کا شمار کبار علماء میں ہوتا ہے، اپنے زمانہ کے تفسیر، حدیث اور فقہ میں نابغہ روزگار تھے، اصول اور فروع
کے بھی زبردست عالم تھے، حتیٰ کہ ان کی مثال دی جاتی تھی۔ زہد و تقویٰ اور عظمت و جلال کے پیکر تھے۔ ان کی وفات ۱۵ ربیع الآخر
۶۲۳ھ [۱۲۲۵ء] میں ہوئی، طبقات الحفاظ ص ۵۰۰-۴۹۹۔ مشرق العرب ۵/۲۲۶- [۵/۲۲۱، نور]

(۶) سبتہ بلاد مغرب میں ایک شہر ہے۔ [ع]

☆ اردو ترجمہ میں کچھ غلطی ہوئی ہے، صحیح ترجمہ اس طرح ہونا چاہئے، عیسیٰ ابہری اور دوحتر نے جہت سے عمدہ اعلیٰ درجہ کے
محدثین ان کے شاگردوں میں ہیں۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۸۔

☆ قابل ذکر ہے کہ ابن الصلاح کی پہلی جلد ۱۲۲۳ھ میں دوسری جلد ۱۲۲۳ھ میں تیسری جلد ۱۲۲۳ھ میں چوتھی جلد ۱۲۲۳ھ میں چوتھی جلد ۱۲۲۳ھ میں
پہلی جلد زیور طبع سے آراستہ کی تھی۔ [معجم المطبوعات العربیہ والمغربیہ ۲/۱۳۹۸]

ابوعبداللہ رشید نے بھی یہ بیت کہا ہے:

ومرعى خصيب فى جديب خلالها ألا فاعجبوا للخصيب فى منزل الجذب

(یہ) خشک و قحط زدہ زمین میں سرسبز چراگاہ ہے، آگاہ ہو اور تعجب کرو اس سرسبزی

وشادابی سے جو مقام قحط میں ہو۔

☆ شرح کرمانی بربخاری

یہ کتاب الکواکب الدراری کے نام سے مشہور ہے، ان کو طواف سے فارغ ہونے کے بعد مطاف شریف میں اس نام کا الہام ہوا تھا،^(۱) ان کا نام محمد بن یوسف بن علی بن عبدالکریم کرمانی ہے، اور لقب شمس الدین ہے۔ آخر عمر میں بغداد کو اپنا مسکن بنا لیا تھا^(۲) ۱۶ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ [۱۳۱۷ء] میں پیدا ہوئے،^(۳) اول اپنے والد بزرگوار، (بہاؤ الدین) کے پاس رہ کر علم حاصل کرتے رہے، پھر قاضی عضد الدین یحییٰ سے استفادہ کیا۔ مدت دراز تک انہی کی صحبت میں رہے، بارہ سال تک ان سے جدا نہ ہوئے، اس کے بعد شہروں کی سیاحت شروع کی، علماء مصر، شام، حجاز، اور عراق سے مستفید ہو کر آخر بغداد میں بستر اقامت کھولا، (مقیم ہو گئے) اور تیس سال تک وہیں درس و تدریس میں مشغول رہے۔^(۴) آپ کی حالت یہ تھی کہ دنیا داروں سے بہت گریز کرتے تھے۔ علمی مشغلہ پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے تھے، حسن

(۱) کرمانی لکھتے: اس شرح کے مکمل کرنے کے وقت میں مکہ میں مقیم تھا، میں ملتزم سے چٹ کر کعبہ مقدسہ کو اس بات پر اپنا سفارشی بنا رہا تھا کہ اللہ اس کتاب کو میرے لئے حضور کے پاس بہترین وسیلہ اور واسطہ بنائے اور شرف قبولیت سے نوازے، گناہوں کی بخشش میں، میں ان کی سفارش کی امید رکھتا ہوں۔ اور میری دعا ہے کہ اس کے طفیل اللہ مجھ پر رحم کرے اور درجات بلند کرے، اے اللہ ہماری امیدوں کو ناکام و نامراد مت فرما، اور دعاؤں کو شرف قبولیت بخش دے، میں اس زمانے میں برابر اس کتاب کے نام رکھنے کے سلسلے میں متفکر رہتا تھا، ایک رات طواف کے بعد مطاف ہی میں تھا تو رب ذوالجلال نے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس کا نام الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری رکھا جائے، لہذا میں نے یہی رکھا۔ ۶/۱

(۲) شذرات الذهب ۶/۲۹۴۔ کشف الظنون ۱/۵۴۶۔

(۳) شذرات الذهب ۶/۲۹۴۔

(۴) شذرات الذهب ۶/۲۹۴۔

☆ ۱۹۳۵ء - ۱۹۳۵ء کے وقفے میں یہ کتاب قاہرہ سے پچیس جلدوں میں چھپی [تاریخ التراث العربی، علوم الحدیث۔ جلد اول

جزاؤں ص: ۲۳۱]

خلق و تواضع میں یکتائے روزگار تھے۔^(۱) چونکہ ایک دفعہ کوٹھے (چھت) سے گر گئے تھے، اور آپ کا ایک پاؤں بیکار ہو گیا تھا، اس لئے عصا کے سہارے بغیر نہیں چل سکتے تھے،^(۲) آخر عمر میں حج کا قصد کیا، حج سے فارغ ہو کر بغداد کی طرف (جس کو آپ نے اپنا مسکن بنا لیا تھا) مراجعت فرمائی۔ اثناءِ راہ میں ۱۶ ماہ محرم ۸۶ھ [مارچ ۱۳۸۴ء] کو بمقام ”روض مہنا“ آپ کا انتقال ہو گیا۔ وہاں سے ان کی نعش بغداد پہنچائی گئی، آپ نے اپنے زمانہ حیات میں ہی اپنے لئے قبر اور عاقبت خانہ حضرت شیخ ابواسحاق شیرازی کے مزار کے جوار میں بنا لیا تھا اور اس کے اوپر ایک قبہ بھی تعمیر کر لیا تھا، چنانچہ اسی جگہ دفن کئے گئے۔^(۳)

☆ فتح الباری شرح بخاری

اور مقدمہ فتح الباری

یہ دونوں کتابیں قاضی القضاة خاتم الحفاظ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد بن حجر الکنانی، العسقلانی، المصری، الشافعی کی تصانیف ہیں۔^(۴) ابوالفضل شہاب الدین احمد بن حجر ۲۳ شعبان ۷۳۳ھ [۱۳۷۲ء] میں مصر میں پیدا ہوئے۔^(۵) اور وہاں سے طلب علم کے لئے اسکندریہ تشریف لے گئے۔ فرس، شام، حلب، حجاز اور یمن میں سیاحت کر کے چشمہٴ علم سے سیرابی حاصل کی۔^(۶) نظم و نثر میں کامل دستگاہ رکھتے تھے،^(۷) ان کی تمام تصانیف ایسی مقبول ہوئیں کہ ان کی زندگی ہی

(۱) شذرات الذهب ۶/۲۹۴۔ الدرر الكامنة ۴/۳۱۱۔

(۲) شذرات الذهب ۶/۲۹۴۔ (۳) شذرات الذهب ۶/۲۹۴۔

(۴) شذرات الذهب ۷/۲۷۰۔ الضوء اللامع ۲/۳۶۔ طبقات الحفاظ ص: ۵۴۷۔

(۵) شذرات الذهب ۷/۲۷۰۔ [ابن اعماد نے شذرات میں ۲۲ شعبان ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے، نور] الضوء اللامع ۲/۳۶۔

(۶) الضوء اللامع ۲/۳۶۔ (۷) شذرات الذهب ۷/۲۷۱۔

☆ سب سے پہلے بولاق مصر سے ۱۳۰۰ھ میں ۱۲ جلدوں میں شائع ہوئی۔ [تاریخ التراث العربی علوم الحدیث جلد اول جزء اول ص: ۲۳۵] یہاں یہ وضاحت مفید ہوگی کہ اس طباعت کا اہتمام اور اس کے جملہ اخراجات ایک ہندوستانی عالم مولانا سید جمال الدین کتانوی، مدار المہام [وزیر اعظم] بھوپال اور مولانا نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے کیا تھا۔ [نور] اس کے بعد ۱۸۹۰ء میں دہلی سے پتھر پر چھپ کر منظر عام پر آئی، [معجم مطبوعات العربیہ والمغرب ۱/۸۱] [عکس طبع اول، دارصادر بیروت: بلاسنہ]

میں دوروزدیک کے لوگ ان کی تصانیف کو طلب کرنے لگے تھے۔ اساتذہ و مشائخ، علم حدیث میں ان کی جلالت و عظمت کے قائل تھے، اور ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔^(۱)

ابوالفضل کی وفات ۲۸ رزی الحجۃ ۸۵۲ھ [۱۴۲۹ء] میں شنبہ کی رات بمقام قاہرہ مصر ہوئی، اور قرافہ صغریٰ میں مزار بنواخروبی کے متصل مدفون ہوئے۔ ان کے جنازہ پر آدمیوں کا ہجوم کثرت سے تھا، بادشاہ وقت نے بہ نفس نفیس برکت حاصل کرنے کی غرض سے جنازہ کو کاندھادیا، پھر امراء و رؤسا شہر دست بدست مزار تک جنازہ کو لے گئے۔^(۲)

قرأت حدیث میں عجیب عجیب کیفیات ان سے ظہور میں آئیں، سنن ابن ماجہ کو چار مجلسوں میں ختم کر دیتے تھے، صحیح مسلم کو سوائے مجلس ختم کے چار مجلسوں میں یعنی دو روز اور چند ساعت میں تمام کر ڈالا۔ مجدالدین لغوی صاحب قاموس بھی جو ابن حجرؒ کے شیخ تھے، صحیح مسلم کو بہت تیزی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ دمشق میں ناصرالدین ابو عبد اللہ محمد بن جہیل کو سنانے کے لئے باب النصر اور باب الفرح کے درمیان جو مزار نعل شریف، نبوی کے مقابل ہے، تین روز میں ختم کیا۔ چنانچہ اس پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قرأت بحمد اللہ جامع مسلم بجوف دمشق الشام کرش الإسلام

خدا کا شکر ہے کہ میں نے جامع مسلم کو پڑھا ہے، دمشق شام میں جو اسلام کا دل ہے۔

علی ناصرالدین الإمام بن جہیل بحضرة حفاظ مجادیح اعلام

امام ناصرالدین ابن جہیل کے روبرو، ایسے حفاظ کے حضور میں جو علماء کی حاجتوں کا مرکز ہیں۔

وتم بتوفیق الإله وفضله قراءة ضبط في ثلاثة أيام

اور اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے، پورے ضبط کے ساتھ تین دن میں اس کی

قرأت تمام ہوئی۔

سنن کبیر نسائی کو بھی شیخ ابن حجرؒ نے دس مجلسوں میں شرف الدین بن کو یک کے روبرو پڑھا ہے

ہر مجلس چار ساعت نجومی کے قریب ہوتی تھی، جو عرف ہندوستان میں دس دقیقہ کے برابر ہوتی ہے۔

(۱) الضوء اللامع ۲/ ۳۸-۳۹۔

(۲) الضوء اللامع ۲/ ۴۰۔

مجم صغیر طبرانی کو بھی، جس میں ایک ہزار پانچ سو حدیثیں مع اسناد مروی ہیں، ظہر و عصر کے مابین ایک ہی مجلس میں ختم کر ڈالا۔ صحیح بخاری کو دس مجلسوں میں پورا کیا اور ہر مجلس قریب چار ساعت کی (ظہر سے عصر تک) ہوتی تھی۔ غرض ان کے اوقات معمور تھے، کسی وقت خالی نہ بیٹھتے تھے، تین مشغلوں میں سے ایک مشغل میں ضرور مصروف رہتے تھے، مطالعہ کتب یا تصنیف و تالیف یا عبادت۔ دمشق میں دو ماہ دس دن تک قیام فرمایا۔ اور اس مدت میں افادہ عام کی غرض سے کتب حدیث کی سو جلدیں پڑھیں، اور تصنیف و تالیف و عبادت اور دیگر ضروریات کو ان اوقات کے علاوہ انجام دیتے تھے۔ ان کے علم و اوقات میں یہ برکت اور ان کی تصانیف کی اس قدر مقبولیت حضرت شیخ صافیؒ کی (جو مشہور صاحب کرامات ولی تھے) دعا کی برکت سے تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ ابن حجر کے والد کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی، وہ ایک دن شکستہ خاطر اور رنجیدہ دل ہو کر شیخ کی خدمت میں پہنچے، تو شیخ نے فرمایا کہ تیری پشت سے ایک فرزند پیدا ہوگا، جو اپنے علم سے دنیا کو مالا مال کر دے گا۔ ☆

شیخ ابن حجر کے لطائف و ظرائف میں سے ایک یہ ہے کہ جب وہ عہدہ قضا سے معزول ہوئے اور شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی قایاتی ان کی جگہ پر مقرر ہوئے اور دونوں نے ایک جگہ جمع ہو کر کھانا کھایا، تو حافظ ابن حجر نے یہ قطعہ پڑھا:

عندي حديث ظريف بمثله تلتقي من قاضيين يعزى هذا وهذا يهنا

میرے پاس ایک عجیب ظرافت آمیز بات ہے، کہ دو قاضیوں سے ملاقات کی جا رہی ہے، ایک کے سامنے اظہارِ افسوس کیا جا رہا ہے اور دوسرے کو مبارک باد دی جا رہی ہے۔

يقول ذا اكرهوني وذا يقول استرحنا ويكذبان جميعاً فمن يصدق منا

یہ کہتا ہے کہ مجھ کو (قاضی بننے پر) مجبور کیا گیا، اور وہ کہتا ہے کہ میں نے (معزول ہو کر) راحت پائی، حالانکہ دونوں جھوٹے ہیں پس ہم میں سے کون سچا ہے۔

☆ صحیح بخاری صافیؒ نے شیخ یحییٰ صافیؒ کی حالت السدر الکامنة میں لکھا ہے: تغلیق التعلیق کے محقق عبدالرحمن موسیٰ قزنی نے السدر الکامنة رقم: ۱۵۹۶۰ اور جلد: ۵ کا حوالہ دیا ہے، تغلیق التعلیق ص: ۵۷۔

☆ کچھ ایسا ہی قصہ حضرت مولانا اشرف علی بن عبدالحق، فاروقی تھانوی کا ہے۔

ان کے لطائف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب سلطان نے مدرسہ مؤید یہ کی بناء کو تمام کیا اور اس کے مناروں میں سے ایک منارہ، جو برج شمالی پر بنا ہوا تھا، گرنے کے قریب ہوا، تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو گرا کر پھر از سر نو تعمیر کرو۔

اتفاقاً عینی جو بخاری کے شارح ہیں اس منارہ کے نیچے بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے، حافظ ابن حجر نے یہ قطعہ نظم کر کے بادشاہ کے حضور میں پڑھا:

لجامع المولانا المؤید رونق منارتہ بالحسن تبدو^(۱) وبالزین

ہمارے مولانا مؤید کی جامع مسجد کا منارہ رونق دار اور حسن وزینت کے جامہ میں ظاہر ہوتا ہے۔

تقول وقد مالت عن القصد امهلوا^(۲) فلیس علی جسمی^(۳) أضرم من العین

استقامت چھوڑ کر جھکتے وقت کہتا تھا کہ مجھ کو مہلت دو، کیونکہ میرے جسم پر عینی[☆] سے زند مضر کوئی چیز نہیں ہے۔

لوگوں نے یہ قصہ عینی تک پہنچایا، اور کہا کہ حافظ ابن حجر نے آپ پر تعریض کی ہے، بدرالدین عینی اس بات سے بہت خشمناک ہوئے، وہ تو خود شعر کہنے پر قادر نہ تھے، اس لئے نواجی مشہور شاعر کو بلا کر ابن حجر کی تعریض میں ایک قطعہ نظم کرا کر شائع کرایا، وہ پر لطف قطعہ یہ ہے:

منارة كعروس[☆] الحسن قد جللت وهدمها بقضاء الله والقدر

منارہ عروس حسن کی طرح زینت دیا گیا ہے، اور اس کا گرنا اللہ کے حکم اور اس کی تقدیر سے ہے۔

قالوا أصبت بعین قلت ذا غلط ما أوجب الهدم إلا خطة الحجر

لوگوں نے کہا کہ عینی کی وجہ سے ضرر پایا ہے میں نے کہا یہ غلط ہے، اس کا گرنا تو صرف حجر (پتھر) کے علیحدہ ہو جانے سے ہے۔

[۲] علیہم تمهلوا [ع]

[۱] تزمو [ع]

☆ اصل فارسی میں عروس ہے۔

☆ بری نظر

[۳] ہدمی [ع]

ابن حجر کی تصانیف ڈیڑھ سو سے زائد ہیں، سب کی سب جلال الدین سیوطی کی تصانیف سے بہتر اور محکم تر ہیں، کیونکہ جلال الدین سیوطی کی تصانیف اگرچہ تعداد میں زیادہ ہیں، لیکن ابن حجر کی تصانیف اکثر کلاں اور کبیرا کجیم (مخیم) ہیں اور ان میں نئے نئے مضامین اور مفید فوائد موجود ہیں۔

چنانچہ عالم تبصر پر یہ بات بخوبی روشن ہے۔ نیز حافظ ابن حجر کا اتقان و انضباط علوم بھی جلال الدین سیوطی سے بڑھا ہوا ہے۔ گو جلال الدین عبور و اطلاع میں ان سے فی الجملہ زیادہ ہیں، ابن حجر کی بہترین تصنیف یہی کتاب فتح الباری فی شرح صحیح البخاری شمار ہوتی ہے، جس سے فراغت پر انہوں نے بہت خوشی منائی، اور تقریباً پانچ سو دینار اس کے ولیمہ میں صرف کئے۔^(۱) بخاری پر ان کی ایک دوسری شرح ہدی الساری کے نام سے جو فتح الباری سے بڑی ہے، اور اس کا ایک مختصر بھی ہے، لیکن یہ دونوں تکمیل تک نہیں پہنچیں۔^(۲) ان کی یہ تصانیف بھی ہیں: تعلیق التعلیق، اللباب فی شرح قول الترمذی فی الباب، اتحاف المہرۃ بأطراف الأسانید العشرۃ، أطراف المسند المعتلی بأطراف المسند الحنبلی، تہذیب التہذیب، تقریب، احتفال ببيان أحوال الرجال، طبقات الحفاظ، الکاف الشاف فی تخريج أحادیث الکشاف، الدرایۃ فی منتخب تخريج أحادیث الهدایۃ، ہدایۃ الرواة فی تخريج أحادیث المصابیح والمشکاۃ، تخريج أحادیث الأذکار، الإصابۃ فی تمییز الصحابہ، الإحکام لبيان ما فی القرآن من الإبهام، نخبة الفکر فی مصطلح أهل الأثر، شرح النخبة الإفصاح بتکمیل النکت علی ابن الصلاح، لسان المیزان، تبصیر المنتبه فی تحریر المشتبه، نزہۃ السامعین فی روایۃ الصحابۃ عن التابعین، المجموع العام فی آداب الشرب والطعام ودخول الحمام، الخصال المكفرة للذنوب المقدمة والمؤخرة، توالی^(۳) التأنیس بمناقب ابن ادریس، فہرس المرویات، نعم السنوح والأنوار بخصائص المختار، أنباء الغمر بأبناء العمر، الدرر الكامنة فی أعيان المائة الثامنة،

(۲) فہرس الفہارس ۱/۳۳۳۔

(۱) الضوء اللامع ۲/۳۸۔

(۳) توالی التأنیس بمعالی ابن ادریس۔ [ع]

بلوغ المرام في أحاديث الأحكام^(۱) قوة الحجاج في عموم المغفرة للحجاج،
 الخصال^(۲) الموصلة للظلال، بذل الماعون في فضل من صبر في الطاعون
 الإمتناع^(۳) بالأربعين المتباينة بشرط السماع، مناسك الحج، الأحاديث
 العشارية، الأربعون العالية لمسلم على البخاري، ديوان الشعر، ديوان الخطب
 الأزهرية اور أمالی حدیثیہ جو عدد میں ہزار مجلس سے زائد ہے،^(۴) اپنے انتقال سے قبل اس کتاب کے
 بارے میں یہ اشعار نظم کئے۔

يقول راجي إله الخلق أحمد من أهل الحديث نبى الخلق منتقلا
 احمد جو اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے والا ہے عامہ مخلوق کے نبی کی حدیثیں نقل کرنے والوں
 سے ناقل ہے۔

يدنوا من الألف إن عدت مجالسه تخرىج أذكار رب ناقد و علا
 اگر مجالس شمار کی جائیں تو ہزار کے قریب ہے، جو ان کو رزق دیتا ہے۔ جیسا کہ حوادث
 کی علامات سے برتر اور عالی ہے۔

دنى برحمته للخلق يرزقهم كما علا عن سمات المحدثات علا
 (وہ رب) جو اپنی رحمت کے ساتھ مخلوق کے قریب ہے، جو ان کو رزق دیتا ہے جیسا
 کہ حوادث کی علامات سے برتر اور عالی ہے۔

في مدة نحو كج قد مضت هملا ولي من العمر في ذا اليوم قد كمالا
 میں نے (اس کتاب کو تصنیف کیا) اتنی مدت میں کہ تیس برس بیکار ضائع ہو چکے
 تھے، اور اب آج میری عمر تکمیل کو پہنچی۔

ست وسبعون عاما رحمت أحسبها من سرعة السير ساعات، ويا خجلا!

(۲) الخصال الموجبة للضلال. [ع]

(۱) بلوغ المرام من أدلة الأحكام. [ع]

(۳) الإمتناع

(۴) کتابی نے ابن حجر کی تصانیف میں اور کئی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ دیکھئے: فہرس الفہارس ۱/۳۷-۳۳۳۔

چھتر سال گزر چکے جن کو میں تیزی سے گزر جانے کے سبب گھڑیاں سمجھتا ہوں
ہائے شرمندگی!

إذا رأيت الخطايا أوبقت عملي في موقف الحشر لولا أن لي أملا
جب میں نے اپنی خطاؤں کو دیکھا تو انہوں نے موقف حشر میں میرے عمل کو ہلاک
کر دیا ہوتا، اگر مجھ کو امید نہ ہوتی۔

توحيد ربي يصنه والرجاء له وخدمتي وإكثار الصلوة على
کہ میرے رب کی توحید اس کو بچالے گی، اور امید اسی سے ہے، اور (نیز) میری
خدمت اور کثرت سے جناب

محمد صباحي والمساء وفي خطبي ونظمي عساها تمحق الزللا
محمد پر صبح و شام، اپنی تقریر اور قول میں درود بھیجنا نہ ہوتا، قریب ہے کہ وہ (امور) میری
لغزشوں کو محو کر دیں۔

فأقرب الناس منه في قيامته من بالصلوة عليه كان مشغلا
حضرت سے قیامت کے دن قریب تر وہ شخص ہوگا جو آپ پر درود بھیجنے میں مشغول
رہتا ہے۔

يارب حقق رجائي والأولى سمعوا مني جميعا، بعفو منك قد شملنا
اے رب! میرے اور ان تمام لوگوں کی جنہوں نے مجھ سے سنا ہے امیدوں کو محقق کر
اپنی اس صفت عفو سے جو یقیناً سب کو شامل ہے۔

شیخ شمس الدین مصری نے حافظ ابن حجر کی خدمت میں ایک منظوم سوال لکھ کر بھیجا جو درج ذیل ہے:
يا حافظ العصر ويا من له تشد من أقصى البلاد الرجال
اے حافظ وقت اور اے وہ شخص جس کے لئے، دور دراز مقامات سے لوگ آتے ہیں۔
ويا إماماً للورى بابہ محط آمال الثقات الرجال
اور اے مخلوق کے امام جس کا دروازہ ثقہ لوگوں کی امیدوں کا ٹھکانہ ہے۔

ابن العماد الشافعي ادعى ورود ما فاه به في المقال
ابن عماد شافعی نے دعویٰ کیا، کہ حدیث زبان زد خلق صحیح منقول ہے۔

شراز کم عن ابکم انه من الخبر المروى حقا يقال
یعنی حدیث ”تم میں غیر شادی شدہ بدتر ہیں“ صحیح السند احادیث میں سے ہے جیسا کہ
کہا جاتا ہے۔

فهل في مسند ما ادعى أو أثر يرويه أهل الكمال
پس کیا کسی مسند میں یہ دعویٰ کی ہوئی حدیث موجود ہے، یا یہ کوئی اثر ہے جس کو اہل
کمال روایت کرتے ہیں۔

بين رعاك الله ياسيدي جواب ماضمته في السؤال
اے میرے سردار! خدا آپ کی حفاظت کرے، میرے سوال کا جواب بیان فرمائیے۔
لا زالت يامولى لنا دائماً فى الحال والماضى كذا فى المال
آپ ہمیشہ سلامت رہیں، زمانہ حال اور ماضی میں اور ایسے ہی آخرت میں بھی
حافظ ابن حجر نے اس کے جواب میں فوراً یہ اشعار لکھ کر روانہ کئے:-

أهلا بها بيضاً ذات الكحال بالنقش يزهو ثوبها بالصقال
میں نے اس مسئلہ کو خوش آمدید کہا جو خوبصورت سرگیں آنکھوں والی منقش اور صیقل
شدہ کپڑوں والی عورت کی طرح رونما ہوا۔

منت بوصل بعد فصل، شفى من ألم الفرقة بعد اعتلال
جدائی کے بعد وصل کے احسان سے ممنون کیا، جس نے جدائی کے رنج و غم سے شفا بخشی۔
تسأل هل جاء لنا مسنداً عمن له المجد سماء الكمال
تمہارا سوال ہے کہ کیا کوئی مسند حدیث اُس ذات سے مروی ہے جس کے لئے سماء
کمال پر مجد ہے۔

دم إلى العزبة قلنا نعم من بال إلف وفي الكف مال

جس میں بے نکاح رہنے کی مذمت ہو تو ہم کہتے ہیں کہ بے شک اس کے لئے ایسا ہے جو الفت والادل اور ہاتھ میں مال رکھتا ہو۔

أراذل الأموات عزابکم شرارکم عزابکم یارجال
(وہ حدیث یہ ہے) رذیل ترین وہ مرنے والے ہیں جو تم میں بے شادی شدہ ہوں،
اے لوگو! تم میں بدترین بے شادی شدہ لوگ ہیں۔

أخرجہ الأحمد والموصلي والطبراني، الثقات الرجال
اس کی تخریج احمد و موصلی اور طبرانی نے کی ہے، ثقہ رجال سے ☆

من طرق فیہا اضطراب ولا یخلو من الضعف علی کل حال
ایسے طریقوں سے جن میں اضطراب ہے، جو کمزوری سے بہر حال خالی نہیں۔

☆^(۱) تصنیح الفاظ الجامع الصحیح

یہ کتاب بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ الزرکشی کی تصنیف ہے۔ آپ ۴۵ھ [۳۲۴-۳۲۵ء]

(۱) اس کتاب کے مقدمے میں علامہ زرکشی فرماتے ہیں: میں نے اس کتاب میں صحیح بخاری کے الفاظ غریبہ، مشکل اعراب، مبہم نسب، ایسے راوی کی توضیح جس کے نام میں تصحیف کا اندیشہ ہو، ادھوری حدیث کی تکمیل، حدیث کی ترجمہ الباب سے مطابقت اور مبہم بات کی تشریح، علماء کے صحیح اقوال کے ذریعہ مختصر بیان کی ہے، اس لئے کہ طول کلام اکتاہٹ کا باعث ہے۔ اس شرح کو لکھنے کا محرک یہ بات بنی کہ میں نے چند لوگوں کے نسخے پڑھے، تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ لوگ لفظ کی حقیقت سے نا آشنا ہیں، چہ جائیکہ ان کے معانی تک ان کی رسائی ہو، بسا اوقات خواص بھی تسامح کا شکار ہوتے ہیں، اور اگر کبھی مصنف اپنے اشکال کو دور کرنا چاہے تو اس کو یکجا مواد نہیں ملتا، بلکہ کئی کتابوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ اس شرح کا مطالعہ دیگر شروحات کے مطالعہ سے بے نیاز کرے گا، اس لئے کہ اس میں زیادہ فوائد کا ذکر ہے، اس میں صرف ان احادیث کی تشریح ہے جو قابل تشریح ہوں، اس لئے کہ اس کی اکثر حدیثیں محتاج تشریح نہیں ہیں، میں نے اس کا نام "التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح" رکھا ہے، خدا سے دعا ہے کہ اس کو خالص اس کی رضا حاصل کرنے اور جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ بنائے۔ (التنقیح ۱/۳-۲) [۱/۲-۱، نور]

☆ اس کی تخریج احمد و موصلی اور طبرانی نے کی ہے، جو ثقات میں شمار کئے جاتے ہیں۔

☆ اس کتاب کا نام "التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح" ہے جیسا کہ اس کتاب کے مقدمہ سے معلوم ہو رہا ہے، مطبوعہ نسخے میں بھی یہی نام مرقوم ہے۔ یہ کتاب یحییٰ بن محمد علی حکمی کی تحقیق سے مکتبہ الرشدریاض نے ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۰۰۳ء میں شائع کی۔

میں پیدا ہوئے۔^(۱) حافظ علاؤ الدین مغلطائی^(۲) کے شاگردوں میں سے ہیں، جمال الدین اسنوئی سے بھی فن حدیث میں استفادہ کیا، فقہ اور سماع حدیث ابن کثیر^(۳) اور اذرعی سے بھی خصوصیت کے ساتھ رکھتے ہیں۔^(۴) بہت صاحب تصنیف ہیں، بالخصوص آپ نے فقہ شافعی اور علوم قرآن کی بڑی خدمت کی ہے۔ آپ کی تصانیف میں سے تخریج احادیث الرافعی ہے، جو پانچ جلدوں میں ہے۔ الخادم الرافعی بیس جلدوں میں ہے، اور بخاری کی ایک دوسری شرح بھی ہے، جو بہت طویل ہے۔ جس کو شرح ابن ملقن سے ملخص کیا ہے، اور بہت سے دیگر مسائل کا اس میں اضافہ کیا ہے۔ دو جلدوں میں جمع الجوامع کی شرح بھی لکھی ہے، منہاج کی شرح دس جلدوں میں اور اس کی مختصر کی شرح دو جلدوں میں تالیف کیا۔ اصول فقہ میں تجرید بھی ان کی تالیف ہے، جو تین جلدوں میں ہے۔ اور متوسط درجہ کی ایک شرح بھی لکھی ہے۔^(۵) آپ نے (قاہرہ میں) ۳/ رجب ۹۲۷ھ [مئی ۱۳۹۲ء] میں وفات پائی۔^(۶)

(۱) شذرات الذهب ۶/ ۳۳۵۔

(۲) مغلطائی: مغلطائی بن قلیج بن عبداللہ حنفی۔ آپ ۶۸۹ھ [۱۲۹۰ء] میں پیدا ہوئے، آپ نے دیوسی اور ختئی کے علاوہ بہت سارے علماء سے کسب فیض کیا۔ ابن سید الناس کے بعد ظاہریہ میں مسند درس حدیث کی زینت آپ ہی بنے۔ عراقی کہتے ہیں کہ یہ علم الانساب کے ماہر تھے، اور حدیث کے متعلق علوم میں گہری واقفیت رکھتے تھے، ان کی سو سے زائد تصانیف ہیں، جن میں سے ایک شرح بخاری بھی ہے۔ ۱۴ شعبان ۶۲۷ھ [۱۳۶۱ء] میں وفات پائی۔ الدرر الكامنة ۵/ ۱۲۲۔

[۴/ ۳۵۲، دار احیاء التراث العربی بیروت، نور] طبقات الحفاظ ص: ۵۳۴۔ شذرات الذهب ۶/ ۱۹۷۔

(۳) ابن کثیر: عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر قیسی آپ کا نام و نسب ہے۔ ۷۰۰ھ [۱۳۰۰ء-۱] میں ان کی پیدائش ہوئی، حجاز اور اس طبقہ کے علماء سے کسب فیض کیا، وانی اور ختئی نے انہیں اجازت حدیث دی تھی، ابن کثیر مزنی کی صحبت میں رہ کر، ان سے بھرپور استفادہ کیا۔ ان کی ایک تفسیر ہے جس طرز پر کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔ اس کے علاوہ "التاریخ" [البدلیہ والنہایہ] بھی ہے۔ اور دوسرے مباحث میں بھی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ انہوں نے ۴۷۷ھ [۱۳۷۳ء] میں وفات پائی۔ ابن حجر نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا علم متحضر تھا، ان کی حیات ہی میں ان کی کتابیں ہاتھوں ہاتھ لی گئیں تھیں اور ان کی وفات کے بعد بھی لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ الدرر الكامنة ۱/ ۳۹۹۔ [۱/ ۷۴-۳۷۳، نور] طبقات الحفاظ ص: ۵۲۹-۳۰۔ وفيات الأعیان ۶/ ۲۳۱۔ ڈاکٹر اکرم ندوی صاحب نے اس کے لئے وفيات الأعیان ابن خلکان کا حوالہ دیا ہے جو درست نہیں۔ ابن خلکان کی وفات ۶۸۱ھ ہو ہے۔ اور علامہ ابن کثیر کی ولادت ۷۰۰ھ میں ہے، اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ ابن خلکان نے ابن کثیر کا ترجمہ لکھا ہے۔ [نور]

(۴) الدرر الكامنة ۳/ ۳۹۷۔ (۵) الدرر الكامنة ۳/ ۳۹۸۔ شذرات الذهب ۶/ ۳۳۵۔

(۶) الدرر الكامنة ۳/ ۳۹۸۔

☆ ترجمہ میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔ یوں ہونا چاہئے ان کے متوسط درجے کے اشعار بھی ہیں۔

تعلیق المصائب ابواب الجامع الصحیح ☆

یہ کتاب ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عمر بن ابی بکر قرشی مخزومی اسکندری کی تصنیف ہے، ان کا لقب بدرالدین ہے،^(۱) اور دامینی (یا ابن الدماینی) کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ اس حدیث کی شرح میں جس میں حضرت صفیہؓ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مسجد میں تشریف لائی تھیں، جب مکان کو واپس جانے لگیں تو چونکہ رات زیادہ ہو گئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہنچانے کے لئے مسجد سے باہر تشریف لائے، راستہ میں ایک انصاری ملے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ دیکھ کر ایک طرف ایک گوشہ میں ہو گئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ”تعال ہی صفیة“ یعنی کچھ کھٹکامت کرو، چلے آؤ یہ تو صفیہ ہیں،^(۲) یہ کہتے ہیں کہ [اللام من تعال مفتوحة، وأیما سواء خاطبت مفرداً أو غیره مذکراً أو غیره، وقد وقع لأبی فراس من جمدان كسر اللام فی خطاب المؤمنة فی آیات حسنة اثرت ذکرها لطافتها قال حین سمع حماسة تنوح بقربه] ☆ تعال کا لام ہمیشہ مفتوح پڑھا جاتا ہے خواہ مفرد سے خطاب کیا جائے، یا غیر مفرد سے، خواہ مذکر سے یا مؤنث سے، ابی فراس بن حمدان کے بہت سے عمدہ اشعار میں مؤنث کو خطاب کرنے کے وقت لام کا کسرہ بھی واقع ہوا ہے، ان اشعار کی لطافت کے باعث میں چاہتا ہوں کہ ان کو نقل کروں جب اس نے اپنے قریب ایک کبوتری کو نوحہ زن دیکھا تو ایہ آیات نظم کئے:

أقول وقد ناحت بقربي حمامة أيا جارة هل تشعرين بحالي

(۱) الضوء اللامع ۷/ ۱۸۴۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الاعتکاف، باب هل یدرأ المعتکف عن نفسه. اس کے بعد یوں ہے: شیطان ابن آدم کے جسم میں مثل خون دوڑتا ہے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے سفیان سے پوچھا کہ حضرت صفیہ رات کو آئی تھیں؟ انہوں نے تصویب کی۔ ☆ مطبوعہ نسخے میں اس کتاب کا نام مصابیح الجامع مندرج ہے۔ یہ کتاب نور الدین طالب کی تحقیق و تخریج سے دارالانوار دمشق سے شائع ہوئی۔ جس کی دوسری طباعت ۱۳۳۱ھ۔ ۲۰۱۰ء میں منظر عام پر آئی۔

☆ یہ عربی عبارت چھوٹ گئی تھی صرف اس کا ترجمہ درج تھا۔

جب میرے قرب میں ایک کبوتری نوحہ زن ہوئی تو میں اس سے کہتا ہوں کہ اے میری پڑوسن کیا تجھ کو میرے حال کی کچھ خبر ہے۔

معاذ النوى ما ذقت طارقة النوى ولا خطرت منك الهموم ببال
غم فرقت سے پناہ، خدا کرے تو کبھی کھٹکھٹا دینے والی جدائی کا مزہ نہ چکھے، اور نہ کبھی غم
تیرے دل میں واقع ہو۔

ایسا جارتا! ما أنصف الدهر بيننا تعال أقاسمك الهموم تعال
اے پڑوسن! میرے تیرے درمیان آزمانہ نے انصاف نہیں برتا، چلی آتا کہ ہم غم کو
باہم تقسیم کر لیں، چلی آ۔

تعالی تری روحا لیدی ضعیفة تردد فی جسم یعذب بال
آجاتا کہ تو میرے پاس ایک ایسی کمزور روح کو دیکھے، ایسے جسم میں جو بوسیدہ ہو گیا
ہے، اور عذاب دیا جاتا ہے۔

أیضاً ما سوز و تبکی طلیقة ویسکت محزون ویندب سالی
کیا قیدی ہنستا ہے اور آزاد روتا ہے، (کیا) غمزہ خاموش رہتا ہے غمگین۔ اور بے غم
نوحہ گر ہوتا ہے۔

لقد كنت أولى منك بالدمع مقلة ولكن دمعي في الحوادث عالی
پیشک میری آنکھ آنسو کے لئے تجھ سے زیادہ مستحق تھی، لیکن میرے آنسو حوادث میں
بننے سے بالاتر ہے۔

بدرالدین کی ولادت ۶۳۳ھ [۶۲-۱۳۶۱ء] میں ہوئی۔^(۱) ابتداء ہی سے تحصیل علم میں مشغول
رہے، اور اسی میں نشوونما پائی۔ سرعت ادراک اور قوت حافظہ میں اپنے ہم عصروں میں یکتا تھے، خصوصاً علوم
ادبیہ، نحو اور نظم و نثر میں تو سب پر صاف برتری حاصل تھی، فقہیات، علم شریعت اور سجلات^(۲) میں بھی اصحاب

(۱) الضوء اللامع ۷/۱۸۵۔

(۲) علم الشریعت والسجلات: وهو علم باحث عن كيفية ثبت الأحكام الثابتة عند القاضي في الكتب
والسجلات على وجه يصح الاحتجاج به عند انقضاء شهود الحال. [كشف الظنون عن أسامي الكتب
والفنون، للعلامة مصطفى بن عبد الله الشهير بحاجي خليفه ولكتاب جلیبی] ج: ۲/ص: ۱۰۴۵۔

فن کے ساتھ مشارکت تامہ رکھتے تھے۔^(۱) جامع ازہر میں ایک عرصہ تک علم نحو کے درس میں مشغول رہے۔ پھر اسکندریہ لوٹ آئے۔ تحصیل مال کی طرف راغب ہوئے، تو ایک بڑا کارخانہ کھولا اس میں بہت سے جولا ہوں کو اجرت پر رکھ کر کام میں لگایا۔ تقدیر الہی سے عمارت کارخانہ میں آگ لگ گئی، اور سوت و روئی نیز اس صنعت کا بہت سا سامان نذر آتش ہو گیا، بہت سا قرضہ ان کے ذمہ باقی رہ گیا۔ جب قرضداروں نے تنگ کرنا شروع کیا تو مجبوراً اسکندریہ سے صعید (بالائی مصر) کی طرف چل دیئے، قرض داروں نے بھی ان کا تعاقب کیا، آخر قاہرہ میں گرفتار ہو کر آئے۔ تقی الدین بن حجہ اور ناصر الدین البارزی (کاتب السر) ان کی پرورش و حمایت کے لئے کمر بستہ ہوئے، اور ان کا حال ایک حد تک اصلاح پذیر ہو گیا۔^(۲) پھر وہاں سے یمن کی طرف رحلت کی اور وہاں سے بلاد ہند پہنچے، اور شہر احمد آباد و گجرات میں جو اس وقت حسن آباد کے نام سے مشہور تھا آئے۔ یہاں ان کو اقبال نصیب ہوا، اور انہوں نے سلطان وقت سے بہت فائدہ اٹھایا۔ اب ان کی زندگی خوشحالی سے گزرنے لگی۔^(۳) یہاں تک کہ ماہ شعبان ۸۲۸ھ [۱۴۲۵ء] میں انتقال ہو گیا۔ چونکہ ان کی موت ناگہانی واقع ہوئی تھی، اس وجہ سے لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ کسی نے ان کو زہر دیدیا ہے۔^(۴) واللہ اعلم آپ شہر گلبرگہ دکن میں مدفون ہیں۔

علم حدیث میں ان کی صرف یہی شرح ہے مگر علم ادب میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں، جن میں سے شرح تسہیل اور شرح خزر جیہ ہے، عروض میں ان کی تالیف جواہر البحور ہے، الفواکہ البدریہ بھی ان ہی کی منظومات میں سے ہے، مقاطع الشرب اور نزول الغیث^(۵) فی الاعتراض علی الغیب، الذی التحم فی شرح لامیة العجم، والغیث الذی انسجم بھی ان کی تالیف کردہ ہے، یہ (شرح لامیة العجم) علامہ صفدی کی تالیف ہے۔ جو صلاح الدین کے لقب سے ملقب اور علم ادب میں یکتا و مشہور ہیں، جواہر البحور کی ایک شرح بھی لکھی ہے، اور تحفة الغریب فی شرح مغنی الملیب بھی ان (بدر الدین) کی ہی تالیف ہے۔^(۶) ان کی منظومات میں سے یہ چند اشعار سپرد قلم ہیں۔

أیاعلماء الہند إني سائل فمّنوا بتحقیق بہ یظهر السرّ

(۱) الضوء اللامع ۱۸۵/۷ - نزہة الخواطر ۹۶/۳

(۲) الضوء اللامع ۱۸۵/۷ - نزہة الخواطر ۹۶/۳

(۳) نزول الغیث الذی انسجم فی شرح لامیة العجم للصفدی. [ع]

(۴-۵) الضوء اللامع ۱۸۵/۷

اے علماء ہند میں ایک سوال پیش کرتا ہوں، پس راز کو حل کرنے والی تحقیق سے واقف فرما کر مجھ کو ممنون فرمائیں۔

أرى فاعلاً للفعل أعرب لفظه بجر ولا حرف به يمكن الجر (۱)
ایک فعل کا فاعل ہے جس کو جر کا اعراب دیا گیا ہے، حالانکہ کوئی حرف ایسا نہیں ہے جس سے جر دیا جاسکے۔

وليس بمحكي (۲) ولا بمجاور لذي الخفض والإنسان بالبحث (۳) يضطر
اور نہ وہ محکی ہے اور نہ کسی مجرور کے متصل ہے، اور انسان تفتیش و تحقیق کرنے پر مجبور ہے۔
فهل من جواب عندكم (۴) أستفيدة فمن بحر كم مازال يستخرج الدر (۵)
تو کیا تمہارے پاس کوئی جواب ہے جس سے میں استفادہ کر سکوں، کیونکہ تمہارے سمندر سے ہمیشہ موتی ہی نکلتے ہیں۔

(مترجم کہتا ہے کہ اس سے مراد لفظ صنبر ہے، جو ذیل کے شعر میں ہاج کا فاعل واقع ہوا ہے، یہ شعر طرفہ بن العبد کا ہے۔

بجفان تعري نادينا وسديف حين هاج الصنبر)
یہ اشعار بھی ان ہی کے ہیں۔

رمانی زمانی بما ساء نی فجاءت نحوس وغابت سعود
میرے زمانہ نے مجھ کو رنجیدہ چیزوں سے رنجیدہ کر دیا، گویا نحوست کے ستارے نکل آئے، اور نیک بختی کے ستارے غائب ہو گئے۔

(۱) بعض نے یہ شعر اس طرح لکھا ہے۔ فما فاعل قد جر بالخفض لفظه صريحا ولا حرف يكون به جر [ع]

(۲) بذي جر [ع]

(۳) للجر [ع]

(۴) فمنوا بتحقيق به [ع]

(۵) اس سے مراد شاعر طرفہ کا یہ شعر ہے۔ بجفان تعري نادينا وسديف حين هاج الصنبر
ابن جنی کہتے ہیں کہ شاعر نے اس شعر میں حین کی اضافت فعل ہاج کی طرف کی ہے، اور اس فعل کو مصدر کے معنی میں لیا گیا ہے، گویا کہ اس طرح ہے ”حین ہیج الصنبر“ چون کہ حین کی اضافت فعل کی طرف ہے اس لئے صنبر اس فعل کی وجہ سے جو مصدر کے معنی میں ہے، مجرور ہوگا، اور باوجود کہ صنبر ہاج کا فاعل ہے، مجرور ہوگا، تفصیل کے لئے دیکھئے: نزہة الخواطر ۳/۹۹۔

وأصحت بين الوري بالمشيب عليلًا، فليت الشباب يعود (۱)
اب میں بڑھاپے کی وجہ سے مخلوق میں بیمار ہوں، کاش جوانی پھر لوٹ آتی۔

یہ اشعار بھی ان ہی کے ہیں:

ألا يا عذاريك هما أوقعا قلب المعنى ☆ الصب في الحين
اے معشوق! اپنے رخساروں کی خبر لے، اس لئے کہ انہوں نے میری مصیبت زدہ
حیران دل کو موت کی ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔

فجد له بالوصل واسمح به فكيف ☆ قد هام بلامين (۲)
پس اس کو وصل دے کر اس کے ساتھ سخاوت و بخشش سے پیش آ، اور ایسا تو کیوں نہ
کرنے جب کہ وہ بغیر جھوٹ کے (یعنی سچ مچ) سرگشتہ اور حیران ہے۔

یہ اپنے استاد سے ایک عجیب لطیفہ نقل کرتے ہیں کہ میں ایک روز اسکندریہ میں ان کے درس میں
حاضر تھا، ان کے تلامذہ میں سے ایک شخص ان کی کتاب مختصر جو فقہ میں ہے پڑھتا تھا، کتاب الجچ چل رہی
تھی، اسی مجلس میں بعض ایسے طلبہ بھی حاضر تھے جو بحث و اعتراض کے زیادہ دلدادہ تھے، اتفاقاً اس میں
ایک ایسی عبارت واقع ہوئی جس میں مضاف الیہ کی طرف ضمیر راجع ہوتی تھی، طالب علم مذکور نے جرأت
کر کے استاد سے پوچھا نحوی کہتے ہیں کہ مضاف الیہ کی طرف ضمیر کو نہیں پھیرنا چاہئے تو پھر یہ عبارت کیسے
درست ہوئی؟ شیخ نے فوراً جواب میں یہ آیت پڑھی، قال اللہ تعالیٰ ”کمثل الحمار یحمل
أسفارا“ یعنی یہ حمل کی ضمیر حمار کی طرف جو مضاف الیہ ہے راجع ہے، اس جواب میں جو لطافت
ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ مضاف الیہ کی طرف ضمیر کا لوٹانا منع نہیں ہے، البتہ اگر مضاف اور مضاف الیہ
دونوں کی طرف ضمیر کا راجع کرنا ممکن ہو تو اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ مضاف کی طرف ضمیر کو راجع کریں، کیونکہ
کلام سے مقصود مضاف ہی ہوتا ہے۔

(۲) الضوء اللامع ۱۸۶/۷۔

(۱) الضوء اللامع ۱۸۶/۷۔

المصحح في شرح جامع الصحیح

یہ کتاب علامہ محقق شمس الدین محمد بن عبدالدائم برماوی کی تصنیف ہے، (۱) ان کا پورا نام و نسب یہ ہے: شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبدالدائم بن موسیٰ بن عبدالدائم بن عبداللہ نعیمی، نعیم کی طرف بصیغہ تصغیر منسوب ہیں۔ اصل کے اعتبار سے عسقلانی اور سکونت کے لحاظ سے برماوی مصری ہیں۔ شافعی المذہب تھے۔ (۲) ۱۵/۱۵۱۳ھ [۱۳۶۲ء] میں پیدا ہوئے۔ (۳) ابتداء زندگی ہی سے علمی مشاغل میں نشوونما پائی۔ علم حدیث کو برہان بن جملہ، تاج الدین بن اسحاق، برہان الدین شامی، ابن الشیخہ، سراج الدین بلقینی، (۴) زین الدین عراقی اور اس فن کے دوسرے بزرگوں سے حاصل کیا۔ (۵) فقہ، اصول فقہ، اور علوم عربیہ میں بھی پوری مہارت رکھتے تھے۔ (۶) آخر میں بدرالدین زرکشی کی صحبت اختیار کی اور ان کے شاگردان رشید کی جماعت میں داخل ہوئے۔ اپنے زمانے کے عجیب لوگوں میں سے تھے۔ بہت لکھنے والے تھے۔ اکثر نسخوں کے حاشیے اور تعلیقات بھی لکھے۔ فتویٰ نویسی اور خوشخطی میں بھی ممتاز تھے۔ (۷) ان کمالات کے ساتھ ساتھ خوش کلام، نیک صورت، باوقار اور کم گفتار تھے۔ زندگی سادہ بسر کرتے تھے، محبوبیت اور مقبولیت کا حصہ بھی حق تعالیٰ نے ان کو عنایت فرمایا تھا، (۸) ان کی تصانیف میں سے ایک یہ بخاری کی شرح ہے، جو کرمانی اور زرکشی کا منتخب ہے، چند فوائد مقدمہ شرح ابن حجر سے لے کر بھی اس میں

(۱) کشف الظنون میں اس کا نام "اللامع الصبیح" درج ہے۔ [ع]

(۲) الضوء اللامع ۷/۲۸۰۔

(۳) شذرات الذهب ۷/۱۹۷۔

(۴) سراج الدین بلقینی: سراج الدین ابو حفص عمر بن رسلان کنانی شافعی ان کا پورا نام ہے۔ ان کی ولادت شعبان ۲۲ھ [۲۳-۱۳۲۳ء] میں ہوئی۔ ابن عبد الہادی اور دوسرے شیوخ سے انہوں نے علم حاصل کیا۔ مزی اور ذہبی نے ان کو اجازت حدیث دی تھی، آپ مسلک شافعی میں اپنے زمانہ کے مستند عالم تھے، بخاری شریف اور ترمذی شریف کی شرحیں لکھیں ہیں۔ ۱۰/۱۵۱۳ھ [۱۴۰۳ء] میں انہوں نے وفات پائی۔ طبقات الحفاظ ص: ۵۳۸۔ شذرات الذهب ۷/۵۱۔

(۵-۶) الضوء اللامع ۷/۲۸۱۔

(۸) الضوء اللامع ۷/۲۸۱۔

(۷) شذرات الذهب ۷/۱۹۷۔

درج کئے ہیں۔ اصول فقہ میں ان کی کتاب الفیہ ہے، جو نہایت عمدہ اور خوبی میں اعلیٰ واقع ہوئی ہے، اور کتب متقدمین میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔

اسی الفیہ کی ایک شرح لکھی ہے، جس میں تمام فن کا استیعاب کر لیا گیا ہے، اس شرح کے اکثر حصوں میں اصولیوں کے مذہب کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے، اس کا بیشتر حصہ کتاب البحر المحیط زرکشی سے ماخوذ ہے، اور اسی وجہ سے یہ کتاب نرالی وضع کی واقع ہوئی ہے۔ عمدۃ الاحکام کی بھی ایک شرح لکھی ہے، اور اس کے رجال کو نظم میں بیان کیا۔ پھر اس نظم کی بھی ایک شرح لکھی۔ شرح لامیۃ الافعال ابن مالک کو بھی نہایت خوبی اور تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔ فن سیرت میں ان کا ایک مختصر رسالہ ہے اور فرائض میں ایک نظم ہے۔ (۱) لیکن افسوس ان کے انتقال کے بعد ان کی کتابیں متفرق اور منتشر ہو گئیں۔ (۲) ۲/ماہ جمادی الثانی ۸۳۱ھ [مارچ ۱۲۲۸ء] کو جمعرات کے دن وفات ہوئی، جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں حضرت شیخ ابو عبد اللہ قبری قدس سرہ کی قبر کے قریب دفن کئے گئے۔ (۳)

☆ ارشاد الساری

یہ قسطلانی کے نام سے مشہور ہے۔ اور صحیح بخاری کی شرح ہے، یہ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین قسطلانی مصری شافعی کی تصنیف ہے۔ (۴) وہ ۱۲/رذی قعدہ ۸۵۱ھ [۱۲۲۸ء] کو مصر میں پیدا ہوئے۔ (۵) اور ابتدائی عمر میں ہی علم قرأت کی تحصیل میں مشغول ہو کر بہت لو یاد کر لیا۔ پھر دوسرے فنون کی طرف توجہ کی۔ صحیح بخاری پانچ مجلسوں میں احمد بن عبد القادر نشاوی ☆ کو سنائی۔ (۶)

(۱-۲) الضوء اللامع ۲۸۲/۷۔

(۳) الضوء اللامع ۲۸۲/۷۔ شذرات الذهب ۱۹۷/۷۔

(۴) الضوء اللامع ۱۰۳/۲۔

(۵) الضوء اللامع ۱۰۳/۲۔

(۶) الضوء اللامع ۱۰۳/۲۔

☆ دار الطباعة مصر سے ۱۲۶۷ھ میں دس جلدوں میں شائع ہوئی۔ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء میں دار الفکر بیروت نے شائع کیا ہے۔

☆ الضوء اللامع میں ساوی کے بجائے نشاوی ہے۔

اور جامع عمری میں درس اور وعظ میں مشغول ہو گئے۔ ان کا وعظ سننے کے لئے دنیا سمٹتی تھی، اور اس میں وہ اپنے وقت کے بے نظیر تھے۔ ان کی بات دل کو لگتی تھی، ایک مدت دراز کے بعد تصنیف و تالیف کا شوق ہوا، چنانچہ بہت سی مقبول تصانیف اپنی یادگار چھوڑیں،^(۱) ان سب میں بڑی یہ شرح ہے جس میں فتح الباری اور کرمانی کا پورا پورا اختصار موجود ہے، نہ اتنی مختصر ہی ہے اور نہ اتنی طویل۔ ”المواہب اللدنیہ“ بھی ان کی ہی تصنیف ہے، جو اپنے باب میں لاثانی ہے۔ العقود السنیة فی شرح المقدمة الجزریة، لطائف الإشارات فی عشرات القراءات، اور کتاب الكنز فی وقف حمزة و هشام علی الهمزة، بھی ان کی تصانیف ہیں۔ شاطبیہ کی بھی ایک شرح لکھی ہے، جس میں ابن الجزری کے زیادات کو ملا کر فوائد عجیبہ کو بیان کیا گیا ہے، جو کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتے۔ قصیدہ بردہ کی بھی ایک شرح لکھی ہے، جس کا نام مشارق الأنوار المضيئة ہے، آداب صحبة الناس میں ایک کتاب لکھی ہے، جو تقادیس الأنفاس کے نام سے مشہور ہے، ایک کتاب سیدنا شیخ عبدالقادر کے مناقب میں لکھی ہے، الروض الزاهر کے نام سے موسوم ہے، ان کی ایک کتاب اور ہے جس کا نام تحفة السامع و القاری بختم صحیح البخاری ہے۔^(۲)

شیخ جلال الدین سیوطی کو ان سے بڑی شکایت تھی اور گلہ تھا، کہا کرتے تھے کہ انہوں نے مواہب لدنیہ میں میری کتابوں سے مدد لی ہے، اور اس میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ میری کتابوں سے نقل کر رہے ہیں، اور یہ بات ایک قسم کی خیانت ہے جو نقل میں معیوب ہے اور کچھ حق پوشی بھی ہے۔ جب اس شکایت کا چرچا ہوا اور یہ شکایت شیخ الاسلام زین الدین زکریا الانصاری کے حضور میں محاکمہ کی شکل میں پیش ہوئی تو شیخ جلال الدین سیوطی نے قسطلانی کو بہت سے مواضع میں الزام دیا، ان میں سے ایک یہ کہ مواہب کے وہ کتنے مواقع ہیں جو بیہقی سے نقل کئے گئے ہیں، اور بیہقی کی مؤلفات اور تصنیفات میں سے کس قدر تصانیف ان کے پاس موجود ہیں، اور ذرا یہ بتائیں کہ ان میں سے کن تصنیفات سے انہوں نے نقل کی ہے، جب قسطلانی مواضع نقل کی نشان دہی سے عاجز رہے تو سیوطی بولے کہ آپ نے

(۱) الضوء اللامع ۲/۱۰۴۔

(۲) الضوء اللامع ۲/۱۰۴۔

میری کتابوں سے نقل کیا اور میں نے بیہقی سے۔ پس آپ کے لئے مناسب ہے اور ضروری تھا کہ آپ اس طرح کہتے ”نقل السیوطی عن البیہقی کذا“^(۱) تاکہ مجھ سے استفادہ کا حق بھی ادا ہوتا اور تصحیح نقل کی ذمہ داری سے بھی بری ہو جاتے، قسطلانی ملزم ہو کر مجلس سے اٹھے اور یہ بات ہمیشہ دل میں رکھی کہ شیخ جلال الدین سیوطی کے دل سے اس کدورت کو دھویا جائے، مگر نا کام رہے۔ ایک روز اسی ارادہ سے شہر مصر (قاہرہ) سے روضہ تک پیادہ پاروانہ ہوئے، جو دراز مسافت پر واقع تھا، شیخ جلال الدین سیوطی کے دروازہ پر پہنچ کر دستک دی، شیخ نے اندر سے دریافت کیا کہ کون شخص ہے؟ قسطلانی نے عرض کیا کہ میں احمد ہوں، برہنہ پا اور برہنہ سر آپ کے دروازہ پر کھڑا ہوں کہ آپ کے دل سے کدورت دور کروں اور آپ راضی ہو جائیں۔ یہ سن کر شیخ جلال الدین نے اندر ہی سے کہا کہ میں نے دل سے کدورت کا ازالہ کر دیا ہے، لیکن نہ دروازہ کھولا اور نہ ان سے ملاقات کی۔^(۲)

قسطلانی کی وفات قاہرہ مصر میں ۷ محرم ۹۲۳ھ [۱۵۱۷ء] کو شب جمعہ میں ہوئی، جمعہ کی نماز کے بعد جامع ازہر میں نماز جنازہ ادا کی گئی، اور مدرسۃ العینیہ میں جوان کے مکان کے قریب ہے دفن کئے گئے۔^(۳)

حاشیہ شیخ سیدی زروق فاسی [☆] علی البخاری

یہ (شہاب الدین) ابوالعباس احمد بن احمد بن محمد بن عیسیٰ برتسی فاسی ہیں، جو زروق کے نام سے مشہور ہیں۔^(۴) بروز پنجشنبہ بوقت طلوع آفتاب ۲۸ محرم ۸۴۶ھ [جون ۱۲۳۲ء] میں پیدا ہوئے،^(۵) ابھی سات سال کے نہ ہوئے تھے کہ ان کے ماں باپ نے انتقال کیا۔^(۶) دیار مغرب کے بڑے بڑے علماء مثلاً فوری، محاجی، استاد ابو عبد اللہ صغیر، امام صعابی، ابراہیم ناری، سیوسی، سخاوی مصری، رصاع دوئی،

(۱) شذرات الذهب ۸/۱۲۲۔ (۲) شذرات الذهب ۸/۱۲۳۔

(۳) شذرات الذهب ۸/۱۲۲۔ ازہر میں نماز جنازہ کا تذکرہ اس میں نہیں ہے۔

(۴) الضوء اللامع ۱/۲۲۲۔ نیل الابتہاج ۱/۱۳۰۔ شجرة النور الزكية ص: ۲۶۷۔ سخاوی نے زروق ضبط کے ساتھ لکھا ہے۔

(۵) الضوء اللامع ۱/۲۲۲۔ نیل الابتہاج ۱/۱۳۰۔

(۶) الضوء اللامع ۱/۲۲۲۔ نیل الابتہاج ۱/۱۳۰۔

☆ فارسی طباعت اول میں فارسی ہے۔

اور اس مقام کے دوسرے بزرگوں سے علوم حاصل کیا۔^(۱) ان کے شیخ سیدی زیتون رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حق میں بشارت دی تھی کہ وہ ابدال سب سے ہیں۔^(۲) حال باطنی میں یہ بلند مرتبہ رکھتے ہوئے علوم ظاہرہ میں بھی ان کی تصانیف نفع بخش اور بہت مفید واقع ہوئی ہیں، ان میں سے ایک یہ حاشیہ ہے جو نہایت برجستہ واقع ہوا ہے، شرح رسالہ ابن ابی زید بھی ہے جو فقہ مالکی میں ہے، کتاب ارشاد ابن عسکر جو فقہ مالکی کی مشہور کتاب مختصر شیخ خلیل کے چند ابواب کی شرح ہے، اس کی شرح لکھی۔ شرح قرطبیہ، شرح رغبیہ، شرح عافیہ، شرح عقیدہ قدسیہ، بست و چند شرح بر حکم شیخ تاج ابن عطاء اللہ اسکندرانی، شرح حزب البحر، شرح مشکاة، الحزب الکبیر، شرح حقائق المقبری، شرح اسماء حسنی، شرح مراصد، جو ان کے شیخ ابوالعباس احمد بن عقبہ الحصری کی تصنیف ہے، نصیحة کافیہ اور اس کا مختصر اعانة المتوجه المسکین علی الطريق القیم و التمکین، قواعد التصوف^(۳) جو حسن اور خوبی میں اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے، حوادث الوقت جو نہایت نفیس کتاب ہے، اور سو فصلوں میں اس زمانہ کے فقیروں کی بدعات کے رد میں تالیف کی ہے۔ علم حدیث میں بھی ایک مختصر رسالہ لکھا ہے، نیز اپنے احباب کے لئے بہت سے ایسے مراسلات تحریر فرمائے جن میں ان کو آداب و حکم، مواظب و اطائف سلوک لکھے تھے۔^(۴)

الغرض وہ جلیل القدر شخص تھے۔ ان کے کمال مرتبہ کو لکھنا تحریر و بیان سے باہر ہے۔ وہ متاخرین صوفیہ کرام کے ان محققین میں سے ہیں جنہوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا ہے۔^(۵) شیخ شہاب الدین قسطلانی جن کا حال پہلے گزر چکا، شمس الدین لقانی، خطاب الکبیر، طاہر بن زبان روادی اور ان جیسے بڑے بڑے علماء نے ان کی شاگردی پر فخر و ناز کیا ہے۔^(۶) قصیدہ جیلانیہ کی طرز پر ایک قصیدہ ہے جس کے بعض

(۱) نیل الابتہاج ۱/ ۱۳۰۔ شجرة النور الزكية ص: ۲۶۷۔

(۲) نیل الابتہاج ۱/ ۱۳۴۔ ان کے شیخ سیدی زیتون کا ان کے متعلق قول نقل کیا جاتا ہے، کہ یہ ابدال سب سے ہیں، کہ یہ ابدال سب سے ہیں، کہ یہ ابدال سب سے ہیں۔

(۳) قواعد الطريقة فی الجمع بین الشریعة والحقیقة. کشف الظنون. [ع]

(۴) نیل الابتہاج ۱/ ۱۳۱-۳۲۔

(۵) شجرة النور الزكية، ص: ۲۶۸۔ (۶) نیل الابتہاج ۱/ ۱۳۲۔

ابار یہ ہیں:

أنا لمريدي جامع لشتاته إذا ما سطا جور الزمان بنكته

میں اپنے مرید کی پریشان حالی کو تسلی دینے والا ہوں، جب زمانہ نکبت و ادبار سے اس

پر حملہ آور ہو۔

وان كنت في ضيق و كرب و وحشة فنادي يا زروق ات بسرعة^(۱)

اگر تو کسی تنگی بے چینی اور وحشت میں ہو تو، یا زروق کہہ کر پکار میں فوراً آ موجود ہوں گا۔

ماہ صفر ۸۹۹ھ [۱۴۹۳ء] میں بلا دطرا بلس المغرب میں ان کا انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ^(۲)

ہجۃ النفوس ☆

یہ کتاب ابو محمد^(۳) عبد اللہ (بن سعد) بن ابی جمرہ^(۴) کی تصنیف ہے، اس میں تقریباً تین سو حدیثوں کو بخاری سے انتخاب کر کے ان کی شرح دو جلدوں میں کی ہے، اور بہت سے گہرے علوم اور حقائق خفیہ اُس میں درج کئے ہیں، وہ اس وقت کے عارفین اور اکابر اولیاء میں سے تھے، اُن سے کرامتیں بھی بہت سی ظاہر ہوئی ہیں، ان کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے جو خود انہوں نے ایک روز فرمایا تھا، انسی بحمد اللہ لم أعص الله^(۵) (یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے اللہ پاک کی کبھی نافرمانی نہیں کی)

(۱) نیل الابتہاج ۱/۱۳۳۔

(۲) نیل الابتہاج ۱/۱۳۲۔ شجرہ النور الزکیہ ص: ۲۶۸۔

(۳) التوفیٰ ۶۹۵ھ۔ [۹۶-۱۲۹۵ء] [ع]

(۴) عبد اللہ بن ابو جمرہ: ابو محمد عبد اللہ بن ابو جمرہ، یہ محدث، ولی، بزرگ اور عارف باللہ تھے، ان کی بہت سی کرامت جمع کی

گئی ہیں، انہوں نے بہت سارے شیوخ سے استفادہ کیا۔ جن میں ابو الحسن زیات ہیں، ان سے علم حاصل کرنے والوں

میں ابن حاج ہیں، انہوں نے بخاری کا اختصار کیا ہے اور ہجۃ النفوس کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے۔ ۶۹۹ھ

[۷۱-۱۲۷۰ء] میں وفات پائی۔ نیل الابتہاج ۱/۲۱۶۔ شجرہ النور الزکیہ ص: ۱۹۹۔

(۵) نیل الابتہاج ۱/۲۱۶۔

☆ قاہرہ سے ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں یہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی، [تاریخ التراث العربی۔ علوم الحدیث۔

جلداول جزء اول ص: ۲۴۵]

ان کے شاگرد رشید ابو عبد اللہ ابن الحاج^(۱) ہیں، جو مذہب مالکی کی کتاب المدخل کے مصنف ہیں، ابن الحاج نے اپنے شیخ کی کرامات اور ان کے حالات کا مجموعہ بھی تالیف کیا ہے، ابن مرزوق خفید نے شرح مختصر خلیل میں کسی سلسلہ میں لکھا ہے کہ ”ان ابن ابی جمرة و تلمیذہ ابن الحاج لا یعتمد علیہما فی نقل المذاهب“^(۲) (یعنی ابن ابی جمرة اور ان کے شاگرد ابن الحاج پر نقل مذاہب میں اعتماد نہ کرنا چاہئے)۔ اس کلام سے دراصل مختصر خلیل کے مؤلف پر اعتراض مقصود ہے جن کا زیادہ تر اعتماد نقل مذاہب میں مدخل ابن الحاج ہے، واللہ اعلم

توضیح علی الجامع الصحیح للسیوطی ☆

یہ کتاب حافظ العصر ابو الفضل (عبدالرحمن) بن ابی بکر سیوطی^(۳) کی تصنیف ہے، اُس کے اول دیباچہ میں اس طرح لکھا ہے:

الحمد لله الذي اجزل لنا المننة بأن جعلنا من حملة السنة، وأشهد أن لا
إله إلا الله وحده لا شريك له شهادة أعدها لهول يوم القيامة جنة،
وأشهد ان سيدنا ونبينا محمداً عبده ورسوله أول من يقرع باب الجنة،
المبعوث إلى كافة الإنس والجنّة، صلى الله تعالى عليه وعلى آله
وأصحابه الذي جعل حبهم اية الإيمان ومظنة الفوز. هذا تعليق على
صحيح الإسناد شيخ الإسلام أمير المؤمنين أبي عبد الله البخاري
مسمى بالتوشيح، يجرى مجرى تعليق الإمام بدر الدين الزركشي

(۱) ابو عبد اللہ بن حاج: ابو عبد اللہ محمد بن محمد عبد ربي فارسی، آپ ابن حاج کے نام سے مشہور ہیں، علم و عمل کے جامع اور شیخ کامل تھے۔ ان کے اساتذہ میں ابو اسحاق مطماطی ہیں۔ انہوں نے ابو محمد بن جمرة کی صحبت سے خوب استفادہ کیا، ان کے شاگردوں میں شیخ عبد اللہ منوفی، اور شیخ خلیل وغیرہ ہیں۔ موصوف نے مدخل کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں علوم و معارف کے خزینوں کو جمع کیا ہے، قاہرہ میں ۳۷۷ھ [۱۳۳۶ء-۳۷۷] میں ان کی وفات ہوئی۔ شجرة النور الزكية ص: ۲۱۸۔

(۲) نیل الابتهاج ۱/ ۲۱۶۔

(۳) ۳۷۷ھ [۱۳۳۶ء-۳۷۷] سن وفات ۹۱۱ھ [۱۵۰۵ء] [ع]

☆ رضوان جامع رضوان کی تحقیق سے مکتبہ الرشدریاض نے ۱۳۱۹ھ-۱۹۹۸ء میں شائع کیا۔

المسمى بالتنقيح، و يفوقه ^(۱) بما حواه من الزوائد يشتمل على ما يحتاج إليه القارئ والمستمع من ضبط ألفاظه وتفسير غريبه وبيان اختلاف رواياته، وزيادة في جزء لم ترد في طريقه وترجمة ورد بلفظها حديث مرفوع، ووصل تعليق لم يقع في الصحيحين وصله، وتسمية مبهم وإعراب مشكل وجمع بين مختلف بحيث لم يفته من الشرح إلا الإستنباط، وقد عزمت على أن أضع على كل من الكتب الستة كتاباً على هذا النمط ليحصل به النفع بلا تعب، وبلوغ الأرب بلا نصب، حقق الله ذلك بمنه وكرمه، فصل في بيان الشرط للبخاري. الخ ^(۲)

تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہم پر احسان کیا کہ ہم کو حدیث کا حامل بنایا، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے، ایسی شہادت جس سے میں قیامت کی ہولناکی کے لئے سپر (ڈھال) کا کام لینا چاہتا ہوں۔ میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور ہمارے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جو سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور جو تمام انسانوں اور جنوں کی طرف (رسول بنا کر) بھیجے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ ہو ان پر اور ان کی اولاد پر اور ان کے اصحاب پر، جن کی محبت کو ایمان کی نشانی اور کامیابی کی علامت بنایا۔ (اس کے بعد عرض ہے) کہ یہ کتاب شیخ الاسلام امیر المؤمنین ابو عبد اللہ البخاریؒ کی صحیح الاسناد جامع پر ایک حاشیہ ہے، جو تو شیخ کے نام سے موسوم ہے، اور جو اسی طرز پر ہے جسے بدرالدین زرکشیؒ نے اپنے حاشیہ تنقیح میں اختیار کیا ہے۔ (بلکہ) اُس حاشیہ سے میرا یہ حاشیہ چند ایسے زائد فوائد کی وجہ سے فائق ہے۔ ان تمام چیزوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے جن کی طرف پڑھنے والے اور سننے والے کو احتیاج ہوتی ہے، (مثلاً) الفاظ کا ضبط، غریب باتوں کی

(۱) مطبوعہ نسخہ میں يفوقہ کے بجائے ”وہو“ ہے۔

(۲) التوشیح ۱/۴۲-۴۱- [۱/۳۴، تحقیق: علامہ ابراہیم ازہری، نسخہ دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۰ھ/۲۰۰۰ء، نور]

تفسیر، اختلاف روایات کا بیان، ان اخبار میں زیادتی جو بخاری کے طریق میں وارد نہیں ہوئیں، نیز اس ترجمہ کا بیان کرنا جس کے الفاظ میں کوئی حدیث مرفوع وارد ہوئی ہے، ان تعلقات کا وصل جن کو صحیحین میں موصولاً بیان نہ کیا گیا ہو، مبہم کے نام کا اظہار اور مشکل کا ایضاح اور مختلف احادیث کا جمع کرنا، گویا استنباط کے علاوہ شرح میں سے کوئی چیز نہ رہے، میں نے اس کا بھی ارادہ کیا کہ تمام صحاح ستہ پر اسی نوعیت کے حواشی لکھوں، تاکہ ان سے نفع اندوزی آسان ہو جائے، اور بغیر وقت کے مطلب براری ہو سکے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو تکمیل تک پہنچائے۔ **فصل اس میں بخاری کی شرط کا ذکر ہے۔ الخ**

معالم السنن شرح سنن ابی داؤد ☆

یہ کتاب خطابیؒ کی تصنیف ہے، جن کا نام ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب خطابی بستی ہے۔ ان کی بہت سی مفید و نافع تصنیفات ہیں۔^(۲) مکہ معظمہ میں ابن اعرابی سے اور بغداد میں اسماعیل بن محمد صفار اور اسی طبقہ کے دوسرے علماء سے اس علم کو حاصل کیا۔ بصرہ میں ابوبکر بن داسہ سے اور نیشاپور میں ابوالعباس اصم سے کتب حدیث کی سند حاصل کی۔^(۳) حاکم، ابوحامد اسفرائینی، ابومسعود حسین بن محمد کراہیسی اور ابونصر محمد بن احمد بلخنی نے ان ہی سے روایت کی ہے اور اخذ علم کیا ہے۔^(۴)

ابومنصور ثعالبی نے یتیمۃ الدھر میں ان کا ذکر کیا ہے مگر ان کے نام میں غلطی کی ہے کہ ”ہو ابوسلیمان أحمد“ ان کی یہی غلطی شہرت پکڑ گئی، تحقیق یہ ہے کہ ان کا نام حمد ہے۔^(۵) ان کی زیادہ تر

(۱) سن ولادت ۳۱۹ھ۔ [۹۳۱ء] [ع]

(۲) وفیات الاعیان ۲/۲۱۴ [۲۹۷/۱] نور، سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۳ تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۲۳ [۲۰۹/۳] نور

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۳۔ [۲۴/۱۷]۔ [۲۳] نور، تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۲۳۔ [۲۰۹/۳] نور

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۴۔ تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۲۳۔ [۲۰۹/۳] نور

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۳۔ [۲۶/۱۷]۔ [۲۵] نور

☆ یہ کتاب ۱۳۵۱ھ۔ ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۲ء۔ ۱۹۳۳ء میں مکتبہ علمیہ بیروت سے شائع ہوئی۔ جس کی دوسری طباعت ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۸ء میں ہوئی۔

اقامت نیشاپور میں رہی اور اسی شہر میں تصنیف اور تالیف میں مشغول رہے۔ غریب الحدیث، معالم السنن، شرح أسماء الحسنی، کتاب العزله اور کتاب الغنیہ عن الکلام وأہلہ، وغیرہ تالیف فرمائیں۔^(۱) لغت کو ابو عمر زاہد سے اور فقہ شافعی کو ابو علی ابن ابی ہریرہ اور قتال (کبیر) سے حاصل کیا ہے۔^(۲) ان کی وفات ماہ ربیع الثانی ۳۸۸ھ [۹۹۸ء] میں بمقام بست واقع ہوئی۔^(۳) نظم کی طرف بھی میلان تھا، چنانچہ یہ چند اشعار ان کی تصنیف ہیں۔

ارض للناس جميعا مثل ما ترضى لنفسك
سب کے لئے اُس چیز کو پسند کر، جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

إنما الناس جميعا كلهم أبناء جنسك
کیونکہ یہ سب لوگ تو، سب کے سب تیرے ہی ہم جنس ہیں۔

فلهم نفسك كنفسك ولهم حسك كحسك
ان کا نفس تیرے نفس کی طرح ہے، اور ان کی حس تیری حس کی مثل ہے۔

وله أيضا

وما غربة الإنسان في سعة النوى ☆
ولكنها والله في عدم الشكل
انسان کی مسافرت مسافت کی دوری سے نہیں، بلکہ قسم بخدا ہم مشرب نہ ہونے کے باعث ہوتی ہے۔

وانى غريب بين بست وأهلها
اور میں بست اور اس کے باشندوں کے درمیان مسافر ہوں، اگرچہ میرا کنبہ اور میری اہل و عیال یہاں موجود ہیں۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۲۴- [۲۰۹/۳، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۴- تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۲۴- [۲۰۹/۳، نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۷- (۴) وفيات الاعیان ۲/۲۱۵- [۲۹۷/۱، نور]

وله أيضا

فسامح^(۱) ولا تستوف حقه كله وأبق فلم يستوف[☆] قط كريم
درگزر کر اور اپنے پورے حق کو حاصل نہ کر (بلکہ اس کو) باقی چھوڑ کیونکہ کسی کریم نے اپنا
پورا حق کبھی حاصل نہیں کیا۔

ولا تغل في شيء من الأمر واقتصد كلاً طرفي قصد الأمور ذميمة^(۲)
کسی امر میں حد سے آگے قدم نہ رکھ، اور میانہ روی اختیار کر، کیونکہ درمیانی حالت کی
ہر دو طرف (افراط اور تفریط) مذموم ہوتی ہیں۔

وله أيضا

ما دمت حياً فدار الناس كلهم فإنما أنت في دار المدارة
جب تک تو زندہ ہے تمام لوگوں کے ساتھ مدارت سے پیش آ، کیونکہ تو اس وقت دار
مدارات میں مقیم ہے۔

ولا تعلق لغير الله في تعب إن المهيمن كافيك المهمات^(۳)
کسی رنج و غم میں غیر اللہ سے اپنا رشتہ نہ جوڑ، کیونکہ مشکلات میں اللہ ہی تجھ کو کافی ہے۔

☆ عارضة الاحوذی فی شرح الترمذی

یہ کتاب حافظ قاضی ابوبکر بن العربی مغربی اندلسی کی تصنیف ہے۔ ان کی کنیت ابوبکر اور نام و نسب یہ
ہے: محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد، ابن العربی المعافری الاشبیلی سے مشہور ہیں۔

(۲) وفيات الاعيان ۲/۲۱۵- [۱/۲۹۷، نور]

(۱) تسامح [ع]

(۳) بعض نے اس کے بجائے یہ شعر نقل کیا ہے۔

من يدر داري ومن لم يدر سوف يري عما قليل ندیما للندامات [ع]

☆ يستقصی

☆ دار الكتاب العربی نے تیرہ جلدوں میں شائع کیا ہے۔ [بلاسن]

یہ اندلس کے آخری عالم اور آخری حافظ حدیث تھے،^(۱) انہوں نے مشرقی بلاد کا سفر کیا اور ہر ملک کے بڑے بڑے علماء سے علم حاصل کر کے روایت میں وسعت تامہ حاصل کی، نیز علم اصول و خلاف و کلام اور دوسرے فنون میں بھی پوری مہارت حاصل کی۔ تمام کمالات کے باوجود حسن خلق اور تحمل ایذا، دوستی میں ثابت قدمی اور حسن عہد میں بلند مرتبہ کے مالک تھے۔^(۲) ۳۶۸ھ [۶۶-۷۵ء] میں پیدا ہوئے۔^(۳) اپنے والد کے ہمراہ شام گئے۔ طرّاد بن محمد الرّزینی، ابوالفضل ابن الفرات، قاضی ابوالحسن خلعی، ابن مشرف، حافظ (ابوالقاسم) مکی بن عبدالسلام الرّمیلی، ابو عبداللہ حسین بن علی الطبری، اور اس زمانہ کے دوسرے بزرگوں سے بغداد، دمشق، مصر، بیت المقدس اور اندلس میں رہ کر علم حاصل کیا،^(۴) امام ابو حامد غزالی سے بھی بہت کچھ حاصل کیا۔ اسی طرح فقیہ ابوبکر الشاشی اور ابوزکریا التبریزی سے بھی علم کی خوشہ چینی کی۔^(۵) پھر تالیف و تصنیف کا سلسلہ شروع کیا۔ علم ادب و بلاغت میں بھی پورا پورا دخل رکھتے تھے،^(۶) محدثین میں سے محمد بن یوسف بن سعاده، حافظ ابوالقاسم السہیلی^(۷) اور شحّہ بن یحییٰ رعینی ان کے شاگرد ہیں۔^(۸) ان کو ہر قسم کی فراغت اور جاہ و ثروت حاصل تھی۔ اشبیلیہ کی قضاء بھی ان کے سپرد تھی، اسی خدمت کے دوران میں خاص و عام کی تعریف کا مرکز بنے۔ پھر جب اس تعلق سے دستکش ہو گئے تو تصنیف و تالیف

(۱) الصلۃ ۲/۵۹۰- [۲۰۳/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۰/۱۹۸- [یہ سیر میں مذکور نہیں ہے، نور] نفع

الطیب ۲/۱۱۳- [۲۸/۲، نور]

(۲) نفع الطیب ۲/۱۱۴- [۲۹/۲، نور] (۳) الصلۃ ۲/۵۹۱- [۴/۲، نور]

(۴) سیر اعلام النبلاء ۲۰/۱۹۸- [نور] (۵) سیر اعلام النبلاء ۲۰/۹۹- [نور]

(۶) سیر اعلام النبلاء ۲۰/۱۹۹-

(۷) سہیلی: عبدالرحمن بن عبداللہ بن احمد بن اصغ بن حسن شعمی، اندلسی آپ کا پورا نام ہے۔ ابوالقاسم کنیت تھی، "السروض الأنف" ان کی تالیف ہے، ۵۰۸ھ [۱۵-۱۱۳ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ ابن عربی ان کے اساتذہ میں سے ہیں، آپ بحر عالم تھے، نحوی و لغوی ہونے کے علاوہ تفسیر اور حدیث کے علوم میں مہارت حاصل تھی، بلکہ علم رجال اور نساب کے بھی ماہر تھے، علم کلام، اصول فقہ اور تاریخ میں بھی دسترس حاصل تھی، زیرک و چالاک تھے، مسائل کے استنباط میں غیر معمولی مہارت تھی۔ مراکش میں شعبان ۵۸۱ھ [۱۱۸۵ء] میں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ سہیل "مالقہ" کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے۔ طبقات الحفاظ، ص: ۴۷۹- [۴۷۸-۴۷۹، نور] الديباج المذہب، ص: ۱۵۰- [۴۸-۲۴۶، نور]

(۸) سیر اعلام النبلاء ۲۰/۲۰۰- تذکرۃ الحفاظ ۴/۹۰- [۸۷/۴، نور]

☆ ان کا نام سیر اعلام النبلاء میں نجہ اور تذکرۃ الحفاظ میں نجبہ ذکر کیا گیا ہے۔

کے شغل اور افادہ درس میں اپنے اوقات عزیز کو مصروف رکھتے تھے،^(۱) کہتے ہیں کہ ان کو درجہ اجتهاد حاصل تھا۔^(۲) حدیث، فقہ، اصول، علم قرآن، علوم ادبیہ، نحو اور تاریخ میں بہت سی تصانیف ان کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ کثرت مال اور سخاوت کی وجہ سے آپ ممدوح شعراء تھے، آپ نے اشبیلیہ کی شہر پناہ کو اپنے مال سے بھر دیا تھا،^(۳) تفسیر انوار الفخر ان کی بہترین تصانیف میں سے ہے، جسے انہوں نے بیس سال میں مرتب کیا اور اسی ہزار اوراق پر مشتمل ہے، یہ تفسیر اسی زمانے میں ابو عیاض فارس بن علی بن یوسف کے کتب خانے میں اسی جلدوں میں موجود تھی۔ کتاب قانون التأویل، کتاب النسخ والمنسوخ (فی القرآن) کتاب أحكام القرآن، ترتیب المسالك فی شرح موطأ مالک، کتاب القبس علی موطأ مالک بن انس، عارضة الأحوذی فی شرح جامع الترمذی، کتاب المشکلین (مشکل الكتاب والسنة) کتاب النیرین فی شرح الصحیحین، شرح حدیث أم زرع، شرح حدیث الإفک، شرح حدیث جابر فی الشفاعة، کتاب الکلام علی مشکل حدیث السبحات والحجاب، یعنی حجاب النور لو کشفه لأحرقت سبحات وجهه، ما انتهى إليه بصره من خلفه، تبیین الصحیح فی تعیین الذبیح، تفصیل التفضیل بین التحمید والتہلیل، کتاب السباعیات، کتاب المسلسلات، سراج المریدین، کتاب التوسط فی معرفة صحة الاعتقاد والرد علی من خالف أهل السنة من ذوی البدع والإلحاد، شرح غریب الرسالة، الإنصاف فی مسائل الخلاف، بیس جلدوں میں تخلیص، کتاب المحصول فی علم الأصول، عواصم وقواصم، نواہی الدواہی، کتاب ترتیب الرحلة، کتاب ملجأة المتفقہین إلى معرفة غوامض النحوین، یہ سب کتابیں اور ان کے علاوہ بھی ان کی بہت سی تصانیف ہیں،^(۴) ان کی کتاب الرحلة قواعد عربیہ پر مشتمل ہے۔

(۱) سیر اعلام النبلاء ۲۰/۲۰۰۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۲۰/۲۰۱۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۲۰/۲۰۱۔ تذکرة الحفاظ ۹۱/۴۔ [۸۸/۴، نور]

(۴) نفع الطیب ۱۱۳/۲۔ [۳۶/۲-۳۵، نور]

وہ کہتے ہیں کہ مدینہ السلام میں ابوالوفاء بن عقیل سے جو حبلیوں کے امام ہیں، میں نے سنا ہے کہ وہ یہ فرماتے تھے کہ مال ہونے اور غلام و آزاد ہونے میں لڑکا اپنی والدہ کے تابع ہوتا ہے، کیونکہ نطفہ جب باپ سے جدا ہوا تو بے قیمت تھا کوئی مالیت نہیں رکھتا تھا، جو کچھ مالیت یا قدر و قیمت اس کو نصیب ہوئی وہ شکم مادر میں ہوئی، پس اسی کا تابع ہوگا۔ جیسا کہ اگر کوئی کھجور کھا کر گٹھلی کسی کی زمین میں ڈال کر چل دیا، اور اس سے کوئی درخت پیدا ہوا تو وہ درخت صاحب زمین کی ملک ہوگا نہ کہ کھجور کھانے والا کا، کیوں کہ گٹھلی پھینکنے جانے کے وقت بے قیمت شے تھی،^(۱) یہ بھی کہتے تھے کہ میں نے ساحروں سے جوزمین بابل میں رہتے تھے یہ سنا ہے کہ جو کوئی ہر سورت کی آخری آیت لکھ کر اپنے گلے میں ڈالے گا اس پر جادو کا اثر نہ کرے گا۔^(۲)

یہ بھی کہتے تھے کہ میں جب تک مکہ معظمہ میں مقیم رہا اس کی پابندی کی کہ جب آب زمزم کا گھونٹ لیتا تو ثبات علم و ایمان کی خواہش دل میں رکھتا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر علم وافر کا دروازہ کھول دیا، لیکن مجھ کو اس امر کا افسوس ہے کہ میں نے عمل کی نیت سے ایک دو گھونٹ کیوں نہ پی لئے، کیونکہ میں اپنے اندر عمل کا شوق علم کے میلان سے کم تر پاتا ہوں،^(۳) یہ بھی کہتے تھے کہ بغداد میں ایک روز میں ابوالوفاء بن عقیل کی مجلس میں حاضر تھا، تفسیر قرآن مجید کا ذکر جاری تھا، ایک قاری نے یہ آیت پڑھی ”تَحِيْتَهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ“ میں ابوالوفاء کے پیچھے بیٹھا تھا، ایک شخص نے جو میرے بائیں جانب بیٹھا ہوا تھا، آہستہ سے کہا کہ یہ آیت اس امر کی صریح دلیل ہے کہ قیامت کے دن باری تعالیٰ کی رویت ہوگی، کیونکہ اہل عرب ”لقیت فلانا“ صرف رویت کے وقت ہی کہتے ہیں، ابوالوفاء نے اس شخص کی بات سن کر مذہب اعتراف کی تائید میں جلدی سے یہ آیت پڑھی ”فَاعْقِبْهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ اِلٰى يَوْمٍ يَلْقَوْنَهُ“ اور کہا کہ اس آیت کا کیا جواب ہوگا، حالانکہ منافقین کو بالا جماع رویت نصیب نہ ہوگی۔ فرماتے ہیں کہ اس وقت تو ادب مجلس کے باعث میں کچھ نہ بولا، لیکن کتاب المشکلین میں اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے میں نے لکھا ہے کہ یلقونہ کی ضمیر جزاء کی تقدیر کے ساتھ نفاق کی طرف راجع ہے،^(۴) اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ ضمیر جناب باری تعالیٰ کی طرف راجع ہوتی تو ”بما اٰخلفو [اللہ]“^(۵) ما وعدوه“ فرماتے اور لفظ اللہ کے اظہار کی کوئی

(۲) نفع الطیب ۱۱۴/۲- [۴۳/۲- نور]

(۱) نفع الطیب ۱۱۴/۲- [۴۲/۲- نور]

(۳) نفع الطیب ۱۳/۲- [۴۰/۲- نور]

(۳) نفع الطیب ۱۱۴/۲- [۴۱/۲- نور]

(۵) متن فارسی میں ”بما اٰخلفوه“ ہے۔

وجہ تلاش کرنی چاہئے، یہ بھی کہتے تھے کہ ایک دن ابن خبارہ مشہور شاعر میری مجلس میں آیا میرے سامنے بجر (انگیٹھی) میں بچھی ہوئی آگ پر راکھ پڑی ہوئی تھی، میں نے اس سے کہا کہ اس بارے میں کوئی شعر نظم کرو، اس نے فی البدیہہ یہ شعر کہا:

شابت نواصی النار بعد سوادھا وتسترّت عنا بثوب رماد
آگ کی پیشانیاں (گیسو) سیاہی کے بعد سفید یعنی بوڑھی ہو گئیں اور راکھ کے آثار
نے اس کو ہم سے چھپالیا۔

اس نے مجھ سے کہا کہ اس بیت کا تم تم کہو، میں نے بھی فوراً یہ کہا:

شابت کما شبنا و زال شباننا فکأنما کنا علی میعاد^(۱)
جیسے وہ بوڑھی ہو گئی ایسے ہی ہم بھی بوڑھے ہو گئے، اور ہماری جوانی جاتی رہی گویا کہ
ہمارا ایک وقت متعین تھا۔

راقم السروف کہتا ہے کہ اگرچہ یہ شعر چنداں لطیف نہیں ہے، تاہم ان کی جودت طبع پر ضرور دلائل کرتا ہے۔ ان کے اشعار لطیفہ میں سے یہ اشعار بھی ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک روز وہ امیر زادہ کے ہمراہ سوار ہو کر شکار کے لئے جا رہے تھے، راستہ میں امیر زادہ نے نیزہ ہاتھ میں لیا، اور اس کو ابن العربی کی طرف بار بار ہلانا شروع کیا، اور یہ اس نے محض خوش طبعی کے طور پر کیا، لہو و لعب کے سوا اس کا مقصد کچھ نہ تھا۔ ابن العربی نے فوراً یہ اشعار نظم کئے اور پڑھے:

یہز علی الرّمح ظبیّ مهفہف لعوب بألباب السریة^(۲) عابث

مجھ پر ایک پتلی کمر والی ہرنی نیزہ ہلاتی ہے، گویا لشکر کی عقلوں سے کھیل کرتی ہے۔

فلو کان رمحا واحد[☆] إلا تقیته ولكنہ رمح وثان وثالث^(۳)

اگر وہ ایک ہی نیزہ ہوتا تو میں بچ سکتا تھا، لیکن وہ تو ایک اور دو اور تین ہیں۔

(۲) البریة [ع]

(۱) نفع الطیب ۲/۱۱۳- [۲/۳۱-۳۰، نور]

(۳) نفع الطیب ۲/۱۱۴- [۲/۲۶، نور]

☆ فلو أنه رمح إذا لا تقیته

شارحین اشعار نے ثانی و ثالث کی تعین میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد نگاہ ہے، بعض نے کچھ اور بیان کیا ہے، (۱) مگر رقم الحروف کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ایک نیزہ سے مراد ایک مرتبہ نیزہ ہلانا ہے، اور دو اور تین سے مراد دو اور تین دفعہ نیزہ ہلانا۔ واللہ اعلم۔

یہ اشعار بھی انہی کے ہیں:

أتني تؤنني بالكاء فأهلا لها وتأيها (۲)☆

وہ مجھ کو رونے پر سرزنش کرتی ہوئی میرے پاس آئی، اس کا آنا، اور اس کی سرزنش مبارک ہو۔

فقلت إذا استحسننت غيركم أمرت جفوني بتعذيبها (۳)

پس میں نے کہا کہ جب ان آنکھوں نے دوسروں کو اچھا سمجھا تو میں نے اپنی پلکوں کو

ان کے عذاب کے لئے مامور کر دیا۔

دیارِ شام کے اشتیاق میں اس طرح فرماتے ہیں:

أنتك☆ سري والليل يصدع☆ بالفجر☆ خیال حبیب قد جوی☆ قصب الفخر

رات کو اس وقت جب کہ صبح ہونے والی تھی، اس حبیب کا خیال آیا جو میدانِ فخر میں

بازی لے گیا۔

جلاظلم الظلماء مشرق نوره ولم تمنح☆ الظلماء بالأنجم الزهر

وہ جس کے نور سے اندھیری رات کی ظلمت دور ہوئی، حالانکہ روشن ستاروں سے وہ

ظلمت زائل نہ ہوئی تھی۔

ولم يرض بالأرض الأريضة☆ مسجبا☆ فصار☆ على أنجوزا إني فلنك يجري

اس نے تروتازہ باغ کو جولان گاہ بنانا پسند نہ کیا، تو فلک کی طرف رخ کر کے جوزاء پر جگہ لی۔

(۱) نفع الطیب ۱۱۴/۲۔ [۲/۳۰، نور]

(۲) اس کے بعد یہ شعر ہے: تقول وفي نفسها حرة تبكي بعين تراني بها [ع]

(۳) نفع الطیب ۱۱۲/۲۔ [۲/۳۰، نور]

☆ يتخذع

☆ امنك

☆ بتأيها

☆ بها

☆ فسار

☆ البسيطة

☆ يخبط

☆ حوى

وحت مطايا قد مطاها لغيره ☆ فأوطأها فسرا ☆ على قبة النسر ☆
اس نے سوار یوں کو چلنے کے لئے ابھارا جن پر غیرت سے سوار ہوا، اور ان کو جبراً قبہ
نسر پر لے گیا۔

فصارت ثقالا بالجلالة فوقها وسارت عجلا تتقى ألم الزجر
تو وہ سواریاں اس بزرگی (محبوب) کے باعث جوان پر سایہ فلگن تھی، جو جھل ہو گئیں
اور ڈانٹ کی تکلیف سے بچتی بچاتی تیز تیز چلیں۔

وجرت على ذيل المجره ذيلها فمن ثم يبدو ما هناك لمن يسرى
اور کہکشاں کے دامن پر اپنا دامن کھینچا، اسی لئے وہاں کی ہر چیز چلنے والے کے لئے
ظاہر ہوتی ہے۔

ومرت على الجوزاء بواضع فوقها فأثر ما مرت به كلفُ البدر
وہ سوار ہو کر جوزاء پر گزری، چاند میں جو داغ ہیں وہ اس کے چلنے کے نشانات ہیں۔
وساقت أريج الخلد من الجنة العلي فدع عنك رملاً بالأنعيم يستنري (۱)
جب مدینہ منورہ میں اقامت پذیر تھے تو یہ اشعار نظم کئے: (۲)

لم يبق لي سؤال ولا مطلب مذ صرت جاراً لجنب ☆ الحبيب
میرا کوئی سوال اور مطلب باقی نہ رہا، جب سے میں اپنے حبیب (محمد صلی اللہ علیہ
وسلم) کے پہلو کا ہمسایہ ہو گیا۔

لا أبتغي شيئاً سوى قربه وهما أنا منه قريب قريب

(۱) نفع الطيب ۱۱۲/۲ - [۳۵/۲ - ۳۴، نور]

(۲) یہ اشعار ابو بکر محمد بن ابی عامر بن حجاج غانقی اشبیلی کے ہیں جن کا اندراج غالباً سہواً ابن العربی کے اس تذکرہ میں کر دیا گیا
ہے۔ ملاحظہ ہو: نفع الطيب جلد اول ص: ۲۴۳. [ابن الفرضی نے نفع الطيب ۳۵/۲ - ۲۴ پر یہ اشعار ذکر کئے

اور ابن العربی کا بدیع نظم قرار دیا ہے، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ - ۱۹۶۸ء، نور]

اب میں سوائے اس کے قرب کے کچھ نہیں چاہتا، باخبر رہو میں اُس سے بہت ہی قریب ہوں۔

من غاب عن حضرة محبوبه فلسنت عن طيبة ممن يغيب
جو محبوب کی درگاہ سے غائب ہو گیا تو ہونے دو، میں تو مدینہ طیبہ سے غائب ہونے والا نہیں ہوں۔

لاتسأل المغبوط عن حاله جار كريم ومحل خصيب
تو اس کا حال مت پوچھ جس پر رشک کرتے ہوں، جو سرسبز جگہ پر شریف کا پڑوسی ہو۔
العيش والموت هنا طيب بطيبة لي كل شي يطيب (۱)☆
یہاں کی زندگی بھی اچھی ہے اور موت بھی اچھی، مدینہ طیبہ میں میرے لئے ہر چیز اچھی ہے۔

انہوں نے ۵۴۶ھ [۱۱۵۱ء] میں بحالت سفر انتقال فرمایا، (۲) یعنی جب مراکش سے اپنے وطن کی طرف واپس ہو رہے تھے، توفاس کے دیہات میں سے کسی گاؤں میں ان کی وفات ہو گئی۔ وہاں سے ان کی نعش فاس میں لائی گئی، اور باب محروق کے باہر سپرد خاک کئے گئے۔ رحمہ اللہ (۳)

☆ الامام فی احادیث الاحکام

یہ کتاب اور اس کا مختصر الإمام المجتهد بأحادیث الأحکام، یہ دونوں کتابیں فی الدین

(۱) نفع الطیب ۲/۱۱۲۔ ان اشعار کی ابن عربی کی طرف بھی نسبت کی گئی ہے۔ [یہ اشعار ابو بکر محمد بن ابو عامر ابن حجاج کے ہیں، ۴۳/۲، نور]

(۳) بعض مورخین نے سن وفات ۵۴۳ھ [۴۹-۱۱۴۸ء] نقل کیا ہے۔ [ع]

(۴) الصلاة ۲/۵۱۹۔ [۲/۲۰۴، نور] ☆ بطیب:

☆ فارسی نسخہ میں تاریخ ”بالصدور پنجاہ و سہ“ [۵۵۳ھ] لکھا ہے۔

☆ حسین اسماعیل جمل کی تحقیق سے دار المعراج، ریاض نے ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۳ء میں شائع کی، اس کے بعد محمد خروف عبد اللہ کی تحقیق سے بھی یہ کتاب ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء میں وزارت الشؤون الاسلامیہ والأوقاف والدعوة والارشاد سعودیہ کی عنایات سے شائع ہوئی۔

ابن دینق العید کی تصانیف ہیں، اس کے اول میں بیان کرتے ہیں، کتاب الطہارۃ، باب المیاء، ذکر بیان معنی الطہور وأنه المطہر لغيره.

عن يزيد الفقيه قال: حدثنا جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال أعطيت خمسا لم يعطهن أحد قبلي، نصرت بالرعب مسيرة شهر، وجعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً فأيما رجل من أمتي أدركته الصلوة فليصل، أحلت لي الغنائم ولم يحل لأحد قبلي، وأعطيت الشفاعة، وكان النبي يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى الناس عامة. متفق عليه من حديث هشيم عن يزيد الفقيه واللفظ للبخاري. انتهى^(۱)

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ [۱] ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب دلوں میں ڈال کر میری مدد کی جاتی ہے۔ [۲] میرے لئے پوری زمین مسجد و طہور بنا دی گئی، لہذا میری امت میں سے جس کو جہان نماز کا وقت ہو جائے وہ وہیں نماز ادا کرے۔ [۳] میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا ہے، مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا تھا۔ [۴] مجھ کو شفاعت کا حق عطا ہوا ہے۔ [۵] دیگر انبیاء خاص خاص اقوام کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

کتاب الإمام میں حمد و صلوة کے بعد بیان فرماتے ہیں:

وبعدا فهذا مختصر في علم الحديث تأملت مقصوده تأملاً ولم أَدع الأحاديث إليه الجفلاً ولا ألوت في وضعه محرراً، ولا أبرزته كيف ما اتفق تهوراً، فمن فهم معزاه شد عليه يد الصيانة وأنزله من قلبه وتعظيمه الأغرین مكاناً ومكانة، وسميته بكتاب الإمام بأحاديث

(۱) صحیح البخاری کتاب التیمم دوسری حدیث۔ مسلم نے بھی اس حدیث کو اپنی صحیح کی کتاب المساجد میں ذکر کیا ہے۔

الأحكام، وشرطي فيه أن لا أورد فيه إلا حديث من وقعه إمامه من مزكى
رواة الأخبار وكان صحيحا على طريقة بعض أهل الحديث الحفاظ
وأئمة الفقه النظار فان نكل منهم معرى قصد وسلوكه وطريقا أعرض عنه
وتركه، وفي كل خير، والله تعالى ينفع به دينا ودنيا ويجعله نورا يسعى
بين أيدينا ويفتح للراسته فيه حفظا وفهما ويبلغهم وإيانا ببركته منزلة من
كرامة عظمى إنه هو الفتاح العليم الغني الكريم. (۱)

حمد و صلوة کے بعد (عرض ہے کہ) یہ کتاب علم حدیث میں ایک ایسا مختصر رسالہ ہے جس کے مقصود میں میں نے کافی تامل کیا، اس کی احادیث کو غیر مرتب نہ چھوڑا اور اس کی وضع کی تہذیب میں میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی، نہ میں نے جسارت و دلیری کر کے کیف ماتفق حدیثوں کو بے ربطی سے جمع کیا۔ اب جو شخص اس کے ماخذ اور جائے نسبت کو سمجھ لے گا تو حفاظت کے ہاتھ سے مضبوط پکڑ لے گا اور اس کو اپنے دل میں جگہ دے کر ان لوگوں کی طرح اس کی تعظیم بجلائے گا، جن کا مقام و مرتبہ بلند و روشن ہے، میں نے اس کتاب کا نام الإمام بأحادیث الأحكام رکھا ہے، میری شرط اس کتاب میں یہ ہے کہ اس میں صرف وہی حدیثیں لاؤں جن کے راوی امام ہیں، اور راویان احادیث کے تزکیہ کرنے والے ہیں، اور وہ بعض اہل حدیث حفاظ اور ائمہ فقہ کے طریق پر صحیح مانی گئی ہوں۔ اب اگر کوئی شخص اس کے ماخذ اور جائے نسبت کا انکار کرے تو وہ اس کا قصد کرے اور اس کو اختیار کر کے بتلائے، یا اگر کسی طریقہ سے انحراف کرے تو اس سے اعراض کرے اور اس کو چھوڑ دے، ان دونوں باتوں کے اندر ہر ایک میں اُس کے لئے خیر اور بھلائی ہے، (میں دعا کرتا ہوں) کہ اللہ تعالیٰ اس سے (لوگوں کو) دین اور دنیا کا نفع عطا کرے، اور اس کتاب کو ایسا نور بنا دے کہ جو (قیامت کے دن) ہمارے آگے آگے چلتا ہو، اور اس کے پڑھنے والوں پر حفظ اور فہم (کے دروازہ) کو کھول دے، اور اس کتاب کی برکت سے ان کو

اور ہم کو شرافت و بزرگی کا بلند مرتبہ نصیب فرمائے، وہی فتاح علیم، غنی اور کریم ہے۔
ان کی کنیت ابوالفتح اور سلسلہ نسب یہ ہے: تقی الدین محمد بن علی بن وہب بن مطیع قشیری منفلوطی۔
دونوں مذاہب یعنی مالکی و شافعی کے امام اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے،^(۱) ان کی ولادت بحرینج (حجاز) میں ماہ شعبان ۶۲۵ھ [۱۲۲۸ء] میں ہوئی۔^(۲) حافظ زکی الدین المنذری، ابن الجمیزی^(۳) اور (احمد) ابن عبدالدائم سے دمشق میں حدیث کا سماع کیا۔^(۴) چہل حدیث تساعی کو اس طرح پر جمع کیا کہ اپنی سند کا سلسلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ملا دیا اور ایک کتاب عمدہ کی شرح کی، چنانچہ یہ دونوں کتابیں ان کی منتخب اور چیدہ تصانیف میں سے ہیں۔ علوم حدیث میں بھی ایک کتاب ”الافتحاح“ لکھی ہے۔^(۵)
از کیا زمانہ سے وسعت علم میں بالاتر تھے، علم کے شغل میں اکثر شب بیداری کرتے اور بہت لکھا کرتے تھے، اصول و علوم معقولہ میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔^(۶) ديار مصر میں چند سال قاضی رہ کر وفات پائی۔^(۷) لیکن طہارت اور پانی کے معاملہ میں کسی قدر وسواس رکھتے تھے،^(۸) اصول فقہ میں مقدمہ مطرزی کی شرح لکھی۔ چہل حدیث کا ایک دوسرا مجموعہ بھی تالیف کیا، جس میں احادیث قدسیہ جمع کی ہیں، اور اس کو ”أربعین فی روایة عن رب العالمین“ کے نام سے موسوم کیا۔^(۹) آپ نے ماہ صفر ۷۰۲ھ [۱۳۰۲ء] میں وفات پائی۔^(۱۰) اسی سال ابو محمد عبداللہ بن محمد ابن ہارون قرطبی نے بھی جو بلاد مغرب کے محدث تھے، رحلت فرمائی۔^(۱۱) لوگوں کو یقین تھا کہ ہر سات سو سال پر جس عالم کے

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲۷۲/۴۔ [۲۶۲/۳، نور] طبقات الحفاظ، ص: ۵۱۳۔ الوافی بالوفیات ۱۹۳/۴۔

[۸۳/۳-۲۷۲، نور] فوات الوافیات ۴۴۲/۳۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۲۷۲/۴۔ [۲۶۲/۴، نور]

(۳) ابن الجمیزی صرف اردو نسخوں میں لکھا ہوا ہے جو کہ بالکل غلط ہے، فارسی، عربی نسخ اور تذکرۃ الحفاظ میں ابن

الحمیری لکھا ہے۔ [۲۶۲/۴، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۲۷۲/۴۔ [۲۶۲/۳، نور]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۲۷۲/۴۔ [تذکرہ کی عبارت ہے، بلکہ وعمل کتابا فی علوم الحدیث،

[۲۶۳/۴، نور] طبقات الحفاظ، ص: ۵۱۳۔

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۲۷۲/۴۔ [۲۶۳/۴، نور] طبقات الحفاظ، ص: ۵۱۳۔

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۲۷۳/۴۔ [۲۶۳/۴، نور] طبقات الحفاظ، ص: ۵۱۳۔

(۸-۹) تذکرۃ الحفاظ ۲۷۳/۴۔ [۲۶۳/۴، نور]

(۱۰-۱۱) تذکرۃ الحفاظ ۲۷۴/۴۔ [۳۶۴/۴، نور]

ظہور کا وعدہ ہے وہ یہی ہیں،^(۱) طریق تصوف میں بھی کمال حاصل تھا اور صاحب کرامات و خوارق عادات تھے۔ مالکی مذہب کی تحقیق اپنے والد ماجد سے کی تھی، اور مذہب شافعی کو شیخ عزالدین ابن عبدالسلام سے حاصل کیا تھا، چنانچہ فقہ میں ہر دو مذاہب کے استاد کامل ہوئے۔^(۲) جب تاتاریوں کا ہنگامہ رونما ہوا، اور ان اشقیاء کی افواج ستم امواج دیار شام کی طرف متوجہ ہوئیں تو سلطانی حکم نافذ ہوا کہ علماء جمع ہو کر صحیح بخاری کا ختم کریں، اس کی ایک میعاد باقی رہ گئی تھی، جس کو جمعہ کے دن کے لئے چھوڑ رکھا تھا، ابھی جمعہ نہیں آیا تھا کہ شیخ تقی الدین (ابن دقیق العید) جامع مسجد میں تشریف لائے اور علمائے حاضرین سے استفسار فرمایا کہ بخاری کے ختم سے فارغ ہو گئے؟ سب نے عرض کیا کہ ایک دن کا وظیفہ باقی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کو جمعہ کے روز ختم کریں۔ آپ نے فرمایا کہ مقدمہ فیصل ہو چکا ہے۔ کل عصر کے وقت تاتاری فوج شکست فاش کھا کر لوٹ گئی، اور مسلمانوں نے فلاں صحراء میں فلاں گاؤں کے متصل انتہائی خوشی و خرمی سے قیام کیا، لوگوں نے عرض کیا کہ اس خبر کو شائع کر دیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ چند روز کے بعد سلطانی ڈاک سے اس خبر کی تصدیق ہو گئی اور سر مو تفاوت نہ نکلا۔^(۳) ایک دن آپ کی مجلس میں کسی شخص نے بے ادبی کی، آپ نے فرمایا کہ تو نے اپنے آپ کو موت کے حوالہ کر دیا، اس کلمہ کو تین بار فرمایا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، وہ شخص تین دن کے بعد مر گیا۔^(۴) ایک بار ان کے بھائی کو کسی ظالم امیر نے تکلیف پہنچائی، تو آپ نے اس کے حق میں فرمایا کہ ”ہلاک ہو جائے“ چنانچہ اسی طرح واقع ہوا۔^(۵) غرض اس قسم کے قصص و حکایات ان کے بارے میں بہت مشہور ہیں، اوقات شب کی تقسیم اس طرح کر رکھی تھی کہ کچھ حصہ کتب حدیث کے مطالعہ میں گزارتے تھے، اور کچھ حصہ ذکر و تہجد میں۔ بہر حال رات کو

(۱) الوافی بالوفیات ۴/۱۹۷، [نور] ۲۷۵/۳، علامہ سبکی کہتے ہیں کہ ہمارے علماء میں سے کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ ابن دقیق العید ساتویں صدی کے مجدد تھے، جس طرح کے حدیث میں ہر صدی میں مجدد بھیجے جانے کا ذکر ملتا ہے۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۹/۲۰۹۔ [نور] ۱۱۶/۵

(۲) الوافی بالوفیات ۴/۱۹۴۔ [نور] ۲۷۳/۳، شذرات الذهب ۶/۵۔ [نور] ۶/۶

(۳) الطالع السعید، ص: ۳۲۴-۳۲۳۔ [نور] ۵۷۷-۷۸، تحقیق: سعد محمد حسن، مراجعت: ڈاکٹر طرہ الحاجری،

الدار المصریہ للتالیف والترجمہ، ۱۹۶۶، [نور]

(۴) طبقات الشافعیۃ ۹/۲۱۱۔ [نور] ۱۱۷/۵

(۵) الطالع السعید، ص: ۳۲۴۔ [نور] ۵۷۹

بالکل نہ سوتے تھے،^(۱) بعض اوقات صرف ایک ہی آیت کی تلاوت پر اکتفا فرماتے تھے، اور طلوع فجر تک اسی کو پڑھتے رہتے۔ چنانچہ ایک رات تہجد میں جب اس آیت پر پہنچے ”فبإذا نفع في الصور فلا أنساب بينهم يومئذ ولا يتساءلون“^(۲) تو صبح تک اسی کی تلاوت کرتے رہے،^(۳) امام نووی نے ان کو ایک خط لکھا تھا جس میں یہ شعر بھی تھا:

لكل زمان واحد يقتدى به وهذا زمان أنت لاشك واحد

ہر زمانہ میں ایک مقتدا اور پیشوا ہوتا ہے، اور اس زمانہ میں بے شک آپ یکتا ہیں۔

آپ کو نظم گوئی کا بھی شوق تھا، چنانچہ یہ اشعار آپ ہی کے فیضان طبع کا نتیجہ ہیں:

تمنيت أن الشيب عاجل لمتي وقرب مني في صباي مراره[☆]

میں نے آرزو کی کہ بڑھاپا جلد آجائے، اور میرے بچپن میں ہی اپنی تلخی کو قریب کرے۔

لاخذ من عصر الشباب نشاطه واخذ من عصر المشيب وقاره^(۴)

تا کہ میں زمانہ شباب کا مزالوٹوں، اور زمانہ پیری سے وقار حاصل کروں۔

یہ اشعار بھی انہی کے ہیں:

ألا إن بنت الكرم أغلى مهرها فأخبر بمن[☆] أضحى لذلك باذلا

خبردار بنت کرم (شراب) کا مہر بہت بھاری ہے، جو اس پر خرچ کرتا ہے اس کو خبر کر دو۔

تزوج بالعقل المكرم عاجلاً وبالنار والغسلين والمهل اجلاً^(۵)

اس کا مہر معجل یہ ہے کہ عقل دے کر نکاح کیا جاتا ہے، اور آگ، دھواں اور گلا ہوا تانبا

اس کا مہر موجل ہے۔

(۱) تذكرة الحفاظ ۴/۲۷۳- [۴/۳۶۳، نور]

(۲) ترجمہ: پھر جب صور پھونکا جائے گا، تو ان میں باہمی رشتے تاتے اس روز نہ رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔ [ع]

(۳) طبقات الشافعية الكبرى ۹/۲۱۱- [۵/۱۱۷، نور]

(۴) الوافی بالوفیات ۴/۴۰۱- فوات الوفيات ۳/۴۴۵- [۳/۲۷۸، نور]

(۵) طبقات الشافعية الكبرى ۹/۲۲۸- [۵/۱۲۶، نور]

یہ بھی ان ہی کے نظم کئے ہوئے اشعار ہیں:

يقولون لي هلا نهضت إلى العليٰ بما هو ☆ عيش الصابر المتقنع

لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ تو نے ان بلند مراتب کی طرف کیوں پیش قدمی نہ کی، جن

سے صابر قناعت پذیر آدمی عیش اٹھاتا ہے۔

وهلا شددت العيس حتى تحلها بمصر إلى ظل ☆ الجناب المرفع

اور تو نے اونٹوں کو بلند مرتبہ بزرگ کے سایہ کی طرف سفر کرنے کے لئے کیوں نہ

تیار کیا، تاکہ ان کو مصر میں پہنچ کر کھول ڈالتا۔

ففيها من الأعيان من فيض كفه إذا شاء روى سيله كل بلقع

کیونکہ مصر میں ایسے بلند درجہ لوگ موجود ہیں، جنکے فیض کا سیلاب جب چاہے

ہر خشک زمین کو سیراب کر دیتا ہے۔

وفيها ملوك ☆ ليس يخفى عليهم تعين ☆ كون العلم غير مضيع

اور وہاں ایسے بادشاہ ہیں جن پر یہ بات پوشیدہ نہیں، کہ علم ہی ایسی شے ہے جو ضائع

کرنے کے قابل نہیں۔

وفيها شيوخ الدين والفضل والعلیٰ ☆ يشير إليهم بالعلیٰ كل إصبع

اور وہاں دین، بزرگی اور معالی کے وہ بزرگ آباد ہیں، جن کی طرف بلندی کے معاملہ

میں انگلیاں اٹھتی ہیں۔

وفيها غناء ☆ والمهانة ^(۱) ذلة ☆ فقم وابع ☆ واقصد باب ريتك واقرع

اس میں غنا ہے اور اس کے طلب کرنے میں سستی کرنا ذلت ہے، پھر اکٹرا ہو، تلاش

کر اور دروازہ رزق پر پہنچ کر دستک دے۔

☆ قضاء

☆ ذاك الجناب

☆ فمالذ

(۱) المهابة [ع]

☆ واسع

☆ وفيها

☆ الألیٰ

☆ يقن

فقلت نعم أبتغى ☆ إذا شئت أن أرى ذليلاً مهاناً مستحقاً ☆ بموضعي ☆
میں نے جواب دیا کہ ہاں جب چاہوں گا تلاش کروں گا، جب دیکھوں گا کہ ذلیل
حقیر شخص میرے مرتبہ کی توہین کرتا ہے۔

وأسعى إذا ما لدلى طول موقفي على باب محجوب اللقاء ممنوع
اور کوشش کروں گا جب کہ میرا ٹھہرنا ذلت ہو جائے اس کے دروازہ پر جو نقابوں میں
چھپا ہوا ہے، اور اس کی ملاقات پر پابندیاں ہیں۔

وأسعى إذا كان النفاق طريقي أروح وأغدو في ثياب التصنع ☆
اور کوشش کروں گا کہ جب کہ نفاق میرا طریقہ بن جائے، اور بناوٹ کے لباس میں
چلوں پھروں۔

وأسعى إذا لم يبق في تقية ☆ لداعي ☆ بها حق التقى والتورع
اور کوشش کروں گا جب کہ داعی تقویٰ کر خوف رکھنے میں، میں تقویٰ اور پرہیزگاری
کا حق ادا نہ کر سکوں۔

فكم بين أرباب الصدور مجالس تشبّ بها ☆ نار الغضا بين أضلع
پس ارباب صدور (سرداروں) میں کتنی مجالس ایسی ہیں، جن کی وجہ سے غصہ درخت
کی آگ پسلیوں میں بھڑک اٹھی۔

فكم بين أرباب العلوم وأهلها إذا بحثوا في المشكلات بمجمع
ارباب علم و اہل علم کے درمیان مجموعوں میں، علمی گفتنیوں پر کتنے مناظرے چھڑ جاتے ہیں۔
مناظرة تحمي النفوس فتتهي وقد شرعوا فيها إلى شرّ مشرع
جو نفوس کو گرما دیتے ہیں، اور جس راستہ کو وہ چلتے ہیں اس کو قطع کرنے تک پہنچا دیتے ہیں۔

☆ التصنع

☆ لموضع

☆ مستخفا

☆ أسعى

☆ يشب لها

☆ أراعى

☆ بقية

من السقم ☆ المزري بمنصب أهله أو الصمت عن حق هناك مضیع

اس بیماری کے باعث جو ان کے مرتبہ کو عیب لگاتی ہے، یا خاموشی کرنا اظہار حق سے جو ضائع کیا گیا ہے۔

فإما ترق ☆ مسلك الدين والتقوى ☆ وإما تلقى غصة المتجرع (۱)

پس یا وہ دین اور تقویٰ کے راستے پر ترقی کرے گا، اور یا رنج و غم کے گھونٹوں سے اس کو پالا پڑے گا۔ حاصل کلام یہ کہ اس فن شریف کے علماء محققین کا اس پر اجماع ہے کہ زمانہ صحابہ سے لے کر زمانہ شیخ مذکور تک متون حدیث کے معانی اور اس کی تدفیق اور اس میں امعان نظر جس قدر انہوں نے کی ہے اور سی نے نہیں کی، اگر کسی کو میری اس بات کا شاہد مطلوب ہو تو ان کی اس شرح کا جو امام کے ایک حصہ پر لکھی ہے گہری نظر سے مطالعہ کرے، اور پتہ لگائے کہ کس قدر دقائق و حقائق کو ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث براء بن عازب "أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بسبع ونهانا عن سبع" (ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم فرمایا اور سات چیزوں سے ممانعت فرمائی) اس سے چار سو فائدے استنباط کر کے ان کو نہایت عمدہ پیرایہ میں تحریر فرمایا ہے، جزاہ اللہ خیر الجزاء شیخ موصوف علم حدیث اور اہل حدیث کی تعظیم میں بے حد مبالغہ فرمایا کرتے تھے، (۲) ان کی نظر میں دنیا داروں کی کچھ قدر و قیمت نہ تھی، آپ کو اہل فن شریف (حدیث) کی کتابیں جمع کرنے کا بیحد شوق تھا۔ چنانچہ اس فن کی کتابوں کے خریدنے کی وجہ سے اکثر مقروض رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو کشف خواطر و قلوب اور کشف وقائع و حوادث دونوں مساوی عطا فرمائے تھے۔ چنانچہ ان کے اہل مجلس نے اس قسم کی حکایات دفتر کی دفتر نقل کی ہیں۔

آپ نہایت منصف مزاج تھے، ایک دن ان کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک جاہل (ان پڑھ) فقیر کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھ کو نماز میں خطرات اور وسوساں بہت آتے ہیں، اس کی وجہ سے مجھ کو بہت رنج ہے، اس فقیر (درویش) نے یہ جواب دیا کہ افسوس اس دل پر جس میں خدا

(۱) طبقات الشافعية الكبرى ۱/۲۲۲-۲۳- [۵/۱۲۳، نور] (۲) تذكرة الحفاظ ۴/۲۷۳- [۴/۲۶۴، نور]

کے سوا کسی غیر کا خیال آئے، پس ان ہی کلمات سے میرے دل سے وسوساں کی بیماری بالکل جاتی رہی۔
شیخ ابن دقیق العید نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ جاہل فقیر، ہزار فقیہ سے بہتر ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ بعض متقشف علماء ان کی اس بات پر الجھ پڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اس حدیث کے خلاف ہے کہ ”فقیہ واحد اشد علی الشیطان من ألف عابد“ (ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے) لیکن ان علماء نے غور نہیں کیا اور شیخ مذکور کے کلام کو نہیں سمجھا، وہ فقیر اگرچہ فقہاء کی اصطلاحات اور نظائر مسائل سے واقفیت نہیں رکھتا تھا، لیکن دین میں تفقہ اس کو نصیب تھا، حدیث مذکور میں فقیہ سے ایسا ہی فقیہ مراد ہے، وہ نہیں جو اصطلاحات فقہاء کا تو خوب تکلم کرے اور ان معانی سے جو شارع علیہ السلام کا مقصود ہیں غافل اور بے بہرہ ہو۔

☆ کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (۱)

یہ کتاب قاضی عیاض رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ اس کی تعریف میں علماء و شعراء نے بہت کچھ کہا ہے۔
لسان الرین الخطیب تلمسانی فرماتے ہیں:

شفاء عیاض للصدور شفاء و لیس للفضل ☆ قد حواہ خفاء
قاضی عیاض کی شفا (در اصل) قلوب کے لئے شفا ہے، اور جس فضیلت کو اس نے
جمع کیا ہے وہ کوئی پوشیدہ شے نہیں۔

(۱) علامہ ذہبی نے اس کتاب میں موضوع احادیث شامل ہونے کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قاضی عیاض کی تالیفات بہت عمدہ ہیں، اگر کتاب الشفا میں موضوعات نہ ہوتیں تو ان میں سب سے بہترین کتاب کتاب الشفا ہی ہوتی، مؤلف نے حسن نیت و ارادے سے یہ کتاب تصنیف کی ہے، اللہ مؤلف کو حسن نیت کے بقدر جزا دے اور کتاب کا نفع عام ہو۔ لیکن مؤلف کو فن حدیث میں درک نہیں ہے، اس میں عجیب و غریب تاویلات ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، احادیث کے بجائے احادیث سے کم درجہ کی چیزوں سے، اور احادیث متواتر کے بجائے آحاد سے اور ان خبر آحاد کے بجائے جو صحیح سند والی ہوں موضوع احادیث سے مدحت سرائی سے مستغنی ہے، ہم موضوع احادیث کا انتخاب ہی کیوں کریں جس کی وجہ سے بغض و حسد کی آگ میں جلنے والے افراد کا ہم نشانہ بنیں، لیکن جو بے خبر وہ معذور ہے۔ سیر اعلام النبلاء ۲/۲۱۶۔

☆ یہ کتاب محمد علی بجاوی کی تحقیق سے مطبع عیسیٰ قاہرہ سے ۱۳۹۸ھ [۱۹۷۷ء] میں دو جلدوں میں شائع ہوئی۔

☆ فلیس بفضل

هدية بر لم يكن لجزيلاها ☆ سوى الأجر والذكر الجميل كفاء
یہ ایک نیک بخت کا ہدیہ ہے جس کے بڑے حصہ کا سوائے اجر اور ذکر جمیل کے کوئی
بدلہ نہیں۔

وفي لنبي الله حق وفائه وأكرم أوصاف الكرام وفاء
انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو پورا ادا کر دیا، اور نیک لوگوں کے تمام
اوصاف میں وفا ہی زیادہ معظم وصف ہے۔

وجاء به بحراً يفوق لفضله ☆ على البحر طعم طيب وصفاء
(گویا) وہ ایسے دریا کو لائے ہیں جو اپنی فضیلت کے سبب سے، شیرینی اور صفائی میں
پانی کے دریا سے بڑھ گیا۔

وحق رسول الله بعد وفاته رعا، وإغفال الحقوق جفاء
اور قاضی عیاضؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے حق کی
رعایت کی، اور حقوق سے غفلت دراصل ظلم ہے۔

هو الذخر يغني في الحياة غناه ☆ وينزل منه ☆ لبين رفاء
وہ ایسا خزانہ ہے جس کی غناء زندگی میں بے نیاز کرتی ہے، اور اس کی برکت سے اہل
زمانہ پر سکون و اطمینان نازل ہوتا ہے۔

هو الأثر المحمود ليس يناله دثور، ولا يخشى عليه عفاء
وہ ایسا عمدہ اثر ہے جس پر پرانا پن نہیں آسکتا، اور نہ اس کے مٹ جانے کا خوف کیا
جاسکتا ہے۔

حرصت على الأطناب في نشر فضله وتمجيد، لو ساعدتني وفاء (۱)
میں اُس کے فضل اور بزرگی ظاہر کرنے میں حریص ہوں، اگر وفا میری موافقت کرے۔

(۱) نفع الطیب ۱۲/۷ - [۴/۴۰۹، نور]

☆ ويترك منه

☆ عتاده

☆ يقول بفضله

☆ لمديلاها

ابوالحسین عبداللہ بن احمد بن عبدالمجید ازدی ربذی نے جو بجایہ میں سکونت پذیر تھے اس طرح کہا ہے:

كتاب الشفاء شفاء القلوب فد اتنفت شمس برهانه

کتاب الشفاء دلوں کی شفاء ہے، اور بیشک اس کی دلیل کا آفتاب چمک اٹھا ہے۔

فأكرم به ثم أكرم به وأعظم مدى الدهر من شأنه

پس اس کی تعظیم و اکرام کرتا رہ، اور تازیت اس کی شان بڑھاتا رہ

إذا طالع المرء مضمونه رسی فی الهدی أصل إيمانه

جب انسان اس کے مضمون کا مطالعہ کرتا ہے، تو اس کے ایمان کی جڑ ہدایت میں راسخ ہو جاتی ہے۔

وجاء بروض التقى ناشفا اراح ازهار أفنانه

گویا انہوں نے تقویٰ کا ایک ایسا باغ لگایا جس کی شاخوں کے پھول خوشبو سے مہکنے والے ہیں۔

ونال علوماً ترقیه فی ثریا السماء وکیوانه

اور انہوں نے ایسے علوم کو حاصل کیا جس کی ترقی آسمان کے ثریا اور اس کے کیوان میں ہے۔

فلله درأبي الفضل إذ جرى في الوری نیل إحسانه

اللہ تعالیٰ ابوالفضل کا بھلا کرے کیونکہ مخلوق میں ان کے احسان کی بخشش پھیل گئی۔

يقدر قدر نبی الهدی وخیر الأنام بتیانہ

وہ اپنے بیان سے نبی ہدی اور برگزیدہ انسان کی قدر کو پایہ ثبوت تک پہنچاتے ہیں۔

فجازاه ربی خیر الجزاء و جاد علیه بغفرانه

پس میرا رب ان کو بہتر جزا دے، اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ ان پر احسان کرے۔

ومنه الصلاة على المجتبیٰ وأصحابه ثم أعوانه
اور اسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے اس برگزیدہ نبی پر اور اس کے اصحاب و اعوان پر
ایسی رحمت کاملہ نازل ہوتی رہے۔

مدی الدهر لا ینقضی دائماً ولا ینتھی طیول أزمانہ
جو تابقائے زمانہ ختم نہ ہو، بلکہ ہمیشہ رہے، اور نہ وہ طویل زمانہ تک منتھی ہو۔

قاضی عیاضؒ کے برادر زادہ نے ایک روز اپنے چچا کو خواب میں دیکھا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس خواب کے دیکھنے سے ان پر ایک دہشت سی
طاری ہوئی اور تو ہم لاحق ہوا تو ان کے چچا (قاضی عیاضؒ) جو ان کی اس حالت کو تاڑ گئے تھے، کہنے لگے
اے میرے بھتیجے! میری کتاب شفا کو مضبوط پکڑے رہو اور اس کو اپنے لئے بحت بناؤ۔

گویا اس کلام سے آپ نے اشارہ فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ اسی کتاب کی بدولت ملا ہے۔
غرض اس باب میں جس قدر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان سب میں یہ کتاب عجیب اور بہت مقبول
واقع ہوئی ہے، ان کی اور تصنیفات بھی بہت مقبول اور پسند ہوئیں۔ ان میں سے ایک مشارق الأنوار
علی صحاح الآثار ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ کتاب اس درجہ کی ہے کہ اگر اس کو آب زر سے لکھا جائے
اور جواہر کے برابر اس کا وزن کیا جائے تو بھی اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔^(۱) ان کی مقبول تصانیف میں سے
اکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم بھی ہے جس کی مدح میں مالک بن مرسل نے کہا ہے:

من قرأ الإكمال کان کاملاً فی علمہ وزین المحافلا

جس نے اکمال کو پڑھا وہ علم میں کامل ہو گیا، اور محفلوں کی زینت بنا۔

وکتب العلم کنوزاتها تفیذ نفعاً عاجلاً واجلاً

اور کتب علم کے خزانے ضرور نفع بخش ہیں، جلدی یا بہ دیر۔

ولیس من کتب عیاض عوض فإنہ کان إماماً فاضلاً

اور کتب عیاض کا تو کوئی بدل نہیں، کیونکہ وہ امام فاضل تھے۔

(۱) الدیاج المذهب، ص: ۱۷۰- [۲۷۲، نور]

ان کی تصانیف میں سے ایک کتاب ”المستنبط فی شرح کلمات مشکلة و ألفاظ مغلقة مما اشتملت علیہ الکتب المدونة و المختلط“ ہے، اس فن میں اس سے بہتر کتاب تصنیف نہیں ہوئی، یہ کتاب تنبیہات کے نام سے مشہور ہے اور اب یہی نام اس پر غالب ہو گیا۔ اس کی شان میں ابو عبد اللہ نور زری نے جو کتاب سقراطیہ کے شارح ہیں، کہا ہے:

کأني قد مافي كتاب عياض أنزّه طرفي في مربع رياض
گویا جب سے میرے پاس کتاب عیاض آئی میں اپنی نگاہ کو تروتازہ باغات میں سیر
کراتا ہوں۔

فأجنى به الأزهار يانعة الجنى وأكرع منها في لذيذ حياض
اس کے پکے ہوئے تازہ پھولوں کو چننا ہوں، اور اس کی شیریں حوضوں سے سیراب
ہوتا ہوں۔

ترتيب المدارك وتقريب المسالك لمعرفة أعلام مذهب مالك، كتاب الإعلام
بحدود قواعد الإسلام، كتاب الإلماع في ضبط الرواية وتقيد السماع، بغية الرائد
لما تضمنه حديث أم زرع من الفوائد، كتاب الغنية جس میں انہوں نے اپنے مشائخ کو
بیان کیا ہے۔ معجم شیوخ أبي علي الصدفي (المتوفى ۵۱۴ھ) [۲۱-۱۲۰ء] نظم
البرهان على صحة جزم الأذان، مقاصد الحسان فيما يلزم الإنسان.

یہ [کتابیں] ناتمام ہیں، جامع التاریخ جو بہت محیط اور جامع واقع ہوئی ہے، غنیۃ الکاتب و بغیۃ
الطالب [وغیر ذلك] ان کے علاوہ اور بہت سی تصانیف ہیں۔

ان کی کنیت ابو الفضل اور نام عیاض ہے، سلسلہ نسب اس طرح ہے: عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن
عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض تکھی۔ لفظ تکھی یا تختانیہ اور حاء مہملہ ساکنہ سے ہے،
اس کے بعد صاد ہے جس پر تینوں حرکتیں جائز ہیں۔ صاد کے بعد باء موحده ہے، تکھب بن مالک کی

(۱) كشف الظنون میں اس کا نام ”الإعلام في حدود الأحكام“ درج ہے۔ [ع]

طرف نسبت ہے جو حمیر کا قبیلہ ہے۔^(۱) دراصل یمن کے باشندے ہیں، مگر چونکہ مقام سببہ میں جو مغرب کے شہروں میں مشہور ہے ۴۹۶ھ [۱۱۰۲-۳ء] میں پیدا ہوئے۔^(۲) اور یہیں نشوونما پائی، اس لئے ان کو سبتی بھی کہتے ہیں، آپ نے اول اپنے شہر کے علماء و مشائخ سے استفادہ کیا، پھر اندلس کی طرف سفر کیا اور وہاں ابن رشد، ابن حمدین، ابن عتاب، ابن الحجاج ابو علی صدنی سے علم حدیث اور دیگر فنون حاصل کئے۔ علوم حدیث، نحو فقہ، کلام عرب اور معرفت ایام و انساب میں مہارت تامہ رکھتے تھے،^(۳) اسی لئے آبدار اشعار نظم فرماتے تھے، جب قرطبہ سے کوچ کا ارادہ کیا تو اس وقت آپ نے یہ اشعار نظم فرمائے۔

أقول وقد ارتحالی وغردت حداتی وزمت للفراق ركائبی
میں اس وقت کہہ رہا ہوں کہ کوچ ٹھیک ہو گیا ہے اور میرے حدی خواں گانے لگے اور
فراق کے لئے میری سواریوں کے لگام ڈال دیئے گئے ہیں۔

وقد عمشت[☆] من كثرة الدمع مقلتی وصارت هواء من فؤادی ترائبی
آنسوؤں کی کثرت سے میری آنکھیں بیشک چندھیا گئیں، اور ہم عمروں کا خیال
میرے دل سے مٹ گیا۔

ولم یبق^(۴) إلا وقفة یستحثها وداعی للأحباب لا للحبائب
اب صرف اتنا ہی وقفہ باقی رہ گیا کہ میرا احباب کو الوداع کہنا اس کو ابھارے نہ کہ
معشوقہ عورتوں کو۔

(۱) وفیات الاعیان ۳/۴۸۳-۸۵- [۲/۲۳۱، نور] ازہار الریاض ۱/۳۰-۲۳۔ میں قاضی عیاض کے نسب کے سلسلہ میں اختلافات وغیرہ درج ہیں۔

(۲) الصلۃ، ص: ۴۵۳- [۲/۸۱، نور] ازہار الریاض ۳/۸۔

(۳) وفیات الاعیان ۳/۴۸۳- [۲/۲۳۰، نور] تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۰۰- [۳/۹۷، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۰/۲۱۵۔

(۴) ولیم تبق [ع]

☆ اصل فارسی میں ان کی تاریخ پیدائش ۴۹۶ھ [۱۱۰۲-۳ء] کے بجائے ۴۳۶ھ [۱۰۵۳-۵۵ء] مرقوم ہے، لیکن صحیح ۴۷۶ھ [۸۳-۸۳۳ء] ہے، ڈاکٹر صاحب نے عربی ترجمے میں اس کی تصحیح کی ہے۔ دیکھئے، الصلۃ: ۴۵۴- [۲/۸۱، نور] تذکرۃ الحفاظ ۴/۹۹- [۴/۹۶، نور]۔ سیر اعلام النبلاء ۲۰/۲۱۳۔

☆ غمضت

☆ ۵۴۳ھ [۱۱۴۹ء] میں مراکش میں وفات پائی۔ [ع]

رعى الله جيرانا بقرطبه العلى وسقى رباها [☆] بالعهاد السواكب
اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ قرطبہ کے پڑوسیوں کو اپنے دامن حفاظت میں لے لے اور موسلا دھار
بارش سے اسے سیراب کرے۔

وحيا زمانا بينهم قد أفتتہ طليق المحيا مستلان الجوانب
اور اللہ تعالیٰ ایسے زمانہ کو جس کو میں نے الفت سے بسر کیا باقی رکھے، جو کشادہ پیشانی
اور ہر طرح موافق تھا۔

إخواننا بالله فيها تذكروا معاهد جار [☆] أو مؤدات صاحب [☆]
اے میرے بھائیو! خدا کے لئے اس میں یاد کرو، کسی ہمسایہ کے عہدوں کو اور کسی
صاحب کی محبتوں کو۔

غدوت بهم من برهم واحتفائهم كأنى فى اهل وبين أقارب [☆] (۱)
ان کی نیکیوں اور ہمدردیوں کے باعث مجھ کو یہ محسوس ہونے لگا، گویا میں اپنے کنبہ اور
رشتہ داروں میں رہتا ہوں۔

ایک کھیت میں کچھ گل لالہ کے درخت تھے، جو تیز ہوا کے باعث جنبش و حرکت میں تھے، قاصی صاحب
کی نظر ان پر پڑی، تو آپ نے اسی وقت یہ قطعہ نظم فرمایا: اس میں عجیب و غریب تشبیہ ان کے دل میں آئی۔
أنظر إلى الزرع وخاماته يحكى [☆] وقد ماست أمام الرياح
ذرا کھیت اور اس کے تنوں کو تو دیکھو، جو ہوا کے سامنے جھوم جھوم کر حکایت بیان کرتے ہیں۔
کتبیه خضراء ^(۲) مهزومة مشقائق النعمان فيها جراح ^(۳)
ایک ایسے دستہ فوج کی جو سبز دردی میں ملبوس ہے اور شکست خوردہ، اور گل لالہ اس میں
داغہائے زخم کے مانند ہیں۔

(۱) نفع الطیب ۱۳/۲ - [۵/۴۰۹، نور]

(۲) کتبیه حمراء، کتابنا تحفل [ع]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱۰۱/۴ [۴/۹۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۰۶/۲ و فیات الاعیان ۳/۴۸۴ [۲/۲۳۰، نور]

☆ وجاد رباها ☆ مؤدۃ جار ☆ مؤدۃ صاحب ☆ اقاربی ☆ تحکی

☆ کتاب المصاحح للبعوی (۱)

اس کتاب میں کل ۴۴۸۴ حدیثیں ہیں۔ صحاح میں بخاری اور مسلم سے ۲۴۳۴، اور حسان میں سنن ابی داؤد اور ترمذی وغیرہ سے دو ہزار پچاس ☆ (۲) یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس کتاب کی ابتداء حدیث نیت "إنما الأعمال بالنیات" سے واقع ہوئی ہے ☆ اور اختتام لفظ آخرت پر ہوا ہے، جو کتاب کے ختم ہونے کی خبر دیتا ہے، اور کتاب اس حدیث پر ختم ہوتی ہے۔

اس کتاب کے آخری باب "باب ثواب هذه الأمة" کی فصل احسان میں یہ حدیثیں بیان کی ہیں۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وددت أني رأيت إخواننا الذين يأتون بعدي وأنا فرطهم على الحوض" (۳) (ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری خواہش و آرزو ہے کہ میں اپنے ان بھائیوں کو دیکھوں جو میرے بعد آئیں گے، اور میں حوض پر ان کا میرا سامان ہوں گا) عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، "مثل أمتي مثل المطر لا يدري أوله خير أم آخره" (۴) (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی مثال اس بارش کی طرح ہے جس کا یہ حال معلوم نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا اس کا آخر)۔

(۱) اس کے مؤلف امام ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی (المتوفی ۵۱۶ھ) [۱۱۳۲ء] کا حال کتاب "شرح السنة" کے بیان میں گزر چکا ہے۔ [ع]
(۲) بغوی نے اس کتاب کو صحیح اور حسن دو قسموں پر منقسم کیا ہے۔ صحیح سے مراد صرف وہ احادیث لی ہیں جو شیخان یادوں میں سے کسی ایک نے روایت کیا ہو۔ اور حسن سے وہ حدیثیں مراد لی ہیں جن کو اصحاب سنن اربعہ و دارمی یا ان میں سے کسی ایک نے روایت کیا ہو لیکن صاحب کتاب نے مصدر حدیث اور راوی صحابی کا ذکر نہیں کیا تھا، اس خلاء کو امام خطیب تبریزی نے پر کر دیا، اور ہر حدیث کی تخریج اور راوی صحابی کا نام بھی ذکر کیا۔ اور اسی میں ایک تیسری فصل کو بڑھا کر ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام "مشکوٰۃ المصاحح" رکھا۔ اس کی تالیف ۳۷۳ھ [۳۷۳-۳۷۶ء] میں پایہ تکمیل کو پہنچی تھی۔

(۳) مصابیح السنة ۴/ ۲۲۲۔ [اس باب میں یہ حدیث مذکور نہیں ہے، نور] صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء، جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ باب ماجاء في إسباغ الوضوء۔

(۴) مصابیح السنہ ۴/ ۲۳۳۔ جامع الترمذی، کتاب الأمثال، باب مثل أمتي مثل المطر۔

☆ دار المعرفہ بیروت سے ۱۴۰۹ھ میں شائع ہوئی۔

☆ سب سے فارسی طباعت اولیٰ میں تمام اعداد اس سے مختلف ہیں، لکھا ہے: کل حدیث "چار ہزار و ہفت صد و نو دوسہ"

(۴۷۹۳) صحاح "دو ہزار و پانچ سو و بست و چار" (۲۵۲۴) حسان "دو ہزار دو صد و نہ" (۲۲۰۹)۔

☆ فارسی میں یہ عبارت بھی ہے۔ "ونیت سر ہر کارست" نیت پر ہر کام کی اصل ہے۔

ضمیمہ

بستان المحدثین

مرتبہ

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم صاحب جون پوری، ندوی

یہ ان ضمیموں کا مجموعہ ہے، جو بستان المحدثین عربی نسخہ کے مترجم، مولانا محمد اکرم ندوی صاحب نے اپنے ترجمہ میں موقع بہ موقع اضافہ کئے ہیں، ان سب ضمیموں اور تتمات کو، آخر میں یہاں یکجا کر دیا گیا ہے، آخر میں اندراج سے ان سے بہتر اور زیادہ استفادہ ہو سکے گا۔ [نور]

چہل احادیث کے دیگر مرتبین

ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مبارک مروزی، ابو العباس حسن بن سفیان فسوی، محمد بن ابراہیم بن علی بن مرقی، احمد بن حرب نیشاپوری، ابراہیم بن علی ذہلی، عبد الملک بن محمد جرجانی، حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن محمد جوزقی، احمد بن حسین بیہقی، حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری، ابو عبد الرحمن محمد بن حسین سلمی، ابو الحسن علی بن احمد دارقطنی، ابوسعید احمد بن محمد مالینی، ابوسعید اسماعیل بن ابوصالح مؤذن، اسماعیل بن عبد الغافر فارسی، ان کے فرزند عبد الغافر، ابواسماعیل عبد اللہ انصاری، حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصیبالی، ابوالفتح نصر بن ابراہیم مقدسی، ابوطاہر احمد بن محمد سلفی، ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی اور ابوالقاسم علی بن حسن بن عسا کر وغیرہ نے چہل احادیث ترتیب دی ہے۔ آخر الذکر ابوالقاسم علی بن حسن بن عسا کر نے کئی اربعینات کو ترتیب دیا ہے۔

ترغیب و ترہیب

آداب، فضائل، دعائیں اور اخلاقیات میں لکھی گئی

چند اہم کتابیں

- کتاب الذکر والدعاء: امام ابو یوسفؒ کی یہ تصنیف ہے، ان کا پورا نام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ ۱۸۲ھ [۷۹۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔
- کتاب الزهد: امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے، زہد کے سلسلہ میں یہ سب سے عمدہ تصنیف ہے، امام صاحب کی وفات ۲۴۱ھ [۸۵۵ء] میں ہوئی۔
- کتاب الزهد: یہ کتاب ابوالسری ہناد بن سری بن مصعب تمیمی، ڈاری کی تالیف ہے، جن کی تاریخ وفات ۲۴۳ھ [۵۸-۷۵۷ء] ہے۔

ابن ابی الدنیا کے رسائل کے مجموعے میں مندرجہ ذیل کتابیں مذکورہ عنوان پر لکھی گئی ہیں:

کتاب ذم الغیبة، کتاب ذم الحسد، کتاب ذم الدنيا، کتاب ذم الغضب، کتاب ذم الملاہی، کتاب الصمت، کتاب مکاید الشیطان لأهل الإيمان، کتاب التقوی،

کتاب صفة الجنة، کتاب صفة النار، کتاب التوبة، کتاب التفكير والإعتبار، کتاب البكاء، کتاب التوکل، کتاب اليقين، کتاب قرى الضيف، کتاب حسن الظن بالله، کتاب الصبر، کتاب من عاش بعد الموت، کتاب العقوبات، کتاب فضل الإخوان، کتاب الذکر، کتاب قصر الأمل، کتاب الأهوال، کتاب الجوع، کتاب السحاب، کتاب المطر، کتاب قضاء الحوائج، کتاب ذکر الموت، کتاب الأمر بالمعروف والنهي عن المنکر، کتاب اصطناع المعروف، کتاب اصلاح الدين، کتاب التواضع والخدمول، کتاب محاسبة النفس، کتاب القناعة، کتاب الطواعين، کتاب العزلة، کتاب مجابي الدعوة، کتاب المنامات، کتاب المتمنين اور کتاب الشکر.

● کتاب الدعوات : یہ کتاب ابوالعباس جعفر بن محمد معتز بن محمد بن مستغفر مستغفری نسفی، کی ہے، جن کا وصال ۴۳۲ھ [۱۰۴۰ء] میں ہوا تھا۔

● کتاب الترغيب والترهيب : یہ کتاب ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن فضل بن علی قرشی، تیمی، اصفہانی نے جو قوام الدین کے لقب سے ملقب تھے، تصنیف کی تھی، ان کی وفات ۵۳۵ھ [۱۱۴۱ء] میں ہوئی۔

تخریج احادیث پر کتابیں

تخریج احادیث کی کتابوں میں صاحب کتاب علیہ الرحمہ نے احیاء علوم الدین کی تخریج کردہ کتاب کے علاوہ دیگر کتابوں کا تذکرہ نہیں کیا ہے، بعض مفید اور اہم تخریج احادیث کی کتابیں آئندہ سطروں میں درج کی گئی ہیں۔

● تخریج أحادیث الکشاف: حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی نے کشاف کی تمام احادیث کی تخریج کی ہے اس میں مذکور مرفوع احادیث کو طرق کی وضاحت اور مصادر کی نسبت کے ساتھ بالاستیعاب ذکر کیا ہے۔ زیلعی کی وفات قاہرہ میں ۶۲۷ھ [۱۳۶۰-۶۱ء] میں ہوئی۔

● نصب الرایة لأحادیث الهدایة فی الفقه الحنفی: اس کتاب میں

جمال الدین زیلیعی نے ہدایہ میں ذکر کردہ احادیث کی تخریج کی ہے، یہ کتاب علامہ زیلیعی کی فن حدیث اور اسماء رجال میں تبحر علمی اور فروعات حدیث میں پارک بنی اور کمال حاصل ہونے پر شاہد اور دلیل ہے۔ ان کے بعد شرح ہدایہ نے اس کتاب سے خوب استفادہ کیا ہے، بلکہ ابن حجر نے بھی اپنی تاریخ کی کتاب کے لئے اس سے فیض حاصل کیا ہے۔ یہ بہت ہی مفید عمدہ اور مشہور تخریج ہے۔ ابن حجر نے اس کی تلخیص کی ہے جس کا نام الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ رکھا ہے

● البدر المنیر فی تخریج الأحادیث والآثار الواقعة فی الشرح الكبير فی الفقہ الشافعی: یہ تخریج سراج الدین عمر بن ملقن کی ہے، پہلے سات جلدوں میں تیار کی گئی تھی، پھر ابن ملقن ہی نے چار جلدوں میں اس کا خلاصہ تیار کیا جس کا نام ”خلاصۃ البدر المنیر“ رکھا، پھر ان چار جلدوں میں سے بعض مباحث کو منتخب کر کے ایک جلد میں مرتب کیا جس کا نام ”منتقى خلاصۃ البدر المنیر“ رکھا۔

● التلخیص الحیر فی تخریج احادیث شرح الوجیز الكبير: یہ تخریج ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور بہت ہی مفید اور عمدہ ہے۔

● مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا: یہ تخریج حافظ جلال الدین سیوطی کی ہے۔

● فرائد القلائد فی تخریج احادیث شرح العقائد (النسفیۃ) یہ تخریج ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی کاوش ہے۔

چند اور معاجم جن کا تذکرہ شاہ عبدالعزیز نے نہیں کیا

● جن معاجم کا حضرت شاہ عبدالعزیز نے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ چند اہم معاجم کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

● معجم الصحابہ احمد بن علی بن لال ہمدانی شافعی ۱۲۱۱ھ کے مصنف ہیں جن کی وفات

۳۹۸ھ [۸۰۷-۸۰۸ء] میں ہوئی۔

● التَّحْيِيرُ فِي الْمَعْجَمِ الْكَبِيرِ: حافظ ابوسعید عبدالکریم بن محمد بن سمعانی نے اسے تیار کیا ہے۔

● المشيخة: یہ معجم حافظ ابن عسا کر دمشقی کی ہے۔

● معجم لمشيخة أصبهان: معجم لمشيخة بغداد اور معجم السفر، ان تینوں معاجم کے مصنف حافظ ابوطاہر احمد بن محمد سلفی ہیں۔

● المشيخة: یہ معجم ابوالحسن علی ابن بخاری کی ہے۔

● معجم الشيوخ: اسے علامہ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی نے تالیف کیا ہے۔

کتب حدیث سے منتخب کی ہوئی کتابیں

● کتاب الأحكام الشرعية الكبرى: یہ کتاب ابو محمد عبدالحق بن عبدالرحمن بن عبداللہ ازوی، اشبیلی متوفی ۵۸۱ھ [۱۱۸۵ء] کی ہے، ابن خراط کے نام سے ان کی شہرت ہوئی، مذکورہ کتاب میں منتخبات کتب حدیث ہیں، یہ کتاب چھ جلدوں میں ہے۔

● کتاب عمدة الأحكام عن سيد الأنام: یہ کتاب تقی الدین ابو محمد عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۰۰ھ [۱۲۰۳ء] کی تصنیف ہے، دو جز میں ہے۔

● المنتقى في الأحكام: مجد الدین بن عبدالسلام بن عبداللہ بن ابوالقاسم بن تیمیہ حرانی متوفی ۶۵۲ھ [۱۲۵۴ء] کی یہ تالیف ہے۔

● بلوغ المرام من أدلة الأحكام: حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ [۱۴۴۹ء] کی یہ کتاب ہے۔

● الترغيب والترهيب: حافظ زکی الدین ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، شافعی، بصری متوفی ۶۵۶ھ [۱۲۵۸ء] نے اسے تالیف کیا ہے، متوسط حجم کی دو جلدوں میں ہے، ابن حجر نے اس کی تلخیص کی ہے، جسے علامہ یوسف قرضاوی نے

ایڈٹ کیا ہے، جس کی بدولت یہ نفع عام کے قابل بنی۔

ریاض الصالحین من حدیث سید المرسلین: ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمہ کی یہ مایہ ناز تصنیف ہے، ترغیب و ترہیب میں تصنیف کردہ کتابوں میں یہ سب سے عمدہ اور مقبول کتاب ہے، وہ صحیح احادیث جو آداب ظاہری و باطنی کی تعلیم دیتی ہو، یا ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہو، یا وہ احادیث جو سفر آخرت میں مفید و معاون ہو سکے، ان پر مشتمل ہے۔

حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ [۱۵۰۵ء] کی تین جوامع ہیں ”الجامع الصغیر من حدیث البشیر والنذیر“ جس میں دس ہزار اکتیس حدیثیں ہیں، اس کتاب کا تاملہ الزیادۃ علی کتاب الجامع الصغیر کے نام سے ہے جو حجم میں تقریباً اپنی اصل کتاب سے قریب ہے۔ ایک کتاب الجامع الکبیر بھی ہے جس کا دوسرا نام جمع الجوامع ہے، جس میں تمام احادیث نبوی کو حروف تہجی کے اعتبار سے بین الدفتین جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن علامہ سیوطی کی عمر نے وفا نہیں کی اور علامہ موصوف اس کام کو مکمل کرنے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے، اسی الجامع الکبیر کی دوسری قسم افعال نبوی پر مشتمل ہے جس کو مسانید کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے، ہر حدیث کے بعد راوی صحابی کا نام اور اس کی تخریج کی گئی ہے۔ علامہ علاؤ الدین علی بن حسام الدین متقی ہندی نے ان تینوں کتابوں کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، ان کی وفات مکہ میں ۹۷۵ھ [۱۵۶۷ء] میں ہوئی۔

چند اور اہم مسانید جن کا حضرت شاہ عبدالعزیز نے تذکرہ نہیں کیا

جن مسانید کا صاحب کتاب نے ذکر کیا ہے اس کے علاوہ چند اہم مسانید یہ ہیں:

ابوالحسن مسدود بن مسرہ بن مسرہ بل بن مستورد اسدی، بصری کی مسند، جن کا انتقال ۲۲۸ھ [۸۲۲-۲۳۳ء] میں ہوا، بصرہ میں سب سے پہلے مسند مرتب کرنے کا سہرا ان

ہی کے سر بندھتا ہے۔

● ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن مطر تمیمی حنظلی مروزی جو ابن راہویہ کے نام سے مشہور و معروف ہیں، انہوں نے چھ جلدوں میں ایک مسند تصنیف کی تھی، ان کی وفات ۲۳۸ھ [۸۵۲ء] میں ہوئی۔

● ابو بکر بن محمد بن ابوشیبہ کی بھی ایک مسند ہے۔

● ابو بکر بن محمد بن ابوشیبہ کے بھائی عثمان نے بھی ایک مسند لکھی تھی، ان کی وفات ۲۳۹ھ [۸۵۳-۵۴ء] میں ہوئی۔

● ابوالحسن محمد بن اسلم طوسی متوفی ۲۴۲ھ [۸۵۶-۵۷ء] کی بھی ایک مسند ہے۔

● ابو جعفر احمد بن منیع بن عبدالرحمان بغوی متوفی ۲۴۴ھ [۵۹-۵۱۸ء] نے بھی ایک مسند ترتیب دی تھی۔

● ابو یوسف یعقوب بن شیبہ بن صلت بن عسفور الدوسی نے بھی ایک مسند ترتیب دی تھی ان کی وفات ۲۶۲ھ میں ہوئی [ذھی نے لکھا ہے کہ ان سے عمدہ مسند کسی نے تصنیف نہیں کی؛ لیکن اسے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکے۔

● ابوزرعہ عبید اللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ قرشی متوفی ۲۶۴ھ [۸۷۸ء] کی بھی ایک مسند ہے۔

● ابوسعید عثمان بن سعید بن خالد سجستانی داری متوفی ۲۸۰ھ [۲۹۳ء] کی بھی ایک مسند ہے۔

● ابو محمد عبدالرحمن بن ابوحاتم محمد بن ادریس بن منذر تمیمی، حنظلی جوڑے کے باشندے اور حافظ حدیث تھے، انہوں نے بھی ایک مسند لکھی تھی جس کے ہزار اجزاء تھے۔ ان کی وفات ۳۲۷ھ [۹۳۸-۳۹ء] میں ہوئی، ان کے والد بھی حافظ حدیث تھے۔

● حافظ ابو بکر اسماعیلی نے سو جلدوں میں ایک بہت بڑی مسند لکھی تھی۔

● ابوالحسین احمد بن عبید بن اسماعیل بصری صفار جن کا وصال ۳۴۰ھ [۶۵۱-۵۲ء] کے بعد ہوا، انہوں نے بھی ایک مسند ترتیب دی تھی۔

● ابو محمد علی بن احمد بن علی بغدادی سجزی نے بھی ایک ضخیم مسند مرتب کی تھی، ان کا

وصال ۳۵ھ [۶۳-۹۶۲ء] میں ہوا۔

● ابوعلی حسین بن محمد بن احمد بن محمد بن حسین بن عیسیٰ بن ماسر جس نیشاپوری نے ایک بہت ہی ضخیم مسند مرتب کی تھی جو تیرہ سوا جزاء میں تھی، کہا جاتا ہے کہ اتنی بڑی مسند کسی نے ترتیب نہیں دی ہے۔

احوال رجال پر تصانیف

(۱) رجال پر تصنیف کردہ کتابیں کئی طرح کی ہیں: ان میں سے ایک قسم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر لکھی گئی کتابیں ہیں جن میں سے چند اہم کتابیں اگلی سطروں میں ملاحظہ فرمائیں:

● کتاب معرفة الصحابة: ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن مندہ اصہبانی متوفی ۳۰ھ [۱۲-۹۱۳ء]، ابو احمد حسن بن عبد اللہ عسکری متوفی ۳۸۲ھ [۹۹۲ء]، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصہبانی متوفی ۴۳۰ھ [۱۰۳۸ء] اور ابو العباس جعفر بن محمد مستغفری متوفی ۴۳۲ھ [۱۰۴۰ء] نے اسی نام سے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ثانی الذکر کتاب، قبائل کے اعتبار سے مرتب ہے۔

● أسد الغابة في معرفة الصحابة: حافظ عزالدین ابوالحسن علی بن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ [۳۳۳-۱۲۳۲ء] کی یہ کتاب ہے۔ ہجائی ترتیب پر مرتب یہ کتاب بہت ہی عمدہ ہے، مصنف نے اس کتاب کی تالیف کے لئے مواد کی فراہمی اور ترتیب و تہذیب میں بہت ہی جدوجہد اور انتھک کوشش کی ہے۔

● الإصابہ فی تمییز الصحابہ: حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ [۱۲۲۹ء] کی یہ تصنیف ہے، معرفت صحابہ میں سب سے جامع ہے۔

(۲) دوسری قسم: رجال پر تالیف کردہ کتابوں کی ہے، جن میں سے چند اہم یہ ہیں:

● ابو عمرو خلیفہ بن خیاط شیبانی عسفری متوفی ۲۴۰ھ [۵۵-۸۵۲ء] کی تاریخ رجال میں ایک کتاب ہے، ان کا لقب شباب تھا۔

● التاريخ الكبير: یہ کتاب امام بخاریؒ کی ہے جس میں انہوں نے عہد صحابہ سے ان

کے زمانہ تک کے رواۃ حدیث کے اسماء تحریر کئے ہیں۔ اس کتاب کی تالیف کے وقت امام بخاریؒ کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی، چاندنی راتوں میں روضہ اقدس کے پاس بیٹھ کر انہوں نے یہ کتاب تحریر کی تھی۔ ان کی التاریخ الوسط اور التاریخ الصغیر کے نام سے اور دو کتابیں ہیں۔

● کتاب الثقات: یہ کتاب ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی کوفی کی ہے، مغرب کے شہر طرابلس میں انہوں نے سکونت اختیار کی تھی، وہیں ان کا انتقال ۲۶۱ھ [۷۵-۸۷۴ء] میں ہوا۔

● تاریخ ابی زرعہ: ابوزرعہ عبدالرحمن بن عمرو بن عبداللہ بن صفوان بن عمرو نصری دمشق متوفی ۲۸۱ھ [۸۹۳ء] کی یہ تصنیف ہے۔

● کتاب الجرح والتعديل: یہ گراں مایہ تصنیف عبدالرحمن بن ابوحاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ [۹۳۸-۳۹ء] کی ہے۔

● تاریخ الإسلام، سیر أعلام النبلاء: یہ دونوں عظیم تصنیفیں حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ [۱۳۴۸ء] کی ہیں، علامہ ذہبی نے تاریخ و احوال رجال کو اپنا موضوع خاص بنایا تھا، اس فن میں انہوں نے ایسے تابندہ علمی نقوش چھوڑے ہیں جن سے بعد میں آنے والے بے نیاز نہیں ہو سکتے، موافقین تو موافقین مخالفین نے بھی ان کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے، اور ان کی رائے کو حرف آخر مانتے ہیں۔ تاج الدین سبکی نے اپنے استاد علامہ ذہبی کے بارے میں کہا ہے کہ وہ بے نظیر و بے مثل تھے، حفظ حدیث میں امام الخلائق، جرح و تعديل کے ماہر اور ہر فن کے استاد اور اسم باسمی تھے۔

(۳) طبقات پر لکھی گئی چند اہم اور مفید کتابیں:

● الطبقات الكبرى: ابو عبداللہ محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ [۸۴۵ء]۔ ابن سعد مشہور سیرت نگار و اقدی کے کاتب تھے۔ اس کتاب میں انہوں نے صحابہ، تابعین اور اپنے عہد تک کے رواۃ کے حالات وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

● طبقات الرواة: ابو عمر و خلیفہ بن خیاط بن خلیفہ شیبانی کی یہ تصنیف ہے، ان کی وفات ۲۳۰ھ [۵۵-۸۵۴ء] میں ہوئی۔

● کتاب الطبقات: طبقات کی یہ کتاب امام مسلم بن حجاج قشیری کی تصنیف کردہ ہے۔
● کتاب الطبقات: امام ابو عبد الرحمن نسائی کی تصنیف ہے۔

● طبقات التابعین: ابو حاتم محمد بن ادریس بن منذر رازی حنظلی متوفی ۲۷۷ھ [۸۹۰ء] کی تصنیف ہے، ان کی وفات رے میں ہوئی تھی۔

● تذکرۃ الحفاظ: امام و حافظ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی متوفی ۴۸۸ھ [۱۳۲۸ء] کی یہ تصنیف ہے، جس میں حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور سے اپنے زمانہ تک کے صرف حفاظ حدیث کا تذکرہ کیا ہے۔

(۴) نام کنیت اور القاب میں ذکر کردہ چند اہم کتابیں:

● کتاب الأسماء والکنی: یہ کتاب امام حمد بن حنبلی کی ہے۔

● کتاب الکنی: امام بخاری علیہ الرحمہ کی تصنیف کردہ ہے۔

● کتاب الکنی: امام مسلم علیہ الرحمہ کی کاوش ہے۔

● کشف النقاب عن الأسماء والألقاب: ابو الفرج عبد الرحمن بن علی ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ [۱۲۰۰ء] کی تالیف ہے۔

● مجمع الآداب فی معجم الأسماء والألقاب: محدث اندلس ابو الولید بن فرضی نے یہ کتاب لکھی ہے، جن کی وفات ۴۰۳ھ [۱۲۰۱ء] میں ہوئی۔

● کتاب الکنی والألقاب: ابو عبد اللہ حاکم نے اسے تصنیف کیا ہے۔

● کتاب الألقاب والکنی: اس کے مصنف ابو بکر احمد بن عبد الرحمن بن احمد بن محمد بن

موسیٰ فارسی شیرازی ہیں۔ ان کی وفات شیراز ہی میں ۴۱۱ھ [۱۰۲۰ء] میں ہوئی

تھی، یہ ایک جلد میں بہت ہی عمدہ اور مفید کتاب ہے، بلکہ اسماء، کنیت اور القاب کی

کتابوں میں سب سے بہتر کتاب ہے۔

● نزہة الألباب: حافظ ابن حجر کی القاب میں یہ تصنیف بہت ہی انوکھی ہے، جس

میں انہوں نے دوسروں کے فوائد کی تلخیص کے ساتھ اضافے بھی کئے ہیں، ان کے شاگرد علامہ سخاوی نے اس کتاب میں بہت کچھ اور جمع کیا ہے، جس کو انہوں نے ایک مستقل تصنیف کی صورت دی ہے۔

● کشف النقاب عن الألقاب: حافظ جلال الدین سیوطی کی یہ تصنیف ہے۔
 ● (۵) پانچویں قسم: صحاح ستہ اور دیگر اصول کی کتابوں کے رجال پر لکھی گئی کتابوں کی ہے، جن میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں۔

● المعجم المشتمل علی ذکر أسماء شیوخ الأئمة النبیل: سرزمین شام کے حافظ ابوالقاسم بن عسا کر متوفی ۵۷۵ھ [۱۱۷۵ء] نے اسے تصنیف کیا ہے جس میں انہوں نے دیگر راویوں کے بجائے صرف اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ کا تذکرہ کیا ہے۔

● الإكمال فی أسماء الرجال: یہ تصنیف حافظ ابو محمد عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی زنبلی کی ہے، جن کی وفات ۶۰۰ھ [۱۲۰۳-۰۴ء] میں ہوئی، جس میں انہوں نے صرف صحاح ستہ کے رجال ہی کا تذکرہ قلم بند کیا ہے۔

● تہذیب الکمال فی أسماء الرجال: یہ گراں مایہ تصنیف حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزنی متوفی ۷۲۲ھ [۱۳۳۱ء] کی ہے۔ رجال میں تصنیف کردہ کتابوں میں سب سے بہتر و عمدہ کتاب یہی ہے۔ صلاح صفدی نے اس کتاب کا یوں تذکرہ کیا ہے ”حافظ مزنی نے چودہ جلدوں میں تہذیب الکمال کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس نے اس فن میں متقدمین کی تمام کتابوں کو گرہن لگا دیا، یہ کتاب ان کی زندگی ہی میں اتنی مشہور ہوئی تھی کہ تشنگان علوم اس کو خرید کر اپنے پاس رکھنے لگے تھے“ تاج الدین سبکی یوں رقم طراز ہیں، کہ حافظ مزنی نے تہذیب الکمال لکھی اور یہ متفقہ بات ہے کہ اس جیسی کتاب تصنیف نہیں کی گئی تھی۔ علامہ علاؤ الدین مغلطائی حنفی نے کہا ہے کہ یہ کتاب مواد کے اعتبار سے بہت ہی زیادہ فوائد کی متحمل اور انوکھی چیزوں کا مخزن ہے، اس فن میں اس جیسی کتاب تالیف نہیں کی گئی، اور یہ بھی کہا ہے کہ

تہذیب الکمال نے فقہاء اور محدثین کے درمیان فیصل اور حکم کی حیثیت حاصل کی ہے، جب دونوں کا باہم اختلاف ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تہذیب الکمال ہمارے درمیان فیصل اور حکم کا کام انجام دے گی، علامہ ذہبی نے اس کتاب کی تلخیص کی ہے اور اسے تہذیب التہذیب کا نام دیا ہے، پھر التہذیب کو بھی مختصر کر کے الکاشف نام رکھا ہے۔

چند اور اہم اجزاء حدیث

صاحب کتاب نے جتنے اجزاء حدیث بیان کئے ہیں ان کے علاوہ چند اہم اجزاء درج ذیل ہیں:

- ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ بن انس بن مالک انصاری، بصری، آپ کا نام و نسب ہے۔ آپ منصب قضاء پر فائز تھے، امام بخاری کے استاد ہیں۔ ان کی وفات ۲۱۵ھ [۳۱-۸۳۰ء] میں ہوئی، ان کا شمار عالی اور مشہور اجزاء میں ہوتا ہے جن کی طرف علماء نے روز اول ہی سے توجہ دی۔

- جزء ابو مسعود بن فرات بن خالد ضعی رازی متوفی ۲۵۸ھ [۷۲-۸۷۱ء] علامہ مذکور نے اصیہان کو اپنا مسکن بنا لیا تھا، ان کی کئی تصنیفات ہیں، حافظ حدیث اور محدث اصیہان تھے، ذہبی نے لکھا ہے کہ آج کل کے عالی اسناد اجزاء میں سے اس جزء کا شمار ہوتا ہے۔

- جزء حسن بن سفیان شیبانی نسائی، ان کی ایک مسند بھی ہے۔

- جزء ابو احمد محمد بن احمد بن حسین قاسم غطری لقی متوفی ۳۷۷ھ [۹۸۷ء] اس میں قاضی ابو بکر طبری کی حدیثیں درج ہیں۔

- جزء لوین: یہ محمد بن سلیمان بن حبیب مصیصی کی جزء حدیث ہے۔ جن کی تاریخ وفات ۲۳۵ھ [۶۰-۸۵۹ء] یا ۲۳۶ھ [۶۱-۸۶۰ء] ہے۔

- جزء ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق: ابو اسحاق قاضی تھے، اس میں ایوب سختیانی کی حدیثوں میں سے بعض کو جمع کیا ہے۔

- ابو القاسم بغوی کا بھی ایک جزء حدیث تھا۔

- ابو بکر بن شاذان بغدادی، بزاز کا بھی ایک جزء حدیث تھا۔
- حافظ ابوالقاسم حمزہ بن محمد بن علی بن عباس کنانی مصری متوفی ۳۷۵ھ [۸۶-۹۸۵ء]، کے املاء کرائے ہوئے اوراق میں سے ایک جزء ہے، ابوالحسن علی بن عمر بن محمد حرانی مصری صوف متوفی ۴۴۱ھ [۵۰-۱۰۴۹ء] نے ان سے روایت کیا ہے۔
- اجزاء ثقفیات: حافظ ابو عبد اللہ قاسم بن فضل بن احمد ثقفی اصہبانی کے یہ دس اجزاء ہیں ان کی وفات ۲۸۹ھ [۹۶-۱۰۹۵ء] میں ہوئی تھی۔
- اجزاء جعدیات: ابوالحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی جوہری کی اپنے شیوخ سے روایت کردہ احادیث جس میں ان کے شیوخ کے تراجم اور شیوخ کے شیوخ کے حالات بھی ہیں، ابوالقاسم عبد اللہ بن محمد بغوی نے اسے جمع کیا تھا، اسی میں سے یہ بارہ اجزاء ہیں، علی بن جعد کی وفات ۲۳۰ھ [۸۴۵ء] میں ہوئی۔
- اجزاء خلعیات: یہ قاضی ابوالحسن علی بن حسن بن حسین بن محمد شافعی معروف بہ خلعی کے بیس اجزاء ہیں۔ ابونصر احمد بن حسین شیرازی نے ان کی حدیثیں جمع کی تھیں، پھر اس کو چھانٹ کر خلعیات مرتب کیا، چونکہ موصوف مصر کے شہزادوں کو لباس بیجا کرتے تھے، اس لئے انہیں خلعی کہا گیا، اصلاً موصل کے باشندے ہیں، لیکن مصر کو اپنا وطن اختیار کیا تھا اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ اہل مصر میں سب سے عالی سندان ہی کی تھی۔
- اجزاء سلفیات: ابوطاہر احمد بن محمد سلفی کے اجزاء ہیں، جن کی تعداد سو سے زائد ہے۔ ابن شرف انماطی اور ابن طیوری کے علمی سرمایہ سے انہوں نے اسے چھانٹا ہے، اس میں بغداد کے شیوخ اور ان کے علاوہ کی بھی مرویات ہیں، ان کے اپنے شیوخ سے روایت کردہ احادیث کے بھی سات اجزاء ہیں، جن کا نام السفینة الجرائدیة الکبریٰ ہے۔ ان سب کے علاوہ ان کا ایک جزء السفینة البغدادیہ کے نام سے بھی ہے۔
- اجزاء طیوریات: یہ اجزاء ابوالحسین مبارک بن عبد الجبار بن احمد بن قاسم

ازدی، صیرفی جو ابن طیوری کے نام سے مشہور ہیں، کے ہیں، یہ مکثرین اور ثقات
رواۃ میں سے ہیں، یہ اجزاء دو جلدوں میں ہیں ابن طیوری کی وفات بغداد میں
۵۰۰ھ [۱۱۰۶ء-۱۱۰۷ء] میں ہوئی۔

● اجزاء العطیعیات: یہ پانچ اجزاء مسند عراق ابو بکر احمد بن جعفر بن ہمدان بن
مالک بن شیبہ بغدادی قطعی متوفی ۳۶۸ھ [۷۹-۸۰۸ء] کے ہیں۔

● اجزاء کنجرو دیات: یہ پانچ اجزاء ابو سعید محمد بن عبدالرحمن کنجرو دی کی ان احادیث میں
سے ہیں جنہیں ابو سعید علی بن موسیٰ نیشاپوری نے چھانٹا ہے۔ ابو سعید کی وفات
۳۶۵ھ [۷۲-۷۳۰ء] میں حج سے واپسی پر ہوئی تھی، سکری کے نام سے مشہور
تھے۔ ابو سعید محمد بن عبدالرحمن کنجرو دی ہی کی حدیثوں سے ابو بکر احمد بن حسین بیہقی
نے احادیث الگ کی ہیں اور جزء کی شکل دی ہے۔

● اجزاء محاملیات: قاضی ابو عبداللہ حسین بن اسماعیل بن محمد ضعی محاملی نے یہ سولہ اجزاء
اہل بغداد و اصہبان کی روایتوں کے تیار کئے ہیں، محاملی بغداد کے محدث اور شیخ تھے۔
وفات ۳۲۰ھ [۴۲-۴۳۱ء] میں ہوئی۔

اجزاء حدیث کی تعداد ہزار سے زائد ہے، پرانے زمانے میں حدیث کے متلاشی اس کو سننے اور روایت
کرنے کے بڑے شوقین ہوتے تھے، لیکن افسوس موجودہ زمانہ کے لوگ ان کے ناموں تک سے بھی ناواقف
اور بے خبر ہیں، سطور بالا میں ذکر کردہ اجزاء کو سننا اور حاصل کرنا ہر طالب حدیث کا شیوہ ہونا چاہئے۔

مسلسلات پر چند اور مولفات و تصانیف

مسلسلات میں تالیف کردہ چند کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

● المسلسل بالاولیۃ: اس کتاب کے مصنف ابو طاہر عماد الدین احمد بن محمد بن
احمد بن محمد سلفی اصہبانی متوفی ۵۷۶ھ [۱۱۸۰ء] ہیں۔

● العذب السلسل فی الحدیث المسلسل: حافظ شمس الدین ذہبی نے اسے
ترتیب دیا ہے۔

● المسلسلات: شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ [۹۷-۱۲۹۶ء] کی اس مسلسل احادیث ہیں، امتیازی شان کی مالک ہے۔ علامہ سخاوی نے اسے بہت ہی عمدہ تصنیف کیا ہے۔

● المسلسلات الكبرى: جلال الدین سیوطی کی یہ تصنیف ہے۔

● الفوائد الجلیلة فی مسلسلات محمد بن أحمد عقيلة: ابو عبد اللہ جمال الدین محمد بن احمد بن سعید کی حنفی متوفی ۱۱۵۰ھ [۳۸-۱۷۳۷ء] کی یہ تصنیف ہے، ان کے والد عقیلہ کے نام سے مشہور تھے۔

● التعليقة الجلیلة علی مسلسلات ابن عقيلة: ابو الفیض محمد بن محمد واسطی، زبیدی جو مرتضیٰ حسینی کے نام سے مشہور ہیں کی تصنیف ہے، ان کی وفات مصر میں ۱۲۰۵ھ [۹۱-۱۷۹۰ء] میں ہوئی۔

فقہی ابواب پر مرتب، حدیث کی چند اور اہم مصنفات

فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب اہم کتابوں میں سے جس کو مصنف یا جامع کہا جاتا ہے یا ان کے علاوہ اہم کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

● مصنف حماد بن سلمہ بن دینار بصری۔ متوفی ۲۶۷ھ [۸۱-۸۸۰ء]

● مصنف وکیع بن جراح بن یلیح روآسی کوفی۔ متوفی ۱۹۶ھ [۱۲-۸۱۱ء]

● مصنف یحییٰ بن مخلد بن یزید قرطبی، متوفی ۲۶۷ھ [۸۸۹ء] جس میں انہوں نے صحابہ

تابعین اور تبع تابعین کے فتاویٰ کو ذکر کیا ہے، ابن حزم کہتے ہیں کہ اس میں تیرہ سو سے

زائد صحابہ سے روایت مروی ہے، فقہی ابواب کی ترتیب پر اس کو مرتب کیا ہے، وہ مسند بھی

ہے اور مصنف بھی۔ ابو عمرو معمر بن راشد ازدی بصری، متوفی ۱۵۴ھ [۷۱-۷۷۰ء] کی

جامع ابو عبد اللہ سفیان بن سعید مسروق ثوری کوفی متوفی ۱۶۱ھ [۷۸-۷۷۸ء] کی جامع، ابو محمد

سفیان بن عیینہ بن میمون ہلالی کوفی متوفی ۱۹۸ھ [۱۳-۸۱۳ء] کی جامع، امام محمد بن

حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ کی کتاب الآثار۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ

[۸۱۹ء] کی کتاب الامم اور ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد طبری متوفی ۳۱۰ھ [۹۲۳ء] کی تہذیب الآثار اور اہم کتابیں ہیں۔

تہذیب الآثار ابن جریر طبری جس میں انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق کی روایت سے ابتدا کی ہے اور ہر حدیث کے طرق اور علل پر بحث کی ہے، اور فقہی اختلافات مع دلائل، اسانید کے علاوہ بیان کیا ہے۔ اور الفاظ کی تشریح بھی کی ہے، انہوں نے عشرہ مبشرہ، اہل بیت، موالی کی اسانید کے علاوہ مسند ابن عباس کے ایک بڑے حصے کو بھی جمع کیا ہے، اس کام کو مکمل کرنے سے پہلے پیام اجل آپہنچا۔

چند معروف اصطلاحات حدیث کے معنی اور مفہوم

صحیح: جس حدیث کی سند متصل ہو اور راوی از اول تا آخر عادل و ضابط ہوں اور وہ حدیث

شاذ یا معلل نہ ہو، تو وہ حدیث صحیح کہلائے گی۔ [مقدمہ ابن الصلاح ص: ۱۵-۱۶]

ضعیف: وہ حدیث جس میں صحیح یا حسن کی شرطیں نہ پائی جائیں۔ [تدریب الراوی ۱/ ۱۲۷]

ثقة: ابن حجر کے نزدیک تعدیل کا تیسرا درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳]

ثبت: ابن حجر کے نزدیک تعدیل کا تیسرا درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳]

متقن: ابن حجر کے نزدیک تعدیل کا تیسرا درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳]

حجہ: امام نووی و ابن صلاح کے نزدیک تعدیل کا پہلا درجہ ہے۔ [تدریب الراوی ۱/ ۲۵۵]

صدوق: ابن حجر کے نزدیک تعدیل کا چوتھا درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳]

ثقة: ابن حجر کے نزدیک تعدیل کا دوسرا درجہ ہے، اور حافظ ذہبی و عراقی کے نزدیک پہلا

درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳-۲۵۵]

لاباس بہ: ابن حجر کے نزدیک تعدیل کا چوتھا درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳]

منکر: ایسی روایت جس میں راوی ثقة راوی کی مخالفت کرتا ہو، اور راوی منفرد ہو، دوسرے

طرق سے وہ روایت منقول نہ ہو۔ [مقدمہ ابن صلاح ۶۳-۶۴]

متروک: ابن حجر کے نزدیک جرح کا تیسرا درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳]

تذلیس: سند حدیث کے کسی عیب کو پوشیدہ رکھنا اور اس کو اچھا بنا کر پیش کرنا تذلیس کہلاتا ہے۔
متکلم فیہ: علامہ سیوطی نے تعدیل کے چھٹے درجے میں اس کو ذکر کیا ہے۔ [تدریب

[الراوی ۱/ ۲۵۷]

اجزاء: حدیث کی وہ کتابیں جس میں صرف ایک صحابی کی مرویات یا کسی ایک ہی شیخ کی مرویات جمع کی گئی ہوں، جیسے أجزاء قطیعیات، أجزاء جعلیات، اجزاء کی دوسری تعریف یہ ہے کہ وہ چھوٹی تالیفات جو کسی خاص موضوع پر لکھی گئی ہوں جیسے جزء رفع الیدین۔

مسلسلات: وہ حدیث جس کے رواۃ ایک خاص صفت یا خاص حالت پر متفق ہوئے ہوں، جیسے رواۃ کے ناموں میں یکسانیت ہو یا ہر راوی نے روایت کرتے وقت أنا احبک فقل جیسا کوئی خاص کلمہ کہا ہو۔

الاربعینات: اس سے مراد وہ حدیث کی کتابیں ہیں جس میں چالیس احادیث کسی بھی ترتیب پر جمع کی گئیں ہوں۔ اسے اردو میں چہل حدیث کہتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے بھی اربعین ترتیب دی تھی۔

الجوامع: جامع ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں مندرجہ ذیل آٹھ مضامین کی احادیث موجود ہوں۔ سیر، عقائد، آداب، تفسیر، احکام، فتن، اشراط و مناقب۔

المسانید: وہ کتابیں جن میں ہر صحابہ کی احادیث ایک خاص ترتیب کے ساتھ جمع کی گئی ہوں۔ پہلے خلفاء اربعہ پھر بقیہ عشرہ مبشرہ، پھر دیگر صحابہ، جیسے مسند احمد بن حنبل، مسند الفردوس وغیرہ

☆ فہرست مراجع

یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جن سے نظر ثانی اور تصحیح و ترمیم کے لئے رجوع کیا گیا ہے، ان میں سے اکثر مراجع و کتب مولانا اکرم کی فہرست کے علاوہ ہیں، اس لئے اس فہرست کو علیحدہ شائع کیا جا رہا ہے۔ [نور]

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنفین	مطبع
۱	الإصابة في تمييز الصحابة	حافظ ابن حجر	مطبع السعادة، بجوار محافظة مصر ۱۳۲۸ھ
۲	اسد الغابة في معرفة الصحابة	ابن الأثير مترجم: مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی	اردو ترجمہ: مطبع میزان لاہور ۲۰۱۰ء
۳	الإمتاع بالأربعين المتباينة بشرط السماع	ابن حجر	تحقیق محمد شکور محمد الحاجی المیادینی مطبوعہ دوحہ قطر ۱۴۰۹ھ
۴	الإستيعاب في معرفة الأصحاب	ابن عبد البر	مطبوعہ بر حاشیہ اصحابہ، مصر
۵	الامام باحاديث الأحكام	ابن دینق العید	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
۶	اتحاف السالك برواة المؤطا عن مالك	ابن ناصر الدین	بدر بن عبداللہ البدر اضواء السلف ریاض
۷	الأربعون	ابوبکر اجری	تحقیق: علی حسن عبدالحمید المکتب الإسلامی، بیروت ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء

۸	أزهار الرياض في أخبار القاضي عياض	احمد بن محمد مقرئ	
۹	الأنساب	عبدالكريم سمعاني	تقديم وتعليق: عبداللہ عمر البارودي دار البعثان، بيروت ۱۴۰۸ھ ۱۹۹۸ء
۱۰	الأربعين البلدانية	ابوطاهر احمد بن محمد بن احمد سلفي اصفہانی	تحقيق: ابو عبدالرحمان مسعد بن عبد الحميد سعدني اضواء السلف، رياض
۱۱	اقتضاء العلم و العمل	خطيب بغدادی	تحقيق: ناصر الدين الباني مكتبة العارف للنشر والتوزيع رياض ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۲ء
۱۲	الارشاد في معرفة علماء الحديث	ابو يعلى خلیلی	تحقيق: ذاکر محمد سعید بن عمر ادريس رياض ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء
۱۳	الانتقاء في فضائل الائمة الثلاثة	ابن عبدالبر	مقدمة: عبدالفتاح ابو غده مكتبة مطبوعات اسلامية، حلب ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷ء
۱۴	الاربعين	محمد بن اسلم طوسي	تحقيق: مشعل بن باني الجبر المطيري بيروت: ۱۴۲۱ھ
۱۵	انوار المسالك إلى مؤطا مالك	محمد بن علوي مالكي حنفي	مطبوعه قطر
۱۶	اخبار الفقهاء و المحدثين	محمد بن حارث حنفي	مخشي: سالم مصطفى بدري دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۰ھ ۱۹۹۹ء
۱۷	الاكمال في أسماء الرجال	ابن ماكولا	

تحقیق: سمیر بن امین الزهیری ریاض ۱۳۱۹ھ	امام بخاری	الأدب المفرد	۱۸
مکتبۃ الریاض الحدیثیہ عکس طبع، دارالفکر، بیروت	ابن کثیر	البدایہ و النہایہ	۱۹
دارالفکر، بیروت	خطیب بغدادی	تاریخ بغداد	۲۰
دائرة المعارف، حیدرآباد ۱۳۳۳ھ	علامہ شمس الدین ذہبی	تذکرۃ الحفاظ	۲۱
تحقیق: یحییٰ بن محمد حکمی مکتبۃ الرشیدناشرین، ریاض	بدرالدین زرکشی	تنقیح الالفاظ الجامع الصحیح	۲۲
تحقیق: علاء ابراہیم ازہری دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۰ھ ۲۰۰۰ء	علامہ سیوطی	التوشیح فی شرح الجامع الصحیح	۲۳
دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۱۱ھ ۱۹۹۱ء	علامہ محمد بن جریر طبری	تاریخ طبری	۲۴
دائرة المعارف نظامیہ، حیدرآباد ۱۳۱۵ھ	علامہ ذہبی	تجرید أسماء الصحابہ	۲۵
تحقیق: ڈاکٹر احمد محمود بکیر عکس طبع، دارمکتبۃ الحیاة، بیروت ۱۳۷۱ھ ۱۹۹۶ء	قاضی عیاض	ترتیب المدارک	۲۶
تحقیق: شیخ محمد عوامہ عکس نسخہ بیروت دارالکتاب دیوبند	حافظ ابن حجر	تقریب التہذیب	۲۷

۲۸	التهميد	ابن عبدالبر	تحقيق: استاذ مصطفى احمد علوى استاذ محمد عبدالكريم بكرى مؤسسة لتوزيع طبع ثانی ۱۴۰۲ھ
۲۹	تاريخ علماء الاندلس	ابن الفرصی	تصحیح و مراجعت سید عزت عطاء حسینی مکتبه خانجی، قاہرہ ۱۳۰۸ھ
۳۰	تہذیب التہذیب	ابن حجر العسقلانی	دائرة المعارف نظامیہ، حیدرآباد
۳۱	تاریخ التراث العربی	فؤاد مرزگین	ادارہ ثقافت و نشر جامعہ محمد بن سعود الاسلامیہ، سعودی عرب ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء
۳۲	تدریب الراوی	علامہ سیوطی	تحقیق: نظر محمد فاریابی مکتبہ الکوثر، ریاض ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴ء
۳۳	تاریخ دمشق الکبیر	ابن عساکر	تحقیق: علامہ ابو عبد اللہ عاشور جنوبی دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۱ء
۳۴	تاریخ الإسلام	علامہ ذہبی	تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطاء دارالکتب العلمیہ، بیروت ۲۰۰۵ء

۳۵	ترتیب القاموس	فیروز آبادی	
۳۶	تاریخ الثقافات	ابن حبان	محشی: ابراہیم شمس الدین، ترکی فرحان مصطفیٰ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸ء
۳۷	تنویر الحوالمک	سیوطی	مطبع محمد علی صبیح و اولادہ بمیدان الازہر بمصر
۳۸	جامع الاصول	حمیدی	تحقیق: عبدالقادر ارناؤوط ادارہ شؤون الاسلامیہ، قطر
۳۹	الجمع بین الصحیحین	ابو عبداللہ حمیدی	بیروت
۴۰	جذوة المقتبس	ابو عبداللہ حمیدی	بیروت
۴۱	الجواهر المزیئة	عبدالقادر قرشی	دائرة المعارف حیدرآباد: ۱۳۳۳ھ
۴۲	جامع مسانید الإمام الأعظم	خوارزمی	دائرة المعارف عثمانیہ حیدرآباد ۱۴۲۹ھ - ۲۰۰۹ء
۴۳	الجرح والتعديل	ابن ابی حاتم	بیروت
۴۴	حلیة الأولیاء	ابو نعیم اصفہانی	دارالکتب العربی، بیروت
۴۵	حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاهرة	علامہ سیوطی	مکتبۃ العصریہ، بیروت
۴۶	الدر الکامنة	ابن حجر	دارالاحیاء التراث العربی، بیروت
۴۷	الدیاج المذهب فی اعیان علماء المذهب	ابن فرحون	تحقیق: نامون بن محی الدین البجنان دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۶ء - ۱۴۱۷ھ

دارالکتب الاسلامیہ بیروت: ۱۹۸۶ء	محمد بن جعفر کتانی	الرسالة المستطرفة في بيان كتب السنة المشرفة	۴۸
تحقیق: شیخ محمد عوامہ مؤسسہ الریان، بیروت ۲۰۰۳ء ۱۴۲۵ھ	ابوداؤد سجستانی	سنن ابوداؤد	۴۹
دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت ۱۴۳۶ھ ۲۰۱۵ء	امام ترمذی	سنن ترمذی	۵۰
قدیمی کتب خانہ، کراچی	امام ابن ماجہ	سنن ابن ماجہ	۵۱
دارالفکر، بیروت	امام بیہقی	السنن الكبرى	۵۲
تحقیق: فواد احمد مزملی، خالد السبع العلی عکس طبع بیروت مکتبہ دارالایمان سہارنپور	امام دارمی	سنن دارمی	۵۳
تحقیق: محمد بن مطرز زہراوی دارالصحیحی، ریاض ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء	خطیب بغدادی	السابق واللاحق	۵۴
	تقی الدین عسقلانی	سلاح المؤمن	۵۵
مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء	علامہ ذہبی	سیر اعلام النبلاء	۵۶
یاسر ندیم اینڈ کمپنی، دیوبند	امام طحاوی	شرح معانی الآثار	۵۷
تحقیق: یحییٰ بن محمد حکمی مکتبہ الرشید ناشرین	محمد بن محمد مخلوف	شجرة النور الزكية في طبقات المالكية	۵۸

تحقیق زہیر الشاولیش و شعیب ارناؤط المکتب الاسلامی، بیروت ۱۳۹۳ھ - ۱۹۷۳ء	امام بغوی	شرح السنة	۵۹
اتحاد بکڈ پو، دیوبند	حافظ ابن حجر	شرح نخبة الفكر	۶۰
تحقیق: محمد فواد عبدالباقی دار الحدیث، قاہرہ	محمد زرقانی	شرح الزرقانی للموطا	۶۱
مکتبہ القدسی، قاہرہ	ابن العماد حنبلی	شذرات الذهب فی اخبار من ذهب	۶۲
مکتبہ الاصلاح، مرآدباد	امام بخاری	صحیح بخاری	۶۳
دار طیبہ، ریاض		صحیح مسلم	۶۴
مرتب: دکتور محمد علی سونمز ترکی خالص آی ذمیری ترکی وزارة الاوقاف، قطر ۱۴۳۳ھ - ۲۰۱۲ء	ابن حبان	صحیح ابن حبان	۶۵
دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۹ھ	ابن بشکوال	الصلة	۶۶
دار الجیل، بیروت ۱۴۱۲ھ - ۱۹۹۲ء	علامہ سخاوی	الضوء اللامع	۶۷
تحقیق: سعد محمد حسن مراجعت: ڈاکٹر طہ الحاجری الدار المصریہ للتالیف والترجمہ ۱۹۶۶ء	کمال الدین ادوی	الطالع السعید	۶۸

تحقیق: محمد عبدالقادر عطاء دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۶۰ھ ۱۹۹۰ء	(ابن سعد) محمد بن سعد بصری	طبقات ابن سعد	۶۹
تحقیق: محمد علی عمر مکتبہ و صہبہ، قاہرہ ۱۳۱۵ھ ۱۹۹۴ء	علامہ سیوطی	طبقات الحفاظ	۷۰
دارالمعرفہ بیروت	محمد بن ابویعلیٰ، امر رجب	طبقات الحنابلہ	۷۱
تصحیح و ترتیب: خلیل المیس مدیر ازہر، لبنان دارالقلم، بیروت	ابو اسحاق شیرازی	طبقات الفقہاء	۷۲
تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطاء دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۹ھ ۱۹۹۸ء	ابو عبدالرحمان محمد بن حسن سلمی	طبقات الصوفیۃ	۷۳
تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر احمد عطاء دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان	عبدالوہاب سبکی	طبقات الشافعیۃ الکبریٰ	۷۴
	اسنوی	طبقات الشافعیۃ	۷۵
تحقیق: محمد سعید بن بسوئی زغلول دارالکتب العلمیہ، بیروت	علامہ ذہبی	العبر فی خبر من غیر	۷۶
مراجعت و تعلیق: منجانب مرکز الخدمت والابحاث الثقافیہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۰۸ھ ۱۹۸۸ء	امام نسائی	عمل الیوم واللیلۃ	۷۷

تحقیق: بنوادسید مؤسسہ الرسالۃ، بیروت	(علامہ فاسی) تقی الدین محمد بن احمد حسنی بکی	العقد الثمین فی أخبار البلد الأمین	۷۸
ڈاکٹر فاروق بن عبدالعلیم مرسی دار المامون للتراث، بیروت: ۱۴۱۰ھ	ابوبکر البزار	العلائیات	۷۹
دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء	دیلمی	الفردوس بمآثور الخطاب	۸۰
تحقیق: حمدی بن عبدالجید سلفی ریاض ۱۴۱۴ھ	تمام بن محمد رازی	الفوائد	۸۱
مطبع مصطفائی، کانپور ۲۱۹۳ھ	علامہ عبدالحی لکھنوی	الفوائد البھیة فی تراجم الحنفیة	۸۲
تحقیق: مجدی فتحی سید، مصطفی شتات مکتبہ توقیفیہ، قاہرہ	علامہ عبدالرحمن سخاوی	فتح المغیث	۸۳
دار الغرب الاسلامی، بیروت ۱۴۰۲ھ-۱۹۸۲ء	علامہ عبدالحی کتانی	فهرس الفهارس	۸۴
تحقیق: دکتورا حسان عباس دار صادر، بیروت	ابن شاکر کتبی	فوات الوفیات	۸۵
تحقیق: مولانا حبیب الرحمن اعظمی مالیگاؤں	عبداللہ ابن المبارک	کتاب الزهد	۸۶
تحقیق: محمد سید البریجی دار الفتح، عمان، اردن ۲۰۱۳ھ ۲۰۱۳ء	عبدالکریم تسری	کتاب الأربعین فی تصحیح المعامل:	۸۷

بیروت ۱۳۰۱ھ-۱۹۸۱ء	علامہ شمس الدین کرمانی	الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری	۸۸
تحقیق: ایمن بن عارف دمشقی دارالنجیل، بیروت	ابن عدی	الکامل	۸۹
استنبول ۱۹۴۱ء- مکتبہ المثنیٰ، بیروت بلاسنہ	حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ	کشف الظنون	۹۰
تحقیق: احمد فرید مزیدی دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۳۱ھ-۲۰۱۰ء [مشمولہ رسائل ابن ابی الدنیا]	ابن ابی الدنیا	کتاب مجابی الدعوة	۹۱
تحقیق: ڈاکٹر احمد محمد نور سیف ریاض: ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء	یحییٰ بن معین	کتاب التاریخ	۹۲
تحقیق: انور جامی جاہین دارالحديث، قاہرہ ۱۳۲۸ھ-۲۰۰۷ء	ابوالقاسم طبرانی	کتاب الدعاء	۹۳
	ابوبکر دینوری	کتاب المجالسة	۹۴
تحقیق: فریح بن صالح بہلال رئاسة ادارة البحوث العلمیہ والافتاء، ریاض ۱۳۲۳ھ-۲۰۰۳ء	ابوبکر بیہقی	کتاب الاعتقاد والهدایة الی سبیل الرشاد	۹۵
حیدرآباد: ۱۳۲۹ھ	حافظ ابن حجر	لسان المیزان	۹۶

تحقیق: محمد عبدالقادر عطاء مصطفیٰ عبدالقادر عطاء مراجعت و تصحیح: نعیم زرزور دارالکتب العلمیہ، بیروت	ابن الجوزی	المنتظم فی تاریخ الملوك والأمم	۹۷
دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۱۷ھ	یافعی	مرآة الجنان	۹۸
دارالمعرفہ، بیروت، لبنان	ابو عبداللہ حاکم	المستدرک	۹۹
عکس مکتبۃ القدسی، قاہرہ	نور الدین بیہقی	مجمع الزوائد	۱۰۰
دارالکتب العلمیہ، بیروت	طبرانی	معجم کبیر	۱۰۱
مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ ۱۳۸۸ھ ۱۹۶۸ء	طبرانی	معجم صغیر	۱۰۲
تحقیق: شیخ مامون خلیل شیخا دارالمعرفہ، بیروت	ابو یعلیٰ احمد بن علی موصلی	معجم ابو یعلیٰ	۱۰۳
تحقیق: ڈاکٹر عبدالسلام تدمری طبع ثانی: مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳۰۷ھ ۱۹۸۷ء	ابن جمیع	معجم الشیوخ	۱۰۴
تحقیق: ڈاکٹر زیاد محمد منصور مدینہ ۱۴۱۰ھ	ابو بکر جرجانی اسماعیلی	معجم اسماعیلی	۱۰۵
دارالحديث، قاہرہ ۱۳۲۷ھ	تحقیق: احمد محمد شاہر	مسند احمد	۱۰۶
المکتبۃ الاثریہ، پاکستان	ابن الجارود	المنتقى	۱۰۷
تونس و قاہرہ بلاسنہ	قاضی عیاض	مشارك الاثوار علی صحاح الآثار	۱۰۸

تحقیق: ڈاکٹر محفوظ الرحمان، عادل بن سعد دارالعلوم والحکم، مدینہ منورہ ۱۴۳۰ھ تا ۲۰۰۹ء	محدث بزار	مسند بزار	۱۰۹
تحقیق: محدث کبیر حبیب الرحمان اعظمی مجلس علمی، ڈابھیل	عبدالرزاق صنعانی	مصنف عبدالرزاق	۱۱۰
تحقیق: شیخ محمد عوامہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۴۲۸ھ تا ۲۰۰۷ء	ابن ابوشیبہ	مصنف ابن ابوشیبہ	۱۱۱
نور محمد، کراچی بلاسنہ	امام مالک بن انس	مؤطا امام مالک	۱۱۲
دیوبند	امام محمد شیبانی	مؤطا امام محمد	۱۱۳
عکس طبع اول، دارصادر، بیروت	یوسف سرکیس	معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ	۱۱۴
مکتبۃ الرسالہ العالمیہ ریاض - دمشق ۱۴۳۰ھ تا ۲۰۰۹ء	علامہ ذہبی	میزان الاعتدال	۱۱۵
المکتبۃ العلمیۃ بیروت ۱۴۰۱ھ تا ۱۹۸۱ء	ابوسلیمان خطابی	معالم السنن	۱۱۶
دائرۃ المعارف، حیدرآباد ۱۳۳۰ھ	ابن حجر	لسان المیزان	۱۱۷
تحقیق: سید کسروی حسن بیروت: ۱۴۱۲ھ	ابوبکر بیہقی	معرفة السنن والآثار	۱۱۸

۱۱۹	المنتخب بن مسند عبد بن حميد	عبد بن حميد	تحقيق وتعليق: ابو عبد الله مصطفى بن العدوي دار بلنسية ١٣٢٣هـ / ٢٠٠٢ء
۱۲۰	المسند المستخرج على صحيح الامام مسلم	ابو نعيم اصفهاني	تحقيق: محمد حسن اسماعيل شافعي دار الكتب العلمية، بيروت ١٣٦٤هـ
۱۲۱	مسند حميدى	ابو بكر حميدى	تحقيق: مولانا جيب الرحمن اعظمى عالم الكتب، بيروت بلاسنه
۱۲۲	مسند شافعي	امام شافعي	تحقيق: سيد يوسف زولوى سيد عزت عطار حسيني دار الكتب العلمية، بيروت ١٣٤٠هـ
۱۲۳	مسند طيالسي	ابو داود طيالسي	تحقيق: محمد حسن محمد حسن اسماعيل دار المعرفة، بيروت ١٣٢٥هـ / ٢٠٠٢ء
۱۲۴	مصابيح السنه	ابو الحسين بغوي	دار المعرفة، بيروت ١٣٥٤هـ
۱۲۵	نيل الابتهاج بتطريز الدياج	احمد بابا تنكي	طرابلس ١٩٩٨ء
۱۲۶	نزهاه الخواطر	مولانا عبدالحى حسنى	دائرة المعارف، حيدرآباد
۱۲٧	نزهاه الحفاظ	ابو موسى مديني	تحقيق وتعليق: عبد الراضى عبد الحسن مؤسسة الكتب الثقافه، بيروت ١٣٥٦هـ

۱۲۸	النجوم الظاهره	جمال الدين يوسف اتا بكي	تقديم وتعليق: محمد حسين شمس الدين دار الكتب العلميه، بيروت ۱۳۱۳ھ ۱۹۹۲ء
۱۲۹	نفع الطيب في الاندلس الرطيب	مقري (احمد بن محمد)	دار صادر، بيروت
۱۳۰	وفيات الأعيان	ابن خلكان	تحقيق: مكتب التحقيق دار المنفاس، رياض
۱۳۱	الوافي بالوفيات	صلاح الدين صفدي	ابو عبد الله السيوطي دار الكتب العلميه، بيروت ۲۰۱۰ء
۱۳۲	هدى السارى	حافظ ابن حجر	ادارة الطباعة المنيرية، قاهره ۱۳۲۷ھ
۱۳۳	اللباب في تهذيب الانساب	ابن اثير جزري	تحقيق: عبدالطيف حسن عبدالرحمان دار الكتب العلميه، بيروت ۱۳۲۰ھ ۲۰۰۰ء
۱۳۴	بستان المحدثين [عربي ترجمه]	ڈاکٹر محمد اکرم ندوی	دار الغرب الاسلامي بيروت: ۲۰۰۲ء طبع اول

أهم المصادر

”مولانا ڈاکٹر محمد اکرم صاحب ندوی کے مرتبہ عربی ترجمہ کے حواشی و مراجع کی فہرست جو ندوی

صاحب کی ترتیب کے مطابق بلکہ اسی کی نقل ہے۔ [نور]

- الآجری، أبو بکر الحسین بن عبد اللہ: الأربعون، تحقیق: علی حسن علی عبد الحمید، المكتب الإسلامي، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹م.
- ابن أبي الدنيا، أبو بکر عبد اللہ بن محمد البغدادي: كتاب مجابي الدعوة ضمن موسوعة رسائل ابن أبي الدنيا، المجلد الرابع، بيروت، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳م.
- ابن الأثير، علي بن محمد عز الدين: أسد الغابة في معرفة الصحابة، القاهرة، ۱۹۷۰م.
- ابن الجارود، أبو محمد عبد اللہ بن علي: المنتقى، دار الجنان، بيروت، ۱۴۰۸ھ.
- ابن جميع، محمد بن أحمد الصيداوي: معجم الشيوخ، تحقيق: دكتور عمر عبدالسلام تدميري، مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۵ھ.
- ابن حجر، أحمد بن علي العسقلاني: تهذيب التهذيب، حيدرآباد، ۱۳۲۵ھ، ولسان الميزان، حيدرآباد، ۱۳۲۹ھ، والإصابة في تمييز الصحابة، دارالفكر بيروت، والإمتناع بالأربعين المتباينة بشرط السماع، تحقيق محمد شكور بن محمود الحاجي أمير الميادين، الدوحة، ۱۴۰۹ھ.
- ابن خلكان، أحمد بن محمد: وفيات الأعيان، بيروت، ۱۹۷۸م.
- ابن دقيق العقيد، أبو الفتح تقي الدين محمد بن علي: الإمام بأحاديث الأحكام، دارالكتب العلمية، بيروت، ۱۴۰۶ھ.
- ابن عبد البر، يوسف بن عبد اللہ: الاستيعاب في معرفة الأصحاب، مطبوع على هامش ”الإصابة“.
- ابن معين، يحيى الإمام (ت): كتاب التاريخ، دراسة: الدكتور أحمد محمد نور سيف، الرياض، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹م.
- ابن ناصر الدين، أبو عبد اللہ محمد بن أبي بكر عبد اللہ بن أحمد القيسي: إتحاف السالك برواة الموطأ عن الإمام مالك، تحقيق سيد كسروي حسن، دارالكتب

العلمية، بيروت، ١٤١٥هـ.

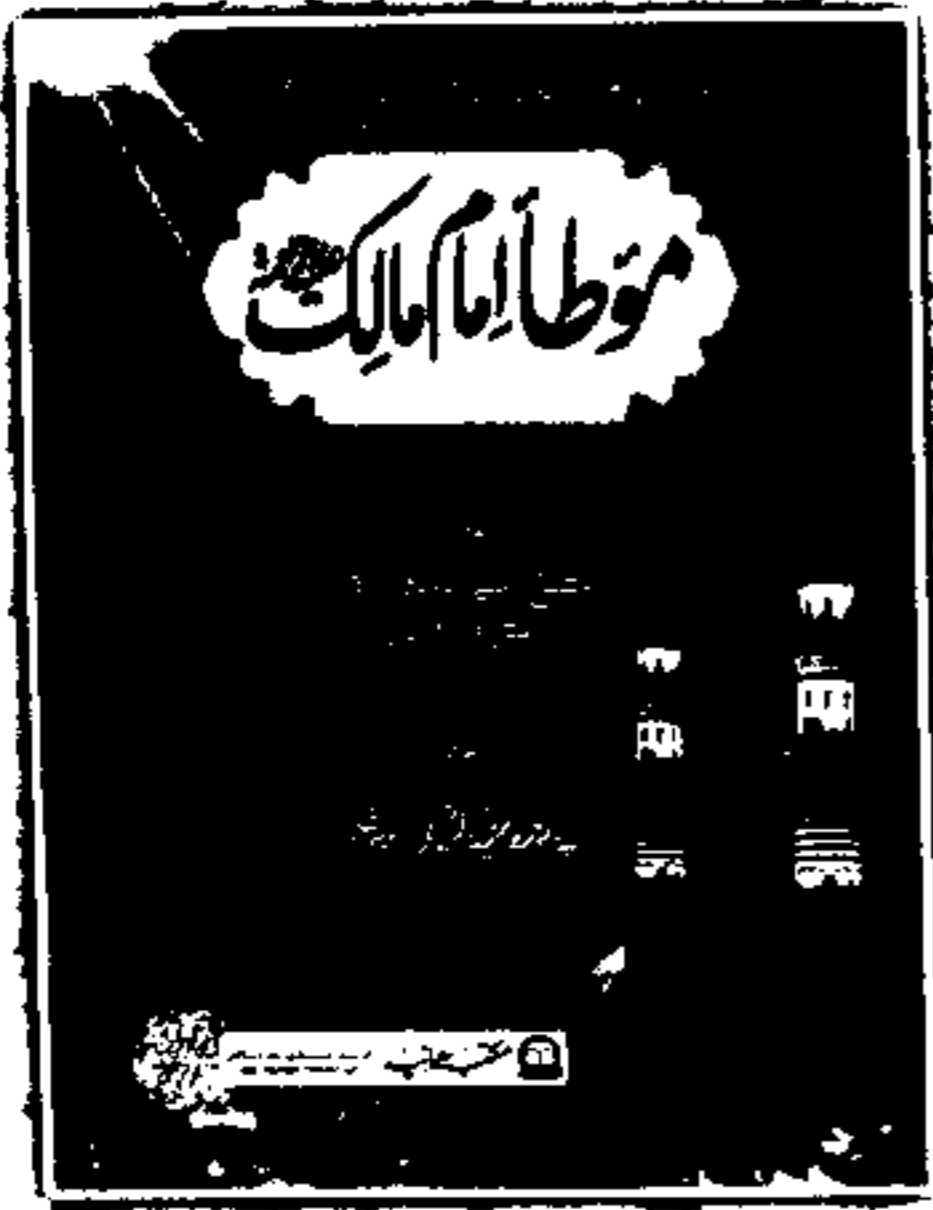
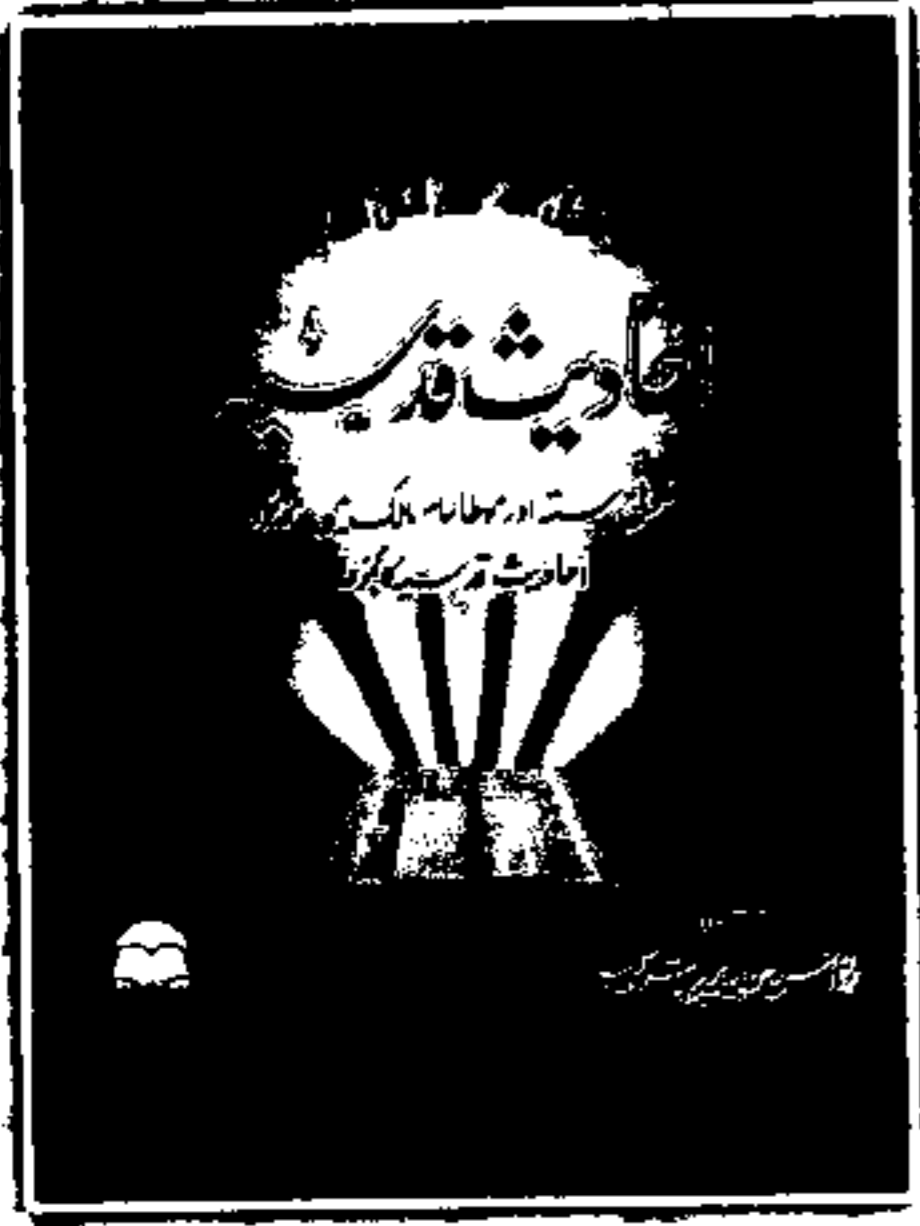
- أبوبكر الشافعي، محمد بن عبد الله البزار: الغيلانيات، تحقيق: الدكتور فاروق بن عبد العليم مرسي، الرياض، ١٤١٦هـ/١٩٩٦م.
- أبو يعلى، أحمد بن علي بن المثنى الموصلي: المعجم، تحقيق: حسين سليم أسد الداراني، دار المأمون للتراث، بيروت، ١٤١٠هـ.
- الإسماعيلي، أبوبكر أحمد بن إبراهيم الجرجاني: المعجم، تحقيق: الدكتور زياد محمد منصور، المدينة المنورة، ١٤١٠هـ.
- الأصبهاني، أبو نعيم أحمد بن عبد الله: المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، تحقيق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي، دار الكتب العلمية، بيروت ١٤١٧هـ.
- البخاري، محمد بن إسماعيل: الأدب المفرد، تحقيق: سمير بن أمين الزهيري، الرياض، ١٤١٩هـ.
- البزار، أبوبكر أحمد بن عمرو البصري: البحر الزخار، تحقيق: محفوظ الرحمن زين الله، بيروت، ١٤٠٩هـ.
- البغوي، أبو محمد الحسين بن مسعود الفراء: شرح السنة. تحقيق: زهير الشاويش، / وشعيب الأرنؤوط، المكتب الإسلامي، بيروت، ١٤٠٣هـ، ومصايح السنة، دار المعرفة، بيروت، ١٤٠٧هـ.
- البيهقي، أحمد بن الحسين: السنن الكبرى، تحقيق: محمد عبد القادر عطاء، بيروت، ١٤١٤هـ، ومعرفة السنن والآثار، تحقيق: سيد كسروي حسن، بيروت، ١٤١٢هـ، ومناقب الشافعي، دار التراث.
- التنبكي، أحمد بابا: نيل الابتهاج بتطريز الديباج، طرابلس، ١٩٨٩م.
- حاجي خليفة مصطفى بن عبد الله: كشف الظنون، إستانبول ١٩٤١م.
- الحميدي، أبوبكر عبد الله بن الزبير: المسند، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، عالم الكتب، بيروت.
- الحميدي، أبو عبد الله محمد بن أبي نصر الأندلسي: الجمع بين الصحيحين، تحقيق:

- الدكتور علي حسين البواب، دار ابن حزم، بيروت، ١٤١٩ هـ.
- الخطابي، أبو سليمان حمد بن محمد البستي (ت): معالم السنن، المكتبة العلمية، بيروت، ١٤٠١ هـ/١٩٨١ م.
- الخطيب، أحمد بن علي البغدادي: تاريخ بغداد، القاهرة، ١٩٣١ م.
- الخليلي، أبو يعلى الخليل بن عبد الله: الإرشاد في معرفة علماء الحديث، تحقيق: الدكتور محمد سعيد بن عمر إدريس، الرياض، ١٤٠٩ هـ/١٩٨٩ م.
- الدارقطني، أبو الحسن علي بن عمر: أحاديث الموطأ واتفاق الرواة عن مالك واختلافهم فيها زيادة ونقصاً، دار الرعاية الإسلامية.
- الدارمي، عبد الله بن عبد الرحمن: السنن، تحقيق: مصطفى ديب البغا، دار القلم، دمشق، ١٤١٧ هـ/١٩٩٦ م.
- الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان شمس الدين: تذكرة الحفاظ، حيدرآباد، ١٣٧٧ هـ، وسير أعلام النبلاء، مؤسسة الرسالة، بيروت، ١٤١٣ هـ/١٩٩٣ م، وميزن الاعتدال، القاهرة، ١٩٦٣ م.
- الرازي، تمام بن محمد الدمشقي: الفوائد، تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي، الرياض، ١٤١٤ هـ.
- الزركشي، بدر الدين محمد بن بهادر: تنقيح ألفاظ الجامع الصحيح، مصر.
- السبكي، عبد الوهاب بن علي تاج الدين: طبقات الشافعية الكبرى، تحقيق: عبدالفتاح الحلوم ومحمود الطناحي، القاهرة، ١٩٦٤ - ١٩٧٦.
- السيوطي، جلال الدين أبو الفضل بن أبي بكر: التوشيح شرح الجامع الصحيح، تحقيق: رضوان جامع رضوان، مكتبة الرشد، الرياض، ١٤١٩ هـ/١٩٩٨ م.
- الشافعي، محمد بن إدريس: المسند، دار الكتب العلمية، بيروت.
- الطوسي، محمد بن أسلم: الأربعون، تحقيق وتعليق: مشعل بن باني الجبرين المطيري، بيروت، ١٤٢١ هـ.
- الطيالسي، أبو داود سليمان بن داود بن الجارود: المسند، دار المعرفة، بيروت.

- عبد بن حميد الكشي: المنتخب من مسند عبد بن حميد، تحقيق: السيد صبحي البدرى السامرائى ومحمود محمد خليل الصعيدي، عالم الكتب، بيروت، ١٤٠٨هـ.
- عبدالحى اللكنوي: الفوائد البهية في تراجم الحنفية، القاهرة، ١٣٢٤هـ.
- عبدالقادر القرشى: الجواهر المضيئة، حيدرآباد، ١٣٣٢هـ.
- عبد الله بن المبارك، أبو عبد الرحمن الحنظلي: كتاب الزهد، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، مكة المكرمة.
- القاضي عياض بن موسى السبتي: مشارق الأنوار على صحاح الآثار، تونس والقاهرة.
- الغافقي، أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن محمد الجوهرى: مسند الموطأ، تحقيق: لطفي بن محمد الصغير وطه بن علي بو سريخ، دار الغرب الإسلامى، ١٩٩٧م.
- القشيري، عبدالكريم بن هوازن الصوفي الإمام: كتاب الأربعين في تصحيح المعاملة، تحقيق: أبو محمد السيد أبو عمه، طنطا، ١٤١٣هـ.
- الكتانى عبدالحى بن عبدالكبير: فهرس الفهارس، باعتناء الدكتور إحسان، دار الغرب الإسلامى، بيروت، ١٤٠٢هـ/١٩٨٢م.
- الكتانى، محمد بن جعفر: الرسالة المستطرفة، دارالبشائر الإسلامى، بيروت، ١٤٠٦هـ/١٩٨٦م.
- الكرمانى، شمس الدين محمد بن يوسف: الكواكب الدراري في شرح صحيح البخارى، بيروت، ١٤٠١هـ/١٩٨١م.
- مالك بن أنس: الموطأ، كراتشى.
- محمد بن علوي المالكي الحسنى: أنوار المسالك إلى روايات موطأ مالك، الدوحة، قطر.
- محمد بن محمد مخلوف: شجرة النور الزكية في طبقات المالكية، دارالفكر.
- المدينى، أبو موسى محمد بن أبى بكر الأصبهاني: نزع الحفاظ، تحقيق: عبدالراضى محمد عبدالمحسن، بيروت، ١٤٠٦هـ.
- إيلان سر كيس: معجم المطبوعات العربية والمعربة، مصر ١٣٤٩هـ/١٩٣١م.

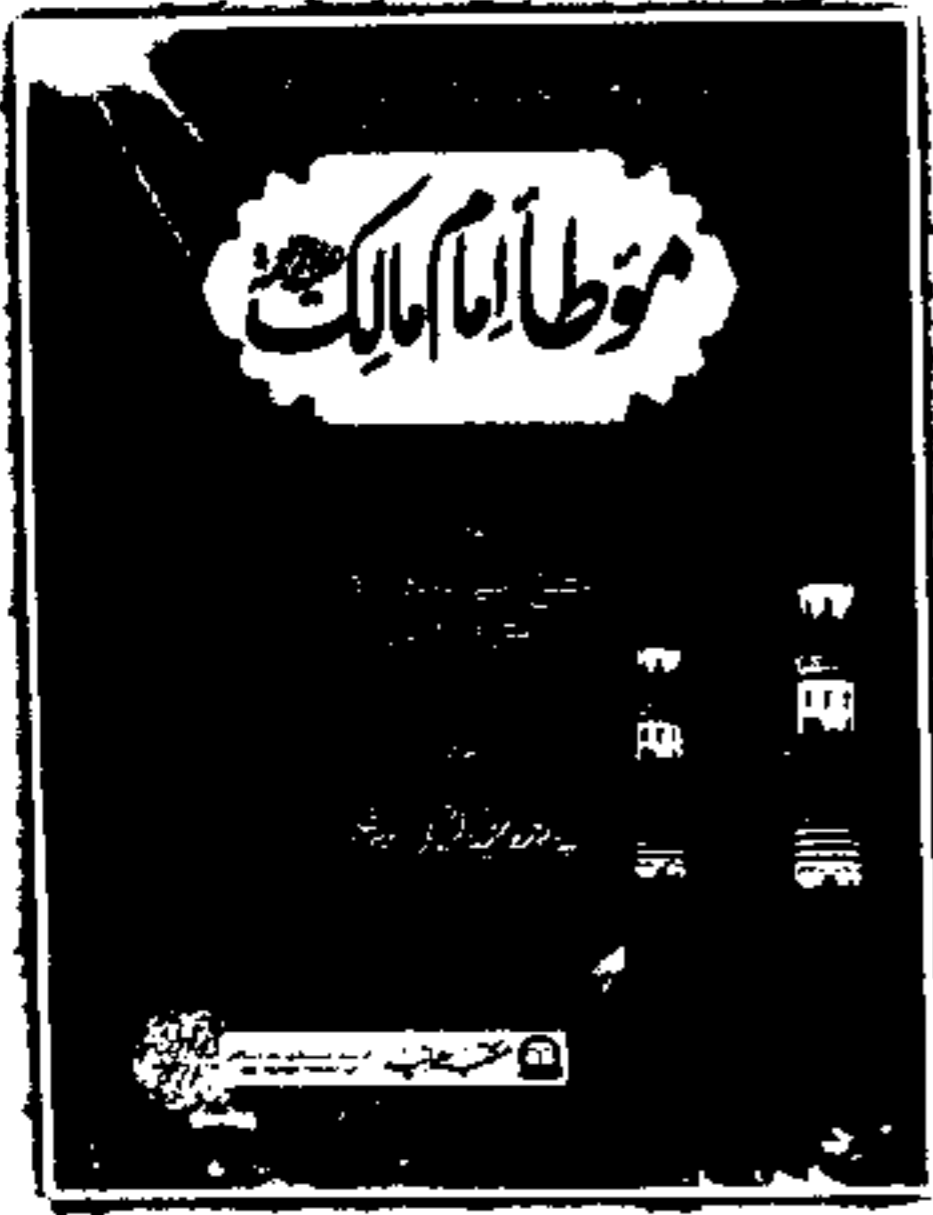
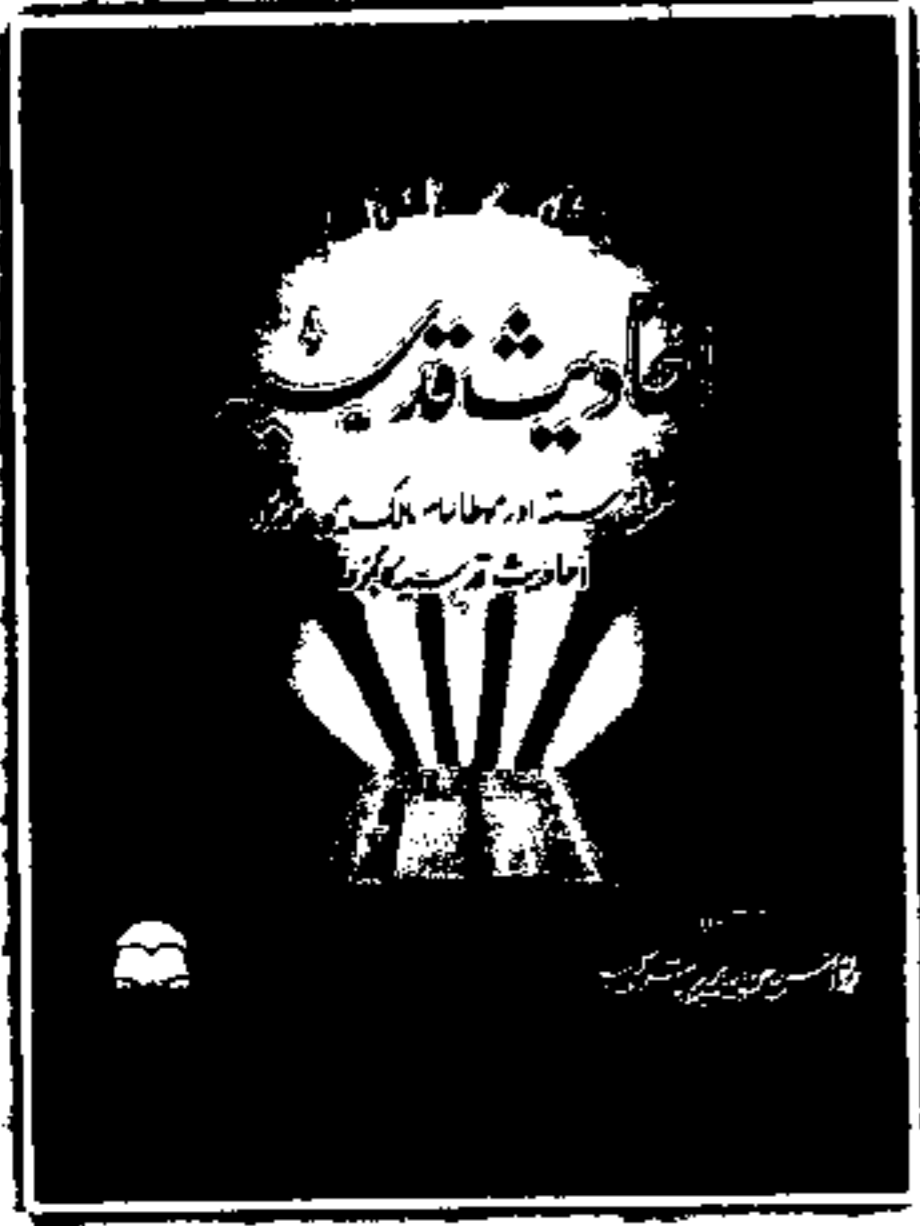
11/11/2017

1 NOV 2017



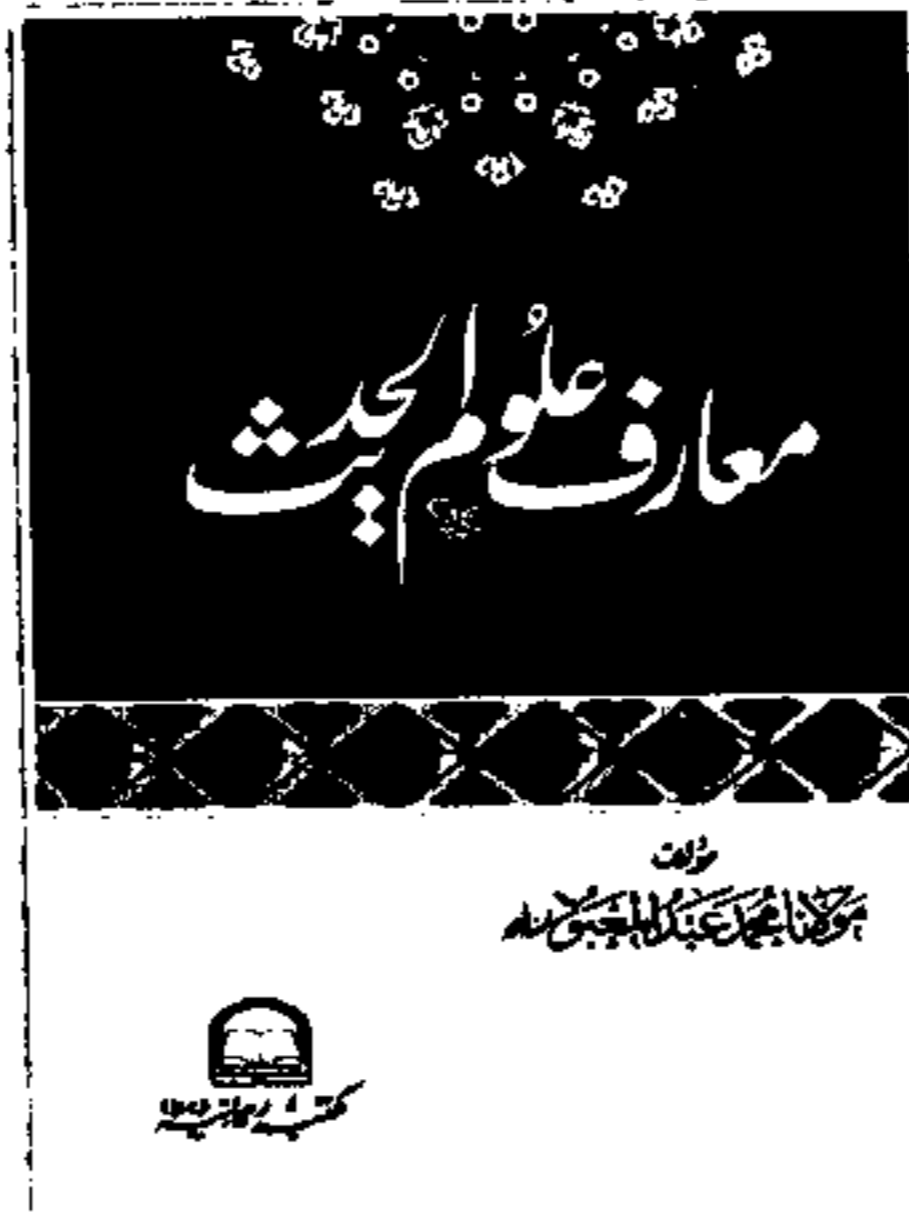
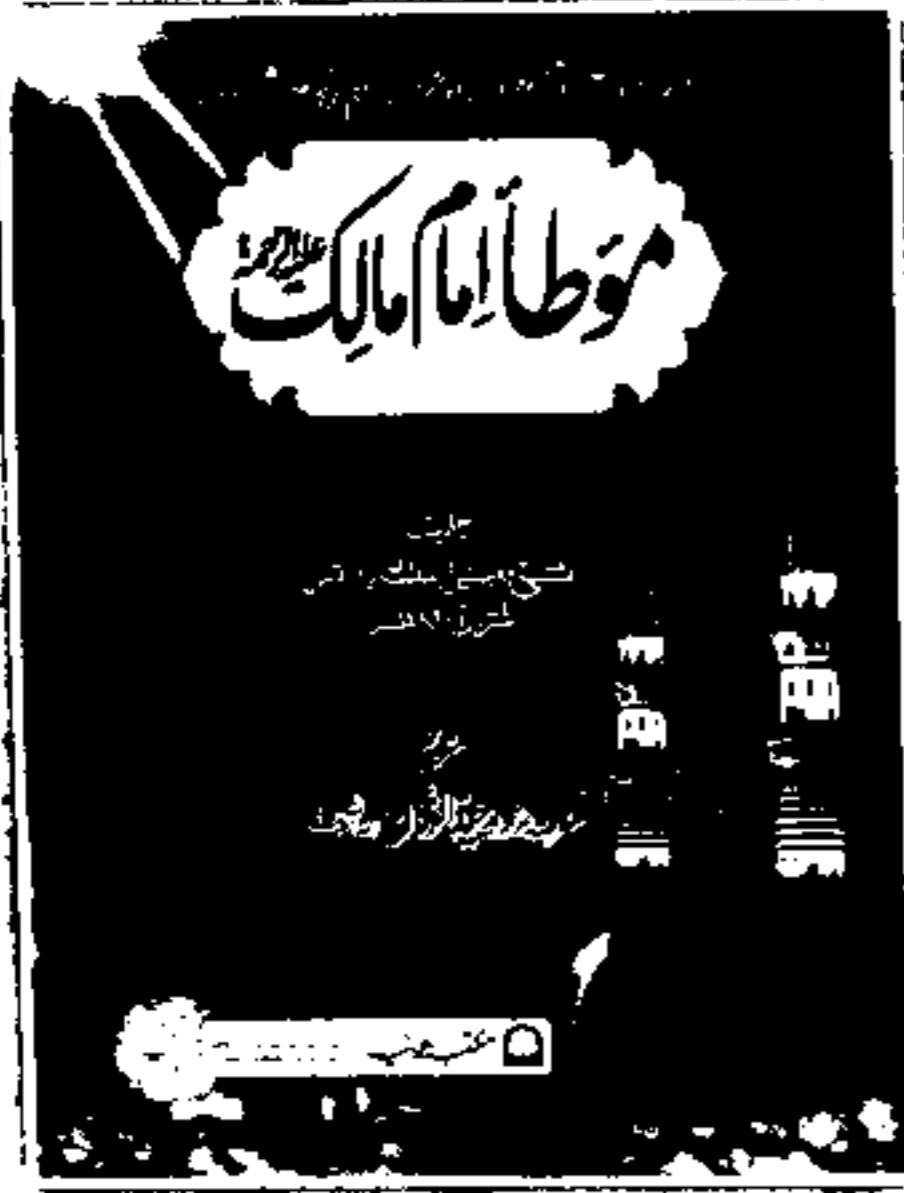
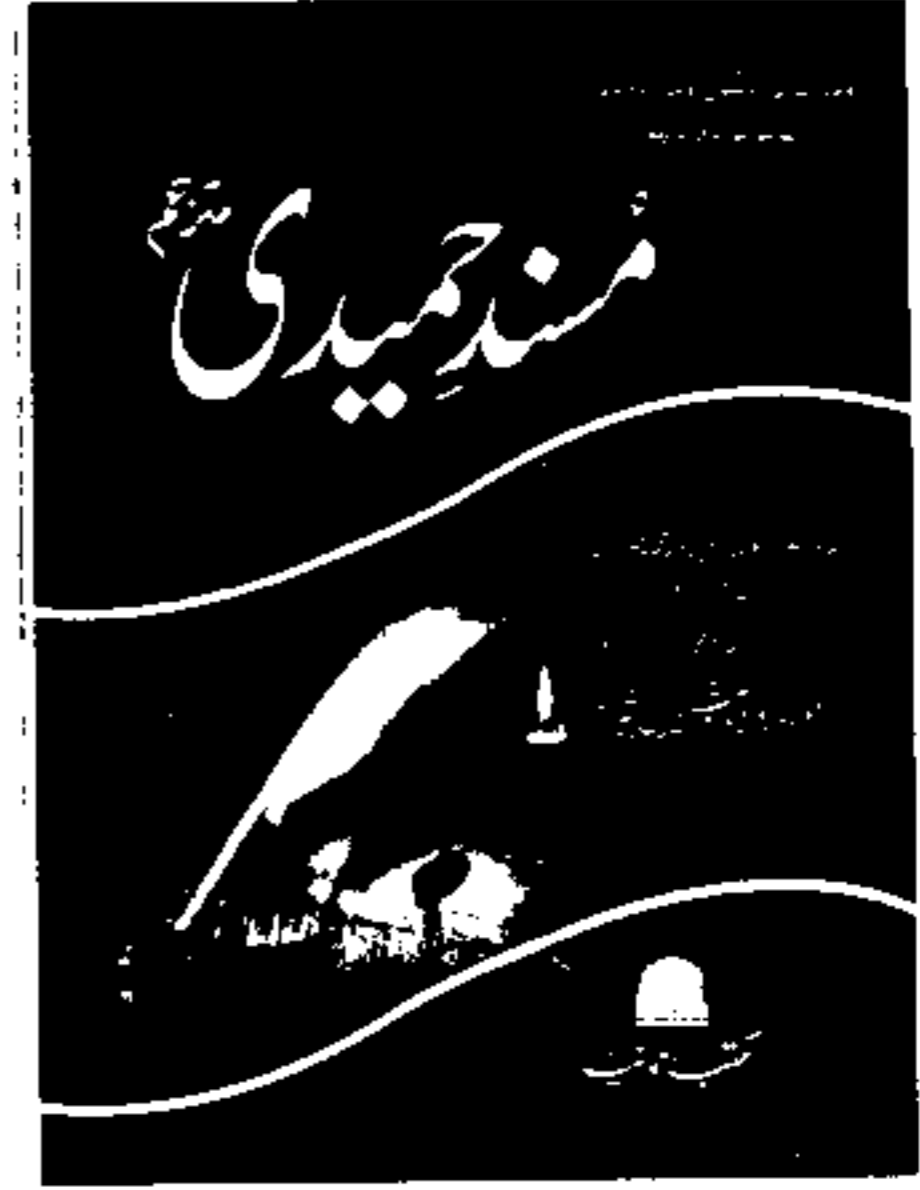
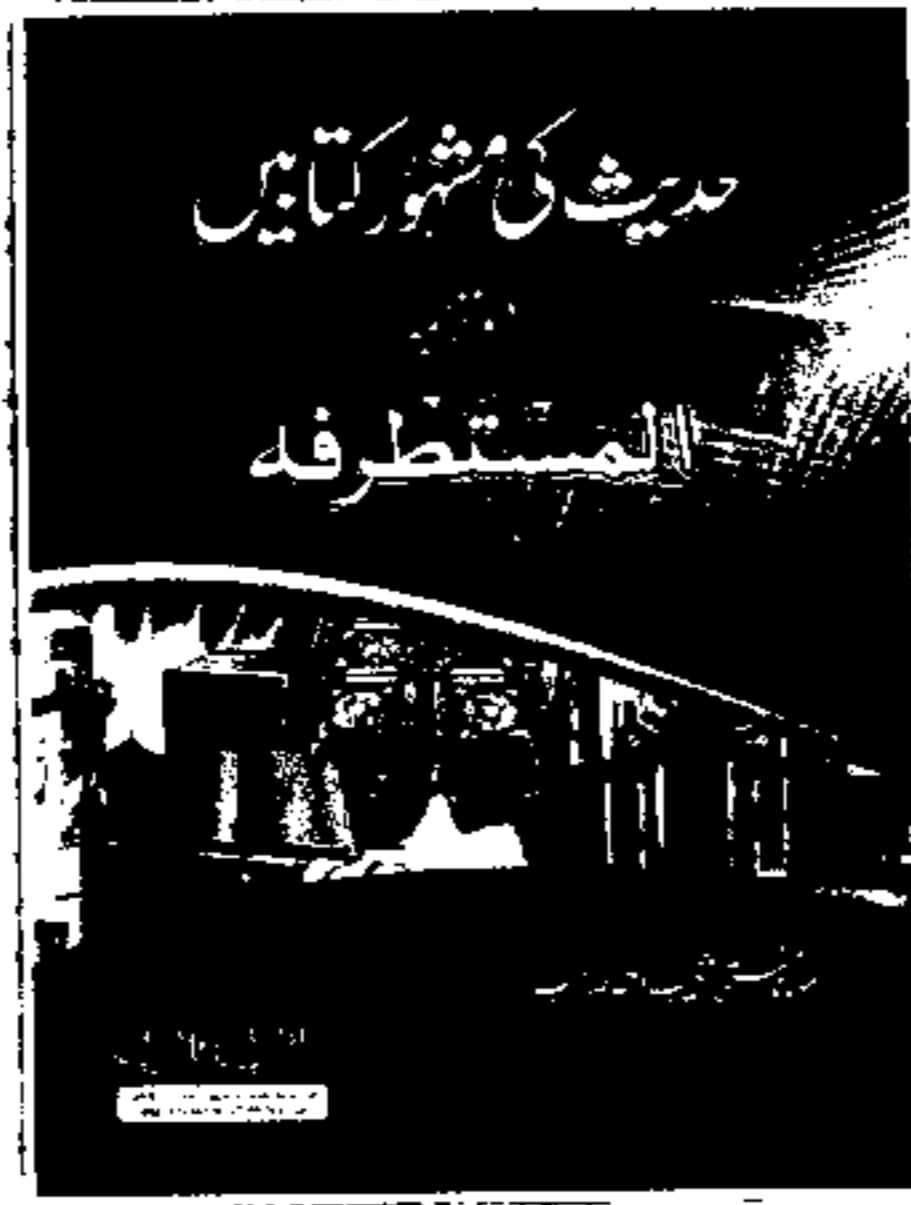
MAHTABA-E-REHMANIA

اقرا سنٹر عرفی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور
فون: 042-37224228-37221395



MAHTABA-E-REHMANIA

اقرا سنٹر عرفی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور
فون: 042-37224228-37221395



MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ

اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فون: 042-37224228-37221395